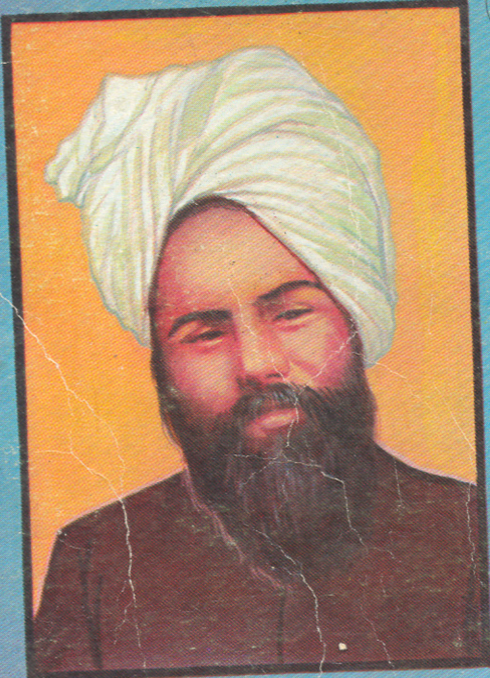
ماہنامہ قومی ڈائجسٹ لاہور

قادیانیت اشاعت خاص

- بچپن کیسے گزرا
- جوانی کہاں لٹا دی
- [illegible]
- پیسے اکٹھے کرنے کے لئے کیا کیا جتن کئے
- نبوّت کا خیال کیسے پیدا ہوا
- اسے کیسے حاصل کر لیا
- محمدی بیگم سے شادی کا خواب کیسے اُدھورا رہ گیا
- پیش گوئیاں جنہوں نے پورا ہونے سے انکار کر دیا
- مسلمانوں کو کافر کیسے بنایا
- انگریزوں کو وفاؤں کا یقین کِس کِس طرح دلایا
- ہیضہ کیسے ہوا، دم کیسے نکلا



مرزا صاحب کی کہانی
مرزا صاحب کی زبانی

ایک ایسی دستاویز جس نے قادیانی قلعہ مسمار کر دیا

قومی ڈائجسٹ

قادیانیت نمبر

لائبریری ایڈیشن

قومی پبلشرز - ۵۰، لوئر مال لاہور

فہرست مضامین

حالات

معاملات

تعلقات

سیاست

کفریات

ناپاک جسارت

حقیقت

ختم نبوّت



گزارش

"قادیانیت" کے بارے میں "قومی ڈائجسٹ" کے خاص شمارے کو اس قدر پسند کیا گیا کہ جس کی کوئی مثال کم از کم اِس جریدے کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ شمارہ شائع ہوتے ہی مبارک باد کے ڈھیر لگ گئے۔ ہر اُس شخص نے جس کا دل ختم المرسلینؐ کی محبت سے مالا مال ہے، اِس کاوش پر تحسین کے پھول بھیجے۔ کئی ایڈیشن شائع ہوئے اور ہاتھوں ہاتھ نکل گئے۔ بہت سے حضرات نے اعتراف کیا کہ انہیں پہلی بار قادیانیت کے حقیقی چہرے کو دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ اِس تفصیل کے ساتھ یہ ان کے سامنے اِس سے پہلے بے نقاب نہیں ہوا تھا۔

اصرار کیا گیا کہ اس شمارے کا لائبریری ایڈیشن سفید کاغذ پر چھاپا جائے، تاکہ اسے محفوظ رکھا جا سکے۔ اب یہی مطلوبہ ایڈیشن پیش خدمت ہے۔

قادیانیت نمبر کی اشاعت کے کچھ ہی عرصہ بعد مجھے فریضۂ حج ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، اور درِ رسولؐ پر حاضری کا شرف بھی۔ یہ پروگرام یُوں آناً فاناً بنا، اور چند روز میں سارے مرحلے طے کر کے اِس طرح بیت اللہ میں جا سجدہ ریز ہُوئے کہ غور کریں تو آج بھی حیرت ہوتی ہے۔ کئی دوستوں نے بار بار کہا کہ یہ سب اِس شمارے کی بدولت ہے۔ عاجزانہ کاوش اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُولِ اکرمؐ کے حضُور مقبُول ہُوئی۔

مُجھ جیسا سیاہ کار اپنی سیاہ کاریوں سے واقف ہونے کی وجہ سے دعویٰ نہیں کر سکتا۔ آپ سے بس یہ گزارش ہے کہ اِس شمارے کو پڑھتے ہوئے میرے حق میں دُعا ضرور کیجیے کہ —— جس طرح بارگاہِ رسالتؐ میں یہ ہدیہ پیش کرنے کی توفیق ہوئی ہے، اسی طرح سرکارِ دوجہاںؐ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی سعادت بھی نصیب ہو —— کہ اگر یہ نہیں تو بابا پھر سب کہانیاں ہیں۔

مجیب الرحمٰن شامی

قادیانی مسئلہ

ختمِ نبوت کا عقیدہ مسلمانوں کے لیے انتہائی اہم اور بنیادی نوعیت کا حامل ہے۔ اسے ان کے لیے زندگی اور موت کا معاملہ کہا جائے تو اس میں ذرہ بھر مبالغہ نہ ہوگا۔ یہی بنیاد ہے جس پر اسلامی معاشرے کی عظیم الشان عمارت اٹھائی جاتی ہے اور اللہ کی زمین پر اللہ کی حکمرانی کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوتا ہے۔ ہر مسلمان کے نزدیک ہر معاملے میں "فائنل اتھارٹی" اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ کے احکامات کی تشریح و تعبیر کی "فائنل اتھارٹی" محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔ رسولِ خداؐ کے بعد کسی اور شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دینِ مبین میں کوئی ترمیم، تنسیخ، اضافہ یا کمی کی خبر دے سکے۔ مسلمانوں میں بے شمار فرقے اور گروہ موجود ہیں، لیکن ان کے درمیان اختلافات کی نوعیت یہ نہیں کہ ہر ایک ایسا الگ پیشوا رکھتا ہے، جسے رسالت کے اختیارات میں سے کوئی اختیار حاصل ہے۔ سب اس امر پر متفق ہیں کہ رسول اللہؐ کے احکامات آخری اور حتمی ہیں۔ ان میں جو کچھ اختلاف بھی ہے، وہ ان کو سمجھنے اور ان کے معانی اخذ کرنے تک ہے۔ ان کی نوعیت یہی ہے، جو تعزیراتِ پاکستان کی کسی دفعہ کی تشریح و تعبیر کی حد تک مختلف وکلاء یا جج صاحبان میں ہوتی ہے ___ لیکن قادیانیوں، کے نام سے جس گروہ نے انگریزی دور میں، برصغیر میں کام کا آغاز کیا، اُس نے اپنا ایک نبی بنا لیا۔ ختمِ نبوت کے عقیدے کی وضاحت اس طرح کی کہ اس میں ختمِ نبوت کے علاوہ سب کچھ داخل کر دیا۔ اس نبی کے خیالات اور ارشادات مستقل طور پر ماخذِ قانون قرار پائے، اور اس نے دین میں ردّ و بدل کے اختیارات حاصل کر لیے۔ اس صورتِ حال کو مسلمانوں نے چودہ (۱۴) سو سال میں کبھی برداشت نہ کیا تھا۔ ہماری تاریخ کا ایک ایک دن گواہ ہے کہ ملتِ اسلامیہ نے کسی شخص کے دعویٰ نبوت کو تسلیم نہیں کیا، اور رسول اللہؐ کے بعد ہر ایسے داعی کو اتفاق رائے سے کاذب قرار دیا۔ امام ابوحنیفہؒ کے بقول نبوت کے کسی دعویدار سے ثبوت طلب کرنا بھی خلافِ اسلام ہے ___ جب نبی آ ہی نہیں سکتا، نبوت کا اعلان ہی کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے، تو پھر کسی دوسرے ثبوت کو طلب کرنے کی کیا حاجت اور کیا ضرورت ہے

مرزا غلام احمد صاحب اگر آج زندہ ہوتے اور دعویٰ رسالت کرتے تو اسلامی جمہوریہ پاکستان میں انہیں فاتر العقل قرار دے کر حوالۂ زنداں کر دیا جاتا۔ کیونکہ ان کی رسالت کی پرورش برطانوی سامراج کے تحت ہوئی، اس لیے ان کے دعوے سے وہ سلوک نہ کیا جا سکا جس کا یہ مستحق تھا۔ خاص اسباب اور حالات کی وجہ سے ان کے گروہ نے ایک خاص اہمیت اختیار کر لی اور پاکستان بننے کے بعد بھی اثر و رسوخ کا دائرہ بڑھانے کی

کوشش کامیابی سے جاری رکھی۔

مسلمان عوام کے لیے یہ بات ناقابلِ برداشت تھی، اس لیے گزشتہ ۴۰ سال کے دوران بار بار اس گروہ کی سرگرمیوں کی نشاندہی کی جاتی رہی۔ بار بار احتجاج کیا گیا۔ الحمدللہ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ اسے غیر مسلم اقلیت قرار دیا جا چکا ہے۔ مسلمانوں سے الگ کرنے کے لیے کئی دوسرے قانونی اقدامات بھی کر لیے گئے ہیں۔

مصیبت یہ ہے کہ اپنا ایک نبی ایجاد کرنے کے باوجود اور مسلمانوں سے الگ تشخص کا دعویٰ رکھنے کے باوجود، یہ گروہ اپنے آپ کو غیر مسلم کہلوانے سے انکاری ہے۔ اس کے بہت سے مبلغ بڑی معصومیت کے ساتھ مرزا غلام احمد کی ان تصانیف سے اقتباسات شائع کر کے لوگوں کو ورغلاتے ہیں، جو ان کے دعویٔ نبوت سے پہلے کی لکھی ہوئی ہیں۔ قادیانی حضرات اپنے آپ کو مظلوم اور ستم رسیدہ قرار دینے کی کوشش میں بھی لگے ہوئے ہیں۔ ہمارے جدید تعلیم یافتہ طبقوں کو خاص طور پر نشانہ بنا کر رواداری اور فراخ دلی کے نام پر ان کی ہمدردیاں حاصل کرنے کی مہم چلائی جا رہی ہے۔ اس پس منظر میں ضروری تھا کہ ان کا تفصیلی تعارف ایک بار پھر کرا دیا جائے، تاکہ ان کی شخصیت کو سمجھنے میں دھوکہ کھانے کا کوئی امکان نہ رہے۔

پروفیسر الیاس برنی حیدرآباد کے نامور دانشور اور مفکر تھے، انہوں نے متعدد کتابیں مرزا صاحب کے افکار و خیالات پر مرتب کی ہیں۔ خصوصیت یہ ہے کہ ان میں مرزا صاحب کے نظریات ان کے اپنے یا ان کے قریبی رفقا اور جانشینوں کے الفاظ میں بیان کر دیے گئے ہیں۔ موجودہ شمارے کا بڑا حصہ برنی صاحب کی علمی کاوش پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ چند نامور اہلِ قلم کے چند ضروری مضامین بھی شاملِ اشاعت کر لیے گئے ہیں، جو اس مسئلے کی تہ تک پہنچنے میں مدد دیتے ہیں۔

موجودہ شمارے کا رنگ مناظرانہ نہیں، نہ اس میں ذاتی حملے کرنے کی کوئی کوشش کی گئی ہے۔ کئی افسوسناک الفاظ افسوس کے ساتھ شاملِ اشاعت کیے گئے ہیں۔ یہ اگر مرزا صاحب کی زبان اور قلم سے ادا نہ ہوتے تو ہمارے صفحات پر ہرگز ہرگز جگہ نہ پاتے۔

قادیانی حضرات سے گزارش ہے کہ وہ کھلے دل کے ساتھ اپنے بزرگوں کا مطالعہ کریں، اور پھر دیکھیں کہ وہ خود کہاں کھڑے ہیں؟ اپنے تمام قارئین سے بھی ہماری درخواست ہے کہ وہ اس شمارے کو غور سے پڑھیں۔ ان کو اس نتیجے پر پہنچنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی کہ "قادیانی مسئلہ" مولویوں کا کھڑا کیا ہوا نہیں ہے، یہ خود قادیانیوں کا پیدا کردہ ہے۔ قادیانیوں کی جان، مال اور عزت کی دستوری ذمہ داری اپنی جگہ اہم ہے، ان کے خلاف قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کا حق کسی شخص کو حاصل نہیں ہے، لیکن یہ بات بہرحال سمجھ لینے کی ہے کہ مسلمان انہیں اپنے آپ سے الگ سمجھنے، اور الگ تشخص قرار دینے کے جو مطالبے کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں، وہ ان کے خلاف تعصب اور تنگ نظری کی بنیاد پر نہیں ہیں، بلکہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ سے محبت اور ان پر ایمان کا اوّلین تقاضہ ہیں۔

مجیب الرحمٰن

مطالبہ

کراچی میں ۱۹۵۲ء میں مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر کے ۳۳ نمائندہ علماء کے اجتماع نے متفقہ طور پر یہ مطالبہ کیا:

"یہ ایک نہایت ضروری ترمیم ہے، جسے ہم پورے اصرار کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ملک کے دستور سازوں کے لیے یہ بات کسی طرح موزوں نہیں ہے کہ وہ اپنے ملک کے حالات اور مخصوص اجتماعی مسائل سے بے پروا ہو کر محض اپنے ذاتی نظریات کی بنا پر دستور بنانے لگیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ملک کے جن علاقوں میں قادیانیوں کی بڑی تعداد مسلمانوں کے ساتھ ملی جلی ہے، وہاں اس قادیانی مسئلے نے کس قدر نازک صورتِ حال پیدا کر دی ہے۔ ان کو کچھ دور کے بیرونی حکمرانوں کی طرح نہ ہونا چاہیئے، جس نے ہندو مسلم مسئلے کی نزاکت کو اس وقت تک محسوس کر کے ہی نہ دیا، جب تک متحدہ ہندوستان کا گوشہ گوشہ دونوں قوموں کے فسادات سے خون آلود نہ ہو گیا، جو دستور ساز حضرات خود اس ملک کے رہنے والے ہیں۔ ان کی یہ غلطی بڑی افسوسناک ہو گی کہ وہ جب تک پاکستان میں قادیانی، مسلم تصادم کو آگ کی طرح بھڑکتے ہوئے نہ دیکھ لیں، اس وقت تک انہیں اس بات کا یقین نہ آئے کہ یہاں ایک قادیانی مسلم مسئلہ موجود ہے، جسے حل کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ اس مسئلے کو جس چیز نے نزاکت کی آخری حد تک پہنچا دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ قادیانی ایک طرف مسلمان بن کر مسلمانوں میں گھستے بھی ہیں اور دوسری طرف عقائد، عبادات اور اجتماعی شیرازہ بندی میں مسلمانوں سے نہ صرف الگ، بلکہ ان کے خلاف صف آرا بھی ہیں اور مذہبی طور پر تمام مسلمانوں کو علانیہ کافر قرار دیتے ہیں۔ اس خرابی کا علاج آج بھی یہی ہے اور پہلے بھی یہی تھا، جیسا کہ علامہ اقبال مرحوم نے اب سے بیس برس پہلے فرمایا تھا، کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دے دیا جائے۔"

تکمیل

اس مطالبے کو عرصہ دراز تک تسلیم نہ کیا گیا۔ ۱۹۵۳ء میں تحریک چلی اور لاہور میں پہلا مارشل لاء نافذ کیا گیا۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اور مولانا عبدالستار نیازی کو فوجی عدالت سے سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ متعدد علمائے کرام اور ہزاروں مسلمان گرفتار ہوئے، لیکن معاملہ ختم نہ ہو سکا۔ ۷۴-۱۹۷۳ء میں تحریک چلی اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے اتفاقِ رائے سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ کیا۔ اس مقصد کے لیے آئینِ پاکستان میں ان الفاظ کا اضافہ کیا گیا۔

آرٹیکل نمبر ۲۶۰

جو شخص خاتم الانبیاء، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت پر مکمل ایمان نہیں لاتا یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی انداز میں نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا کسی ایسے مدعی نبوت یا مذہبی مصلح پر ایمان لاتا ہے، وہ از روئے آئین و قانون مسلمان نہیں۔

آرٹیکل نمبر ۱۰۶ کلاز نمبر ۳

صوبائی اسمبلیوں میں بلوچستان، پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ اور سندھ کی کلاز نمبر ۱ میں دی گئی نشستوں کے علاوہ ان اسمبلیوں میں عیسائیوں، ہندوؤں، سکھوں، بدھوں، پارسیوں اور قادیانیوں یا شیڈول کاسٹس کے لیے اضافی نشستیں ہوں گی۔

آرڈی ننس

اس ترمیم کے بعد بھی قادیانی سرگرمیوں کی روک تھام نہ ہو سکی، جذبات کی آگ پھر بھڑکنے والی تھی کہ ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو مندرجہ ذیل آرڈی ننس نافذ کیا گیا:

قادیانی گروہ، لاہوری گروہ اور احمدیوں کو خلافِ اسلام سرگرمیوں کے ارتکاب سے روکنے کے لیے قانون میں ترمیم کرنے کا آرڈی ننس:

ہر گاہ کہ یہ امر قرینِ مصلحت ہے کہ قادیانی گروہ، لاہوری گروہ اور احمدیوں کو خلافِ اسلام سرگرمیوں کے ارتکاب

سے روکنے کے لیے قانون میں ترمیم کی جائے۔
ہرگاہ کہ صدرِ پاکستان کو اطمینان ہے کہ ایسے حالات موجود ہیں، جو فوری کارروائی کے متقاضی ہیں، لہذا پانچ جولائی ۱۹۷۷ء کے اعلان کی تعمیل میں، اور ان تمام اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے، جو اس سلسلے میں انہیں حاصل ہیں، صدرِ پاکستان حسبِ ذیل آرڈیننس وضع اور نافذ کرتے ہیں :-

۱۔ مختصر عنوان اور آغاز

(ل) اس آرڈیننس کا نام "قادیانی گروہ، لاہوری گروہ اور احمدیوں کا خلافِ اسلام سرگرمیوں کا ارتکاب (ممانعت و سزا) آرڈیننس ۱۹۸۴ء" ہوگا۔

(ب) یہ فوری طور پر نافذ العمل ہوگا۔

۲۔ عدالتوں کے احکام اور فیصلوں کے استرداد کا آرڈیننس

اس آرڈیننس کی دفعات/ عدالتوں کے احکام اور فیصلوں کے علی الرغم نافذ ہوں گے۔

حصہ دوم:-

مجموعہ تعزیرات پاکستان کی ترمیم (قانون نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء)

۳۔ مجموعہ تعزیرات پاکستان (قانون نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰) میں نئی دفعات ۲۹۸ ب، اور ۲۹۸ ج کا اضافہ۔

مجموعہ تعزیرات پاکستان (قانون نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰) کے باب پندرہ میں دفعہ ۲۹۸ - ا کے بعد حسبِ ذیل نئی دفعات کا اضافہ کیا جائے گا۔

۲۹۸ - ب، بعض مقدس ہستیوں اور متبرک مقامات کے لیے مخصوص القاب و آداب صفات وغیرہ کا غلط استعمال

۱۔ قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا جو شخص کسی تقریر، تحریر یا واضح علامت کے ذریعے سے۔

ا۔ رسولِ پاکؐ حضرت محمدؐ کے کسی خلیفہ یا صحابی کے سوا کسی اور شخص کو "امیر المومنین" "خلیفۃ المومنین" "خلیفۃ المسلمین" "صحابی" "رضی اللہ عنہ"

ب۔ رسول پاکؐ حضرت محمدؐ کے افرادِ خاندان (اہلِ بیت) کے سوا، کسی اور کو "اہل بیت" یا

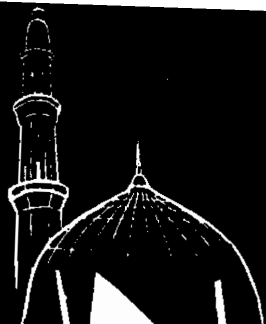
ج۔ اپنی عبادت گاہ کو "مسجد" کے نام سے :

پکارے گا، یا اُس کا حوالہ دے گا، وہ تین سال تک کی قید (کسی قسم) اور جرمانے کی سزا کا مستوجب ہوگا۔

۲۔ قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا جو شخص کسی تقریر، یا تحریر یا واضح علامت کے ذریعے سے اپنے عقیدے کے مطابق عبادت کے لیے بلانے کے طریقے یا شکل کو "اذان" سے موسوم کرے گا یا مسلمانوں کے طریقے کے مطابق اذان کہے گا، وہ تین سال تک کی قید (کسی قسم) کی سزا، نیز جرمانہ کا مستوجب ہوگا۔

۲۹۸ ج۔ قادیانی گروہ وغیرہ کا اپنے آپ کو مسلم کہلانے، اپنے عقیدے کی تبلیغ کرنے یا نشر و اشاعت کرنے والا شخص

قادیانی گروہ یا لاہوری گروہ (جو اپنے آپ کو احمدی یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) کا جو شخص اپنے آپ کو بلاواسطہ یا بالواسطہ "مسلم" کہلاتا ہے، یا اپنے عقیدے کو اسلام کہتا یا ظاہر کرتا ہے، یا دوسروں کو تقریر، تحریر یا واضح علامت یا کسی بھی اور طریقے سے اپنے عقیدے کی دعوت دیتا اور مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرتا ہے، وہ تین سال تک کی قید (کسی قسم) کی سزا نیز جرمانہ کا مستوجب ہوگا۔



اکابرین علمائے دیوبند

ذاتی حالات

الہام و آزادی

ہو بندۂ آزاد اگر صاحبِ الہام
ہے اس کی نگہ فکر و عمل کے لیے مہمیز
اس کے نفسِ گرم کی تاثیر ہے ایسی
ہو جاتی ہے خاکِ چمنستان شرر آمیز
شاہیں کی ادا ہوتی ہے بلبل میں نمودار
کس درجہ بدل جاتے ہیں مرغانِ سحر خیز
اس مردِ خود آگاہ و خدامست کی صحبت
دیتی ہے گداؤں کو شکوہِ جم و پرویز
محکوم کے الہام سے اللہ بچائے
غارت گرِ اقوام ہے وہ صورتِ چنگیز

نبوّت

مَیں نہ عارف نہ مجدّد نہ محدّث نہ فقیہ
مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوّت کا مقام
ہاں مگر عالمِ اسلام پہ رکھتا ہوں نظر
فاش ہے مجھ پر ضمیرِ فلکِ نیلی فام
عصرِ حاضر کی شبِ تار میں دیکھی مَیں نے
یہ حقیقت کہ ہے روشن صفتِ ماہِ تمام
وہ نبوّت ہے مسلماں کے لیے برگِ حشیش
جس نبوّت میں نہیں قوّت و شوکت کا پیام

اقبالؒ



اب میرے سوانح اس طور پر ہیں کہ میرا نام غلام احمد، میرے والد کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا صاحب کا نام عطا محمد اور میرے پڑدادا کا نام گل محمد تھا۔ اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے، ہماری قوم مغل برلاس ہے۔ اور میرے بزرگوں کے پرانے کاغذات سے، جو اب تک محفوظ ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ملک میں سمرقند سے آئے تھے۔

سکھوں کے ابتدائی زمانے میں میرے پردادا صاحب مرزا گل محمد ایک نامور اور مشہور رئیس نواح کے تھے .... اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب میرے پردادا صاحب فوت ہوئے تو بجائے ان کے میرے دادا صاحب یعنی مرزا صاحب عطا محمد، حسب فرزند رشید ان کے گدی نشین ہوئے۔ ان کے وقت میں خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت سے لڑائی میں سکھ غالب آئے ...... اس وقت ہمارے بزرگوں پر بڑی تباہی آئی اور وہ پنجاب کی ایک ریاست میں پناہ گزین ہوئے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ان ہی دشمنوں کے منصوبے سے میرے دادا صاحب کو زہر دی گئی۔ پھر رنجیت سنگھ کی سلطنت کے آخری زمانے میں میرے والد صاحب کے دیہات میں سے پانچ گاؤں واپس ملے۔ پھر بھی بلحاظ پرانے خاندان کے میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ اس نواح میں ایک مشہور رئیس تھے۔

میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی۔ اور ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترھویں برس میں تھا اور ابھی ریش و بروت کا آغاز نہیں تھا۔ میری پیدائش سے پہلے میرے والد صاحب نے بڑے بڑے مصائب دیکھے تھے لیکن میری پیدائش کے دنوں میں ان کی تنگی کا زمانہ فراخی کی طرف بدل گیا تھا۔ بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلم میرے لیے نوکر رکھا گیا، جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا۔ اور جب میری عمر قریباً دس برس کے ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب

میری تربیت کے لیے مقرر کیے گئے، جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ چونکہ میری تعلیم خدائے تعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی، اس لیے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ فضل ہی تھا۔ مولوی صاحب موصوف جو ایک دیندار اور بزرگوار آدمی تھے، وہ بہت محنت اور توجہ سے پڑھاتے رہے۔ اور میں نے صرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعدِ نحو ان سے پڑھے۔ اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان کو بھی میرے والد نے نوکر رکھ کر قادیاں میں پڑھانے کے لیے مقرر کیا تھا۔ اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علومِ مروجہ کو جہاں تک خدائے تعالیٰ نے چاہا حاصل کیا اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں اور وہ فنِ طبابت میں بڑے حاذق طبیب تھے۔ اور ان دنوں میں مجھے کتابوں کے دیکھنے کی طرف اس قدر توجہ تھی کہ گویا میں دنیا میں نہ تھا۔

میرے والد صاحب مجھے بار بار یہی ہدایت کرتے تھے کہ کتابوں کا مطالعہ کم کرنا چاہیے، کیونکہ وہ نہایت ہمدردی سے ڈرتے تھے کہ صحت میں فرق نہ آوے اور نیز ان کا یہ بھی مطلب تھا کہ میں اس شغل سے الگ ہو کر ان کے غموم و ہموم میں شریک ہو جاؤں۔ آخر ایسا ہی ہوا۔ میرے والد صاحب اپنے بعض آباؤ اجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کے لیے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے۔ انہوں نے ان ہی مقدمات میں مجھے بھی لگایا اور ایک زمانہ دراز تک میں ان کاموں میں مشغول رہا۔ مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقت عزیز میرا ان بیہودہ جھگڑوں میں ضائع گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی والد صاحب موصوف نے زمینداری امور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا۔ میں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہیں تھا، اس لیے اکثر والد صاحب کی ناراضگی کا نشانہ رہتا تھا۔ ایسا ہی ان کے زیرِ سایہ ہونے کے ایام میں چند سال تک میری کراہتِ طبع کے ساتھ انگریزی ملازمت میں بسر ہوئی (یعنی سیالکوٹ کی کچہری میں) (صہ۱۵) ماہوار کے محرر تھے۔ آخر چونکہ میرا جدا رہنا میرے والد پر بہت گراں تھا۔ اس لیے ان کے حکم سے جو عین میری منشا کے موافق تھا، میں نے استعفیٰ دے کر اپنے تئیں اس نوکری سے جو میری طبیعت کے مخالف تھی، سبکدوش کر دیا اور پھر والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گیا ...... اور جب والد صاحب مرحوم کی خدمت میں پھر حاضر ہوا تو بدستور ان ہی زمینداری کے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ مگر اکثر حصہ وقت کا قرآن شریف کے تدبر اور تفسیروں اور حدیثوں کو دیکھنے میں صرف ہوتا تھا۔

۱ میری عمر قریباً چونتیس یا پینتیس برس کی ہو گی، جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا۔ مجھے ایک خواب میں بتلایا گیا کہ اب ان کے انتقال کا وقت قریب ہے۔ میں اس وقت لاہور میں تھا، جب مجھے یہ خواب آیا تھا۔ تب میں جلدی سے قادیاں پہنچا اور ان کو مرضِ پیچش میں مبتلا پایا اور میرے والد صاحب اسی دن بعد غروبِ آفتاب فوت ہو گئے۔ غرض میری زندگی قریب قریب چالیس برس کے زیرِ سایہ والدِ بزرگوار کے گزری۔ ایک طرف ان کا دنیا سے اٹھ جانا تھا اور ایک طرف بڑے زور شور سے سلسلۂ مکالماتِ الٰہیہ کا مجھ سے شروع ہوا۔

(کتاب البریہ صہ ۱۳۴ تا صہ ۱۳۶ خلاصہ حاشیہ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)
(تزکِ احمدی مندرجہ اخبار الحکم قادیان خاص نمبر جلد ۲۴، نمبر ۱۹، ۱۸، ۱۷ مورخہ ۲۱-۲۸ مئی ۱۹۳۴ء)

(۲) خاندانی زوال

میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب دربارِ گورنری میں کرسی نشین بھی تھے۔ اور سرکارِ انگریزی کے ایسے خیر خواہ اور دل کے بہادر تھے کہ مفسدہ ۱۸۵۷ء میں پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر اور پچاس جوان جنگجو بہم پہنچا کر اپنی حیثیت سے زیادہ اس گورنمنٹ عالیہ کو مدد دی تھی۔

غرض ہماری ریاست کے ایام دن بدن زوال پذیر ہوتے تھے، یہاں تک کہ آخری نوبت ہماری یہ تھی کہ ایک کم درجہ کے زمیندار کی طرح ہمارے خاندان کی حیثیت ہو گئی۔ (تحفۂ قیصریہ صہ۱۶ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

(۳) آبائی مکانات

بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے نے کہ بیان کیا ان سے مرزا سلطان احمد صاحب نے کہ ایک دفعہ سٹر ینکا نکی ڈپٹی کمشنر گورداسپور قادیان دورہ پر آئے۔ راستے میں انہوں نے دادا صاحب (مرزا غلام مرتضیٰ صاحب) سے کہا کہ آپ کے خیال میں سکھ حکومت اچھی تھی، یا انگریزی حکومت اچھی ہے۔ دادا صاحب نے کہا کہ گاؤں چل کر جواب دوں گا۔ جب قادیان پہنچے تو دادا صاحب نے اپنے اور بھائیوں کے مکانات دکھا کر کہا کہ یہ سکھوں کے وقت کے بنے ہوئے ہیں۔ مجھے اُمید نہیں کہ آپ کے وقت میں میرے بیٹے ان کی مرمت کر سکیں۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۲۲۵ مولفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

(۴) سندھی

والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ ایک دفعہ ایمہ سے چند بوڑھی عورتیں آئیں تو انہوں نے باتوں باتوں میں کہا کہ سندھی ہمارے گاؤں میں چڑیاں پکڑا کرتا تھا۔ والدہ نے فرمایا کہ میں نے نہ سمجھا تھا کہ سندھی سے کون مراد ہے۔ آخر معلوم ہوا کہ ان کی مراد حضرت صاحب سے ہے۔ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ دستور ہے کہ کسی منت کے ماننے کے نتیجہ میں بعض لوگ خصوصاً عورتیں اپنے کسی بچہ کا عرف سندھی رکھ دیتی ہیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے آپ کی والدہ اور بعض عورتیں آپ کو بھی بچپن میں کبھی اس نام سے پکار لیتی تھیں۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۲۶ مؤلفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب)

(۵) لطیف اشارہ

میں توام پیدا ہوا تھا اور میرے ساتھ ایک لڑکی تھی۔ جس کا نام جنت تھا اور مرزا صاحب کا یہ الہام کہ يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ۔ جو آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ (مصنفہ مرزا صاحب) کے صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے۔ اس میں جو جنت کا لفظ ہے، اس میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ وہ لڑکی جو میرے ساتھ پیدا ہوئی، اس کا نام جنت تھا اور یہ لڑکی صرف سات ماہ تک زندہ رہ کر فوت ہو گئی تھی۔

(تریاق القلوب ص ۱۵۶ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

(۶) انثیت کا مادہ

حضرت مرزا صاحب توام پیدا ہوئے تھے، اور آپ کے ساتھ پیدا ہونے والا دوسرا بچہ لڑکی تھی جن کا نام جنت رکھا گیا تھا۔ وہ چند دنوں کے بعد فوت ہو گئی اور فی الواقع جنت میں چلی گئی۔ مرزا صاحب نے اس معصومہ کے فوت ہونے پر اپنا خیال یہ ظاہر کیا کہ "میں خیال کرتا ہوں کہ اس طرح پر خدائے تعالیٰ نے انثیت کا مادہ مجھ سے بکلی الگ کر دیا۔" (حیات النبی جلد اول ص۵۸ مؤلفہ یعقوب علی صاحب قادیانی) (کتاب البریہ ص ۱۴۹ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

(۷) بچپن کی بات

بیان کیا مجھ سے والدہ نے کہ ایک دفعہ حضرت (مرزا صاحب) سناتے تھے کہ جب میں بچہ ہوتا تھا تو ایک دفعہ بعض بچوں نے مجھے کہا کہ جاؤ گھر سے میٹھا لاؤ۔ میں گھر آیا اور بغیر کسی سے پوچھنے کے ایک برتن میں سے سفید بورا اپنی جیبوں میں بھر کر باہر لے گیا اور راستہ میں ایک مٹھی بھر کر منہ میں ڈال لی بس پھر کیا تھا۔ میرا دم رک گیا اور بڑی تکلیف ہوئی۔ کیونکہ معلوم ہوا کہ جسے میں نے سفید بورا سمجھ کر جیبوں میں بھرا تھا، وہ بورا نہ تھا، بلکہ پسا ہوا نمک تھا۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۲۴۴ مؤلفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

(۸) اِدھر اُدھر

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تمہارے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین بھی چلے گئے۔ جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو وہ آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ دے کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا اور اِدھر اُدھر پھراتا رہا۔ پھر جب آپ نے سارا روپیہ اڑا کر ختم کر دیا تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا۔ حضرت مسیح موعود اس شرم سے واپس گھر نہیں آئے اور چونکہ تمہارے دادا کا منشا رہتا تھا کہ آپ کہیں ملازم ہو جائیں، اس لیے آپ سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہو گئے۔

والدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ہمیں چھوڑ کر پھر مرزا امام الدین ادھر اُدھر پھرتا رہا۔ آخر اس نے چارسے کے ایک قافلہ پر ڈاکہ مارا اور پکڑا گیا۔ مگر مقدمہ میں رہا ہو گیا۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری وجہ سے ہی اُسے قید سے بچا لیا ورنہ خواہ وہ کیسا ہی آدمی تھا، ہمارے مخالف یہی کہتے کہ ان کا ایک چچازاد بھائی جیل خانہ میں رہ چکا ہے۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول صہ ۳۹ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

(۹) بھئی لوگ

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ میں نے سنا کہ مرزا امام الدین اپنے مکان میں کسی کو مخاطب کر کے بلند آواز سے کہہ رہا تھا کہ بھئی (یعنی بھائی) لوگ (حضرت صاحب کی طرف اشارہ تھا) دوکانیں چلا کر نفع اٹھا رہے ہیں۔ ہم بھی کوئی دُوکان چلاتے ہیں۔ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ پھر اس نے چوہڑوں کی پیری کا سلسلہ جاری کیا (سیرۃ المہدی حصہ اول صہ ۱۵ مؤلفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)۔

(۱۰) لازمہ شرافت و شجاعت

جس زمانے میں حضرت مسیح موعود کا بچپن جوانی کی طرف جا رہا تھا، عام طور پر لوگ ہتھیارات رکھتے تھے اور استعمال کرتے تھے اور گتکہ وغیرہ اور تلوار کے کرتب کی ورزشیں عام تھیں، لیکن حضرت مسیح موعود چونکہ یضع الحرب کے لیے آئے تھے اور ان کے زمانے میں امن و آسائش کی راہیں کھل جانے والی تھیں، آپ نے ان اُمور کی طرف توجہ نہیں کی۔ حالانکہ یہ امور لازمہ شرافت و شجاعت سمجھے جاتے تھے۔

(حیات النبی جلد اول نمبر دوم صہ ۱۲۸ مؤلفہ یعقوب علی قادیانی صاحب)

(۱۱) دایاں ہاتھ

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب (حال عبدالرحیم درد صاحب قادیانی ایم اے) نے کہ ایک دفعہ والد صاحب (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی صاحب) اپنے چوبارے کی کھڑکی سے گر گئے اور دائیں بازو پر چوٹ آئی۔ چنانچہ آخر عمر تک وہ ہاتھ کمزور رہا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ آپ کھڑکی سے اُترنے لگے تھے، سامنے اسٹول رکھا تھا وہ الٹ گیا اور آپ گر گئے اور دائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور یہ ہاتھ آخر عمر تک کمزور رہا۔ اس ہاتھ سے آپ لقمہ تو منہ تک لے جا سکتے تھے مگر پانی کا برتن وغیرہ منہ تک نہیں اٹھا سکتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ نماز میں بھی آپ کو دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے سہارے سے سنبھالنا پڑتا تھا۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول صہ ۱۹۸ مؤلفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

(۱۲) دندان مبارک

دندان مبارک آپ کے (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی صاحب) آخر عمر میں کچھ خراب ہو گئے تھے۔ یعنی کیڑا بعض داڑھوں کو لگ گیا تھا، جس سے کبھی کبھی تکلیف ہو جاتی تھی۔ چنانچہ ایک داڑھ کا سرا ایسا نوک دار ہو گیا تھا کہ اس سے زبان میں زخم پڑ گیا۔ تو ریتی کے ساتھ اس کو گھسوا کر برابر بھی کرایا تھا، مگر کبھی کوئی دانت نکلوایا نہیں۔ مسواک آپ اکثر فرمایا کرتے تھے (شاید دیر میں شروع کی، ورنہ کیڑا نہ لگتا۔ ملؤلف)، (سیرۃ المہدی حصہ دوم صہ ۱۳۵ مؤلفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

(۱۳) توبہ توبہ

خاکسار مرزا بشیر احمد صاحب) کے ماموں ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ گھر میں ایک مرغی کے چوزے کو ذبح کرنے کی ضرورت پیش آئی اور اس وقت گھر میں کوئی اور اس کام کو کرنے والا نہ تھا۔ اس لیے حضرت (مرزا صاحب) اس چوزہ کو ہاتھ میں لے کر خود ذبح کرنے لگے، مگر بجائے چوزہ کی گردن پر چھری پھیرنے کے، غلطی سے اپنی انگلی کاٹ ڈالی، جس سے بہت خون بہ گیا اور آپ توبہ توبہ کرتے ہوئے چوزہ کو چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر وہ چوزہ کسی اور نے ذبح کیا۔۔۔ حضرت مسیح موعود (علیہ السلام) نے چونکہ کبھی جانور وغیرہ ذبح نہ کیے تھے، اس لیے بجائے چوزہ کی گردن کے انگلی پر چھری پھیر لی۔ (سیرۃ المہدی حصہ دوم صہ ۴ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

والدہ صاحبہ فرماتی تھیں کہ حضرت (مرزا) صاحب فرماتے تھے کہ ہم بچپن میں چڑیاں پکڑا کرتے تھے اور چاقو نہ ملتا تو تیز سرکنڈے سے حلال کر لیتے تھے (سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۲۳۲ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)۔

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ تمہاری دادی ایمہ ضلع ہوشیارپور کی رہنے والی تھیں۔ حضرت (مرزا) صاحب فرماتے تھے کہ ہم اپنی والدہ کے ساتھ بچپن میں کئی دفعہ ایمہ گئے ہیں۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ وہ (حضرت صاحب) بچپن میں چڑیاں پکڑا کرتے تھے اور چاقو نہیں ملتا تھا تو سرکنڈے سے ذبح کر لیتے تھے۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۳۶ مؤلفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

(۱۴) انگریزی دانی

اسی زمانہ میں (یعنی جب کہ مرزا صاحب سیالکوٹ کی کچہری میں ملازم تھے۔ مولوی الٰہی بخش صاحب کی سعی سے، جو چیف محرر مدارس تھے، کچہری کے ملازم منشیوں کے لیے ایک مدرسہ قائم ہوا کہ رات کو کچہری کے ملازم منشی انگریزی پڑھا کریں۔ ڈاکٹر امیر شاہ صاحب، جو اس وقت اسسٹنٹ سرجن پنشنر ہیں، استاد مقرر ہوئے۔ مرزا صاحب نے بھی انگریزی شروع کی اور ایک دو کتابیں انگریزی کی پڑھیں (مرزا صاحب کے انگریزی الہامات سے بھی بس اسی قدر لیاقت معلوم ہوتی ہے۔ ملؔرتب) (سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۱۵۳ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

(۱۵) مُختاری

چونکہ مرزا صاحب ملازمت کو پسند نہیں فرماتے تھے، اس واسطے آپ نے مختاری کے امتحان کی تیاری شروع کر دی اور قانونی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ پر امتحان میں کامیاب نہ ہوئے اور کیونکر ہوتے؟ وہ دُنیوی اشتغال کے لیے بنائے نہیں گئے تھے۔

ع ہر کسے را بہر کارے ساختند! (سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۱۳۵ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

(۱۶) مدرسی

ان دنوں میں پنجاب یونیورسٹی نئی نئی قائم ہوئی تھی۔ اس میں عربی استاد کی ضرورت تھی، جس کی تنخواہ ایک سو روپیہ ماہوار تھی۔ میں نے ان کی (یعنی مرزا صاحب کی) خدمت میں عرض کی کہ آپ درخواست بھیج دیں۔ چونکہ آپ کی لیاقت عربی زبان دانی کی نہایت کامل ہے، آپ ضرور اس عہدے پر مقرر ہو جائیں گے۔ فرمایا کہ میں مدرسی کو پسند نہیں کرتا کہ اکثر لوگ پڑھ کر بعد ازاں بہت شرارت کے کام کرتے ہیں اور علم کو ذریعہ اور آلہ ناجائز کاموں کا کرتے ہیں۔ اس آیت کے وعید سے بہت ڈرتا ہوں۔ اُحْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کیسے نیک باطن تھے (سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۱۳۹ مصنفہ بشیر احمد قادیانی)

(۱۷) مُلازمت

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ..... چونکہ تمہارے دادا کا منشاء رہتا تھا کہ آپ (مرزا صاحب) کہیں ملازم ہو جائیں، اس لیے آپ سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہو گئے اور کچھ عرصہ تک وہاں ملازمت پر رہے۔ پھر جب تمہاری دادی بیمار ہوئیں تو تمہارے دادا نے آدمی بھیجا کہ ملازمت چھوڑ کر آجاؤ۔ حضرت صاحب فوراً روانہ ہو گئے ...... خاکسار عرض کرتا ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کی ملازمت ۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۸ء کا واقعہ ہے (سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۳۵ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

(۱۸) مرزا صاحب کی سادگی

حضور جب مسجد میں تشریف لاتے تو تمام لباس زیب فرما کر کوٹ، پگڑی اور ایک کھونڈا۔ گویا خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ پر پورا عمل تھا۔ جب ایک کھڑکی سے باہر نکلتے تو وہاں ہمارے مکرم حافظ ابراہیم صاحب نابینا علی العلوم گیارہ بجے ہی سے بیٹھے ہوتے۔ وہ ضرور سب سے پہلے السلام علیکم کہتے یا اس کا جواب دیتے اور پھر لباس مبارک کو مس کر کے برکت حاصل کرتے اور دعا کے لیے عرض کرتے۔ صرف ایک بار میں نے حضور کی زیارت ایسے لباس میں کی، جب کہ شیخ رحمت اللہ صاحب وغیرہ احباب لاہور کے آنے پر حضور مسجد مبارک میں تشریف لے آئے۔ سر پر ترکی ٹوپی تھی۔ جو بہت پرانی اور فرسودہ سی بغیر پھندنے کے اور میلی ہوئی لگائے

ہوئے تھے۔ غالباً اسی لیے صرف کُرتہ تھا۔ کوٹ نہ تھا۔ شیخ صاحب نے عرض کیا حضور گھڑی تو اب بھی چلتی ہے۔ تو آپ نے ایک رُومال فرش پر رکھ کر اور ایک دو گانٹھیں کھول کر اس میں سے گھڑی نکالی۔ معلوم ہوا کہ بند ہے۔ چابی دی گئی، وقت درست کیا گیا۔ مولوی محمد علی صاحب سے آہستہ سے کہا۔ اب جس دن پھر آؤ گے، چابی دے دینا۔ حضورؑ نے یہ معلوم کر کے مسرت ظاہر کی۔ کہ ایک گھڑی ایسی ہے جسے سات روزہ چابی دی جاتی ہے۔

(یاد ایام از قاضی محمد ظہور الدین صاحب قادیانی مندرجہ الحکم قادیان نمبر جلد ا، ۳، ۱۸ ۱۹۳۴ء نمبر ۱۲، ۲۱، ۲۸ مئی ۱۹۳۴ء)

(۱۹) جیبی گھڑی

بیان کیا مجھ سے عبداللہ صاحب سنوری نے کہ ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت صاحب کو ایک جیبی گھڑی تحفہ دی۔ حضرت صاحب اس کو رومال میں باندھ کر جیب میں رکھتے تھے۔ زنجیر نہیں لگاتے تھے اور جب وقت دیکھنا ہوتا تھا تو گھڑی نکال کر ایک کے ہندسے یعنی عدد سے گن کر وقت کا پتہ لگاتے تھے اور انگلی رکھ کر ہندسہ گنتے تھے اور منہ سے بھی گنتے جاتے تھے۔ میاں عبداللہ صاحب نے بیان کیا کہ آپ کا جیب سے گھڑی نکال کر اس طرح وقت شمار کرنا مجھے بہت ہی پیارا معلوم ہوتا تھا۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۱۶۲ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

(۲۰) لباس

آپ کا لباس آخر عمر میں چند سال سے بالکل گرم وضع کا ہی رہتا تھا۔ یعنی کوٹ اور صدری اور پاجامہ گرمیوں میں بھی گرم رکھتے تھے اور یہ علالتِ طبع کے باعث تھا۔ سردی آپ کو موافق نہ تھی۔ اس لیے اکثر گرم کپڑے رکھا کرتے تھے۔ البتہ گرمیوں میں نیچے کُرتا ململ رہتا تھا، بجائے گرم کُرتے کے صدری گھر میں اکثر پہنے رہتے، مگر عموماً باہر جاتے وقت ہی پہنتے اور سردی کی زیادتی کے دنوں میں اوپر تلے دو دو کوٹ بھی پہنا کرتے، بلکہ بعض اوقات پوستین بھی۔

جرابیں آپ سردیوں میں استعمال فرماتے اور ان پر مسح فرماتے۔ بعض اوقات زیادہ سردی میں دو دو جرابیں اُوپر تلے چڑھا لیتے۔ مگر بارہا جراب اس طرح پہن لیتے کہ وہ پیر پر ٹھیک نہ چڑھتی۔ کبھی تو سرا آگے لٹکتا رہتا اور کبھی جُراب کی ایڑی کی جگہ پیر کی پُشت پر آ جاتی اور کبھی ایک جُراب سیدھی، دوسری الٹی۔ (سیرۃ المہدی حصہ دوم ص ۱۲۶ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)۔

کپڑوں کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کوٹ۔ صدری۔ ٹوپی۔ عمامہ رات کو اُتار کر تکیہ کے نیچے ہی رکھ لیتے اور رات بھر تمام کپڑے جنہیں محتاط لوگ شکن اور میل سے بچانے کو الگ جگہ کھونٹی پر ٹانگ دیتے تھے، وہ بستر پر سر اور جسم کے نیچے ملے جاتے اور صبح کو ان کی ایسی حالت ہوتی کہ اگر کوئی فیشن کا دلدادہ اور سلوٹ کا دشمن ان کو دیکھ لے تو سر پیٹ لے۔ (سیرۃ المہدی حصہ دوم ص ۱۲۵ مؤلفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

صدری کی جیب میں یا بعض اوقات کوٹ کی جیب میں آپ کا رُومال ہوتا تھا۔ آپ ہمیشہ بڑا رُومال رکھتے تھے . . . . اس کے کونوں میں آپ مُشک اور ایسی ہی ضروری ادویہ، جو آپ کے استعمال میں رہتی تھیں اور ضروری خطوط وغیرہ باندھ رکھتے تھے۔ اور اسی رُومال میں نقدی وغیرہ، جو نذر لوگ مسجد میں پیش کرتے تھے، باندھ لیا کرتے تھے۔ (سیرۃ المہدی حصہ دوم ص ۱۲۷ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

خاکسار عرض کرتا ہے کہ آپ مرزا صاحب، معمولی نقدی وغیرہ اپنے رُومال میں جو بڑے سائز کا ململ بنا ہوا تھا، باندھ لیا کرتے تھے اور رومال کا دُوسرا کنارہ واسکٹ کے ساتھ سلوا لیتے یا کاج میں بندھوا لیتے اور چابیاں آزار بند کے ساتھ باندھتے تھے، جو بوجھ سے بعض اوقات لٹک آتا تھا۔ اور والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ حضرت مسیح موعود عموماً ریشمی آزار بند استعمال فرماتے تھے۔ کیونکہ آپ کو پیشاب جلدی جلدی آتا تھا، اس لیے ریشمی آزار بند رکھتے تھے، تاکہ کھلنے میں آسانی ہو۔ اور گرہ بھی پڑ جائے تو کھولنے میں دقت نہ ہو۔ سوتی آزار بند میں آپ سے بعض وقت گرہ پڑ جاتی تھی تو آپ کو بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ (سیرۃ المہدی

حصہ اول صفحہ ۶۲ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

(۲۱) بوٹ کا تحفہ ایک دفعہ ایک شخص نے بُوٹ تحفہ میں پیش کیا۔ آپ نے (مرزا صاحب) نے اس کی خاطر سے پہن لیا، مگر اس کے دائیں بائیں کی شناخت نہ کر سکتے تھے۔ دایاں پاؤں بائیں طرف کے بُوٹ میں اور بایاں پاؤں دائیں طرف کے بُوٹ میں پہن لیتے۔ آخر اس غلطی سے بچنے کے لیے ایک طرف کے بوٹ پر سیاہی سے نشان لگانا پڑا۔ (منکرینِ خلافت کا انجام مصنفہ جلال الدین شمس صاحب قادیانی صفحہ ۹۶)

(۲۲) خاص ادائیں نئی جُوتی جب پاؤں میں کاٹتی تو جھٹ ایڑی بٹھا لیا کرتے تھے اور اسی سبب سے سیر کے وقت گرد اُڑ کر پنڈلیوں پر پڑ جایا کرتی تھی، جس کو لوگ اپنی پگڑیوں وغیرہ سے صاف کر دیا کرتے تھے۔ چونکہ حضور (مرزا صاحب) کی توجہ دنیاوی امور کی طرف نہیں ہوا کرتی تھی، اس لیے آپ کی واسکٹ کے بٹن ہمیشہ اپنے چاکوں سے جُدا ہی رہتے تھے اور اسی وجہ سے اکثر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سے شکایت فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے بٹن تو بڑی جلدی ٹوٹ جایا کرتے ہیں۔

شیخ رحمت اللہ صاحب یا دیگر احباب اچھے اچھے کپڑے کے کوٹ سلوا کر لایا کرتے تھے۔ حضور کبھی تیل سر مبارک میں لگاتے تو تیل والا ہاتھ سرِ مبارک اور داڑھی مبارک سے ہوتا ہوا بعض اوقات سینہ تک چلا جاتا قیمتی کوٹ پر دھبے پڑ جاتے۔ (اخبار الحکم قادیان جلد ۲۸ نمبر ۶ مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۳۵ء)

۲۳ (الف) مرزا صاحب قادیانی کی سیر (ج) میاں عبدالعزیز صاحب المعروف مغل سکنہ لاہور نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام صبح کو نماز کے بعد مسجد میں بیٹھ کر احباب کو اپنے الہامات و رؤیا سنایا کرتے تھے اور پھر دوستوں میں سے کوئی رؤیا دیکھتا تو اُسے بھی سُنانے کے لیے فرماتے۔ پھر حضورؑ گھر تشریف لے جاتے تھے اور آٹھ بجے کے قریب گھر سے باہر نکلتے، پہلے چوک میں مہمانوں کا انتظار کرتے، پھر حضرت مولوی نور الدین صاحب کو اطلاع بھجواتے۔ مولوی صاحب جو بھی کام کر رہے ہوتے، اُسے وہیں چھوڑ کر حاضر ہو جاتے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ شاید حضور کے حکم کا انتظار ہی کر رہے تھے۔ سیر قریباً تین میل ہوا کرتی تھی۔ ہم لوگ جب تھک جاتے تو سوچتے کہ اب واپسی کی کیا تدبیر کریں۔ عرض کرنے کی تو جرأت نہیں ہوتی تھی، اس لیے ہم چند نوجوان ایک دُوسرے کا ہاتھ پکڑ کر چل پڑتے اور پھر تھوڑی دُور چل کر قادیان کی طرف رُخ کر لیتے۔ حضور بھی پیچھے ہو لیتے پھر ہم پیچھے ہو جاتے۔ راستہ میں احباب کی کثرت کی وجہ سے اس قدر گرد اُڑتی کہ سر اور منہ مٹی سے بھر جاتے۔ حضور اکثر پگڑی کے شملہ کو بائیں جانب منہ کے آگے رکھ لیتے۔ حضور کے دائیں ہاتھ میں چھڑی ہوتی تھی جو بعض اوقات لوگوں کی ٹھوکر سے گر بھی جاتی، مگر حضور پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے تھے، بلکہ جب کوئی چھڑی پکڑا دیتا تھا تو پکڑ لیتے۔ بعض اوقات حضور کے پاؤں کو بھی ٹھوکر لگ جاتی۔

اگر دورانِ سیر کسی وقت پیشاب کی حاجت پیش آ جاتی تو حضورؑ احباب سے دُور نکل جاتے۔ ڈلوانی حضور بیٹھ کر ہی کیا کرتے تھے۔ ہم نے کبھی حضور کو کھڑے ہو کر ڈلوانی کرتے نہیں دیکھا۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۲۷ نمبر ۲۵ مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۹ء)

اسی موقع پر حضور ایک مرتبہ سیر کے لیے باہر تشریف لائے۔ ساتھ بہت ہجوم تھا۔ حضور بڑ کے درخت کے قریب کھڑے ہو گئے۔ احباب چاروں طرف سینکڑوں کی تعداد میں کھڑے تھے۔ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے گرد اُڑ رہی تھی۔ حضورؑ علیہ السلام کی طبیعت ہجوم اردگرد کی وجہ سے، نیز اس وجہ سے کہ دُھوپ تھی اور گرمی کا آغاز تھا کچھ ناسازی ہوئی۔ ایک دوست نے کہا کہ احباب جگہ کھلی چھوڑ دیں اور حضور کے نزدیک زیادہ ہجوم نہ کریں اور ایک دُوسرے پر نہ گریں۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھی قریب تھے۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ لوگ بھی بیچارے کیا کریں۔ تیرہ سو سال کے بعد ایک نبی کا چہرہ دیکھنے کو ملا ہے رسول کی یہ قدر ہو رہی ہے للمؤلف برنی) (قادیان نمبر ۱۸، جلد نمبر ۲۴ مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۲۶ء)

اس طرح زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر کے لیے تشریف لے جاتے تو لوگ آپ کے ساتھ چلے جاتے آپ کی باتیں سُنتے، لیکن آخری جلسۂ سالانہ کے موقع پر جب آپ سیر کے لیے نکلے تو لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ لوگوں کے پَیر لگنے کی وجہ سے کبھی آپ کی چھڑی گر جاتی اور کبھی آپ کی جُوتی اُتر جاتی (سیر کیا تھی خاصہ تماشا تھا۔ المؤلف برلی) آپ تک تشریف لے گئے اور آپ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے اب ہمارا کام ختم ہو گیا ہے۔ اب تو جماعت اتنی بڑھ گئی ہے کہ سیر کرنا بھی مشکل ہو گیا ہے۔ اس جلسۂ سالانہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد سات سو تھی۔ (تعداد کچھ ایسی زیادہ نہ تھی لیکن معلوم ہوتا تھا کہ اپنے مُریدوں سے مرزا قادیانی صاحب کا ناک میں دم آ گیا تھا کہ سیر سے دل بیزار ہو گیا۔ اور نادانستہ طور پر موت کی آرزو دل میں آنے لگتی۔ المؤلف برلی) (میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا ارشاد، مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد نمبر ۲۳ نمبر ۳۰ مورخہ ۵ / دسمبر ۱۹۲۶ء)

(۲۳) مرزا قادیانی صاحب کی شُکر گزاری

دعویٰ سے قبل کا واقعہ ہے کہ حضور (مرزا صاحب) باغ میں تشریف لے گئے۔ ساتھ چند اور دوست بھی تھے۔ کسی دوست نے ایک پھل دار درخت پر حضرت اقدس کا عصا مبارک پھینکا۔ وہ عصا وہیں لٹک کر رہ گیا۔ دوستوں نے پتھروں اور ڈھیلوں سے ہر چند کوشش کی، مگر وہ عصا نیچے نہ گرا۔ میں (حافظ نبی بخش صاحب قادیانی) نوجوان لڑکا تھا۔ اپنا تہ بند کس کر درخت کے اوپر چڑھ گیا اور عصا مُبارک اُتار لایا۔ حضرت اقدس کو اس سے بڑی خوشی ہوئی۔ بار بار فرماتے، میاں نبی بخش تم نے بڑا کمال کیا۔ تم نے آج میرے والد صاحب کا سونٹا نیا لا کر مجھے دیا ہے۔ باغ سے واپس لوٹے تو راستے میں جو ملے اُن سے بھی ذکر کیا کہ میاں نبی بخش نے مجھے آج نیا سونٹا لا کر دیا ہے۔ پھر مسجد میں آ کر بھی اسی شُکر گزاری کا ذکر فرماتے رہے۔ (ذکرِ حبیب از سردار مصباح الدین احمد صاحب قادیانی مندرجہ اخبار الحکم قادیان خاص نمبر مورخہ ۳۰ مئی ۱۹۳۴ء)

(۲۴) نامردی کا یقین

بخدمت اخویم مخدوم و مکرم مولوی حکیم نور الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ......

جس قدر ضعف دماغ کے عارضہ میں یہ عاجز مُبتلا ہے، مجھے یقین نہیں کہ آپ کو ایسا ہی ہو۔ جب میں نے شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یقین رہا کہ میں نامرد ہوں (پھر شادی کس بھروسہ پر کی۔ اوّل صحت درست کرنا لازم تھا۔ ورنہ فتنہ کا اندیشہ تھا۔ المؤلف برلی) آخر میں نے صبر کیا (آپ سے زیادہ صبر آپ کی اہلیہ پر لازم ہوتا۔ پھر بھی معلوم ہوا کہ اولاد شادی کے بعد جلد ہی شروع ہو گئی۔ المؤلف برلی) اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہا۔ سو اللہ جل شانہ نے اس دعا کو قبول فرمایا۔ اور ضعف قلب تو اب بھی اس قدر ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔ (خاکسار غلام احمد قادیان ۲۲ فروری ۱۸۸۷ء المکتوب احمدیہ جلد پنجم خط نمبر ۱۲ منقول از نوشتۂ غیب مؤلفہ خالد وزیر آبادی)۔

دوسرا بڑا نشان یہ ہے کہ جب شادی کے متعلق مجھ پر مقدس وحی نازل ہوئی تھی تو اس وقت میرا دل، دماغ اور جسم نہایت کمزور تھا اور علاوہ ذیابیطس اور دوران سر اور تشنج قلب کے دق کی بیماری کا اثر ابھی بکلّی دُور نہ ہوا تھا۔ اس نہایت درجہ کے ضعف میں جب نکاح ہوا تو بعض لوگوں نے افسوس کیا۔ کیونکہ میری حالتِ مردمی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے مجھے خط لکھا تھا جو اب تک موجود ہے کہ آپ کو شادی نہیں کرنا چاہیے تھی۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلا پیش آوے۔ مگر باوجود ان کمزوریوں کے مجھے پُوری قوت صحت اور طاقت بخشی اور چار لڑکے عطا کیے۔ (نزول المسیح ص ۲۰۹ حاشیہ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

(۲۵) ایک ابتلاء

(ایک ابتلاء مجھ کو اس (دہلی کی) شادی کے وقت یہ پیش آیا کہ بباعث اس کے کہ میرا دل اور دماغ سخت کمزور تھا اور میں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا اور دو مرضیں یعنی ذیابیطس اور دردِ سر مع دورانِ سر قدیم سے میرے شاملِ حال تھیں، جن کے ساتھ بعض اوقات تشنج قلب بھی تھا، اس لیے میری حالتِ مردمی

کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی......

غرض اس ابتلاء کے وقت میں نے جناب الٰہی میں دُعا کی اور مجھے اس نے دفع مرض کے لیے اپنے الہام کے ذریعہ سے دوائیں بتلائیں۔ اور میں نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک فرشتہ وہ دوائیں میرے مُنہ میں ڈال رہا ہے۔ چنانچہ وہ دوائیں نے تیار کی اور اس میں خدا نے اس قدر برکت ڈال دی کہ میں نے دلی یقین سے معلوم کیا کہ وہ پُر صحت طاقت جو ایک پُورے تندرست انسان کو دُنیا میں مل سکتی ہے، وہ مجھے دی گئی اور چار لڑکے مجھے عطا کیے گئے میں اس زمانہ میں اپنی کمزوری کی وجہ سے ایک بچہ کی طرح تھا اور پھر اپنے تئیں خداداد طاقت میں پچاس کے قائم مقام تھا۔ (تریاق القلوب ص۳۵-۳۶ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

(۲۶) مجرب دوائیں

مخدومی مکرمی اخویم مولوی نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ... وہ دوا جس میں مروارید داخل ہیں، جو کسی قدر آپ دے گئے تھے، اس کے استعمال سے بفضلہ تعالیٰ مجھ کو بہت فائدہ ہوا۔ قوت باہ کو ایک عجیب فائدہ یہ دوا پہنچاتی ہے اور مقوی معدہ اور کاہلی سستی کو دُور کرتی ہے اور کئی عوارض کو نافع ہے۔ آپ ضرور استعمال کر کے مجھ کو اطلاع دیں۔ مجھ کو تو یہ بہت موافق آگئی فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ خاکسار غلام احمد۔ ۳۰؍دسمبر ۱۸۸۶ء۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر۴ مؤلفہ یعقوب علی عرفانی صاحب قادیانی)۔

مخدومی مکرمی اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، عنایت نامہ پہنچا۔ مجھے نہایت تعجب ہے کہ دوا معلومہ سے آن مخدوم سے کچھ فائدہ محسوس نہ ہوا۔ شائد کہ وہی قول دُرست ہو کہ ادویہ کو ابدان سے مُناسبت ہے۔ بعض ادویہ بعض ابدان کے مناسب حال معلوم ہوتی ہیں اور بعض دیگر کے نہیں۔ مجھے یہ دوا بہت ہی فائدہ مند معلوم ہوئی ہے کہ چند امراض کاہلی وسُستی ورطوبات معدہ اس سے دور ہو گئے۔ ایک مرض مجھے نہایت خوفناک تھی کہ صُحبت کے وقت لیٹنے کی حالت میں نعوظ بکلی جاتا رہتا ہے۔ شاید قلت حرارت غریزی اس کا موجب تھی۔ وہ عارضہ بالکل جاتا رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حرارت غریزی کو بھی مفید ہے۔ اور منی کو بھی غلیظ کرتی ہے۔ غرض میں نے تو اس میں آثار نمایاں پائے ہیں واللہ اعلم وعلمہ احکم...

اگر دوا موجود ہو اور آپ دودھ اور ملائی کے ساتھ کچھ زیادہ قدر شربت کر کے استعمال کریں تو میں خواہش مند ہوں کہ آپ کے بدن میں ان فوائد کی بشارت سُنوں کبھی کبھی اچھی دوا کی چھپی چھپی تاثیر بھی ہوتی ہے کہ جو ہفتے عشرے کے بعد محسوس ہوتی ہے۔ چونکہ دوا ختم ہو چکی ہے اور میں نے زیادہ کھائی ہے۔ اس لیے ارادہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہے تو دوبارہ تیار کی جائے۔ لیکن چونکہ گھر میں ایام امید ہونے کا کچھ گمان ہے، جس کا میں نے ذکر بھی کیا تھا، ابھی تک وہ گمان پختہ ہوتا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو راست کرے، اس جہت سے جلد تیار کرنے کی چنداں ضرورت میں نہیں دیکھتا۔ مگر میں شکر گزار ہوں کہ خدا تعالیٰ نے دوا کا بہانہ کر کے بعض خطرناک عوارض سے مجھ کو مخلصی عطا کی۔ فالحمد للہ علیٰ احسانہٖ۔ خاکسار غلام احمد از قادیان ۱۹؍جنوری ۱۸۸۷ء

(مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر۲ ص۱۲۔ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

محبی عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، کسی قدر تریاق جدید کی گولیاں بدست مرزا خدا بخش صاحب آپ کی خدمت میں ارسال ہیں۔ اور کسی قدر اس وقت دے دوں گا جب آپ قادیان آئیں گے۔ یہ دوا تریاق الٰہی سے فوائد میں بہت بڑھ کر ہے۔ اس میں بڑی بڑی قابل قدر دوائیں پڑی ہیں۔ جیسے مشک عنبر، نرگسی، مروارید، سونے کا کشتہ، فولاد، یاقوت احمر، کونین، فاسفورس، کہربا، مرجان، صندل، کیوڑہ، زعفران، یہ تمام دوائیں قریب سو کے ہیں۔ اور بہت سا فاسفورس اس میں داخل کیا گیا ہے۔

یہ دوا علاج طاعون کے علاوہ مقوی دماغ، مقوی جگر، مقوی معدہ، مقوی باہ اور مراق کو فائدہ کرنے والی اور مصفّی خون ہے۔ مجھ کو اس نسخے تیار کرنے میں اوّل تامّل تھا کہ بہت سا روپیہ پر اس کا تیار کرنا موقوف تھا، لیکن چونکہ صحت کے لیے یہ دوا مفید ہے اس لیے اس قدر خرچ گوارا کیا گیا ....

خوراک اس کی اوّل استعمال میں دو رتی سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔ تاکہ گرمی نہ کرے۔ نہایت درجہ مقوی اعصاب ہے۔ اور خارش اور شورات اور جذام اور ذیابیطس اور انواع و اقسام کے خطرناک امراض کے لیے مفید ہے اور قوتِ باہ میں اس کو ایک عجیب اثر ہے۔ خاکسار مرزا غلام احمد۔ ۲۹ اگست ۱۸۹۹ء

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر د ۲) ص۳۵ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مخدومی مکرمی اخویم نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

ایک میرے دوست سامانہ علاقہ پٹیالہ میں ہیں۔ جن کا نام میرزا محمد یوسف بیگ ہے۔ انہوں نے کئی دفعہ معجون بنا کر بھیجی ہے، جس میں کچھ مدبّر داخل ہوتا ہے۔ وہ معجون میرے تجربہ میں آیا ہے کہ اعصاب کے لیے نہایت مفید ہے۔ اور امراض رعشہ اور فالج اور تقویتِ دماغ اور قوتِ باہ کے لیے اور نیز قوتِ معدہ کے لیے فائدہ مند ہے، مدت سے میرے استعمال میں ہے۔ اگر آپ اس کو استعمال کرنا مصلحت سمجھیں تو میں کسی قدر جو میرے پاس ہے، بھیج دوں۔ (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ ص۵۵ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

(۲۷) خاندانی طبیب

خاکسار ہمیشہ عرض کرتا ہے کہ طبابت کا علم ہمارا خاندانی علم ہے اور ہمیشہ سے ہمارا خاندان اس علم میں ماہر رہا ہے۔ دادا صاحب نہایت ماہر اور مشہور حاذق طبیب تھے۔ تایا صاحب نے بھی طب پڑھی تھی۔ حضرت مسیح موعود بھی علمِ طب میں خاصی دسترس رکھتے تھے۔ اور گھر میں ادویہ کا ایک ذخیرہ رکھا کرتے تھے، جس سے بیماروں کو دوا دیتے تھے۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول ص۴۳ مؤلفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

آپ (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)، خاندانی طبیب تھے۔ آپ کے والد ماجد اس علاقہ میں نامی گرامی طبیب گزر چکے ہیں اور آپ نے بھی طب سبقاً سبقاً پڑھی ہے۔ مگر باقاعدہ مطب نہیں کیا، کچھ تو خود بیمار رہنے کی وجہ سے اور بہت لوگ علاج پوچھنے آجاتے تھے، آپ اکثر مفید اور مشہور ادویہ اپنے گھر میں موجود رکھتے تھے۔ نہ صرف یونانی بلکہ انگریزی بھی اور آخر میں تو آپ کی ادویات کی الماری میں زیادہ تر انگریزی ادویہ ہی رہتی تھیں۔ مفصل ذکر طبابت کے نیچے آئے گا، یہاں اتنا ذکر کر دینا ضروری ہے۔ کہ آپ کئی قسم کی مقوی ادویات کا استعمال فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً کوکا کولا، مچھلی کے تیل کا مرکب۔ ایسٹن سیرپ، کونین۔ فولاد وغیرہ۔ اور خواہ کیسی ہی تلخ یا بدمزہ دوا ہو آپ اس کو بلاتکلف پی لیا کرتے (سیرۃ المہدی حصہ دوم ص۱۲۷ مؤلفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

(۲۸) توحید کا گُر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (مرزا صاحب) کی عادت تھی کہ آپ جب کسی بیماری میں دواؤں کا استعمال کرتے تو صرف ایک دوائی کھانے پر ہی اکتفا نہ کرتے بلکہ بہت سی دوائیں کھا لیتے اور فرمایا کرتے کہ یہ میں اس لیے کرتا ہوں تاکہ جب شفا حاصل ہو جائے تو دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو کہ فلاں دوائی سے شفا ہوئی ہے۔ اور اس طرح پر اس قدر اعتماد ہو جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توجہ ہٹا لے۔ یہ ایک توحید کا گُر ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سکھایا۔ آپ خدا ہی کی طرف اپنی توجہ رکھنے کے لیے صرف ایک دو نہیں، بلکہ اکٹھی بہت سی دوائیں کا استعمال فرمایا کرتے تھے۔ (خطبہ جمعہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد نمبر ۹ مورخہ ۷ جنوری ۱۹۳۲ء)



(۲۹) پہلا دَورہ

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود (یعنی والد صاحب) کو پہلی دفعہ دورانِ سر اور ہسٹریا کا دورہ بشیر اوّل کی وفات کے چند دن بعد ہوا تھا۔ رات کو سوتے ہوئے آپ کو اُتھو آیا اور پھر اس کے بعد طبیعت خراب ہوگئی مگر یہ دورہ خفیف تھا۔ پھر اس کے کچھ عرصے بعد آپ ایک دفعہ نماز کے لیے باہر گئے اور جاتے ہوئے فرمانے لگے کہ آج طبیعت کچھ خراب ہے۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ تھوڑی دیر کے بعد شیخ حامد علی نے دروازہ کھٹکھٹایا کہ جلدی پانی کی ایک گاگر گرم کردو۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میں سمجھ گئی کہ حضرت صاحب کی طبیعت خراب ہوگئی ہوگی۔ چنانچہ میں نے کسی ملازم عورت کو کہا کہ اس سے پوچھو میاں کی طبیعت کا کیا حال ہے۔ شیخ حامد علی نے کہا کہ خراب ہو گئی ہے۔ میں پردہ کرا کے مسجد میں چلی گئی تو آپ لیٹے ہوئے تھے۔ جب میں پاس گئی تو فرمایا کہ میری طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی۔ لیکن اب افاقہ ہے۔ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کوئی کالی کالی چیز میرے سامنے سے اٹھی اور آسمان تک چلی گئی۔ پھر میں چیخ مار کر زمین پر گر گیا اور غشی کی سی حالت ہوگئی۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں، اس کے بعد آپ کو باقاعدہ دَورے پڑنے شروع ہوگئے۔ خاکسار نے پوچھا۔ دَوروں میں کیا ہوتا تھا؟ والدہ صاحبہ نے کہا۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے تھے اور بدن کے پٹھے کھنچ جاتے تھے، خصوصاً گردن کے پٹھے اور سر میں چکر ہوتا تھا اور اس وقت آپ اپنے بدن کو سہار نہیں سکتے تھے۔ شروع شروع میں یہ دَورے بہت سخت ہوتے تھے۔ پھر اس کے بعد کچھ دَوروں کی ایسی سختی نہ رہی اور کچھ طبیعت عادی ہوگئی۔ خاکسار نے پوچھا کہ اس سے پہلے تو سر کی کوئی تکلیف نہیں تھی۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا پہلے معمولی سر درد کے دورے ہوا کرتے تھے۔ خاکسار نے پوچھا کیا حضرت صاحب پہلے خود نماز پڑھاتے تھے؟ والدہ صاحبہ نے کہا کہ ہاں، مگر پھر دوروں کے بعد چھوڑ دی۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول ص۱۳ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی)

(۳۰) رمضان کے دورے

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دَورے پڑنے شروع ہوئے تو آپ نے اس سال سارے رمضان کے روزے نہیں رکھے اور فدیہ ادا کر دیا۔ دوسرا رمضان آیا تو آپ نے روزے رکھنے شروع کیے۔ مگر آٹھ نو روزے رکھے تھے کہ پھر دَورہ ہوا اس لیے باقی چھوڑ دیئے اور فدیہ ادا کر دیا۔ اس کے بعد جو رمضان آیا تو اس میں آپ نے دس گیارہ روزے رکھے تھے کہ پھر دَورہ کی وجہ سے روزے ترک کرنے پڑے اور آپ نے فدیہ ادا کر دیا۔ اس کے بعد جو رمضان آیا۔ تو آپ کا تیرھواں روزہ تھا کہ مغرب کے قریب آپ کو دَورہ پڑا اور آپ نے روزہ توڑ دیا اور باقی روزے نہیں رکھے۔ اور فدیہ ادا کر دیا۔ اس کے بعد جتنے رمضان آئے۔ آپ نے سب روزے رکھے۔ مگر پھر وفات سے دو تین سال قبل نہیں رکھ سکے۔ اور فدیہ ادا فرماتے رہے۔ خاکسار نے دریافت کیا کہ جب آپ نے ابتداً دوروں کے زمانہ میں روزے چھوڑے تو کیا پھر بعد میں ان کو قضا کیا؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ کہ نہیں صرف فدیہ ادا کر دیا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جب شروع شروع میں حضرت مسیح موعود کو دورانِ سر اور بردِ اطراف کے دورے پڑنے شروع ہوئے تو اس زمانہ میں آپ بہت کمزور ہوگئے تھے اور صحت خراب رہتی تھی (سیرۃ المہدی حصہ اول ص۵۹ مؤلفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

(۳۱) سخت دَورہ

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ اوائل میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سخت دورہ پڑا۔ کسی نے مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد کو بھی اطلاع دے دی اور وہ دونوں آگئے۔ پھر ان کے سامنے بھی حضرت (مرزا) صاحب کو دورہ پڑا۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں اس وقت میں نے دیکھا کہ مرزا سلطان احمد تو آپ کی چارپائی کے پاس خاموشی کے ساتھ بیٹھے رہے، مگر مرزا فضل احمد کے چہرہ پر ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا اور وہ کبھی اِدھر بھاگتا تھا۔ اور کبھی اُدھر، کبھی اپنی پگڑی اتار کر حضرت صاحب کی ٹانگوں کو باندھتا

تھا اور کبھی پاؤں دبانے لگ جاتا اور گھبراہٹ میں اس کے ہاتھ کانپتے تھے۔ (سیرۃ المہدی حصہ اوّل ص۱۳ مؤلفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

(۳۲) خطرناک

پھر آپ نے (یعنی مرزا صاحب) نے فرمایا کہ میں کیا کروں! میں نے تو خدا کے سامنے پیش کیا ہے کہ میں تیرے دین کی خاطر اپنے ہاتھ اور پاؤں میں لوہا پہننے کو تیار ہوں۔ مگر وہ کہتا ہے کہ نہیں۔ میں تجھے ذلت سے بچاؤں گا۔ اور عزت کے ساتھ بری کروں گا۔ پھر آپ محبت الٰہی پر تقریر فرمانے لگ گئے۔ اور قریباً نصف گھنٹے تک جوش کے ساتھ بولتے رہے۔ لیکن پھر یک لخت بولتے بولتے آپ کو اُبکائی آئی اور ساتھ ہی قے ہوئی جو خالص خون کی تھی، جس میں کچھ خون جما ہوا تھا اور کچھ بہنے والا تھا۔ حضرت نے قے سے سر اٹھا کر رومال سے اپنا منہ پونچھا اور آنکھیں بھی پونچھیں، جو قے کی وجہ سے پانی لے آئی تھیں۔ مگر آپ کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ قے میں کیا نکلا ہے، کیونکہ آپ نے یک لخت جھک کر قے کی اور پھر سر اٹھا لیا۔ مگر میں اسے دیکھنے کے لیے جھکا تو حضور نے فرمایا، کیا ہے! میں نے عرض کی حضور قے میں خون نکلا ہے۔ تب حضور نے اس کی طرف دیکھا۔ پھر خواجہ صاحب اور مولوی محمد علی صاحب اور دوسرے سب لوگ کمرے میں آگئے اور ڈاکٹر کو بلوایا گیا۔ ڈاکٹر انگریز تھا۔ وہ آیا اور قے دیکھ کر خواجہ صاحب کے ساتھ انگریزی میں باتیں کرتا رہا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اس بڑھاپے کی عمر میں اس طرح خون کی قے آنا خطرناک ہے۔ پھر اس نے یہ کہا یہ آرام کیوں نہیں کرتے۔ خواجہ صاحب نے کہا آرام کس طرح کریں۔ مجسٹریٹ صاحب قریب قریب کی پیشیاں ڈال کر تنگ کرتے ہیں۔ حالانکہ معمولی مقدمہ ہے، جو یوں ہی طے ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا اس وقت آرام ضروری ہے۔ میں سرٹیفکیٹ لکھ دیتا ہوں۔ کتنے عرصہ کے لیے سرٹیفکیٹ چاہیے۔ پھر خود ہی کہنے لگا میرے خیال میں دو مہینے آرام کرنا چاہیے۔ خواجہ صاحب نے کہا فی الحال ایک مہینہ کافی ہوگا۔ اس نے فوراً ایک مہینہ کے لیے سرٹیفکیٹ لکھ دیا۔ اور لکھا کہ میں اس عرصہ میں ان کو کچہری میں پیش ہونے کے قابل نہیں سمجھتا۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول ص۔۔ مؤلفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

(۳۳) مراق کا سلسلہ

مراق کا مرض حضرت مرزا صاحب کو موروثی نہ تھا، بلکہ یہ خارجی اثرات کے ماتحت پیدا ہوا تھا اور اس کا باعث سخت دماغی محنت، تفکرات، غم، اور سوءِ ہضم تھا جس کا نتیجہ دماغی ضعف تھا اور جس کا اظہار مراق اور دیگر ضعف کی علامات مثلاً دورانِ سر کے ذریعہ ہوتا تھا۔

(رسالہ ریویو قادیان ص۱۰ بابت اگست ۱۹۲۶ء)

میری بیوی کو مراق کی بیماری ہے۔ کبھی کبھی وہ میرے ساتھ ہوتی ہے، کیونکہ طبی اصول کے مطابق اس کے لیے چہل قدمی مفید ہے۔ ان کے ساتھ چند خادم عورتیں بھی ہوتی ہیں اور پردے کا پورا التزام ہوتا ہے ...... ہم باغ تک جاتے ہیں۔ پھر واپس آجاتے ہیں۔ (مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا بیانِ عدالت مندرجہ اخبار الحکم قادیان جلد ۵ نمبر ۲۹ مورخہ ۱۰ اگست ۱۹۰۱ء منقول از منظور الٰہی ص۲۴۴ مصنفہ منظور الٰہی صاحب قادیانی لاہوری)

بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ حضرت (مرزا) صاحب کے ایک حقیقی ماموں تھے، جن کا نام مرزا جمعیت بیگ تھا۔ ان کے ہاں ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہوئی، اور ان کے دماغ میں کچھ خلل آگیا تھا۔ لڑکے کا نام مرزا علی شیر تھا اور لڑکی کا حُرمت بی بی۔ لڑکی حضرت صاحب کے نکاح میں آئی اور اسی کے بطن سے مرزا سلطان احمد اور فضل احمد پیدا ہوئے۔ (سیرۃ المہدی حصہ اوّل ص۲۰۶ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

مراق کے اسباب میں سب سے بڑا سبب ورثہ میں ملا ہوا طبعی میلان اور عصبی کمزوری ہے۔ عصبی امراض ہمیشہ ورثہ میں ملتے ہیں۔ اور لمبے عرصہ تک خاندان میں چلتے ہیں۔ (بیاض نور الدین جلد اول منقول از اخبار پیغام صلح لاہور (۳۶)، ۲۷ مورخہ

بکم دسمبر ۱۹۶۸ء)

جب خاندان سے اس کی ابتدا ہو چکی تو پھر اگلی نسل میں بے شک یہ مرض منتقل ہوا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی (میاں محمود احمد) صاحب نے فرمایا کہ مجھ کو بھی کبھی کبھی مراق کا دورہ ہوتا ہے (مضمون ڈاکٹر شاہ نواز صاحب قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو قادیاں صـ۱۰ بابت اگست ۱۹۲۶ء)

اکثر یہ مرض (مراق) تنہا رہنے یا زیادہ خوض علم میں کرنے یا محنتِ شدید یا ریاضتِ شدید یا مجاہدۂ نفس سے پیدا ہوتا ہے (تذکرۃ الوفاقی فی علاج المراق صـ۶ مصنفہ حکیم اصغر حسین فرخ آبادی)

(۳۴) مالیخولیا مراق

مالیخولیا کی ایک قسم ہے جس کو مراق کہتے ہیں۔ یہ مرض تیز سودا ہے، جو معدہ میں پیدا ہوتا ہے اور جس عضو میں یہ مادہ جمع ہو جاتا ہے، اس سے سیاہ بخارات اٹھ کر دماغ کی طرف چڑھتے ہیں۔

اس کی علامات یہ ہیں۔ ترش و خالی ڈکاریں آنا ضعفِ معدہ کی وجہ سے کھانے کی لذت کم معلوم ہونا، ہاضمہ خراب ہو جانا، پیٹ پھولنا، پاخانہ پتلا ہونا، دھوئیں جیسے بخارات چڑھتے ہوئے معلوم ہونا۔ (ترجمہ)

(شرح الاسباب والعلامات امراض راس مالیخولیا۔ تصنیف علامہ برہان الدین نفیس)

یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس مرض (مراق) کی علامات کا ظہور فتور قوتِ جوانی یا روحِ جوانی سے ہوتا ہے، جو کہ جگر و معدے میں ہوتی ہے۔ مگر تحقیقاتِ جدیدہ سے معلوم ہوا ہے کہ مرض عصبی ہے۔ اور جیسا کہ عورت میں رحم کی مشارکت سے مرض اختناق الرحم (ہسٹریا) پیدا ہوتا ہے، اسی طرح اعضائے اندرونی کے فتور سے ضعفِ دماغ ہو کر مردوں میں مراق ہو جاتا ہے۔

علامات : مریض ہمیشہ سست و متفکر رہتا ہے۔ اس میں خودی کے خیالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک بات میں مبالغہ کرتا ہے ...... بھوک نہیں لگتی، کھانا ٹھیک طور پر ہضم نہیں ہوتا۔

(مخزن حکمت مصنفہ شمس الاطباء حکیم ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب طبع دوم)

فسادِ ہضم، کھٹی دخانی ڈکاریں، منہ میں زیادہ رال آئے، پیٹ پھولتا ہو، پیٹ میں قراقر، تناوٹ اور سوزش ہو جھوٹی بھوک معلوم ہو۔ تالو کی طرف دھوئیں جیسے بخارات چڑھتے ہوئے معلوم ہوں، ہاضمہ اچھا ہو، تو مرض میں تخفیف ہو، ہاضمے کی خرابی اور رعشے سے مرض میں زیادتی ہو۔ گاہے جسم کے اوپر کے حصے میں کپکپی اور لرزہ، ہاتھ پاؤں کی ہتھیلیوں یا تمام بدن کا ٹھنڈا ہو جانا، مرض کی کمی بیشی کے مطابق کمزوری یا لاحق ہونا، یہاں تک کہ کبھی غشی تک نوبت پہنچ جائے، کبھی ایک چیز کے دو معلوم ہونا، کبھی آنکھوں کے سامنے بجلی سی کوندتی معلوم ہو یا آنکھوں کی کرختگی، پلکوں کا بوجھل ہونا، دماغ اور سر میں سوزش و گرمی، درد سر اور سیان یک بیک اچھو لگ جانا...... مرض مراق کے لوازم سے ہے، لیکن ان سب کا ایک مریض میں پایا جانا ضروری نہیں۔ (ترجمہ)

(اکسیر اعظم جلد اول صـ۱۸۹ مصنفہ حکیم محمد اعظم خان صاحب)

مالیخولیا اس مرض کو کہتے ہیں جس میں حالتِ طبعی کے خلاف خیالات و افکار متغیر بخوف و فساد ہو جاتے ہیں۔ اس کا سبب مزاج سوداوی ہو جانا ہوتا ہے، جس سے روحِ دماغی اندرونی طور پر متوحش ہوتی ہے اور مریض اس کی ظلمت سے پراگندہ خاطر ہو جاتا ہے یا پھر یہ مرض حرارتِ جگر کی شدت کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہی چیز مراق ہوتی ہے۔ جب ابھی میں غذا کے فضلات اور آنتوں کے بخارات جمع ہو جاتے ہیں اور اس کے اخلاط جل کر سودا کی صورت میں تبدیل ہو جاتے ہیں تو ان اعضائے سے سیاہ بخارات اٹھ کر سر کی طرف چڑھتے ہیں۔ اسی کو نفخہ، مراقیہ، مالیخولیائے نافخ اور مالیخولیائے مراقی کہتے ہیں۔ (ترجمہ، قانون شیخ الرئیس حکیم بو علی سینا فن اول از کتاب ثالث)

علاج:۔ عمدہ خون پیدا کرنے والی غذائیں استعمال کرائی جائیں مثلاً مچھلی (پرندوں کا) زود ہضم گوشت اور کبھی کبھی سفید ہلکی شراب، جو تیز اور پرانی نہ ہو ...... اور عمدہ عمدہ خوشبوئیں جیسے مشک عنبر، نافہ اور عود استعمال کرائیں، نیز فم معدہ کے لیے مقوی جوارشات کا استعمال کرائیں۔

مریضِ مالیخولیا کو لازم ہے کہ کسی دل خوش کن کام میں مشغول رہے اور اس کے پاس وہ لوگ رہیں جو اس کی تعظیم و تکریم کرتے رہیں اور اس کو خوش رکھیں اور شراب تھوڑا تھوڑا پانی ملا کر اعتدال کے ساتھ پلائی جائے (قانون شیخ الرئیس حکیم بو علی سینا فن اوّل از کتاب ثالث)

(۳۵) مالیخولیا کے کرشمے

مالیخولیا خیالات و افکار کے طریق طبعی سے متغیر بخوف و فساد ہو جانے کو کہتے ہیں۔ بعض مریضوں میں کبھی کبھی یہ فساد اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو غیب دان سمجھتا ہے۔ اور اکثر ہونے والے امور کی پہلے ہی خبر دے دیتا ہے ...... اور بعض میں یہ فساد یہاں تک ترقی کر جاتا ہے کہ اس کو اپنے متعلق یہ خیال ہوتا ہے کہ میں فرشتہ ہوں۔

(شرح اسباب والعلامات امراض مالیخولیا مصنفہ علامہ برہان الدین نفیس)

مریض کے اکثر اوہام اس کام سے متعلق ہوتے ہیں جس میں مریض زمانہ صحت میں مشغول رہا ہو۔ مثلاً ...... مریض صاحب علم ہو تو پیغمبری اور معجزات و کرامات کا دعوے کر دیتا ہے، خدائی کی باتیں کرتا ہے، اور لوگوں کو اس کی تبلیغ کرتا ہے۔ (اکسیر اعظم جلد اوّل صہ۱۸ مصنفہ حکیم محمد اعظم خان صاحب)

(۳۶) ہسٹریا

ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے کئی دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہے کہ مجھے ہسٹریا ہے۔ بعض اوقات آپ مراق بھی فرمایا کرتے تھے۔ لیکن در اصل بات یہ ہے کہ آپ کو دماغی محنت اور شبانہ روز تصنیف کی مشقت کی وجہ سے بعض عصبی علامات پیدا ہو جایا کرتی تھیں۔ جو ہسٹریا کے مریضوں میں بھی عموماً دیکھی جاتی ہیں۔ مثلاً کام کرتے کرتے یک دم ضعف ہو جانا، چکروں کا آنا، ہاتھ پاؤں کا سرد ہو جانا، گھبراہٹ کا دورہ ہو جانا، ایسا معلوم ہونا کہ ابھی دم نکلتا ہے، یا کسی تنگ جگہ یا بعض اوقات آدمیوں میں گھر کر بیٹھنے سے دل کا سخت پریشان ہونے لگنا وغیرہ ذالک۔ (سیرۃ المہدی حصہ دوم صہ۵۵ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

ہسٹریا کا بیمار جس کو اختناق الرحم کہتے ہیں، چونکہ عام طور پر یہ مرض عورتوں میں زیادہ ہوتا ہے، اس لیے اس کو رحم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ورنہ مردوں میں بھی یہ مرض ہوتا ہے۔ جن مردوں کو یہ مرض ہو، ان کو مراقی کہتے ہیں۔ (خطبہ جمعہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۰ نمبر ۸۴ مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۲۳ء)

یہ درست ہے کہ مرگی اور ہسٹریا میں بھی مراق کی علامات پائی جاتی ہیں، مگر یہ نہیں کہ ہر مراقی کو مرگی یا ہسٹریا کا مرض ہوتا ہے۔ (بیاض نور الدین جلد اوّل منقول از اخبار پیغام صلح لاہور جلد ۲۳ نمبر ۷۴ مورخہ یکم دسمبر ۱۹۳۵ء)

ایک مدعی الہام کے متعلق اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس کو ہسٹریا، مالیخولیا یا مرگی کا مرض تھا تو اس کے دعوے کی تردید کے لیے کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی، کیونکہ یہ ایک ایسی چوٹ ہے جو اس کی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیتی ہے۔ (مضمون ڈاکٹر شاہنواز صاحب قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان بابت ماہ اگست ۱۹۲۶ء)

(۳۷) دق اور سل

حضرت اقدس نے اپنی بیماری دق کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ بیماری آپ کو حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم کی زندگی میں ہو گئی تھی اور آپ قریباً چھ ماہ بیمار رہے۔ حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب آپ کا علاج خود کرتے تھے۔ اور آپ کو بکرے کے پائے کا شوربہ کھلایا کرتے تھے۔ اس بیماری میں آپ کی حالت بہت نازک ہو گئی تھی۔ (حیات احمد جلد دوم نمبر اوّل صہ۹۹ مرتبہ یعقوب علی صاحب قادیانی)

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے ایک دفعہ تمہارے دادا کی زندگی میں حضرت (مرزا) صاحب کو سل ہو گئی۔ حتیٰ کہ زندگی سے ناامیدی ہو گئی .... والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ تمہارے دادا خود حضرت صاحب کا علاج کرتے تھے اور برابر چھ ماہ تک انہوں نے آپ کو بکرے کے پائے کا شوربہ کھلایا تھا۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۵۲ مولفہ صاحب زادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

(۳۸) دو چادریں

دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی کی تھی، جو اس طرح وقوع میں آئی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے۔ جب اُترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی تو اسی طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی یعنی مراق اور کثرتِ بول۔ (ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی صاحب۔ مندرجہ رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان ماہ جون ۱۹۰۶ء، اخبار بدر قادیان جلد ۲ نمبر ۲۳ مورخہ ۷ جون ۱۹۰۶ء)

دو مرض میرے لاحق حال ہیں۔ ایک بدن کے اوپر کے حصہ میں اور دوسرا بدن کے نیچے کے حصہ میں، اوپر کے حصہ میں دورانِ سر ہے اور نیچے کے حصہ میں کثرتِ پیشاب اور یہ دونوں مرضیں اس زمانہ سے ہیں جس زمانہ سے میں نے اپنا دعویٰ مامور من اللہ ہونے کا شائع کیا ہے (شاید یہ دعوے کی برکت ہو۔ مؤلف برقی) (مرزا قادیانی صاحب کی تالیف حقیقت الوحی صفحہ ۳۰۶، ۳۰۷ منقول از اخبار پیغام صلح لاہور جلد ۳۶ نمبر ۴۹ مورخہ یکم دسمبر ۱۹۴۸ء)

مسیح موعود دو زرد چادروں میں اُترے گا۔ ایک چادر بدن کے اوپر کے حصہ میں ہو گی اور دوسری چادر بدن کے نیچے کے حصے میں ہو گی۔ سو میں نے کہا کہ اس طرف اشارہ تھا کہ مسیح موعود دو بیماریوں کے ساتھ ظاہر ہو گا، کیونکہ تعبیر کے علم میں زرد کپڑے سے مراد بیماری ہے اور وہ دونوں بیماریاں مجھ میں ہیں۔ یعنی ایک سر کی بیماری اور دوسری کثرتِ پیشاب اور دستوں کی بیماری (عیسیٰ مسیح کا معجزہ تھا کہ بیماروں کو تندرست بلکہ مُردوں کو زندہ کرتے تھے اور مسیح موعود یعنی بزعم خود مرزا قادیانی صاحب کی نشانی خود امراض ہیں۔ خاص کر سر کی بیماری اور پیشاب اور دستوں کی بیماری، لیکن کیا عجب ہے یہ چودھویں صدی کا کمال ہو۔ جس سے اچھے اچھوں نے پناہ مانگی۔ (مؤلف برقی) (مرزا قادیانی صاحب کی تالیف تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۴۳ منقول از اخبار پیغام صلح لاہور جلد ۳۶ نمبر (۴۹) مورخہ یکم دسمبر ۱۹۴۸ء)

مسیح موعود کی نسبت حدیثوں میں دو زرد رنگ چادروں کا ذکر ہے۔ ایسی ہی میرے لاحق حال دو بیماریاں ہیں۔ ایک بیماری بدن کے اوپر کے حصہ میں، جو اوپر کی چادر ہے۔ اور وہ دورانِ سر ہے، جس کی شدت کی وجہ سے بعض وقت میں زمین پر گر جاتا ہوں اور دل کا دوران خون کم ہو جاتا ہے اور ہولناک صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ (بعض دیگر مائی امراض خاص کر مرگی میں یہ کیفیت گزرتی ہے۔ دردِ سر میں تو ہمیشہ تکلیف رہتی ہے۔ چنانچہ میرزا صاحب نے اپنی طرابی صحت میں ہسٹریا کا مرض بھی ظاہر کیا (المؤلف برقی)

اور دوسری بیماری بدن کے نیچے کے حصے میں ہے، جو مجھے کثرتِ پیشاب کی مرض ہے، جس کو ذیابیطس کہتے ہیں اور معمولی طور پر مجھے ہر روز پیشاب کثرت سے آتا ہے اور پندرہ یا بیس دفعہ تک نوبت پہنچتی ہے اور بعض اوقات قریب سو دفعہ کے دن رات میں پیشاب آتا ہے اور اس سے بھی ضعف بہت ہو جاتا ہے۔ (میرزا قادیانی صاحب کی تالیف ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۲۰۱ منقول از اخبار پیغام صلح لاہور جلد ۳۶ نمبر ۴۹ مورخہ یکم دسمبر ۱۹۴۸ء)

۳۸ الف پیشاب کا انتظام

اس پر مجھے یاد آیا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اس عاجز کو دو بار ایسی خدمت کرنے کا موقعہ نصیب ہوا۔ ایک تو سفر جہلم۔ میری عادت تھی۔ کہ سفر میں یہ کوشش کرتا تھا کہ رات کے وقت بھی مجھے حضور کے پاس ہی سو رہنے کی جگہ ملے۔ چنانچہ جہلم میں حضور کی چارپائی کے نزدیک

ہی فرش پر لیٹنے کا مجھے موقعہ مل گیا۔ اور جب سب لوگ سوئے ہوئے تھے، تو مجھے آہٹ ہوئی کہ حضور چارپائی پر سے اٹھے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا چاہیے۔ حضور نے فرمایا کہ پیشاب کی حاجت ہے۔ سردی کا موسم تھا۔ میں جلدی سے ایک مٹی کا برتن لایا۔ اور مٹی کے ڈھیلے لایا حضور پیشاب سے فارغ ہوئے، تو میں برتن اٹھا کر باہر لے گیا۔

دوسری دفعہ لاہور میں جب حضور نے حضرت میاں چراغ الدین صاحب مرحوم کے مکان پر قیام کیا تب بھی رات کے وقت حضور کو پیشاب کی حاجت ہوئی۔ میں جاگ رہا تھا۔ ایک مٹی کا برتن لایا۔ جب حضور فارغ ہوئے تو میں نے ہاتھ بڑھایا اور مٹی کے برتن کو پکڑا کہ باہر لے جاؤں، مگر اس دفعہ حضور نے مجھے اجازت نہ دی کہ میں ایسا کروں اور ایک کھڑکی سے جو اس کمرے میں تھی، خود ہی پیشاب باہر گرا دیا۔ (مفتی محمد صادق صاحب کا بیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان نمبر ۲۲ جلد ۱۸ مورخہ ۱۶ دسمبر ۱۹۴۰ء)

(۳۹) دو بیماریاں

مجھے دو بیماریاں مدت دراز سے تھیں۔ ایک شدید درد سر جس سے میں نہایت بے تاب ہو جایا کرتا تھا اور ہولناک عوارض پیدا ہو جاتے تھے اور یہ مرض قریباً پچیس برس تک دامن گیر رہی اور اس کے ساتھ دوران سر بھی لاحق ہو گیا۔ اور طبیبوں نے لکھا ہے کہ ان عوارض کا آخری نتیجہ مرگی ہوتی ہے۔ چنانچہ میرے بڑے بھائی مرزا غلام قادر قریباً دو ماہ تک اسی مرض میں مبتلا ہو کر آخر مرض صرع میں مبتلا ہو گئے اور اسی سے ان کا انتقال ہو گیا۔ لہٰذا میں دعا کرتا رہا کہ خدا تعالیٰ ان امراض سے مجھے محفوظ رکھے۔ ایک دفعہ عالم کشف میں مجھے دکھائی دیا کہ ایک بلا سیاہ رنگ، چارپایہ کی شکل پر، جو بھیڑ کے قد کے مانند اس کا قد تھا اور بڑے بڑے بال تھے اور بڑے بڑے پنجے تھے، میرے پر حملہ کرنے لگے اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہی صرع ہے تو میں نے اپنا داہنا ہاتھ زور سے اس کے سینے پر مارا اور کہا کہ دور ہو، تیرا مجھ میں حصہ نہیں۔ تب خدا تعالیٰ جانتا ہے۔ کہ بعد اس کے وہ خطرناک عوارض جاتے رہے اور وہ درد شدید بالکل جاتی رہی۔ صرف دوران سر کبھی کبھی ہوتا ہے کہ دو زرد رنگ چادروں کی پیشگوئی میں خلل نہ آوے، اور دوسری مرض ذیابیطس تخمیناً بیس برس سے ہے، جو مجھے لاحق ہے۔ جیسا کہ اس نشان کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے اور ابھی تک بیس دفعہ کے قریب ہر روز پیشاب آتا ہے۔ اور امتحان سے بول میں شکر پائی گئی۔ ایک دن مجھے خیال آیا کہ ڈاکٹروں کے تجربہ کی رو سے انجام ذیابیطس کا یا تو نزول الماء ہوتا ہے۔ یا کاربنکل یعنی سرطان کا پھوڑا نکلتا ہے، جو مہلک ہوتا ہے۔ سو اسی وقت نزول الماء کی نسبت مجھے الہام ہوا۔ یعنی تین عضو پر رحمت نازل کی گئی آنکھ اور دو عضو پر اور پھر جب کاربنکل کا خیال میرے دل میں آیا تو الہام ہوا۔ السلام علیکم۔ سو ایک عمر گزری کہ میں ان بلاؤں سے محفوظ ہوں۔ فالحمدللہ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۶۳ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

(۴۰) تیس برس

مجھے دو مرض دامنگیر ہیں۔ ایک جسم کے اوپر کے حصہ میں کہ سر درد اور دوران سر اور دوران خون کم ہو کر ہاتھ پیروں کا سرد ہو جانا، نبض کم ہو جانا اور دوسرے جسم کے نیچے کے حصہ میں کہ پیشاب کثرت سے آنا اور اکثر دست آتے رہنا۔ یہ دونوں بیماریاں قریب تیس برس سے ہیں۔ (نسیم دعوت صفحہ ۶۸ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

یہ دونوں بیماریاں کبھی دعا سے ایسی رخصت ہو جاتی ہیں گویا دور ہو گئیں، مگر پھر شروع ہو جاتی ہیں۔ ایک دفعہ میں نے دعا کی کہ یہ بیماریاں بالکل دور کر دی جائیں تو جواب ملا کہ ایسا نہیں ہوگا...... مسیح موعود کے لیے یہ بھی ایک علامت ہے۔ کیونکہ لکھا ہے کہ وہ دو زرد چادروں میں اُترے گا۔ (اخبار پیغام صلح لاہور جلد ۲۶ نمبر ۴۲ مورخہ یکم دسمبر ۱۹۳۸ء)

(۴۱) دائم المرض

میں ایک دائم المرض آدمی ہوں ...... ہمیشہ درد سر اور دوران سر اور کمی خواب اور تشنج دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے۔ بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامنگیر ہے اور

بسا اوقات سو سو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے۔ اور اس قدر کثرتِ پیشاب سے جس قدر عوارضِ ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شاملِ حال رہتے ہیں۔ (ضمیمہ اربعین نمبر ۳، ۴ صفحہ ۴ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مخدومی مکرمی اخویم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ'

حالتِ صحت اس عاجز کی بدستور ہے۔ کبھی غلبۂ دوران سر اس قدر ہو جاتا ہے کہ مرض کی جنبش شدید کا اندیشہ ہوتا ہے اور کبھی یہ دوران کم ہوتا ہے۔ لیکن کوئی وقت دورانِ سر سے خالی نہیں گزرتا۔ مدت ہوئی نماز تکلیف سے بیٹھ کر پڑھی جاتی ہے بعض وقت درمیان میں توڑنی پڑتی ہے۔ اکثر بیٹھے بیٹھے رنگین ہو جاتی ہے اور زمین پر قدم اچھی طرح نہیں جمتا۔ قریب چھ سات ماہ یا زیادہ عرصہ گزر گیا ہے کہ نماز کھڑے ہو کر نہیں پڑھی جاتی۔ اور نہ بیٹھ کر اس وضع پر پڑھی جاتی ہے، جو مسنون ہے اور قرأت میں شاید قل ہو اللہ بہ مشکل پڑھ سکوں کیونکہ ساتھ ہی توجہ کرنے سے تحریک بخارات کی ہوتی ہے۔" (خاکسار غلام احمد قادیان ۵ فروری ۱۸۹۱ء (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۳ ص۸۸ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

(۴۲) چشم نیم باز

مولوی شیر علی صاحب نے بیان کیا کہ باہر مردوں میں بھی حضرت (مرزا) صاحب کی یہ عادت تھی کہ آپ کی آنکھیں ہمیشہ نیم بند رہتی تھیں...... ایک دفعہ حضرت مرزا صاحب مع چند خدام کے فوٹو کھنچوانے لگے تو فوٹو گرافر آپ سے عرض کرتا تھا۔ کہ حضور ذرا آنکھیں کھول کر رکھیں، ورنہ تصویر اچھی نہیں آئے گی اور آپ نے اس کے کہنے پر ایک دفعہ تکلف کے ساتھ آنکھوں کو کچھ زیادہ کھولا، مگر وہ پھر اسی طرح بند ہو گئیں (سیرۃ المہدی حصہ دوم ص۷۷ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

(۴۳) عصبی کمزوری

حضرت (مرزا) صاحب کی تمام تکالیف مثلاً دورانِ سر، دردِ سر، کمی خواب، تشنج دل، بدہضمی، اسہال، کثرتِ پیشاب۔ اور مراق وغیرہ کا صرف ایک ہی باعث تھا اور وہ عصبی کمزوری تھا۔ (رسالہ ریویو قادیان بابت مئی ۱۹۲۷ء)

(۴۴) مرض اعصابی

مخدومی مکرمی اخویم (مولوی نورالدین صاحب) السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ'

یہ عاجز پیر کے دن ۹ مارچ ۱۸۹۱ء کو مع اپنے عیال کے لودھیانہ کی طرف جائے گا اور چونکہ سردی اور دُوسرے تیسرے روز بارش بھی ہو جاتی ہے اور اس عاجز کو مرض اعصابی ہے، سرد ہوا اور بارش سے بہت ضرر پہنچتا ہے، اس وجہ سے یہ عاجز کسی صورت سے اس قدر تکلیف اٹھا نہیں سکتا کہ اس حالت میں لُدھیانہ پہنچ کر پھر جلدی لاہور میں آوے۔ طبیعت بیمار ہے۔ لاچار ہوں۔ اس لیے مُناسب ہے کہ اپریل کے مہینہ میں کوئی تاریخ مقرر کی جاوے...... والسلام، خاکسار غلام احمد عفی عنہ'

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ مرتبہ یعقوب علی عرفانی صاحب قادیانی)

(۴۵) خرابی حافظہ

مکرمی اخویم سلمہ'

میرا حافظہ بہت خراب ہے۔ اگر کئی دفعہ کسی کی ملاقات ہو تب بھی بھول جاتا ہوں۔ یاد دہانی عمدہ طریقہ ہے۔ حافظہ کی یہ ابتری ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔ (خاکسار غلام احمد از صدر انبالہ احاطہ ناگ پھنی (مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۳ ص۲۱ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

(۴۶) مقدمہ کی فکر

چند تھے وہ لمبا اور تکلیف دہ فوجداری مقدمہ، جو کرم دین ساکن بھین ضلع جہلم کی طرف سے اوّل اوّل جہلم اور پھر اس کے بعد گورداسپور میں چلایا گیا تھا اور بالآخر بعدالت اے۔ ای ہری شن جج امرتسر، جنوری ۱۹۰۵ء کو فیصل ہُوا اور آپ (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی صاحب) بری کیے گئے (سیرۃ المہدی حصہ اوّل ص۲۲۴ مرتبہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی

بیان کیا مجھ سے مولوی ذوالفقار علی خاں صاحب نے کہ جن دنوں میں گورداسپور میں کرم دین کا مقدمہ تھا، ایک دن حضرت (مرزا) صاحب کچہری کی طرف تشریف لے جانے لگے اور حسب معمول پہلے پہلے دعا کے لیے اس کمرہ میں گئے، جو اس غرض کے لیے پہلے مخصوص کر لیا تھا۔ میں اور مولوی محمد علی صاحب وغیرہ باہر انتظار میں کھڑے رہے اور مولوی صاحب کے ہاتھ میں اس وقت حضرت صاحب کی چھڑی تھی۔ حضرت صاحب دعا کر کے باہر نکلے تو مولوی صاحب نے آپ کو چھڑی دی۔ حضرت صاحب نے چھڑی ہاتھ میں لے کر اسے دیکھا اور فرمایا یہ کس کی چھڑی ہے؟ عرض کیا گیا کہ حضور ہی کی ہے، جو حضور اپنے ہاتھ میں رکھا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھا! میں نے تو سمجھا تھا کہ میری نہیں ہے۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۲۲۰ مؤلفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

(۴۷) بے توجہی

ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جسمانی عادات میں ایسے سادہ تھے کہ بعض دفعہ جب حضور جراب پہنتے تو بے توجہی کے عالم میں اس کی ایڑی پاؤں کے تلے کی طرف نہیں، بلکہ اوپر کو ہو جاتی تھی اور بار ہا ایک کاج کا بٹن دوسرے کاج میں لگا ہوتا تھا۔ اور بعض اوقات کوئی دوست حضور کے لیے گرگابی (جوتا) ہدیۃً لاتا تو آپ بسا اوقات دایاں پاؤں بائیں میں ڈال لیتے تھے اور بایاں دائیں میں۔ چنانچہ اسی تکلیف کی وجہ سے آپ دیسی جوتا پہنتے تھے۔ اسی طرح کھانا کھانے کا یہ حال تھا کہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں تو اس وقت پتہ لگتا ہے کہ کیا کھا رہے ہیں کہ جب کھانا کھاتے کھاتے کوئی کنکر وغیرہ کا ریزہ دانت کے نیچے آ جاتا ہے۔
(سیرۃ المہدی حصہ دوم ص ۵۸ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

(۴۸) جیب کے ڈھیلے

آپ کو (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کو) شیرینی سے بہت پیار ہے اور مرض بول بھی آپ کو عرصہ سے لگی ہوئی ہے۔ اسی زمانہ میں آپ مٹی کے ڈھیلے بعض وقت جیب میں ہی رکھتے تھے اور اسی جیب میں گڑ کے ڈھیلے بھی رکھ لیا کرتے تھے۔ اسی قسم کی اور بہت سی باتیں ہیں، جو اس بات پر شاہد ناطق ہیں کہ آپ کو اپنے یار ازل کی محبت میں ایسی محویت تھی کہ جس کے باعث اس دنیا سے بالکل بے خبر ہو رہے تھے (البتہ کھانے میں مرغ، بٹیر، مقویات میں مشک، عنبر، مفرح عنبری اور خاص مجربات اور مشاغل میں سرکار عظمت مدار کی توصیف و تائید اور دین میں تاویلات اور نبوت کے دعوے دنیا کی طرف اسی قدر توجہ باقی رہ گئی تھی، اس سے زیادہ نہیں۔ المؤلف) (مرزا صاحب کے حالات مرتبہ معراج الدین عمر صاحب قادیانی تتمہ براہین احمدیہ جلد اول ص ۶۷)

(۴۹) مصروفیت اور مراق

میرا تو یہ حال ہے کہ باوجود اس کے کہ دو بیماریوں میں ہمیشہ مبتلا رہتا ہوں، تاہم آج کل کی مصروفیت کا یہ حال ہے کہ رات کو مکان کے دروازے بند کر کے بڑی بڑی رات تک بیٹھا اس کام کو کرتا رہتا ہوں۔ حالانکہ زیادہ جاگنے سے مراق کی بیماری ترقی کرتی ہے اور دوران سر کا دورہ زیادہ ہو جاتا ہے، تاہم میں اس بات کی پروا نہیں کرتا اور اس کام کو کیے جاتا ہوں۔ (ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مندرجہ اخبار الحکم قادیان جلد ۵ نمبر ۴ مورخہ ۱۰ اکتوبر منقول از کتاب منظور الٰہی ص ۳۴۹ مؤلفہ محمد منظور الٰہی صاحب قادیانی)

(۵۰) انہماک

باوجودیکہ مجھے اسہال کی بیماری ہے اور ہر روز کئی کئی دست آتے ہیں، مگر جس وقت پاخانے کی بھی حاجت ہوتی ہے تو مجھے افسوس ہوتا ہے کہ ابھی کیوں حاجت ہوئی! اسی طرح جب روٹی کھانے کے لیے کئی مرتبہ کہتے ہیں تو بڑا جبر کر کے جلد جلد چند لقمے کھا لیتا ہوں۔ بظاہر تو میں روٹی کھاتا ہوا دکھائی دیتا ہوں، مگر میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کہاں جاتی ہے اور کیا کھا رہا ہوں۔ میری توجہ اور خیال اسی طرف لگا ہوتا ہے۔ (ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مندرجہ اخبار الحکم قادیان جلد ۵ نمبر ۴ منقول از کتاب منظور الٰہی ص ۳۴۹ مؤلفہ محمد منظور الٰہی صاحب قادیانی)

(۵۱) اوہو

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں حضور (مرزا) صاحب کے پاس یکہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپ میری طرف بہت جھک گئے۔ میں ذرا کھسک گیا۔ آپ اور میری طرف ہو گئے، میں اور ایک طرف ہو گیا۔ حتیٰ کہ اتنی تھوڑی سی جگہ پر میں رہ گیا کہ ایک جگہ پر یکہ کا پہیہ جو کسی گڑھے میں پڑا، اس دھکے سے میں نیچے جا پڑا اور جلدی سے اٹھ کر پیشاب کے لیے بیٹھ گیا۔ تا حضرت صاحب محسوس نہ کریں کہ میں گرا ہوں، مگر آپ نے فرمایا اوہو! مفتی صاحب آپ گر گئے۔ جگہ بہت ہے اور آپ پیچھے ہٹ گئے۔ شاید یہ بھی کوئی امتحان ہی تھا۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ (تقریر مفتی محمد صادق صاحب قادیانی مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۲ نمبر ۸۰ مورخہ ۲ جنوری ۱۹۲۵ء)

(۵۲) روٹی کے ٹکڑے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب کھانا کھایا کرتے تھے تو بمشکل ایک پھلکا آپ کھاتے۔ اور جب آپ اٹھتے تو روٹی کے ٹکڑوں کا بہت سا چورہ آپ کے سامنے سے نکلتا۔ آپ کی عادت تھی کہ روٹی توڑتے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرتے جاتے۔ پھر کوئی ٹکڑا اٹھا کر منہ میں ڈال لیتے اور باقی ٹکڑے دسترخوان پر رکھے رہتے۔ معلوم نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسا کیوں کیا کرتے تھے۔ مگر کئی دوست کہا کرتے کہ حضرت صاحب یہ تلاش کرتے ہیں کہ ان روٹی کے ٹکڑوں میں سے کونسا تسبیح کرنے والا ہے اور کونسا نہیں۔ (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۲ نمبر ۱۰۵ مورخہ ۵ مارچ ۱۹۳۵ء)

(۵۳) دوران سر

یہاں عمدہ بیگمی (چنم) اور ایک انگریزی وضع کا پاخانہ، جو ایک چوکی ہوتی ہے اور اس میں ایک برتن ہوتا ہے، اس کی قیمت معلوم نہیں، آپ ساتھ لا دیں۔ قیمت یہاں سے دی جاوے گی۔ مجھے دورانِ سر کی بہت شدت سے مرض ہو گئی ہے۔ پیر دل پر بوجھ دے کر پاخانہ پھرنے سے مجھے سر کو چکر آتا ہے (خطوط امام بنام غلام ص۵ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب بنام حکیم محمد حسین قریشی صاحب قادیانی مالک کارخانہ رفیق صحت لاہور)

(۵۴) دماغی بے ہوشی

پہلے بھی کئی دفعہ ایسا ہوا کہ جب حضور سخت دماغی محنت کیا کرتے تو اچانک آپ کے دماغ پر ایک کمزوری کا حملہ ہوتا اور بیہوش ہو جاتے۔ ایک دفعہ کا واقعہ مجھے یاد ہے۔ جب کہ عیسائی دشمنوں نے حضور پر مقدمہ اقدام قتل کا بنایا اور مسلمان مولوی صاحبان عیسائیوں کی تائید میں گواہیاں دینے کے لیے آئے۔ تو جس دن بٹالہ میں پیشی تھی اس سے قبل رات عشاء کی نماز کے بعد حضور جواب دعوے لکھنے بیٹھے اور مجھے حکم فرمایا کہ میں حضور کے مسودہ کو خوشخط لکھتا جاؤں۔ اندر کے صحن میں حضور بیٹھ گئے۔ لالٹین اور بتیاں روشن کی گئیں .... حضرت صاحب مسودہ لکھتے رہے اور میں نقل کرتا رہا۔ اسی حالت میں رات گزر گئی اور صبح کی اذان ہو گئی۔ اس وقت اچانک حضرت صاحب کو دماغ میں تکلیف محسوس ہوئی، جس سے لیٹ گئے اور بیہوش ہو گئے۔ لوگ باہر سے بلائے گئے۔ بہت دیر تک بدن کو دبانے اور ملنے کے بعد ہوش میں آئے۔ (منظور وصال از مفتی محمد صادق صاحب قادیانی مندرجہ اخبار الحکم قادیان خاص نمبر مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۳۴ء)

(۵۵) خرابی صحت

عرصہ تین چار ماہ سے میری طبیعت نہایت ضعیف ہو گئی ہے۔ بجز دو وقت ظہر و عصر کے نماز کے لیے بھی نہیں جا سکتا اور اکثر بیٹھ کر نماز پڑھتا ہوں اور اگر ایک سطر بھی کچھ لکھوں یا فکر کروں تو خطرناک دوران سر شروع ہو جاتا ہے اور دل ڈوبنے لگتا ہے۔ جسم بالکل بے کار ہو رہا ہے۔ اور جسمانی قویٰ ایسے مضمحل ہو گئے ہیں کہ خطرناک حالت ہے۔ گویا مسلوب القویٰ ہوں اور آخری وقت ہے۔ ایسا ہی میری بیوی دائم المریض ہے۔ امراض رحم و جگر دامن گیر ہیں۔ (ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مندرجہ اخبار بدر قادیان جلد ۲ نمبر ۲۱ منقول از آئینہ احمدیت ص۱۸۶ مؤلفہ دوست محمد صاحب قادیانی لاہوری)

(٥٦) سخت بیمار

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب (حال عبدالرحیم صاحب درد) قادیانی ایم اے، کہ ایک دفعہ والد صاحب (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) سخت بیمار ہو گئے اور حالت نازک ہو گئی اور حکیموں نے نا امیدی کا اظہار کر دیا اور نبض بھی بند ہو گئی، مگر زبان جاری رہی۔ والد صاحب نے کہا کہ کپڑا لا کر میرے اوپر نیچے رکھو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس سے حالت رو باصلاح ہو گئی۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت (مرزا) صاحب نے لکھا ہے کہ یہ مرض قولنج زحیری کا تھا۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں کہ

"ایک مرتبہ میں قولنج زحیری سے سخت بیمار ہوا اور سولہ دن تک پاخانہ کی راہ سے خون آتا رہا اور سخت درد تھا۔" (حقیقۃ الوحی ص ۲۳۴)

اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھایا تھا کہ پانی اور ریت منگوا کر بدن پر مَلی جاوے سو ایسا کیا گیا تو حالت اچھی ہو گئی مرزا سلطان احمد صاحب کو ریت کے متعلق ذہول ہو گیا ہے (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۱۷ مؤلفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

(٥٧) مرغوبات

بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ حضرت (مرزا) صاحب جب بڑی مسجد میں جاتے تھے تو گرمی کے موسم میں کنوئیں سے پانی نکلوا کر ڈول سے ہی منہ لگا کر پانی پیتے تھے۔ اور مٹی کے تازہ ٹنڈ یا تازہ آبخورہ میں پانی پینا آپ کو پسند تھا اور میاں عبداللہ صاحب نے بیان کیا کہ حضرت صاحب اچھے تلے ہوئے کرارے پکوڑے پسند کرتے تھے۔ کبھی کبھی مجھ سے منگوا کر مسجد میں ٹہلتے ٹہلتے کھایا کرتے تھے اور سالم مرغ کا کباب بھی پسند تھا...... گوشت کی خوب بھنی ہوئی بوٹیاں بھی مرغوب تھیں ..... حضرت صاحب نے ایک دفعہ یہ بھی فرمایا تھا کہ گوشت زیادہ نہیں کھانا چاہیے۔ جو شخص چالیس دن لگاتار گوشت کے ساتھ صرف گوشت ہی کھاتا رہتا ہے۔ اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ دال، سبزی، ترکاری کے ساتھ بدل بدل کر گوشت کھانا چاہیے۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۱۲۳ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی)

پرندوں کا گوشت آپ کو مرغوب تھا اس لیے بعض اوقات جب طبیعت کمزور ہوتی تو تیتر فاختہ وغیرہ کے لیے شیخ عبدالرحیم صاحب نو مسلم کو ایسا گوشت مہیا کرنے کے لیے فرمایا کرتے تھے۔ مرغ اور بٹیر (؟) کا گوشت بھی آپ کو پسند تھا۔ مگر بٹیر جب سے کہ پنجاب میں طاعون کا زور ہوا، کھانے چھوڑ دیئے تھے۔ بلکہ منع کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کے گوشت میں طاعون پیدا کرنے کی خاصیت ہے......... مرغ کا گوشت ہر طرح آپ کھا لیتے تھے۔ سالن ہو، یا بھنا ہوا کباب ہو یا پلاؤ، مگر اکثر ایک ران پر ہی گزارہ کر لیتے تھے اور وہی آپ کو کافی ہو جاتی تھی ...... پلاؤ بھی آپ کھاتے تھے۔ مگر ہمیشہ نرم اور گداز اور گلے ہوئے چاولوں کا اور میٹھے چاول تو کبھی خود کہہ کر پکوا لیا کرتے تھے۔ مگر گڑ کے اور وہی آپ کو پسند تھے۔ عمدہ کھانے یعنی کباب، مرغ پلاؤ یا انڈے اور اسی طرح فیرینی میٹھے چاول وغیرہ، تب ہی آپ کہہ کر پکوایا کرتے تھے، جب ضعف معلوم ہوتا۔ جن دنوں میں تصنیف کا کام ہوتا یا صحت اچھی ہوتی تو ان دنوں میں معمولی کھانا ہی کھاتے تھے .... دودھ، بالائی، مکھن یہ اشیاء بلکہ بادام روغن تک صرف قوت کے قیام اور ضعف کے دور کرنے کو استعمال فرماتے تھے اور ہمیشہ معمولی مقدار میں بعض لوگوں نے آپ کے کھانے پر اعتراض کیے ہیں، مگر ان بیوقوفوں کو یہ خبر نہیں کہ ایک شخص، جو عمر میں بوڑھا ہے اور اسے کئی امراض لگے ہوئے ہیں اور باوجود ان کے وہ تمام جہان سے مصروفِ پیکار ہے ..... وہ شخص ان مقوی غذاؤں کو صرف بطور قوت لایموت اور سد رمق کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ تو کون عقل کا اندھا ایسا ہو گا کہ اس خوراک کو لذیذ حیوانی اور حظوظ نفسانی سے تعبیر کرے؟ خدا تعالیٰ ہر مومن کو بدظنی سے بچائے۔

میوہ جات آپ کو پسند تھے اور اکثر خدام بطور تحفہ کے لایا بھی کرتے تھے گاہے بگاہے خود بھی منگواتے تھے۔ پسندیدہ میوؤں میں سے آپ کو انگور، بمبئی کا کیلا، ناگپوری سنگترہ، سیب، سردے اور سرولی آم زیادہ پسند تھے۔ باقی میوے

بھی گلے ہے گلے، جو آتے رہتے تھے کھایا کرتے تھے۔

زمانہ موجودہ کے ایجادات مثلاً برف اور سوڈا لیمونیڈ جنجر وغیرہ بھی گرمی کے دنوں میں پی لیا کرتے تھے۔ بلکہ شدتِ گرمی میں برف بھی امرتسر، لاہور سے خود منگوا لیا کرتے تھے۔ بازاری مٹھائیوں سے بھی آپ کو کسی قسم کا پرہیز نہ تھا۔ نہ اس بات کی پڑچول تھی کہ ہندو کی ساختہ ہے یا مسلمان کی۔ لوگوں کی نذرانہ کے طور پر آوردہ مٹھائیوں میں سے کھا لیتے تھے اور خود بھی روپے دو روپے کی مٹھائی منگوا کر رکھا کرتے تھے۔ یہ مٹھائی بچوں کے لیے ہوتی تھی۔ بلکہ ولایتی بسکٹوں کو بھی جائز فرماتے تھے۔ اس لیے کہ ہمیں کیا معلوم کہ اس میں کیا چربی ہے کیونکہ بنانے والے کا ادعا تو مکھن ہے۔ پھر ہم ناحق بدگمانی اور شکوک میں کیوں پڑیں۔ (سیرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ ۱۳۲ تا صفحہ ۱۳۵ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی)

(۵۸) شکار کی ضرورت

عام طور پر آپ کو شکار سے شوق اور دلچسپی نہ تھی۔ ہاں طیور کے گوشت کو پسند فرماتے تھے اور دراصل حضرت صاحبزادگان میں شکار کا شوق بھی حضرت مسیح موعود کی اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے تھا جو حضرت والد صاحب قبلہ کی خوشنودی اور دعا کے حاصل کرنے کا ایک ذریعہ تھا۔ ان ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غذا بالکل کم ہو گئی تھی اور کوئی چیز نہیں کھاتے تھے۔ پرندے کا شوربا آپ پسند کرتے تھے۔ اس لیے عام طور پر خادم کوشش کرتے تھے کہ کوئی پرند شکار کر کے لائیں۔ اس سلسلے میں حضرت صاحبزادہ صاحب بھی سعی کرتے تھے۔ (حیات النبی جلد اوّل نمبر دوم صفحہ ۱۳۹ مولفہ یعقوب علی صاحب قادیانی)

۵۸ الف کثرت کی آفت (ج)

ایک وہ زمانہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام باہر مہمانوں میں بیٹھ کر کھانا کھایا کرتے تھے اور ابتدا میں بعض دفعہ آپ کے ساتھ ایک آدمی، بعض دفعہ دو آدمی اور بعض دفعہ چھ سات آدمی ہوتے تھے۔ آخر ہوتے ہوتے یہ تعداد پندرہ بیس تک جا پہنچی تو آپ نے کھانا باہر مہمانوں کے ساتھ کھانا چھوڑ دیا کہ اب یہ تکلیف مالایطاق ہے۔ پھر یہ بات نہ رہی اور آپ نے گھر میں بیٹھ کر کھانا شروع کر دیا۔ (تنہائی میں مرزا قادیانی کو یوں بھی کھانا حسبِ دلخواہ اچھا ملتا ہوگا۔ چنانچہ ذکر ہے کہ مرزا صاحب کو پرندوں کا گوشت بہت مرغوب تھا۔ مثلاً تیتر، مرغ، بٹیر وغیرہ (للمؤلف عرفی) (میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا ارشاد مندرجہ اخبار الفضل قادیاں جلد ۳۴ نمبر ۳۰ مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۴۶ء)

(۵۹) دُرستی صحت

مجھے دماغی کمزوری اور دورانِ سر کی وجہ سے بہت سی ناطاقتی ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ اب میری حالت بالکل تالیف و تصنیف کے لائق نہیں رہی۔ اور ایسی کمزوری تھی کہ گویا بدن میں رُوح نہیں تھی۔ اسی حالت میں مجھے الہام ہوا۔ اَتَرُدُّ اِلَیْکَ اَنْوَارُ الشَّبَاب۔ یعنی جوانی کے نور تیری طرف واپس کئے۔ بعد اس کے چند روز میں ہی مجھے محسوس ہوا کہ میری گُم شدہ قوتیں پھر واپس آتی جاتی ہیں۔ اور تھوڑے دنوں کے بعد مجھ میں اس قدر طاقت ہو گئی کہ میں ہر روز دو دو جزو نو تالیف کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھ سکتا ہوں اور نہ صرف لکھنا، بلکہ سوچنا اور فکر کرنا، جو نئی تالیف کے لیے ضروری ہے، پُورے طور پر میسر آ گیا۔ ہاں دو مرض میرے لاحق حال ہیں۔ ایک بدن کے اُوپر کے حصہ میں اور دوسرے بدن کے نیچے کے حصہ میں، اوپر کے حصہ میں دورانِ سر ہے اور نیچے کے حصہ میں کثرتِ پیشاب ہے، یہ دونوں مرضیں اسی زمانہ سے ہیں جس زمانہ سے میں نے اپنا دعویٰ مامور من اللہ ہونے کا شائع کیا ہے۔ میں نے ان کے لیے دُعائیں بھی کیں، مگر منع میں جواب پایا اور میرے دل میں القا کیا گیا کہ ابتدا سے مسیح موعود کے لیے یہ نشان مقرر ہے کہ وہ دو زرد چادروں کے ساتھ دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اُترے گا سو یہ وہی دو زرد چادریں ہیں جو میری جسمانی حالت کے شامل کی گئیں۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۰۶ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

ایسی حالت میں روغن بادام سر اور پیروں، ہتھیلیوں پر ملنا اور پینا فائدہ مند محسوس ہوتا ہے۔

(۶۰) روغن بادام اس لیے میں مولوی یار محمد صاحب کو بھیجتا ہوں کہ آپ خالص تلاش سے ایسا روغن بادام کہ جو تازہ ہو اور کہنہ نہ ہو اور نیز اس کے ساتھ کوئی ملونی نہ ہو تو ایک بوتل خرید کر بھیج دیویں۔ پانچ روپیہ قیمت اس کی ارسال ہے۔ (خطوط امام بنام غلام ص۵ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب بنام حکیم محمد حسین قریشی صاحب قادیانی مالک دوا خانہ رفیق الصحت لاہور)

بادام روغن میری بیماری کے لیے خریدا جائے گا۔ نیا تازہ ہو اور عمدہ ہو۔ یہ آپ کا خاص ذمہ ہے۔ (خطوط امام بنام غلام ص۸ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب بنام حکیم محمد حسین قریشی صاحب قادیانی مالک دوا خانہ رفیق الصحت لاہور)

(۶۱) مُشک آپ برائے مہربانی ایک تولہ مشک خالص، جس میں ریشہ، جھلی اور صوف نہ ہوں اور تازہ خوشبو دار ہو، بذریعہ ویلیوپے ایبل پارسل ارسال کریں۔ کیونکہ پہلی مشک ختم ہو چکی ہے اور باعث دورہ ضرورت رہتی ہے (خطوط امام بنام غلام ص۱۰ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب بنام حکیم محمد حسین قریشی صاحب قادیانی مالک دوا خانہ رفیق الصحت لاہور)

پہلی مشک ختم ہو چکی ہے۔ اس لیے پچاس روپے بذریعہ منی آرڈر آپ کی خدمت میں ارسال ہیں۔ آپ دو تولہ مشک خالص دو شیشیوں میں علیحدہ علیحدہ یعنی تولہ تولہ ارسال فرمائیں۔ ص۲۰

آپ بیشک ایک تولہ مشک قیمت (ص۲۳) روپیہ خرید کر کے بذریعہ وی پی نہ بھیج دیں۔ ضرور بھیج دیں (ص۳)

پہلی مشک جو لاہور سے آپ نے بھیجی تھی وہ اب نہیں رہی۔ آپ جاتے ہی ایک تولہ مشک خالص، جس میں چھیچھڑا نہ ہو اور بخوبی جیسا کہ چاہیے، خوشبودار ہو، ضرور ویلو کرا کر بھیج دیں۔ جس قدر قیمت ہو، مضائقہ نہیں۔ مگر مشک اعلیٰ درجہ کی ہو، یہ چھیچھڑا نہ ہو اور جیسا کہ عمدہ اور تازہ مشک میں خوشبو ہوتی ہے، وہی اس میں ہو۔ (ص۶ خطوط امام بنام غلام۔ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب بنام حکیم محمد حسین قریشی صاحب قادیانی مالک دوا خانہ رفیق الصحت لاہور)

مخدومی مکرمی حضرت مولوی صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ اور اس عاجز کی طبیعت آج بہت علیل ہو رہی ہے۔ ہاتھ پاؤں بھاری اور زبان بھی بھاری ہو رہی ہے۔ مرض کے غلبے سے نہایت لاچاری ہے مجھ کو آں مکرم نے کسی قدر مشک دیا تھا۔ وہ نہایت خالص تھا اور مجھ کو بہت فائدہ اس سے ہوا تھا۔ اب میں نے کچھ عرصہ ہوا، لاہور سے مشک منگوائی تھی اور استعمال بھی کی، مگر بہت کم فائدہ ہوا۔ بازاری چیزیں مغشوش ہوتی ہیں۔ خاص کر مشک، یہ تو مغشوش ہونے سے خالی نہیں ہوتی۔ چونکہ میری طبیعت گر ہی جاتی ہے اور ایک سخت کام کی محنت سر پر ہے، اس لیے تکلیف دیتا ہوں کہ ایک خاص توجہ اس طرف فرماویں۔ اور مشک کو ضرور دستیاب کریں۔ بشرطیکہ وہ بازاری نہ ہو، کیونکہ بازاری تو چند دفعہ تجربہ ہو چکا ہے۔ اگرچہ مشک دو ماشے یا تین ماشے ہو، وہ بالفعل کفایت کرے گا مگر عمدہ ہو، اگر اصلی نافہ جو مصنوعی نہ ہو مل جائے تو نہایت خوب ہے، مگر جلد ہو۔ ——— (خاکسار غلام احمد از قادیان ۱۹ اگست ۱۸۹۲ء مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲) ص۱۳۱ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہٗ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

کل سے میری طبیعت علیل ہو گئی ہے۔ کل شام کے وقت مسجد میں اپنے تمام دوستوں کے روبرو جو حاضر تھے، سخت درجہ کا عارضہ لاحق حال ہوا۔ اور ایک دفعہ تمام بدن سرد اور نبض کمزور اور طبیعت میں سخت گھبراہٹ شروع ہوئی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا زندگی میں ایک دو دم باقی ہیں۔ بہت نازک حالت ہو کر پھر صحت کی طرف عود ہوا۔ مگر اب تک کلی اطمینان نہیں۔ کچھ کچھ آثار عودِ مرض کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فضل و رحم فرمائے۔

ایسے وقتوں میں ہمیشہ مُشک کام آتی ہے۔ اس وقت مُشک، جو بمبئی سے آپ نے منگوا کر بھیجی تھی، لیکن طبیعت کی سخت گرانی اور دل کے اضطراب کی وجہ سے وہ مُشک کھولنے کے وقت زمین پر متفرق ہو کر گئی اور گرنے کے سبب سے خُشک تھی اور ہوا چل رہی تھی، ضائع ہو گئی۔ اس لیے مجھے دوبارہ آپ کو تکلیف دینی پڑی۔ یہ مُشک بہت عُمدہ تھی۔ اس دُوکان سے ایک تولہ مُشک لے کر جہاں تک ممکن ہو جلد ارسال فرمائیں کہ دورۂ مرض کا سخت اندیشہ ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ ہے ــــــــــ (خاکسار غلام احمد قادیان۔ مکتوبات جلد پنجم حصہ اول ص۲۵ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب۔)

سر کے دَورے اور سردی کی تکلیف کے لیے سب سے زیادہ آپ مشک یا عنبر استعمال فرمایا کرتے تھے اور ہمیشہ نہایت اعلیٰ قسم کا منگوایا کرتے تھے۔ یہ مُشک خریدنے کی ڈیوٹی آخری ایام میں حکیم محمد حُسین صاحب لاہوری موجدِ مفرح عنبری کے سپُرد تھی۔ عنبر اور مُشک دونوں مدّت تک سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب مدراسی کی معرفت بھی آتے رہے۔ مشک کی تو آپ کو اس قدر ضرورت رہتی کہ بعض اوقات سامنے رُومال میں باندھ رکھتے تھے کہ جس وقت ضرورت ہوئی فوراً نکال لیا۔ (سیرۃ المہدی حصہ دوم ص۱۲۳ مؤلفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

(۶۲) عنبر

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

عنایت نامہ پہنچا۔ اب بفضلہ تعالیٰ میری طبیعت ٹھہر گئی ہے۔ دورۂ مرض سے امن ہے۔ حقیقت میں یہ عمر، جب انسان ساٹھ پینسٹھ سال کا ہو جاتا ہے، مرنے کے لیے ایک بہانہ چاہتی ہے، جیسا کہ ایک بوسیدہ دیوار۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس قدر سخت حملوں سے وہ بچا لیتا ہے۔ کل کی تاریخ عنبر بھی پہنچ گیا۔ میری طرف سے آپ اس مہربان دوست کی خدمت میں شکریہ ادا کر دیں، جنہوں نے میری بیماری کا حال سُن کر اپنی عنایت اور ہمدردی محض للہ ظاہر کی۔ خدا تعالیٰ ان کو اس خدمت کا اجر بخشے اور ساتھ ہی آپ کو۔ آمین ثم آمین۔ (مکتوب نمبر ۶۷)

عنبر سفید دراصل بہت ہی نافع معلوم ہوا۔ تھوڑی خوراک سے دل کو قوت دیتا ہے اور دورانِ خون کو تیز کر دیتا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ ایسی بیماری دامن گیر ہے کہ ان چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے (مکتوب نمبر ۶۸)

(مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم حصہ اول ص۲۶، ۲۷ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

عزیزی اخویم نواب صاحب سلمہٗ اللہ تعالیٰ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

میں بباعثِ علالتِ طبع چند روز جواب لکھنے سے معذور رہا۔ میری کچھ ایسی حالت ہے کہ ایک دفعہ ہاتھ پیر سرد ہو کر اور نبض ضعیف ہو کر غشی کے قریب قریب حالت ہو جاتی ہے اور دورانِ خون یک دم ٹھہر جاتا ہے۔ جس میں اگر خدا تعالیٰ کا فضل نہ ہو تو موت کا اندیشہ ہوتا ہے۔ تھوڑے دنوں میں یہ حالت دو دفعہ ہو چکی ہے۔ آج رات پھر اس کا سخت دورہ ہوا۔ اس حالت میں صرف عنبر یا مُشک فائدہ کرتا ہے۔ رات دس خوراک کے قریب مُشک کھایا۔ پھر بھی دیر تک مرض کا جوش رہا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ صرف خدائے تعالیٰ کے بھروسے پر زندگی ہے، ورنہ دل جو رئیس بدن ہے، بہت ضعیف ہو گیا ہے۔ (خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ ۲۰ جون ۱۸۹۹ء)

(مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر چہارم ص۹۵۔ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

(۶۳) مفرح عنبری

یاقوت، مروارید، مرجان، یشب، کہربا، کستوری، زعفران وغیرہ کا ہر دلعزیز مرکب مفرح عنبری بڑی محنت سے تیار ہو گیا ہے۔ قیمت ایک ڈبہ (ص)

(اشتہار مندرجہ سرورق ص۲ خطوط امام بنام غلام، مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب بنام حکیم محمد حسین قریشی قادیانی مالک دواخانہ رفیق الصحت لاہور)

میں (حکیم محمد حسین صاحب) اپنے مولا کریم کے فضل سے اس کو بھی اپنے لیے بے اندازہ فخر و برکت کا موجب سمجھتا ہوں کہ حضور (مرزا صاحب) اس ناچیز کی تیار کردہ مفرح عنبری کا بھی استعمال فرماتے تھے۔ حضور کو چونکہ دورہ مرض کے وقت اکثر مشک و دیگر مقوی دل ادویات کی ضرورت رہتی تھی، جو اکثر میری معرفت جایا کرتی تھیں۔

(خطوط امام بنام غلام صفحہ ۳ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب بنام حکیم محمد حسین صاحب قریشی مالک دواخانہ رفیق الصحت لاہور)

(۶۲) افیون مجھے اس وقت ایک اپنا سرگزشت قصہ یاد آیا ہے اور وہ یہ کہ مجھے کئی سال سے ذیابیطس کی بیماری ہے۔ پندرہ بیس مرتبہ روز پیشاب آتا ہے اور بوجہ اس کے کہ پیشاب میں شکر ہے، کبھی کبھی خارش کا عارضہ بھی ہوتا ہے اور بعض وقت سو سو دفعہ ایک ایک دن میں پیشاب آتا ہے۔ اور کثرت پیشاب سے بہت ضعف تک نوبت پہنچتی ہے۔ ایک دفعہ ایک دوست نے مجھے یہ صلاح دی کہ ذیابیطس کے لیے افیون مفید ہوتی ہے۔ پس علاج کی غرض سے مضائقہ نہیں کہ افیون شروع کر دی جائے۔ میں نے جواب دیا کہ آپ نے بڑی مہربانی کی کہ ہمدردی فرمائی، لیکن اگر میں ذیابیطس کے لیے افیون کھانے کی عادت کر لوں تو ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی اور دوسرا افیونی۔

پس اس طرح جب میں نے خدا پر توکل کیا تو خدا نے مجھے ان خبیث چیزوں کا محتاج نہیں کیا۔

(نسیم دعوت صفحہ ۶۹ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

افیون دواؤں میں اس کثرت سے استعمال ہوتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا صاحب) فرمایا کرتے تھے کہ بعض اطباء کے نزدیک وہ نصف طب ہے۔ پس دواؤں کے ساتھ افیون کا استعمال بطور دوا نہ کہ بطور نشہ کسی رنگ میں بھی قابلِ اعتراض نہیں۔ ہم میں سے ہر ایک نے علم کے ساتھ یا بغیر علم کے ضرور کسی نہ کسی وقت افیون کا استعمال کیا ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تریاقِ الٰہی دوا خدا تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت بنائی اور اس کا ایک بڑا جزو افیون تھا اور یہ دوا کسی قدر اور افیون کی زیادتی کے بعد حضرت خلیفہ اول (حکیم نور الدین صاحب) کو حضور (مرزا صاحب) چھ ماہ سے زائد تک دیتے رہے اور خود بھی وقتاً فوقتاً مختلف امراض کے دوروں کے وقت استعمال کرتے رہے۔ (مضمون میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل جلد ۱۷ نمبر ۶ مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۲۹ء)

جب آپ (یعنی مرزا قادیانی صاحب) پہلی بار میرے مطبع میں تشریف لائے تو آپ تکیہ دار موڑھے پر بیٹھ گئے اور ایک موڑھے پر میں بیٹھ گیا اور مجھ سے کتاب کے متعلق باتیں ہوتی رہیں۔ میں نے آپ کی آنکھوں کو خوابیدہ دیکھ کر دھوکہ کھایا کہ شاید آپ پوست یا افیون استعمال کرتے ہیں، جیسا کہ رئیسوں کا حال عموماً دیکھنے میں آیا، مگر جب حضرت کی تقریر یا گفتگو سنتا تھا اور براہین احمدیہ کے مضامین پر غور کرتا تھا تو سخت حیرت ہوتی تھی کہ افیون وغیرہ کے استعمال کرنے والے کی تو یہ حالت نہیں ہوتی۔ ایسی تصنیف اور تحریر ایسا آدمی کب کر سکتا ہے۔ پھر حضرت صاحب تشریف لے گئے ...... اب مجھے اپنی پہلی غلطی اور دھوکہ کھا جانے پر افسوس ہوا۔ اور ندامت ہوئی اور خوب معلوم ہوا کہ یہ نشہ معرفتِ الٰہی کا نشہ ہے۔ نہ کہ افیون وغیرہ کا (جیسے میں اس وقت سمجھا تھا) مرزا قادیانی صاحب تو افیون کے اس درجہ قائل تھے۔ کہ گویا افیون نصف طب ہے۔ یوں بھی قادیانی تحریروں میں افیون کا تذکرہ پایا گیا۔ افیون کا عیب اور کمال یہی ہے کہ تخیل کو مضبوط اور وسیع کر دیتی ہے اور اس کے نشہ میں وہ باتیں سوجھتی ہیں کہ عقل حیران رہ جائے آدمی تیز اور طباع ہو تو پھر سونے پر سہاگہ۔ للمؤلف برلی) ———— (قادیانی صحابی شیخ نور احمد صاحب مالک مطبع ریاض ہند

کا بیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان نمبر ۱۹ جلد ۲۲ مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۳۴ء)

آج سے تیس سال قبل بہت سے لوگ ایسے تھے، جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام (میرزا صاحب) کے متعلق کہتے تھے، انہیں اردو بھی نہیں آتی اور عربی دوسروں سے لکھا کر اپنے نام سے شائع کرتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں مولوی نورالدین آپ کو کتابیں لکھ کر دیتے ہیں۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی یہ دعویٰ نہ تھا کہ آپ نے ظاہری علوم کہیں پڑھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے، میرا ایک استاد تھا، جو افیم کھایا کرتا تھا۔ وہ حقہ لے کر بیٹھا رہتا تھا کئی دفعہ پینک میں اس کے حقہ کی چلم ٹوٹ جاتی۔ ایسے استاد نے پڑھانا کیا تھا غرض آپ کو لوگ جاہل اور بے علم سمجھتے تھے۔ کئی لوگ اس بات کے مدعی تھے کہ آپ کئی سال پڑھانے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ (ارشاد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۶ نمبر ۶۲ مورخہ ۵ فروری ۱۹۲۹ء)

مجھے بچپن میں بیماری کی وجہ سے افیون دیتے تھے۔ چھ ماہ متواتر دیتے رہے مگر ایک دن نہ دی تو والدہ صاحبہ فرماتی ہیں مجھ پر نہ دینے کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس پر حضرت (مرزا صاحب) نے فرمایا خدا نے چھڑا دی تو اب نہ دو۔ (ارشاد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ منہاج الطالبین مصنفہ میاں صاحب)

۲۸ جون بروز جمعہ صبح کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ مجھے ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اور میاں ناصر احمد صاحب کو ساتھ لے کر خواجہ (کمال الدین) صاحب کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔

خواجہ صاحب نے اپنا قصہ سنانا شروع کیا۔ جو علاج کراتے ہیں اور جو عارضے رہے ہیں، سب کا ذکر ہوتا رہا۔ خواجہ صاحب افیون بھی آج کل کھاتے ہیں۔ ایک رتی سے شروع کی تھی۔ ابھی یہ خیال ہے کہ چھ ماہ اور کھائیں تاکہ اعصاب مضبوط ہو جائیں۔ (ڈائری میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نوشتہ عبدالرحیم درد صاحب قادیانی مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۵ جولائی ۱۹۲۹ء نمبر ۲ جلد ۱۷)

(۶۵) سنکھیا

جب مخالفت زیادہ بڑھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قتل کی دھمکیوں کے خطوط موصول ہونے شروع ہوئے تو کچھ عرصے تک آپ نے سنکھیا کے مرکبات استعمال کیے، تاکہ خدانخواستہ آپ کو زہر دیا جائے تو جسم میں اس کے مقابلے کی طاقت ہو۔ (ارشاد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۵ فروری ۱۹۳۵ء)

(۶۶) دو بوتل برانڈی

حضور مرزا صاحب علیہ السلام نے مجھے لاہور سے بعض اشیاء لانے کے لیے ایک فہرست لکھ کر دی۔ جب میں چلنے لگا تو پیر منظور محمد صاحب نے مجھے روپیہ دے کر کہا کہ دو بوتل برانڈی کی میری اہلیہ کے لیے پلومر کی دکان سے لیتے آویں۔ میں نے کہا کہ اگر فرصت ہوئی تو لیتا آؤں گا۔ پیر صاحب فوراً حضرت اقدس کی خدمت میں گئے اور کہا کہ حضور مہدی حسین میرے لیے برانڈی کی بوتلیں نہیں لائینگے۔ حضور ان کو تاکید فرماویں۔ حقیقتہً میرا ارادہ لانے کا نہ تھا۔ اس پر حضور اقدس مرزا صاحب نے مجھے بلا کر فرمایا کہ میاں مہدی حسین! جب تک تم برانڈی کی بوتلیں نہ لو، لاہور سے روانہ نہ ہونا۔ میں نے سمجھ لیا کہ اب میرے لیے لانا لازمی ہے، میں نے پلومر کی دوکان سے دو بوتلیں برانڈی کی غالباً چار روپیہ میں خرید کر پیر صاحب کو لادیں۔ ان کی اہلیہ کے لیے ڈاکٹروں نے بتلائی ہوں گی۔ (اخبار الحکم قادیان جلد ۳۹ نمبر ۲۵ مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۳۶ء)

(۶۷) ٹانک وائن

محبی اخویم حکیم محمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے۔ آپ اشیاء خریدنی خود خرید دیں اور ایک بوتل ٹانک وائن کی، پلومر کی دکان سے خرید دیں۔ مگر ٹانک وائن چاہیے۔ اس کا لحاظ رہے۔ باقی خیریت ہے

والسلام (مرزا غلام احمد عفی عنہ) خطوط امام بنام غلام ص۵ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب بنام حکیم محمد حسین قریشی صاحب مالک دواخانہ رفیق الصحت لاہور)

ٹانک وائن کی حقیقت لاہور میں پلومر کی دکان سے ڈاکٹر عزیز احمد صاحب کی معرفت معلوم کی گئی۔ ڈاکٹر صاحب جواباً تحریر فرماتے ہیں۔ حسب ارشاد پلومر کی دکان سے دریافت کیا گیا۔ جواب حسب ذیل ملا۔

"ٹانک وائن ایک قسم کی طاقتور اور نشہ دینے والی شراب ہے، جو ولایت سے سربند بوتلوں میں آتی ہے۔ اس کی قیمت ۸/۵ ہے (۲۱ ستمبر ۱۹۳۳ء)" سودائے مرزا ص۳۹ حاشیہ مصنفہ حکیم محمد علی صاحب پرنسپل طبیہ کالج امرتسر)

(۶۸) ٹانک وائن کا فتویٰ

پس ان حالات میں اگر حضرت مسیح موعود برانڈی اور رم کا استعمال بھی اپنے مریضوں سے کرواتے یا خود بھی مرض کی حالت میں کر لیتے تو وہ خلاف شریعت نہ تھا چہ جائیکہ ٹانک وائن، جو ایک دوا ہے۔ اگر اپنے خاندان کے کسی ممبر یا دوست کے لیے جو کسی لمبے مرض سے اٹھا ہو۔ اور کمزور ہو یا بالفرض محال خود اپنے لیے بھی منگوائی ہو اور استعمال بھی کی ہو تو اس میں کیا حرج ہو گیا۔ آپ کو ضعف کے دورے ایسے شدید پڑتے تھے کہ ہاتھ پاؤں سرد ہو جاتے تھے۔ نبض ڈوب جاتی تھی۔ میں نے خود ایسی حالت میں آپ کو دیکھا ہے۔ نبض کا پتہ نہیں ملتا تھا۔ تو اطبا یا ڈاکٹروں کے مشورے سے آپ نے ٹانک وائن کا استعمال اندریں حالات کیا ہو تو عین مطابق شریعت ہے۔ آپ تمام دن تصنیفات کے کام میں لگے رہتے تھے۔ راتوں کو عبادت کرتے تھے۔ بڑھاپا بھی پڑتا تھا۔ تو اندریں حالات اگر ٹانک وائن بطور علاج پی بھی لی ہو تو کیا قباحت لازم آگئی۔ (از ڈاکٹر بشارت احمد صاحب قادیانی فریق لاہوری مندرجہ اخبار پیغام صلح جلد ۲۳ نمبر ۱۵ مورخہ ۴ مارچ ۱۹۳۵ء و جلد ۲۲ نمبر ۶۵ مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

(۶۸) گھر کا بھیدی

میرزا شیر علی صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سالے اور ان کے فرزند میرزا افضل صاحب کے خسر تھے۔ انہیں لوگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس جانے سے روکنے کا بڑا شوق تھا۔ راستہ میں ایک بڑی لمبی تسبیح لے کر بیٹھ جاتے تسبیح کے دانے پھیرتے جاتے اور منہ سے گالیاں دیتے جاتے۔ بڑا لٹیرا ہے لوگوں کو لوٹنے کے لیے دکان کھول رکھی ہے۔ بہشتی مقبرہ کی سڑک پر دار الضعفاء کے پاس بیٹھے رہتے۔ بڑی لمبی سفید داڑھی تھی۔ سفید رنگ تھا۔ تسبیح ہاتھ میں لیے بڑے شاندار آدمی معلوم ہوتے تھے اور مغلیہ خاندان کی پوری یادگار تھے۔ تسبیح لیے بیٹھے رہتے، جو کوئی نیا آدمی آتا، اسے اپنے پاس بلا کر بٹھا لیتے اور سمجھانا شروع کر دیتے کہ میرزا صاحب سے میری قریبی رشتہ داری ہے، آخر میں نے کیوں نہ اسے مان لیا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ میں اس کے حالات سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ ایک دوکان ہے، جو لوگوں کو لوٹنے کے لیے کھولی گئی ہے۔۔۔۔۔۔ میں میرزا کے قریبی رشتہ داروں میں سے ہوں۔ میں اس کے حالات سے خوب واقف ہوں، اصل میں آمدنی کم تھی۔ بھائی نے جائیداد سے بھی محروم کر دیا۔ اس لیے یہ دکان کھول لی ہے۔ آپ لوگوں کے پاس کتابیں اور اشتہار پہنچ جاتے ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ پتہ نہیں کتنا بڑا بزرگ ہو گا۔ پتہ تو ہم کو ہے، جو دن رات اس کے پاس رہتے ہیں۔ یہ باتیں میں تو آپ کی خیر خواہی کے لیے آپ کو بتاتی ہیں۔ (میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب کی تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۲۵ء مندرجہ اخبار الفضل قادیان نمبر ۱۹ جلد ۲۳ مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۳۶ء)

(۶۹) مجاہدات

مخدومی مکرمی اخویم مولوی صاحب سلمہ تعالیٰ۔ یہ بات مسلم اور واضح رہے کہ راست باز انسان کے لیے ایسے امور کی غرض سے کسی قدر مجاہدہ ضروری ہے۔ الکرامات ثمرۃ مجاہدات۔

علالتِ طبع بہت حرج انداز ہے۔ اگر یہ مقابلہ صحت اور طاقتِ دماغی کے ایام میں ہوتا تو یقین تھا کہ تھوڑے دن کافی ہوتے، مگر اب طبیعت تحمّل شدائدِ مجاہدات نہیں رکھتی اور ادنیٰ درجے کی محنت اور خوض اور توجّہ سے جلد بگڑ جاتی ہے۔ (خاکسار غلام احمد ۱۳ مارچ ۱۸۹۱ء)

(مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ صفحہ ۱۰۳ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

(۷۰) توجہات

مخدومی مکرمی اخویم (مولوی نور الدین صاحب)

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، دو روز سے میں نے اس شخص کے لیے توجہ کرنا شروع کیا تھا، مگر افسوس کہ اس عرصہ میں میرے گھر کے لوگ یک دفعہ سخت علیل ہو گئے۔ یعنی تیز تپ ہو گیا، جس کی وجہ سے مجھے ان کی طرف توجہ کرنا پڑی۔ کل ارادہ ہے کہ ان کو مسہل دوں۔ بعد ان کی صحت کے پھر توجہ میں مصروف ہوں۔۔۔۔

والسلام خاکسار غلام احمد (مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ مؤلفہ یعقوب علی عرفانی صاحب قادیانی)

یہ عقدِ ہمت اور توجہ شمشیرِ تیز سے زیادہ اثر رکھتی ہے۔ میری رائے میں نبیوں کی تمام کامیابی کا بڑا موجب یہی توجہ باطنی تھا۔ خاکسار غلام احمد از قادیان ۲۹ فروری ۱۸۸۸ء (مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ مؤلفہ یعقوب علی عرفانی صاحب قادیانی)

میری طبیعت آپ کے بعد پھر بیمار ہو گئی۔ ابھی ریزش کا نہایت زور ہے۔ دماغ بہت ضعیف ہو گیا ہے۔ آپ کے دوست ٹھاکر رام کے لیے ایک دن بھی توجہ کرنے کے لیے مجھے نہیں ملا۔ صحت کا منتظر ہوں۔ والسلام (خاکسار غلام احمد مورخہ یکم جنوری ۱۸۹۰ء
مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ مؤلفہ یعقوب علی عرفانی صاحب قادیانی)

(۷۱) پنجابی حلق

بے شک یہ درست ہے کہ پنجابی حلق ہر ایک لفظ پوری طرح ادا نہیں کر سکتا۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک شخص نے اعتراض کیا کہ یہ تو قرآن کا صحیح تلفظ عربی لہجہ میں ادا نہیں کر سکتا ہے۔ ایسا شخص کہاں مسیح ہو سکتا ہے۔ اس کی یہ بات سن کر سید عبد اللطیف صاحب شہید نے اس پر ہاتھ اٹھایا۔ مگر مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور حضرت مسیح نے بھی انہیں روک دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ایک دفعہ ایک لکھنؤ کا آدمی آیا۔ آپ نے قرآنِ کریم کا ذکر کیا تو کہنے لگا۔ اچھے مسیح موعود بنے ہو کہ ق اور ک میں بھی فرق نہیں جانتے (خطبہ جمعہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیاں مندرجہ اخبار الفضل قادیاں جلد ۱۶ نمبر ۲۲ مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۳۸ء)

(۷۲) نماز

اب پنجاب میں حاجی (ریاض الدین احمد) صاحب فقط وحشتِ دل کا علاج کرنے اور سیر سپاٹے کو گئے تھے۔ دل میں آئی کہ چلو ذرا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے بھی مل لیں۔ دیکھیں کس قماش کے بزرگ ہیں۔ لاہور سے روانہ ہوئے قادیان میں پہنچے۔ مرزا صاحب مروت و اخلاق سے ملے اپنے کانگری کمیشن کے رکنِ اعظم حکیم نور الدین صاحب مرحوم سے ملایا اور پھر مرزا صاحب نے اپنے حجرے میں جو مسجد سے ملحق تھا اپنی خلوتِ خاص میں جگہ دی۔ راستے میں نماز کا وقت آگیا۔ حکیم نور الدین صاحب نے محرابِ مسجد میں کھڑے ہو کے نماز پڑھائی اور مرزا صاحب اپنے حجرے میں کھڑے ہو گئے۔ نماز کی ایک رکعت ہوئی تھی کہ کیا دیکھتے ہیں، مرزا صاحب نیت توڑ کے گھر کے اندر چلے گئے اور حاجی صاحب سخت حیران کہ کیا افتاد پیش آئی، جو مرزا صاحب کو نماز کی نیت توڑ دینے پر مجبور ہونا پڑا۔ نماز کے بعد حاضرینِ مسجد سے یہ واقعہ بیان کیا اور اس کا سبب پوچھا۔ معلوم ہوا کہ یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ مرزا صاحب پر نماز میں جب وحی نازل ہوتی ہے تو آپ بیتاب ہو کے اندر چلے جاتے ہیں (رسالہ دلگداز لکھنؤ بابت مارچ ۱۹۱۶ء) (تقریر میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۶ فروری ۱۹۲۰ء نمبر ۴۲ جلد ۷)

بیان کیا ہے کہ حضرت ایک رکعت کے بعد نماز کی نیت توڑ کر گھر کے اندر چلے گئے۔ اگر کسی بیماری کے غلبہ کی وجہ سے

ایسا ہوا ہو تو محل اعتراض نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق دورانِ سر اور بُر واطرات کا مرض سے او یہ وہ زرد چادریں تھیں جو روزِ ازل سے خدا نے اپنے مسیحا کے لیے بطور علامت خاص مقدر فرمائی تھیں۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۳ نمبر ۱۰۷ مورخہ ۱۸۔ اپریل ۱۹۱۶ء)

(۷۳) زنانی نماز

حضور (مرزا صاحب) کسی تکلیف کی وجہ سے جب مسجد نہ جا سکتے تھے تو اندر عورتوں میں نماز باجماعت پڑھاتے تھے اور حضرت بیوی صاحبہ (مرزا صاحب کی اہلیہ) صف میں نہیں کھڑی ہوتی تھیں بلکہ حضرت (مرزا) صاحب کے ساتھ کھڑی ہوتی تھیں۔ (تقریر مفتی محمد صادق صاحب قادیانی مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۲ نمبر ۸۷ مورخہ ۷ جنوری ۱۹۲۵ء)

حضور (مرزا صاحب) اپنی عمر کے آخری سالوں میں جب دوران سر وغیرہ تکالیف کے سبب مغرب، عشاء اور فجر گھر پر ہی پڑھنے لگے تو حضور گھر میں عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھایا کرتے تھے۔ کبھی کھڑے ہو کر اور کبھی بیٹھ کر اور حضور کے پیچھے اکثر گھر کی مستورات ہوا کرتی تھیں۔ ایسے موقعوں پر میں نے بھی بڑی کثرت سے بالخصوص ۱۹۰۵ء میں کئی ماہ تک باغ میں زلزلہ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، جن میں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دائیں طرف کھڑا ہوتا تھا اور مستورات پیچھے ہوتی تھیں (میر محمد اسحاق صاحب قادیانی کی روایت مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۴ نمبر ۱۰۸ مورخہ ۲ نومبر ۱۹۳۶ء)

(۷۴) سٹیشن کی سیر

بیان کیا حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود کسی سفر میں تھے۔ اسٹیشن پر پہنچے تو ابھی گاڑی آنے میں دیر تھی۔ آپ بیوی صاحبہ کے ساتھ اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر ٹہلنے لگ گئے۔ یہ دیکھ کر مولوی عبدالکریم صاحب جن کی طبیعت غیور اور جوشیلی تھی، میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بہت لوگ اور پھر یہ لوگ اِدھر اُدھر پھرتے ہیں۔ آپ حضرت صاحب سے عرض کریں کہ بیوی صاحبہ کو الگ ایک جگہ بٹھا دیں۔ حضرت نے فرمایا۔ جاؤ جی، میں ایسے پردہ کا قائل نہیں ہوں۔ مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب سر نیچے ڈالے میری طرف آئے۔ میں نے کہا، مولوی صاحب جواب لے آئے؟ (سیرۃ المہدی حصہ اول ص ۶۹ مصنفہ بشیر احمد قادیانی)

(۷۵) مرزا صاحب کا نسب نامہ

اب میرے سوانح اس طور پر ہیں کہ میرا نام غلام احمد، میرے والد کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا صاحب کا نام گل محمد صاحب تھا اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ ہماری قوم مغل برلاس ہے اور میرے بزرگوں کے پرانے کاغذات سے، جو اب تک محفوظ ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ملک میں سمرقند سے آئے تھے۔ (کتاب البریہ ص ۱۴۲ حاشیہ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

ملک ہندوستان کے صوبہ پنجاب میں لاہور سے گوشہ شمال مشرق میں ایک گاؤں قادیان نام ہے، جو ضلع گورداسپور میں واقع ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا گمنام گاؤں تھا۔ دنیا میں کوئی بھی اس کو نہیں پہچانتا تھا بجز اس ضلع کے آدمیوں کے، جس میں وہ واقع ہے۔ یہاں مرزا غلام مرتضیٰ صاحب رئیس اعظم (مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کے والد) سکونت پذیر تھے، جو قوم کے مغل گوت کے برلاس کہلاتے تھے۔ (عسل مصفیٰ جلد دوم ص ۱۲۹ مولفہ مرزا خدا بخش صاحب قادیانی)

یاد رہے کہ اس خاکسار کا خاندان بظاہر مغلیہ خاندان ہے۔ کوئی تذکرہ ہمارے خاندان کی تاریخ میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ وہ بنی فارس کا خاندان تھا۔ ہاں بعض کاغذات میں یہ دیکھا گیا ہے کہ ہماری بعض دادیاں شریف اور مشہور سادات میں سے تھیں۔ اب خدا کی کلام سے معلوم ہوا کہ دراصل ہمارا خاندان فارسی خاندان ہے۔ سو اس پر

ہم پورے یقین سے ایمان لاتے ہیں۔ کیونکہ خاندانوں کی حقیقت جیسی کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، کسی دوسرے کو ہرگز معلوم نہیں۔ (اربعین نمبر ۲ ص۱۷ حاشیہ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

میرے پاس فارسی ہونے کے لیے بجز الہامِ الٰہی کے اور کچھ ثبوت نہیں (تحفہ گولڑویہ ص۲۹ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

میں نے اپنے آباؤ اجداد کی سوانح کی کتابوں میں پڑھا ہے اور نیز اپنے والد سے سُنا ہے کہ میرے آباؤ اجداد مغل نسل سے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ وہ تُرک نہیں تھے۔ بلکہ بنو فارس میں سے تھے اور میرے رب نے یہ بھی خبر دی ہے۔ میری بعض دادیاں بنو فاطمہ اور ایک بنتِ نبوت میں سے تھیں تو اللہ تعالیٰ نے کمال حکمتِ مصلحت سے اسحٰق و اسماعیل کی نسل جمع کر دی۔ (ترجمۃ الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی ص۷۷ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

اس پیش گوئی کو شیخ محی الدین ابن عربی نے بھی اپنی کتاب خصوص میں لکھا ہے کہ وہ صینی الاصل ہوگا۔ (متن)

اس سے مطلب یہ ہے کہ اس کے خاندان میں ترک کا خون ملا ہوا ہوگا۔ ہمارا خاندان، جو اپنی شہرت کے لحاظ سے مغلیہ خاندان کہلاتا ہے، اس پیش گوئی کا مصداق ہے، کیونکہ اگرچہ سچ وہی ہے، جو خدا نے فرمایا کہ یہ خاندان فارسی الاصل ہے، مگر یہ تو یقینی اور مشہور و محسوس ہے کہ اکثر مائیں اور دادیاں ہماری مغلیہ خاندان سے ہیں اور وہ صینی الاصل ہیں یعنی چین کی رہنے والی (حاشیہ) حقیقۃ الوحی ص۲۰۱ متن و حاشیہ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

ایک حدیث سے جو کنز العمال میں موجود ہے۔ سمجھا جاتا ہے کہ فارس یعنی بنو فارس، بنی اسحاق میں سے ہیں۔ پس اس طرح پر وہ آنے والا مسیح اسرائیلی ہوا اور بنی فاطمہ کے ساتھ امہاتی تعلق رکھنے کی وجہ سے جیسا کہ مجھے حاصل ہے، فاطمی بھی ہوا۔ پس گویا وہ نصف اسرائیلی ہوا اور نصف فاطمی ہوا، جیساکہ حدیثوں میں آیا ہے۔ ہاں میرے پاس فارسی ہونے کے لیے بجز الہامِ الٰہی کے اور کچھ ثبوت نہیں۔ (تحفہ گولڑویہ ص۲۹ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

(اپنے خیال میں مرزا صاحب ضروری سمجھتے تھے۔ کہ مختلف پیش گوئیاں نسل و خاندان کے لحاظ سے اپنے اوپر منطبق کریں اور اس سعی لاحاصل میں مرزا صاحب کو جس درجہ تاویلات کو طول دینا پڑا وہ کافی سبق آموز ہے (للمؤلف)

(۵) ہیضہ کا فیصلہ

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علیٰ من اتبع الھُدیٰ

اگر میں ایسا ہی کذّاب اور مفتری ہوں جیساکہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت زیادہ عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے۔ تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب مفتری نہیں اور خدا کے مکالمے و مخاطبے سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو خدا کے فضل سے اُمید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا، جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے، جیسے طاعون، ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ (واقعہ یہ ہے کہ خود مرزا قادیانی صاحب مرضِ ہیضہ میں مُبتلا ہو کر یکایک انتقال کر گئے۔ اور حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری بعد میں بھی مُدتِ دراز تک بخیر و عافیت قادیانیت کی سرکوبی میں مشغول رہے۔ المؤلف برنی)

اس اشتہار کی اشاعت کے ہفتہ عشرہ بعد ہی ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو اخبار بدر قادیان میں مرزا صاحب کی روزانہ ڈائری میں شائع ہوا کہ

ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا، یہ دراصل ہماری (یعنی مرزا صاحب کی) طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی (بعد کے واقعہ سے بھی یہی ظاہر ہوا۔ للمؤلف برنی) (اخبار بدر قادیان مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء)

(۶۷) مرزا صاحب کی وفات

برادران! جیساکہ آپ سب صاحبان کو معلوم ہے کہ حضرت امامنا و مولانا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود مرزا صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسہال کی بیماری بہت دیر سے تھی اور جب آپ کوئی دماغی کام زور سے کرتے تھے تو بڑھ جاتی تھی۔ حضور کو یہ بیماری بسبب کھانا نہ ہضم ہونے کی تھی اور چونکہ دل سخت کمزور تھا اور نبض ساقط ہوجایا کرتی تھی، اس دفعہ لاہور کے قیام میں بھی حضور کو دو تین دن پہلے یہ حالت ہوئی، لیکن ۲۵ تاریخ مئی کی شام کو جب کہ آپ سارا دن (پیغام صلح) کا مضمون لکھنے کے بعد سیر کو تشریف لے گئے تو واپسی پر حضور کو پھر اس بیماری کا دورہ شروع ہوگیا اور وہی دوائی جو کہ پہلے مقوی معدہ استعمال فرماتے تھے، مجھے حکم بھیجا تو بنواکر بھیج دی گئی۔ مگر اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور قریباً گیارہ بجے اور ایک دست آنے پر طبیعت از حد کمزور ہوگئی۔ اور مجھے اور حضرت خلیفہ نورالدین صاحب کو طلب فرمایا۔ مقوی ادویہ دی گئیں اور اس خیال سے کہ دماغی کام کی وجہ سے یہ مرض شروع ہوئی، نیند سے آرام آجائے گا، ہم واپس اپنی جگہ پر چلے گئے۔ مگر تقریباً دو اور تین بجے کے درمیان ایک اور بڑا دست آگیا، جس سے نبض بالکل بند ہوگئی اور مجھے اور حضرت مولانا خلیفۃ المسیح مولانا نورالدین صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کو بلوایا اور برادرم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو بھی گھر سے طلب کیا اور جب وہ تشریف لائے تو مرزا یعقوب بیگ صاحب کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ مجھے سخت دورہ ہوگیا ہے۔ آپ کوئی دوا تجویز کریں۔ علاج شروع کیا گیا۔ چونکہ حالت نازک ہوگئی تھی، اس لیے ہم پاس ہی ٹھہرے رہے اور علاج باقاعدہ ہوتا رہا ــــ مگر پھر نبض واپس نہ آئی یہاں تک کہ ½ ۱۰ بجے صبح ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدس کی روح اپنے محبوب حقیقی سے جاملی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ــــ (اعلان منجانب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب قادیانی مندرجہ ضمیمہ اخبار الحکم قادیان غیر معمولی مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء)

۷۷ ایک سخت بیماری (۳)

اگر آپ احمد (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی صاحب) کی ڈائری کو اخبار بدر کے پرچوں سے ملاحظہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کی موت ناگہانی ہوئی۔ آپ آخر دن تک اپنی معمولی صحت کی حالت میں رہے۔ اس شام سے پہلے جب آپ بیمار ہوئے، آپ سارا دن ایک رسالہ لکھنے میں مشغول رہے، جس کا نام پیغام صلح ہے۔ اور تاریخ مقرر کی گئی کہ اس پیغام کو ٹاؤن ہال میں ایک بڑے مجمع کے سامنے پڑھا جاوے اور اس دن کی شام کو حسب معمول سیر کے لیے باہر تشریف لے گئے اور کسی آدمی کو خبر نہ تھی کہ یہ آپ کا آخری سیر تھا۔ رات کو وہ ایک سخت بیماری میں (یعنی دست اور قے میں ”المولف“) مبتلا ہوگئے اور صبح دس بجے کے قریب آپ کا وصال ہوگیا۔ آپ کی وفات کی خبر احمدی جماعت کے لیے بالکل ناگہانی تھی۔ چنانچہ جس جگہ خبر پہنچی لوگوں کو اس کی صداقت پر اعتبار نہ آیا۔ (رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان ص۲۳۱ نمبر۶ جلد ۳)

(۴) حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۲۶ اپریل ۱۹۰۸ء کو لاہور تشریف لے گئے۔ اسی روز بوقت ۴ بجے صبح آپ پر یہ وحی ہوئی، جو آپ کی وفات پر دلالت کرتی تھی۔ مباش ایمن از بازی روزگار۔ اسی وحی کے بعد قادیان میں کوئی موقعہ نہ ملا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہو۔ اس لیے قادیاں میں یہ آخری وحی تھی (اخبار الحکم قادیان کا خاص نمبر جلد نمبر ۳۰ ۱۹/۱۸ مورخہ ۲۱، ۲۸ مئی ۱۹۳۲ء)

بمقام لاہور آپ کا (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا) قیام قریباً ایک ماہ تک رہا اور اس عرصہ میں آپ نے کئی تقریریں فرمائیں۔ ملنے والوں اور نئے نئے ملاقاتیوں کے ساتھ گفتگو کا سلسلہ اور روزمرہ نمازوں میں شامل ہوتے رہے اور ہر روز سیر کے واسطے جاتے رہے۔ جس روز حضور کا واقعہ وصال ہوا، اس سے ایک روز پہلے حضور نے ایک رسالہ لکھا۔ جس کا نام پیغام صلح رکھا۔ یہ پیغام آپ نے اس غرض سے لکھا تھا کہ لاہور ٹاؤن ہال میں مختلف مذاہب

کے دکلاء کو ایک عام جلسہ میں مدعو کرکے سُنایا جاوے۔ جب وہ پیغام لکھ چکے تو شام کے وقت وہ سیر کے لیے تشریف لے گئے، مگر واپسی پر ان کی طبیعت ناساز ہوگئی۔ بیمار ہوگئے (یعنی دست اور قے کی بیماری میں مبتلا ہوگئے۔ المؤلف) اور دوسرے دن قریباً ساڑھے دس بجے کے وقت راہی ملک بقا ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (رسالہ ریویو آف ریلیجز قادیان ص۲۴۱ نمبر ۹ جلد ۱۳)

باوجود اس کے کہ زمانہ وفات کے قریب ہونے کی خبر متواتر وحیوں سے ملتی رہی، مگر پھر بھی جب حضرت حجۃ اللہ علی الارض، خلیفۃ اللہ فی حلل الانبیاء حضرت احمد علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام کے حسب وعدہ الٰہی متوفی ہو کر حیات طیبہ سے رفیع المرتبت ہونے کا وقت آیا تو بالکل اچانک ہی آگیا۔ جس مشن کے پورا کرتے اور جس عظیم الشان کام کے انصرام کے لیے آپ کی بعثت ہوئی تھی۔ اس کام میں وہ برابر اخیر وقت تک نہایت مستعدی سے مصروف رہے یہاں تک کہ بیماری (دست اور قے) کے شدید حملے نے عاجز کر دیا اور قریباً ۱۲ گھنٹے کی بیماری کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ (رسالہ ریویو آف ریلیجز قادیان ص۱۴۱ نمبر ۹ جلد ۳)

الف۔ موت کی ہلچل

یوم الوصال کی صبح کو گو علالت کی خبر مل چکی تھی۔ مگر یہ معلوم نہ تھا کہ یہ صبح ہمارے لیے شام فراق بننے والی ہے۔ مجھے سماچار پریس میں بھیج دیا گیا لیکن میں اپنے قلب میں کچھ اس طرح اضطراب پاتا کہ نہیں سمجھتا تھا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ بجائے بارہ بجے کے سوا نو بجے ہی واپس چلا آیا۔ آتے ہی کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ سراسیمہ، پریشان اور حیران پھر رہے ہیں۔ ایک دوسے پوچھا مگر کچھ جواب نہ ملا۔ شاید ہیضہ کے آثار میں گو مگو کا عالم ہو۔ (المؤلف برقی) آخر معلوم ہوا کہ حضور اس وقت نازک حالت میں دگو یا نزع کی عام کی صورت نہیں۔ (المؤلف برقی) تھوڑی دیر بعد انگریز ڈاکٹر آیا۔ مگر آتے ہی چلا گیا اور آخر تک موت کی خاص صورت ظاہر ہے۔ (المؤلف برقی) اور ادھر ایک دوست کو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے سُن کر کلیجہ پکڑے دل مسوس کر رہ گیا۔ (قاضی اکمل صاحب قادیانی کا مضمون یاد ایام مندرجہ اخبار الحکم قادیان کا خاص نمبر جلد نمبر ۳ نمبر ۱۸، ۱۹ صفحہ نمبر ۱۲۔ ۲۸ مئی ۱۹۳۴ء)

۸۔ مرض الموت

خاکسار مختصراً عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء یعنی پیر کی شام کو بالکل اچھے تھے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد خاکسار باہر سے مکان میں آیا تو میں نے دیکھا کہ آپ والدہ صاحبہ کے ساتھ پلنگ پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ میں اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا اور پھر مجھے نیند آگئی۔ رات کے پچھلے پہر صبح کے قریب مجھے جگایا گیا۔ یا شاید لوگوں کے چلنے پھرنے اور بولنے کی آواز سے میں خود بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا صاحب) اسہال کی بیماری سے سخت بیمار ہیں اور حالت نازک ہے اور ادھر ادھر معالج اور دوسرے لوگ کام میں لگے ہوئے ہیں۔ جب میں نے پہلی نظر حضرت مسیح موعود کے اوپر ڈالی تو میرا دل بیٹھ گیا۔ کیونکہ میں نے ایسی حالت آپ کی اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی اور میرے دل پر یہی اثر پڑا کہ یہ مرض الموت ہے۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول ص۹ مؤلفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

۹۔ وقت آخر

خاکسار نے والدہ صاحبہ کی یہ روایت جو شروع میں درج کی گئی ہے۔ جب دوبارہ والدہ صاحبہ کے پاس برائے تصدیق بیان کی اور حضرت مسیح موعود کی وفات کا ذکر آیا تو والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کو پہلا دست کھانا کھانے کے وقت آیا تھا۔ مگر اس کے تھوڑی دیر تک ہم لوگ آپ کے پاؤں دباتے رہے اور آپ آرام سے لیٹ کر سو گئے اور میں بھی سو گئی۔ لیکن کچھ دیر کے بعد آپ کو پھر حاجت محسوس ہوئی اور غالباً ایک دو دفعہ حاجت کے لیے آپ پاخانہ تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپ نے زیادہ ضعف

محسوس کیا تو آپ نے ہاتھ سے مجھے جگایا۔ میں اٹھی تو آپ کو اتنا ضعف تھا کہ آپ میری چارپائی پر لیٹ گئے اور میں آپ کے پاؤں دبانے بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے فرمایا، تم اب سو جاؤ۔ میں نے کہا نہیں میں دباتی ہوں۔ اتنے میں آپ کو ایک اور دست آیا۔ مگر اب اس قدر ضعف تھا کہ آپ پاخانے نہ جا سکتے تھے۔ اس لیے چارپائی کے پاس ہی بیٹھ کر آپ فارغ ہوئے اور پھر اٹھ کر لیٹ گئے اور میں پاؤں دباتی رہی مگر ضعف بہت ہو گیا تھا۔ اس کے بعد ایک اور دست آیا اور پھر آپ کو قے آئی۔ جب آپ قے سے فارغ ہو کر لیٹنے لگے تو اتنا ضعف تھا کہ آپ پشت کے بل چارپائی پر گر گئے اور آپ کا سر چارپائی کی لکڑی سے ٹکرایا اور حالت دگرگوں ہو گئی۔ اس پر میں نے گھبرا کر کہا: اللہ یہ کیا ہونے لگا ہے تو آپ نے کہا یہ وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا۔ خاکسار نے والدہ صاحبہ سے پوچھا کہ آپ سمجھ گئی تھیں کہ حضرت صاحب کا کیا منشا ہے..... والدہ صاحبہ نے فرمایا "ہاں" (سیرۃ المہدی صفحہ ۱۰۹ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی)

(۸۰) ہیضہ کا واقعہ

آج کل ہمارے گھر کے لوگ بمقام چھاؤنی انبالہ صدر بازار اپنے والدین کے پاس یعنی اپنے والد میر ناصر نواب صاحب نقشہ نویس دفتر نہر کے پاس بود و باش رکھتے ہیں (اشتہار واجب الاظہار منجانب مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۶۱ مؤلفہ قاسم علی قادیانی)

ابتدا میں جب کبھی حضرت (مرزا) صاحب باہر تشریف لے جاتے تھے تو مجھے گھر کی حفاظت اور قادیان کی خدمت کے لیے چھوڑ جاتے تھے اور آخر زمانہ میں جب کہیں سفر کرتے تھے اور گھر کے لوگ ہمراہ ہوتے تھے تو بندہ بھی ہمرکاب ہوتا تھا۔ چنانچہ جب آپ لاہور تشریف لے گئے، جس سفر میں آپ کو سفر آخرت پیش آیا۔ تب بھی بندہ آپ کے ہمراہ تھا اور اس شام کی سیر میں بھی شریک تھا جس کے دوسرے روز آپ نے قبل از دوپہر انتقال فرمایا۔

اب بڑا اور سخت تبدیلی میرے حال میں پیدا ہوئی اور ایسی سخت مصیبت نازل ہوئی کہ جس کی تلافی بہت مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا میری تکلیف کو کوئی نہیں جان سکتا۔

حضرت (مرزا) صاحب جس رات کو بیمار ہوئے۔ اس رات کو میں اپنے مقام پر جا کر سو چکا تھا۔ جب آپ کو بہت تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا تھا۔ جب میں حضرت (مرزا صاحب) کے پاس پہنچا اور آپ کا حال دیکھا تو آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا، میر صاحب مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے کوئی ایسی صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی۔ یہاں تک کہ دوسرے روز دس بجے کے بعد آپ کا انتقال ہو گیا (مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کے خسر میر ناصر صاحب قادیانی کے خود نوشتہ حالات مندرجہ حیات ناصر صفحہ ۱۴ مرتبہ شیخ یعقوب علی عرفانی قادیانی)

(۵) ہانگ کانگ سے ایک مبلغ نے لکھا ہے کہ یہاں بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات مرض ہیضہ سے ہوئی (ہیضہ کی خبر بھی ہیضہ کی طرح دور دور تک پھیل گئی۔ مؤلف برقی) نیز اور بھی اعتراض رنگ رنگ میں وفات کے متعلق کرتے ہیں اور یہ کہ روایت ہے کہ آخری وقت منہ کی راہ سے غلاظت خارج ہوئی۔ (استغفر اللہ۔ مؤلف برقی) اس لیے کسی صحابی سے اس وقت کے حالات لکھا کر بھیجے جائیں۔ لہذا ناظم صاحب تحریک جدید کے حکم کی تعمیل میں عاجز نے مفصلہ ذیل مضمون لکھا ہے۔ جو فائدہ عام کے واسطے درج اخبار کیا جاتا ہے۔ (محمد صادق عفا اللہ عنہ ۱۲ نومبر ۱۹۳۷ء)

وصال سے دو گھنٹہ قبل حضور بات نہ کر سکتے تھے۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب مرحوم اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب معالج تھے۔ کاغذ قلم دوات منگا کر حضور نے لکھا۔ خشکی بہت ہے۔ بات نہیں کی جاتی۔ ایسے ہی کچھ اور بھی الفاظ تھے، جو پڑھے نہ گئے۔ (گویا آخری وقت بھی زبان سے نہ نکلتا ہوگا۔ دل کا حال کسی کو کیا معلوم۔ بظاہر بدحواسی معلوم ہوتی تھی کہ تحریر بھی سمجھنے میں نہ آ سکی۔ مرض ہیضہ میں خشکی کی بہت شکایت ہو جاتی ہے۔ حقیقت حال سے

اللہ ہی بہتر واقف ہے۔ البتہ بظاہر بڑی عبرت معلوم ہوتی ہے۔ (المؤلف برقی)
(میر صاحب کے صحابی محمد صادق صاحب قادیانی کا مضمون۔ مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۵ نمبر ۲۷۲۔
مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۳۷ء)

الف۔ نعوذ باللہ چند روز ہوئے مجھے ایک قادیانی بزرگ سے، جو لاہور میں سکونت پذیر ہیں۔ لاہور سے باہر ایک جگہ ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ اثنائے گفتگو میں میرے منہ سے یہ نکل گیا کہ خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم موت کے وقت بہت خوش تھے۔ وہ بزرگ جھٹ بول اٹھے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ محمود (یعنی میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان) کا دشمن موت کے وقت خوش ہو۔ موت کے وقت خواجہ کے منہ سے پاخانہ نکل رہا تھا۔ میں نے اس بزرگوار سے دریافت کیا کہ آپ نے خواجہ صاحب کو دیکھا۔ ارشاد ہوا۔ دیکھا تو نہیں، مگر جو میں کہتا ہوں، سچ ہے۔ میں نے آیت تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ کی طرف توجہ دلائی مگر بے سود، مجھے بہت تعجب ہوا۔ بالکل ایسے ہی الفاظ موت کے وقت منہ سے پاخانہ نکل رہا تھا۔ (المؤلف برقی)
مخالفین حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (مرزا غلام احمد قادیانی صاحب) کے متعلق کہتے ہیں اور لاکھ تردید کرو نہیں مانتے (نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا المؤلف برقی)
(چوہدری محمد اسماعیل صاحب قادیانی لاہوری کا بیان جو قادیانی جماعت لاہور کے اخبار پیغام صلح لاہور جلد نمبر ۲۷ نمبر ۱۳۔
مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا)
اور جو شخص کہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور اس کے الہام اور کلام سے مشرف ہوں۔ حالانکہ وہ نہ خدا کی طرف سے ہے، نہ اس کے الہام و کلام سے مشرف ہے۔ وہ بہت بُری موت سے مرتا ہے اور اس کا انجام نہایت ہی بد اور قابلِ عبرت ہوتا ہے۔ اخبار الفضل قادیان جلد ۸ نمبر ۵ مورخہ ۲ مارچ ۱۹۲۰ء

(۸۱) عبرت ناک موت محمد عاشق نائب صدر مجلس احرار قصور جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں بے حد بدزبانی کیا کرتا تھا۔ ۲۹ جولائی کو ہیضہ سے نہایت عبرتناک موت مر گیا۔ قصور کے دوسرے احرار کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

۸۲ عبرت مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اپنی تحریرات میں ہیضے کو قہر الٰہی کا ایک نشان قرار دیتے تھے۔ جو سرکشوں پر بطور عذاب نازل ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض مسلمانوں مثلاً مولوی ثناء اللہ صاحب سے جو ان کے مقابلے ہوئے ان میں بھی انہوں نے یہی بددعا کی کہ جو کاذب ہو، اس پر ہیضے وغیرہ کی شکل میں موت نازل ہو اور آج قادیانی صاحبان کا ہیضہ کے متعلق یہی عقیدہ ہے۔ خدا کی قدرت کہ اسی مرض ہیضہ میں خود مرزا صاحب نے انتقال کیا اور ہیضہ بھی ایسا تیز کہ اچھے خاصے تھے، تصنیف و تالیف میں مشغول تھے۔ شام کو سیر و تفریح کر کے آئے۔ رات کو بیوی صاحبہ کے ساتھ کھانا کھایا۔ یکایک دست اور قے شروع ہوئے۔ ہزار علاج کیا چند گھنٹوں میں خاتمہ ہو گیا۔ مقامِ عبرت ہے۔
قادیانی صاحبان اس واقعہ سے دل میں تو شرماتے ہیں۔ لیکن زبان سے جھٹلاتے ہیں کہ مرزا صاحب گویا اسہال کے مرض میں فوت ہوئے۔ ہیضہ سے فوت نہیں ہوئے۔ چنانچہ ہم نے اس کتاب کے پہلے ایڈیشن میں سیدھی بات لکھ دی تھی کہ مرزا صاحب ہیضہ میں مبتلا ہو کر فوت ہوئے۔ لیکن قادیانی صاحبان اس پر بہت چراغ پا ہوئے کہ گویا مرزا صاحب فوت ہوئے تو سارا مطلب فوت ہو گیا۔ چنانچہ پہلی کتاب "تصدیق احمدیہ" (مصنفہ سید بشارت احمد صاحب قادیانی) میں یہ تنبیہہ کی گئی کہ حضور (مرزا صاحب) کے وصال کا باعث ہیضہ قرار دینا

صریح جھوٹ بلکہ قانونی جُرم ہے"۔ دُوسری کتاب "ہمارا مذہب" مصنفہ محمد علی صاحب قادیانی شائع ہوا تو اس میں الزام دیا گیا کہ جناب محقق برقی صاحب بالقابہ نے حضرت مسیح موعود کی وفات کے متعلق لکھا ہے کہ ہیضہ سے واقع ہوئی مگر یہ منجملہ آپ کے افتراؤں کے ایک نہایت ہی ناپاک افترا ہے۔ شاید ناپاکی ہیضہ سے پیدا ہوئی۔

چونکہ قادیانی صاحبان بوجہ معلوم ہیضہ کے نام سے بہت چڑتے ہیں۔ بعد کے ایڈیشنوں میں ہم نے اس کی صراحت لکھدی کہ مرزا صاحب دست اور قے کے مرض میں فوت ہوئے۔ لیکن مثل مشہور ہے، جو نندہ یابندہ حق کا اظہار ہونا تھا۔ بالآخر خود مرزا صاحب کے قول سے یہ امر ثابت ہوگیا کہ ان کو مرض ہیضہ لاحق ہوا تھا۔ جو باعثِ وفات ہوا۔ اور مرزا صاحب بھی کون، جو قادیانی اعتراف کے بموجب 'خاندانی طبیب' تھے، اور علم طب میں خاصی دسترس رکھتے تھے۔ چنانچہ اس بارہ میں مرزا صاحب کے خسر میر ناصر نواب صاحب کی عینی شہادت اس پانچویں ایڈیشن میں اوپر درج ہے۔ کیا اب توقع کی جاسکتی ہے کہ قادیانی صاحبان ہیضہ کے واقعہ کو تسلیم کرلیں یا اب بھی ان کو عذر ہی رہے گا اور خدانخواستہ مرزا صاحب کا آخری قول جُھٹلانے میں بھی دریغ نہ ہوگا۔

اس بارے میں قادیانی صاحبان دو عذر بڑے شدومد سے پیش کرتے ہیں۔ اوّل یہ کہ تیمار دار ڈاکٹر اور اطبا نے مرزا صاحب کی وفات کا سبب اسہال قرار دیا۔ دوم یہ کہ مرزا صاحب کا جنازہ لاہور سے قادیان لائے تو کچھ سفر ریل میں طے ہوا۔ گویا ہیضہ کے مرض میں ریل کے سفر کی اجازت کیسے مل سکتی تھی۔ لیکن ان عذرات کی حقیقت بخوبی ظاہر ہے یہ تیمار دار ڈاکٹر اور طبیب کون تھے۔ خود مرزا صاحب کے مُرید اور معتقد جو کسی طرح مرزا صاحب سے ہیضہ منسوب کرنا گوارہ نہیں کرسکتے۔ لہٰذا گول بات کہدی کہ اسہال سے موت واقع ہوئی۔ حالانکہ اسہال تمام عمر آئے۔ اسہال میں تمام کام انجام پائے گویا اسہال طبیعتِ ثانی بن چکے تھے پھر یہ کس قسم کے اسہال تھے کہ یکایک اچھی صحت میں شروع ہوئے۔ ان کے ساتھ قے بھی آئی اور آناً فاناً کام تمام ہوگیا۔ رہا ریل میں جنازہ لے جانے کا معاملہ ایک جماعت کا مذہبی پیشوا جو ذی اثر اور ذی استطاعت ہو، جو خصوصیت سے حکومت کا مؤید اور مداح رہا ہو۔ حکومت سے روابط رکھتا ہو۔ اگر کسی قریب مقام تک اس کا جنازہ ریل میں لے جانے کی اجازت مل جائے۔ اور روک ٹوک نہ ہو تو کون بڑی بات ہے اور ایسی رعایت میں کیا مضائقہ ہے

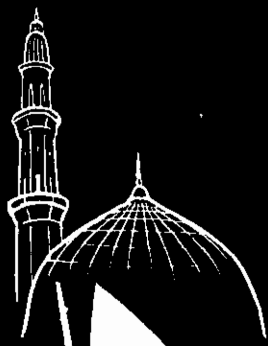
خود مرزا صاحب کی وفات تو واقع ہوئی! اس کے سوا قادیانی اکابر اور مخلصین جو مرزا صاحب کے بڑے بڑے صحابہ شمار ہوتے تھے۔ مثلاً مولوی عبدالکریم صاحب، حکیم نورالدین صاحب، میاں عبداللہ سنوری صاحب، یہ بھی جن حالات میں اور جن امراض میں فوت ہوئے، وہ خالی از عبرت نہیں۔

قادیانی صاحبان کا یہ قدیم مسلک ہے کہ کوئی مسلمان جو ان کی آنکھ میں کھٹکتا ہو، اگر اس کو کوئی معمولی حادثہ بھی پیش آجائے تو اس کو بڑھا چڑھا کر مشتہر کرتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں کہ ان کو آسمانی نصرت حاصل ہوئی۔ چنانچہ اس ذہنیت کا اکثر مظاہرہ ہوتا رہتا ہے، جو ہمیشہ مضحکہ خیز ہوتا ہے۔ قادیانی صاحبان جو مسلمانوں کو بہت عبرت دلانا چاہتے ہیں، کبھی تو انصاف سے دل میں سوچیں کہ خود ان کو عبرت حاصل کرنے کی کس درجہ ضرورت ہے اور کس درجہ عبرت آموز واقعات اُن کو پیش آچکے ہیں اور پیش آرہے ہیں ورنہ حشر

ہم اگر کچھ بھی کہیں گے تو شکایت ہوگی۔

(پروفیسر الیاس برقی)





انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

معاملات



مہدئ برحق

سب اپنے بنائے ہُوئے زنداں میں ہیں محبُوس
خاور کے ثوابت ہوں کہ افرنگ کے سیّار
پیرانِ کلیسا ہوں کہ شیخانِ حرم ہوں
نے جدّتِ گفتار ہے، نے جدّتِ کردار
ہیں اہلِ سیاست کے وہی کہنہ خم و پیچ
شاعر اسی افلاسِ تخیّل میں گرفتار
دُنیا کو ہے اس مہدئ برحق کی ضرورت
ہو جس کی نگہ زلزلۂ عالمِ افکار

امامت

تُو نے پُوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحبِ اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئنے میں تجھ کو دکھا کر رُخِ دوست
زندگی تیرے لیے اور بھی دُشوار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
فتنۂ ملّتِ بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

اقبالؒ

زمین کی حسرت
زر کی محبت
زن کی قیامت

قادیانیت — ابن عباس خاص

دہلی کی شادی

ستائیسواں نشان (نبوت) یہ پیش گوئی ہے کہ میری اس شادی کے بارے میں جو دہلی میں ہوئی تھی خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ الحمد للہ الذی جعل لکم الصہر والنسب —— یعنی اس خدا کی تعریف ہے جس نے تمہیں دامادی اور نسب دونوں طرف سے عزت دی یعنی تمہارے نسب کو بھی شریف بنایا اور تمہاری بیوی بھی سادات میں سے آئے گی۔ یہ الہام شادی کے لیے ایک پیشگوئی تھی، جس سے مجھے یہ فکر پیدا ہوا کہ شادی کے اخراجات کو کیونکر میں انجام دوں گا کہ اس وقت میرے پاس کچھ نہیں اور نیز کیونکر میں ہمیشہ کے لیے اس بوجھ کا متحمل ہو سکوں گا تو میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ ان اخراجات کی مجھ میں طاقت نہیں تب یہ الہام ہوا کہ ؎

ہر چہ باید نو عروسی را ہمہ ساماں کنم　　　　وآنچہ درکارِ شما باشد عطائے آں کنم

یعنی جو کچھ تمہیں شادی کے لیے درکار ہوگا تمام سامان اس کا میں آپ کروں گا اور جو کچھ تمہیں وقتاً فوقتاً حاجت ہوتی رہے گی آپ دیتا رہوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا شادی کے لیے جو کسی قدر مجھے روپیہ درکار تھا ان ضروری اخراجات کے لیے منشی عبدالحق صاحب اکونٹنٹ لاہوری نے پانچ سو روپیہ مجھے قرض دیا اور ایک صاحب حکیم محمد شریف نام ساکن کلانور نے جو امرتسر میں طبابت کرتے تھے دو سو روپیہ یا تین سو روپیہ بطور قرضہ دیا۔

اس وقت منشی عبدالحق صاحب اکونٹنٹ نے مجھے کہا کہ ہندوستان میں شادی کرنا ایسا ہے جیسا کہ ہاتھی کو اپنے دروازہ پر باندھنا۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ ان اخراجات کا خدا نے خود وعدہ فرمایا ہے۔ پھر شادی کرنے کے بعد سلسلہ فتوحات کا شروع ہو گیا اور یہ وہ زمانہ تھا کہ باعثِ تفرقہ وجود معاش پانچ سات آدمی کا خرچ بھی میرے پر ایک بوجھ تھا اور اب وہ وقت آ گیا کہ بحسابِ اوسط تین سو آدمی ہر روز مع عیال و اطفال اور ساتھ اس کے کئی غربا اور درویش

اس لنگر خانہ میں روٹی کھاتے ہیں اور یہ پیش گوئی لالہ شرمپت آریہ اور ملاوا مل آریہ ساکنان قادیان کو بھی قبل از وقت سنائی گئی تھی۔ اور شیخ حامد علی اور چند اور واقف کاروں کو اس سے اطلاع دی گئی تھی۔ اور منشی عبدالحق اکونٹنٹ لاہوری اگرچہ اس وقت مخالفین کے زمرہ میں ہیں مگر میں امید نہیں رکھتا کہ وہ اس سچی شہادت کا اخفا کریں۔

(حقیقۃ الوحی صہ ۲۳۵ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

املاک آمدنی اور خرچ

اگر میری تائید میں خدا کا فیصلہ نہ ہو تو میں اپنی کل املاک منقولہ جو دس ہزار روپے کی قیمت سے کم نہیں ہوگی عیسائیوں کر دے دوں گا۔

(اشتہار مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۶ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد پنجم صہ ۲۴ مجموعہ اشتہارات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مرزا غلام احمد پر امسال سات ہزار دو سو روپیہ اس کی سالانہ آمدنی قرار دے کر ایک سو ستاسی روپیہ آٹھ آنہ انکم ٹیکس قرار دیا گیا۔ اس کی عذرداری پر اس کا بیان خاص موقع قادیان میں جبکہ کمترین بتقریب دورہ اس طرف گیا تھا اور تیرہ کس گواہان کی شہادت قلمبند کی گئی۔ مرزا غلام احمد نے اپنے بیان حلفی میں لکھوایا کہ اس کو تعلقہ داری زمین اور باغ کی آمدنی ہے۔ تعلقہ داری کی سالانہ تخمیناً بیاسی روپے دس آنے کی زمین کی تخمیناً تین سو روپیہ سالانہ کی اور باغ کی سالانہ دو سو تین سو روپیہ چار سو روپیہ اور حد درجہ پانچ سو روپیہ کی آمدنی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کو کسی قسم کی اور آمدنی نہیں ہے۔ مرزا غلام احمد نے یہ بھی بیان کیا کہ اس کو تقریباً پانچ ہزار دو سو روپیہ سالانہ مریدوں سے اس سال پہنچا ہے ورنہ اوسط سالانہ آمدنی تقریباً چار ہزار روپیہ کی ہوتی ہے۔ وہ پانچ مدوں میں جن کا ذکر اوپر کیا گیا خرچ ہوتی ہے اور اس کے ذاتی خرچ میں نہیں آتی اور آمدنی کا حساب باضابطہ کوئی نہیں ہے۔ صرف یادداشت سے تخمیناً لکھوایا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ بھی بیان کیا کہ اس کی ذاتی آمدنی باغ، زمین اور تعلقہ داری کی اس کے خرچ کے لیے کافی ہے اور اس کو کچھ ضرورت نہیں ہے کہ وہ مریدوں کا روپیہ ذاتی خرچ میں لاوے۔

(رپورٹ تاج الدین صاحب تحصیلدار بٹالہ ضلع گورداسپور مورخہ ۱۳ اگست ۱۸۹۸ء بمقدمہ عذرداری ٹیکس نمبری ۵۶/۶ مندرجہ ضرورۃ الامام مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ مہدی مسعود (مرزا غلام احمد قادیانی صاحب) اپنی زندگی میں اپنے اہل و عیال اور اقارب کو اسی آمد میں سے خرچ دیتے تھے جو جماعت کی طرف سے آپ کی خدمت میں پیش ہوتی تھی یا کسی اور سبیل سے یہ بات ہر ایک فرد جانتا ہے کہ حضور علیہ السلام (مرزا صاحب) اسی آمد سے خرچ دیا کرتے تھے پس آپ کے بعد انجمن (احمدیہ قادیان) کا یہ فرض ہے کہ ان کو اسی آمد میں سے اسی انداز پر دیں جس طرح حضرت مسیح موعود دیتے تھے کیونکہ انجمن مسیح موعود سے بڑھ کر امین نہیں ہوسکتی۔

(اظہار حقیقت صہ ۱۳ مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۱۳ء جس کو قادیانیوں کی انجمن انصار اللہ قادیان نے شائع کیا)

ٹیچی ٹیچی

نشان۔ ایک دفعہ مارچ ۱۹۰۵ء کے مہینے میں بوقت قلت آمدنی لنگر خانہ کے مصارف میں بہت دقت ہوئی کیونکہ کثرت سے مہمانوں کی آمد تھی اور اس کے مقابل پر روپیہ کی آمدنی کم۔ اس لیے دعا کی گئی ۵ مارچ ۱۹۰۵ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا میرے سامنے آیا اور اس نے بہت سا روپیہ میرے دامن میں ڈال دیا۔ میں نے اس کا نام پوچھا۔ اس نے کہا نام کچھ نہیں میں نے کہا آخر کچھ تو نام ہوگا۔ اس نے کہا میرا نام ہے ٹیچی ٹیچی۔ پنجابی زبان میں وقت مقررہ کو کہتے ہیں یعنی عین ضرورت کے وقت آنے والا۔ تب میری آنکھ کھل گئی بعد اس کے خدا تعالیٰ کی طرف سے کیا ڈاک کے ذریعہ

سے اور کیا براہِ راست لوگوں کے ہاتھوں سے اس قدر مالی فتوحات ہوئیں جن کا خیال و گمان نہ تھا اور کئی ہزار روپیہ آ گیا۔ چنانچہ جو شخص اس کی تصدیق کے لیے صرف ڈاک خانہ کے رجسٹری ۵ مارچ ۱۹۰۵ء سے آخر سال تک دیکھے اس کو معلوم ہوگا کہ کس قدر روپیہ آیا تھا۔

(حقیقۃ الوحی ص۳۳۴ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

رانی، درشنی

اس عاجز کو بھی اس بات کا ذاتی تجربہ ہے کہ بعض اوقات خواب یا کشف میں روحانی اُمور جسمانی شکل پر متشکل ہو کر مثل انسان نظر آ جاتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ جب میرے والد صاحب غفر اللہ جو ایک معزز رئیس اور اپنی نواح میں عزت کے ساتھ مشہور تھے، انتقال کر گئے تو ان کے فوت ہونے کے بعد دوسرے یا تیسرے روز ایک نہایت خوب صورت عورت خواب میں، مَیں نے دیکھی جس کا حلیہ ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے اور اس نے بیان کیا کہ میرا نام رانی ہے اور مجھے اشارت سے کہا کہ میں اس گھر کی عزت اور وجاہت ہوں اور کہا کہ میں چلنے کو تھی مگر تیرے لیے رہ گئی۔

انہی دنوں میں نے ایک نہایت خوبصورت مرد دیکھا اور میں نے اس سے کہا کہ تم ایک عجیب خوبصورت ہو۔ اس نے اشارہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ میں تیرا بختِ بیدار ہوں۔ اور میرے اس سوال کے جواب میں کہ تو عجیب خوبصورت آدمی ہے۔ اس نے یہ جواب دیا کہ میں درشنی آدمی ہوں۔

(حیات النبی جلد اوّل ص۹۶ مؤلفہ یعقوب علی صاحب قادیانی)

منی آرڈر کی وحی

ایک دفعہ صبح کے وقت وحی الٰہی سے میری زبان پر جاری ہوا۔ عبداللہ خاں ڈیرہ اسمٰعیل خاں اور تفہیم ہوئی کہ اس نام کا ایک شخص آج کچھ روپیہ بھیجے گا۔ چند ہندوؤں کے پاس جو سلسلہ وحی کے جاری رہنے کے منکر ہیں۔۔۔۔ اس الہام کا ذکر کیا۔ میں نے بیان کیا کہ اگر آج روپیہ نہ آیا تو میں حق پر نہیں۔ ان میں سے ایک ہندو بشن داس قوم کا برہمن جو آج کل ایک جگہ کا پٹواری ہے بول اٹھا کہ میں اس کا امتحان کروں گا اور میں ڈاک خانہ میں جاؤں گا۔ ان دنوں بھی قادیاں میں ڈاک دوپہر کے بعد دو بجے آتی تھی۔ وہ اسی وقت ڈاک خانہ میں گیا اور نہایت حیرت زدہ ہو کر جواب لایا کہ دراصل عبداللہ خاں نامی شخص نے جو ڈیرہ اسماعیل خاں میں اکسٹرا اسسٹنٹ ہے کچھ روپیہ بھیجا ہے اور وہ ہندو نہایت متعجب اور حیران ہو کر بار بار مجھ سے پوچھتا تھا کہ یہ امر آپ کو کس نے بتایا اور اس کے چہرہ سے حیرانی اور مبہوت ہونے کے آثار ظاہر تھے۔

(حقیقۃ الوحی ص۲۹۳ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

عزیزی اخویم ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج ڈاک میں مبلغ پچاس روپیہ مرسلہ آپ کے مجھ کو مل گئے جزاکم اللہ خیراً۔ عجب اتفاق ہے کہ مجھ کو آج کل اشد ضرورت تھی۔ آج ۴ نومبر ۱۸۹۰ء میں خواب میں مجھ کر دکھلایا گیا کہ ایک شخص روپیہ بھیجتا ہے۔ اگر ایک شخص کے بجائے رشید صاحب ہی کو خواب میں دکھلا دیا جاتا تو خواب اور بھی کرامت بن جاتا۔ بہرحال روپیہ دیکھ لیا اور یہی کافی ہے اور شاید دن میں بھی یہ خیال دل میں آتا ہو کہ کاش کہیں سے روپیہ آ جاتا۔ تاہم مرزا قادیانی صاحب کے ایسے خواب بھی ان کی نبوت کے ہزارہا نشانوں میں شامل رہتے ہیں۔ مؤلف برنی) میں بہت خوش ہوا اور یقین رکھتا تھا کہ آج پچاس روپیہ آئے گا۔ چنانچہ آج ہی چار نومبر ۱۸۹۰ء کو آپ کا پچاس روپیہ آ گیا۔ فالحمد للہ وجزاکم اللہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ روپیہ بھیجنا درگاہِ الٰہی میں قبول ہے۔ چنانچہ آج جو جمعہ کا روز ہے میں نے آپ کے لیے درگاہِ الٰہی میں نماز جمعہ میں دُعا کی۔ امید کہ انشاء اللہ پھر کئی دفعہ کروں گا۔ مجھے آپ سے دلی محبت ہے

اب دل بہت چاہتا ہے کہ آپ نزدیک آجائیں۔ اللہ تعالیٰ اسباب پیدا کرے، باقی خیریت ہے والسلام۔

خاکسار غلام احمد عفی عنہ ۴ نومبر ۱۸۹۸ء بروز جمعہ

(مرزا قادیانی صاحب کا مکتوب مندرجہ اخبار الفضل قادیان نمبر ۲۰۱، جلد ۳۴، مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۴۶ء)

ایک روپے کی شیرینی

خلاصہ یہ ہے کہ ایک دفعہ مجھے الہام ہوا کہ بست و یک روپیہ آنے والے ہیں چنانچہ یہ الہام بھی ان ہی آریوں کو بتلایا گیا جن کا کئی دفعہ ذکر ہو چکا ہے اور الہام میں یہ تفہیم ہوئی تھی کہ وہ روپیہ آج ہی آئے گا۔ چنانچہ اس روز وزیر سنگھ نامی ایک بیمار نے آکر مجھے ایک روپیہ دیا اور پھر مجھے خیال آیا کہ باقی بیس روپیہ شاید ڈاک کی معرفت آئیں گے۔ چنانچہ ڈاک خانہ میں اپنا ایک معتمد بھیجا گیا۔ وہ جواب لایا کہ ڈاک منشی کہتا ہے کہ میرے پاس آج صرف پانچ روپیہ ڈیرہ غازی خاں سے آتے ہیں جن کے ساتھ ایک کارڈ بھی ہے۔

اس خبر کے سننے سے بہت حیرانی ہوئی کیونکہ میں آریوں کو اس پیشگوئی سے اطلاع دے چکا تھا کہ آج اکیس روپیہ آئیں گے اور ان کو معلوم تھا کہ ایک روپیہ آچکا ہے اور مجھے ڈاک منشی کی اس خبر سے اس قدر اضطراب ہوا جس کا بیان نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی خبر سے کہ صرف پانچ روپیہ ڈیرہ غازی خاں سے آتے ہیں، زیادہ روپیہ سے قطعاً نومیدی ہو گئی اور مجھے علامات سے معلوم ہوا کہ آریہ لوگ جن کو اطلاع دی گئی تھی دل میں بہت خوش ہوتے ہیں کہ آج ہمیں تکذیب کا موقع مل گیا اور میں نہایت اضطراب میں تھا کہ ایک دفعہ مجھے یہ الہام ہوا بست و یک آتے ہیں۔ اس میں شک نہیں میں نے آریوں کو یہ الہام سنایا اور بھی زیادہ ہنسی کا موجب ہوا۔ کیونکہ ایک ملازم سرکاری نے جو سب پوسٹ ماسٹر تھا علانیہ طور پر کہہ دیا تھا کہ صرف پانچ روپیہ آتے ہیں۔ بعد اس کے اتفاقاً ایک آریہ ان آریوں میں سے ڈاک خانہ گیا اور اس کو ڈاک منشی نے اس کے استفسار سے یا خود بخود کہا۔ دراصل بیس روپیہ آتے ہیں اور پہلے یوں ہی میرے منہ سے نکل گیا تھا کہ پانچ روپے آئے ہیں اور ساتھ اس کے منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ کا ایک کارڈ بھی تھا اور یہ روپیہ ۶ ستمبر ۱۸۸۳ء آکو پہنچا جس دن یہ الہام ہوا پس اس مبارک دن کی یادداشت کے لیے اور نیز آریوں کو گواہ بنانے کے لیے ایک روپیہ کی شیرینی تقسیم کی گئی جس کو ایک آریہ لایا اور آریوں کو اور نیز دوسروں کو دی گئی اگر یوں نہیں تو شیرینی کھا کر ہی اس نشان کو یاد رکھیں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۰۵ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

نام کے دام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک عرب سوالی یہاں آیا۔ آپ نے اسے ایک معقول رقم دے دی۔ بعض نے اس پر اعتراض کیا تو فرمایا، یہ جہاں بھی جائے گا ہمارا ذکر کرے گا۔ خواہ دوسروں سے زیادہ وصول کرنے کے لیے ہی کرے مگر دُور دراز مقامات پر ہمارا نام پہنچا دے گا۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۳ مورخہ ۲۶ فروری ۱۹۳۵ء قادیانی لاہوری)

پچاس ہزار خواب والہام

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی مجھ سے یہ عادت ہے کہ اکثر جو نقد روپیہ آنے والا ہو یا اور چیزیں تحائف کے طور پر ہوں، ان کی خبر قبل از وقت بذریعہ الہام یا خواب کے مجھ کو دے دیتا ہے، اور اس قسم کے نشان پچاس ہزار سے کچھ زیادہ ہوں گے۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۳۳ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

ٹیکس کا مقدمہ

تیسواں نشان (نبوت) ٹیکس کے مقدمہ میں پیش گوئی ہے، جو بعض شریر لوگوں نے سرکار انگریزی میں میری نسبت یہ مخبری کی تھی کہ ہزار ہا روپیہ کی ان کو آمدنی ہے ٹیکس لگانا

چاہیئے اور خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ اس میں وہ لوگ نامراد رہیں گے چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا (غالباً مرزا صاحب ٹیکس سے بچ گئے۔ مؤلف)

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۶، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

تلی ہوئی مچھلی

نوے واں نشان (نبوت) ایک قانون ڈاک کی خلاف ورزی کا مقدمہ میرے پر چلایا گیا جس کی سزا پانچ سو روپیہ جرمانہ یا چھ ماہ کی قید تھی اور بظاہر سبیل رہائی معلوم نہیں ہوتی تھی۔ تب بعد دعا کے خدا تعالیٰ نے خواب میں میرے پر ظاہر کیا کہ وہ مقدمہ رفع دفع کر دیا جائے گا۔

اس مقدمہ کا مخبر ایک عیسائی رلیا رام کا تھا جو امرتسر میں وکیل تھا اور میں نے خواب میں یہ بھی دیکھا کہ اس نے میری طرف ایک سانپ بھیجا ہے اور میں نے اس سانپ کو مچھلی کی طرح تل کر اس کی طرف واپس بھیج دیا۔ چونکہ وہ وکیل تھا اس لیے میرے مقدمہ کی نظیر گویا اس کے لیے کارآمد تھی اور تلی ہوئی مچھلی کا کام دیتی تھی چنانچہ وہ مقدمہ پہلی پیشی میں ہی خارج ہو گیا۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۳۷، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

ہاتھی کے سر پر تیل

ایک دوست نے آپ کے روبرو اپنا ایک خواب سنایا کہ اس نے رات کو خواب میں ہاتھی دیکھا تھا اور یہ کہ حضرت (مرزا صاحب) اس کے سر پر تیل لگا رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے اس کی تعبیر فرمائی کہ رات کے وقت خواب میں ہاتھی دیکھنا عمدہ ہوتا ہے اور تیل لگانا چونکہ زینت کا کام ہے اس لیے یہ بھی اچھا ہے۔

(ملفوظات احمدیہ حصہ ہفتم صفحہ ۴۵ مرتبہ: محمد منظور الٰہی صاحب قادیانی لاہوری)

گھر کی بات

میرے مکان کے ملحق دو مکان تھے جو میرے قبضہ میں نہیں تھے اور بباعث تنگی مکان توسیع مکان کی ضرورت تھی۔ ایک دفعہ مجھ کو کشفی طور پر دکھلایا گیا جو اس زمین پر ایک بڑا چبوترہ ہے اور مجھے خواب میں دکھلایا گیا کہ اس جگہ ایک لمبا دالان بن جائے گا اور مجھے دکھلایا گیا کہ اس زمین کے مشرقی حصہ نے ہماری عمارت بننے کے لیے دعا کی ہے اور مغربی حصہ کی زمین افتادہ نے آمین کہی ہے چنانچہ فی الفور یہ کشف اپنی جماعت کے صدہا آدمیوں کو سنایا گیا اور اخباروں میں درج کیا گیا بعد اس کے ایسا اتفاق ہوا کہ وہ دونوں مکان بذریعہ خریداری اور وراثت کے ہمارے حصہ میں آ گئے اور ان کے بعض حصوں میں مکانات مہمانوں کے لیے بنائے گئے۔ حالانکہ ان سب کا ہمارے قبضہ میں آنا محال تھا اور کوئی خیال نہیں کر سکتا تھا کہ ایسا وقوع میں آئے گا۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷۹، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

ریل کا سفر

اوائل میں حضرت مرزا صاحب انٹر کلاس میں سفر کیا کرتے تھے اور اگر حضرت بیوی صاحبہ ساتھ ہوتی تھیں تو ان کو اور دیگر مستورات کو زنانہ تھرڈ کلاس میں بٹھا دیا کرتے تھے اور حضرت صاحب کا یہ طریق تھا کہ زنانہ سواریوں کو خود ساتھ جا کر اپنے سامنے زنانہ گاڑی میں بٹھاتے تھے اور پھر اس کے بعد خود اپنی گاڑی میں اپنے خدام کے ساتھ بیٹھ جاتے تھے اور آخری سالوں میں حضور عموماً ایک سالم سیکنڈ کلاس کمرہ اپنے لیے ریزرو کرا لیا کرتے تھے اور اسی میں حضرت بیوی صاحبہ اور بچوں کے ساتھ سفر فرماتے تھے اور حضور کے اصحاب دوسری گاڑی میں بیٹھتے تھے مگر مختلف اسٹیشنوں پر اتر اتر کر وہ حضور سے ملتے رہتے تھے۔

(سیرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ ۱۰۱ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

ریل کا الہام

ایک دفعہ ہم ریل پر سوار تھے اور لدھیانہ کی طرف جا رہے تھے کہ الہام ہوا۔ نصف ترا نصف عمالیق را۔ اور الہام کے ساتھ یہ تفہیم ہوئی کہ امام بی بی جو ہمارے جدی شرکا میں سے ایک

عورت بھی مرجائے گی اور اس کی زمین نصف ہمیں اور نصف دیگر شرکاء کو مل جائے گی۔ یہ الہام ان دوستوں کو جو اس وقت ہمارے ساتھ تھے، سُنا دیا گیا تھا چنانچہ بعد میں ایسا ہی ہوا کہ عورت مذکور مرگئی اور اس کی نصف زمین ہمیں اور نصف بعض دیگر شرکاء کو مل گئی۔

(نزول الملک صد ۲۱۳ حاشیہ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

بیعت

جب کبھی بیعت اور پیری مریدی کا تذکرہ ہوتا تو مرزا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو خود سعی اور محنت کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والذین جاھدو فینا لنھدینھم سبلنا ——— مولوی محبوب علی صاحب اس سے کشیدہ ہو جایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ بیعت کے بغیر راہ نہیں ملتی۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول صد ۲۵۳ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ سنوری نے کہ جب ابھی حضور نے سلسلۂ بیعت شروع نہیں فرمایا تھا میں نے ایک دفعہ حضرت سے عرض کیا کہ حضور میری بیعت لیں۔ حضور نے فرمایا پیر کا کام بھنگی کا سا کام ہے۔ اسے اپنے ہاتھ سے مرید کے گند نکال نکال کر دھونے پڑتے ہیں اور مجھے اس کام سے کراہت آتی ہے۔

(سیرۃ المہدی حصہ اوّل صد ۲۰۸ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

لوگ ایک عرصہ سے آپ کو بیعت لینے کے لیے عرض کر رہے تھے۔ آپ نے ہمیشہ ایسے طالبین کو یہ کہا کہ میں اس غرض کے لیے ابھی مامور نہیں ہوں اور آخر جب خدا تعالیٰ کی وحی نے آپ کو بیعت لینے کے لیے مامور فرمایا تو آپ نے بیعت کے لیے اعلان کر دیا۔

(حیات احمد جلد دوم نمبر دوم حاشیہ صد ۵ مرتبہ یعقوب علی صاحب قادیانی)

میر عنایت علی صاحب لدھیانوی نے مجھ سے بیان کیا کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت صاحب کو بیعت لینے کا حکم آیا تو سب سے پہلی دفعہ لدھیانہ میں بیعت ہوئی۔ ایک رجسٹر بیعت کنندگان تیار کیا گیا جس کی پیشانی پر لکھا گیا "بیعت توبہ برائے حصول تقویٰ و طہارت" اور نام مع ولدیت و سکونت لکھے جاتے تھے۔ اوّل نمبر حضرت مولوی نورالدین صاحب بیعت میں داخل ہوتے، دوم میر عباس علی صاحب ان کے بعد شاید خاکسار (میر عنایت علی صاحب) ہی سوئم نمبر پر جاتا لیکن میر عباس علی صاحب نے مجھ کو قاضی خواجہ علی صاحب کے بلانے کے لیے بھیج دیا کہ ان کو بلالاؤ غرض ہمارے دونوں کے آتے آتے سات آدمی بیعت میں داخل ہو گئے۔ ان کے بعد نمبر آٹھ پر قاضی صاحب بیعت میں داخل ہوتے اور نمبر ۹ میں خاکسار داخل ہوا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ شاہ صاحب اور کسی بیعت کرنے والے کو اندر بھیج دیں۔ چنانچہ میں نے چودھری رستم علی صاحب کو اندر داخل کر دیا اور دسویں نمبر پر وہ بیعت ہو گئے۔ اس طرح ایک ایک آدمی باری باری بیعت کے لیے اندر جاتا تھا اور دروازہ بند کر لیا جاتا تھا۔

(سیرۃ المہدی حصہ دوم صد ۱ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب میں ۱۹۰۹ء میں پہلی دفعہ قادیان آیا تو حضور (نے)..... مجھے مخاطب فرما کر اپنے دعوے کی صداقت میں تقریر فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے آپ کی صداقت کے متعلق تو کوئی شبہ نہیں رہا لیکن اگر بیعت نہ کی جاوے اور آپ پر ایمان رکھا جاوے کہ آپ صادق ہیں تو کیا حرج ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایسے ایمان سے آپ مجھ سے روحانی فیض حاصل نہیں کر سکتے۔ بیعت سنتِ انبیاء ہے اور اس سنت میں بہت بڑے فوائد اور حکمتیں ہیں۔

نیز مولوی شیر علی صاحب (قادیانی) نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت (مرزا) صاحب نے بیعت کے فوائد

پر تقریر فرماتے ہوئے فرمایا کہ کیا یہ فائدہ بیعت کا کوئی کم ہے کہ انسان کے پہلے سارے گناہ بخشے جاتے ہیں۔

(سیرۃ المہدی حصّہ دوم صہ ۹۵ مصنّفہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی)

مولوی محمد اسماعیل صاحب مولوی فاضل نے مجھ سے بیان کیا کہ جب میں ۱۹۰۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے قادیاں آیا تو اس وقت نماز ظہر کے قریب کا وقت تھا اور میں مہمان خانہ میں وضو کر کے مسجد مبارک میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد ہی میں تشریف رکھتے تھے اور حضور کے بہت سے احباب حضرت کے پاس بیٹھے تھے۔ میں بھی مجلس کے پیچھے ہو کر بیٹھ گیا... جب حوالہ جات کے متعلق گفتگو بند ہوئی تو میں بیعت کی خواہش ظاہر کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف آگے بڑھنے لگا جس پر سیّد احمد نور صاحب کابلی نے کسی قدر بلند آواز سے کہا کہ یہ شخص مسلمان ہونا چاہتا ہے، اسے رستہ دے دیا جائے۔ میں دل میں حیران ہوا کہ مسلمان ہونے کے کیا معنی ہیں؟ لیکن پھر ساتھ ہی خیال آیا کہ واقعی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں داخل ہونا مسلمان ہونا نہیں تو اور کیا ہے۔ چنانچہ میں حضرت مسیح موعود کی بیعت سے مشرف ہو گیا۔

(سیرۃ المہدی حصّہ دوم صہ ۹۹ مصنّفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

۱۲ استمبر ۱۹۰۱ء مولوی جان محمد صاحب مدرّس ڈسکہ ضلع سیالکوٹ نے حضرت مسیح موعود سے عرض کی کہ آپ کی بیعت کرنے کے بعد پہلی اگر کسی بزرگ سے کی ہو تو وہ قائم رہتی ہے یا نہیں۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود نے فرمایا: "جب انسان میرے ہاتھ پر بیعت توبہ کرتا ہے تو پہلی ساری بیعتیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ انسان دو کشتیوں میں کبھی پاؤں نہیں رکھ سکتا۔ اگر کسی کا مرشد اب زندہ بھی ہو تب بھی وہ ایسے حقائق و معارف ظاہر نہ کرے گا، جو خداوند تعالیٰ یہاں ظاہر کر رہا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ساری بیعتوں کو توڑ ڈالا ہے۔ صرف مسیح موعود ہی کی بیعت کو قائم رکھا ہے جو خاتم الخلفاء ہو کر آیا ہے۔"

(روایت مندرجہ اخبار الحکم قادیاں جلد ۶ نمبر ۳۰ منقول از منظور الٰہی صہ ۳۲۹ مؤلفہ منظور الٰہی صاحب قادیانی لاہوری)

قادیانی مبلغے

خدا نے میری جماعت سے پنجاب اور ہندوستان کے شہروں کو بھر دیا۔ چند سال میں ایک لاکھ سے بھی زیادہ اشخاص نے میری بیعت کی۔

(رسالہ تحفۃ الندوہ صہ ۸ مصنّفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

میں (مرزا غلام احمد قادیانی) حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لاتے ہیں اور اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں اور باتیں سننے کے وقت اس قدر روتے کہ ان کے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔

(ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مندرجہ سیرۃ المہدی حصّہ اول صہ ۱۴۶ مصنّفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

میں اپنی جماعت کے لوگوں کو جو مختلف مقامات پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہیں جو بفضلہ تعالیٰ کئی لاکھ تک ان کا شمار پہنچ گیا ہے، نصیحت کرتا ہوں۔

(اعلان مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مورخہ ۷ مئی ۱۹۰۷ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دہم صہ ۱۲۲ مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی)

ہر ایک پہلو سے خدا نے مجھے کو تائید دی، چنانچہ ہزارہا شکر کا یہ مقام ہے کہ قریباً چار لاکھ انسان اب تک میرے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے اور کفر سے توبہ کر چکے ہیں۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی صہ ۱۱ مصنّفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

۲۰ مئی ۱۹۰۹ء کے بدر جلد ۸ نمبر ۳ میں ایک ایڈیٹوریل بعنوان "یاد ایام سلف نے ہاتھ کیا تڑپا دیا" چھپا ہے۔ اس کے آخر میں یہ سطور ہیں۔

"(اے مسیح موعود) تیری ہمت، تیرا استقلال، تیرا عزم اس سے ظاہر ہے کہ اور نبیوں کے لیے تو صرف یہ بات منوانی ہوتی تھی کہ میں نبی ہوں۔ مگر تیرے لیے دو مشکلیں تھیں اوّل یہ کہ کوئی نبی آسکتا ہے۔ دوم یہ کہ میں نبی ہوں۔ آخر تو نے چار لاکھ انسانوں کے جزوِ ایمان میں یہ بات داخل کر دی۔"

(اخبار الفضل قادیان جلد ۸ نمبر ۳ منقول از اخبار الفضل قادیان جلد ۲۶ نمبر ۲۴۲ مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۳۸ء)

جماعت کی تعداد اندازاً بتا سکتا ہوں، چار پانچ لاکھ کی جماعت ہے۔ غیر مبایعین (لاہوری جماعت) کے ساتھ ایک ہزار آدمی ہوگا۔

(میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا بیان باجلاس سب جج عدالت گورداسپور مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۶/۲۹ جون ۱۹۲۲ء جلد ۹ نمبر ۱۰۱/۱۰۲)

ہم چار لاکھ احمدی صفائے قلب کے ساتھ آپ (ہندوؤں) کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کو تیار ہیں۔ اگر آپ شرائط مندرجہ "پیغام" پر کاربند ہونے کو تیار ہیں۔

(خواجہ کمال الدین صاحب کا اعلان مورخہ ۵ جون ۱۹۰۸ء مندرجہ پیغام صلح صد ۳ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

خواجہ حسن نظامی صاحب کا دعویٰ ہے کہ میاں محمود احمد خلیفۂ قادیان صاحب بیس ہزار مریدین کی فہرست کبھی نہیں دے سکتا، کیونکہ خواجہ صاحب کے نزدیک کُل ہندوستان میں احمدیوں کی تعداد اٹھارہ ہزار سے زیادہ نہیں ہے۔ معلوم نہیں خواجہ صاحب کو ایسے کون سے یقینی وجوہ ہاتھ آگئے ہیں کہ انہوں نے چار پانچ لاکھ کی جماعت کو اٹھارہ ہزار کی جماعت کہہ دیا۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ میاں صاحب کا یہ دعویٰ کہ وہ چار پانچ لاکھ کے امام ہیں، قطعاً بے بنیاد ہے.... ہم تو صرف یہیں دیکھیں گے کہ میاں صاحب کا یہ دعوےٰ کہ وہ چار پانچ لاکھ کی جماعت کے امام ہیں یا یہ کہ ۹۵ فی صدی جماعت میں سے ان کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں یا ان کا یہ بیان کہ اس حصّہ جماعت کی تعداد جنہوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی کل دو فی صدی کہاں تک صحیح ہے یا کون سی بات ان میں سے سچی ہے اور کون سی جھوٹی.... کیونکہ میاں صاحب اور ان کے مریدین آئے دن یہ اعلان کرتے پھرتے ہیں کہ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام (لاہور) جماعت احمدیہ کے کسی بھی حصہ کی قائم مقام نہیں۔

(قادیانیوں کی لاہوری جماعت کا اخبار پیغام صلح جلد ۵ نمبر ۵۹ مورخہ ۲ فروری ۱۹۱۸ء)

مقدمہ اخبار مباہلہ میں قادیانی گواہوں نے قادیانیوں کی تعداد دس لاکھ بیان کی تھی۔ ۱۹۳۰ء میں کوکب دُری کے قادیانی مؤلف کے قول کے مطابق بیس لاکھ قادیانی دُنیا میں موجود تھے۔ ستمبر ۱۹۳۲ء میں بھیرہ (پنجاب) کے مناظرہ میں مولوی مبارک احمد صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ قادیان نے قادیانیوں کی تعداد پچاس لاکھ بیان کی۔ حال ہی میں عبدالرحیم درد قادیانی مبلغ نے انگلستان میں مسٹر فلبی کے سامنے بیان کیا تھا کہ پنجاب کے مسلمانوں میں غالب اکثریت قادیانیوں کی ہے۔ پنجاب میں تقریباً ڈیڑھ کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ اس حساب سے بقول عبدالرحیم صاحب گویا ۷۵ لاکھ سے بھی زیادہ قادیانی پنجاب میں موجود ہیں۔ (رسالہ شمس الاسلام بھیرہ (پنجاب) جلد ۵ نمبر ۱۰)

لیکن سرکاری مردم شماری کا خدا بھلا کرے کہ سارا بھانڈا پھوٹ گیا اور بالآخر لاچار ہو کر میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کو اصلی تعداد تسلیم کرنی پڑی۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

جس وقت ہماری تعداد آج کی تعداد سے بہت کم یعنی سرکاری مردم شماری کی رُو سے اٹھارہ سو تھی، اس وقت اخبار بدر کے خریداروں کی تعداد (۱۴۰۰) تھی۔ اس وقت سرکاری مردم شماری ۵۶ ہزار ہے اور اگر پہلی نسبت کا لحاظ رکھا جائے تو ہمارے اخبار کے صرف پنجاب میں.... ہم سے زائد خریدار ہونے چاہئیں۔

(خطبہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیاں مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۲ نمبر ۱۹ - ۵ اگست ۱۹۳۴ء)

ہماری جماعت مردم شماری کی رُو سے پنجاب میں ۵۶ ہزار ہے۔ گویہ بالکل غلط ہے (بے شک غلط ہے۔ سرکاری رپورٹ ۱۹۳۱ء میں مجموعی تعداد ۵۵ ہزار درج ہے جس میں لاہوری جماعت کے کئی ہزار لوگ بھی شامل ہیں۔ اس طرح میاں محمود احمد صاحب کی جماعت کی تعداد پچاس ہزار بھی نہیں رہتی۔ للمؤلف) ..... مگر فرض کرلو کہ یہ تعداد درست ہے اور فرض کرلو کہ باقی تمام ہندوستان میں ہماری جماعت کے بیس ہزار فرد رہتے ہیں، تب بھی یہ پچھتر چھہتر ہزار آدمی بن جاتے ہیں۔

(خطبہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیاں مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۱ نمبر ۱۵۲ مورخہ ۱۲ جون ۱۹۳۴ء)

(گویا پچاس سال کی سعی اور تبلیغ کے بعد تمام ہندوستان میں خود خلیفہ صاحب قادیاں کے حساب سے قادیانیوں کی فرضی تعداد زیادہ سے زیادہ پچھتر ہزار قرار پاتی ہے۔ کیا مضائقہ ہے پچھتر لاکھ اور پچھتر ہزار میں صرف دو لفظوں کا فرق ہے۔ کچھ زیادہ فرق نہیں ہے۔ خود مرزا صاحب بھی ایسے فرق کو فرق نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ براہین احمدیہ حصہ پنجم کے دیباچہ میں فرماتے ہیں کہ پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے۔ اس لیے پانچ حصوں سے وعدہ پورا ہو گیا۔" حساب کا کیسا سچا اصول ہے۔ للمؤلف)

مرزا صاحب کے مرید

اس گروہ میں بہت سے سرکار انگریزی کے ذی عزت عہدہ دار ہیں۔ جو ڈپٹی کلکٹر اور اکسٹرا اسسٹنٹ اور تحصیل دار وغیرہ معزز عہدوں والے آدمی ہیں۔ ایسا ہی پنجاب اور ہندوستان کے کئی رئیس اور جاگیر دار اور اکثر تعلیم یافتہ ایف۔ اے، بی۔ اے اور ایم اے اور بڑے بڑے تاجر اس جماعت میں داخل ہیں۔ غرض ایسے لوگ جو عقل اور علم اور عزت اور اقبال رکھتے تھے، یا بڑے بڑے عہدوں پر سرکار انگریزی کی طرف سے مامور تھے، یا رئیس اور جاگیر دار اور تعلقدار اور نوابوں کی اولاد تھے اور یا ہندوستان کے قطبوں اور غوثوں کی نسل تھے جن کے بزرگوں کو لاکھوں انسان اعلیٰ درجہ کے ولی اور قطب سمجھتے تھے، وہ لوگ اس جماعت میں داخل ہوتے اور ہوتے جاتے ہیں۔

(کتاب البریہ صفحہ ۱۶ حاشیہ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

خدا تعالیٰ نے مجھے اس اصول پر قائم کیا ہے کہ محسن گورنمنٹ کی جیسا کہ یہ گورنمنٹ برطانیہ ہے، سچی اطاعت کی جائے اور سچی شکر گزاری کی جائے۔ سو میں اور میری جماعت اس اصول کے پابند ہیں۔ چنانچہ میں نے اس مسئلہ پر عملدرآمد کرانے کے لیے بہت سی کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں تالیف کیں اور ان میں تفصیل سے لکھا کہ کیونکر مسلمانانِ برٹش انڈیا اس گورنمنٹ برطانیہ کے نیچے آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں اور کیونکر آزادگی سے اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے پر قادر ہیں اور تمام فرائض منصبی بے روک ٹوک بجالاتے ہیں پھر اس مبارک اور امن بخش گورنمنٹ کی نسبت کوئی خیال بھی جہاد کا دل میں لانا کس قدر ظلم اور بغاوت ہے۔ یہ کتابیں ہزار ہا روپیہ کے خرچ سے طبع کرائی گئیں اور پھر اسلامی ممالک میں شائع کی گئیں اور میں جانتا ہوں کہ یقیناً ہزار ہا مسلمانوں پر ان کتابوں کا اثر پڑا ہے۔ بالخصوص وہ جماعت جو میرے ساتھ تعلق بیعت و مریدی رکھتی ہے۔ وہ ایک ایسی سچی مخلص اور خیر خواہ اس گورنمنٹ کی بن گئی ہے کہ میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ اس کی نظیر دوسرے مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی۔ وہ گورنمنٹ کے لیے ایک وفادار فوج ہے جن کا ظاہر و باطن گورنمنٹ عالیہ کی خیر خواہی سے بھرا ہوا ہے۔

(تحفہ قیصریہ صفحہ ۱ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

فرمانِ واجب الاذعان

یہ اشتہار کوئی معمولی تحریر نہیں تھی، بلکہ ان لوگوں کے ساتھ جو مرید کہلاتے ہیں، آخری فیصلہ کرتا ہوں، مجھے خدا نے بتلایا ہے، میرا ان ہی سے پیوند ہے یعنی

بہی طلاکے دفتر میں مرید ہیں جو اعانت اور نصرت میں مشغول ہیں۔ مگر بہتیرے ایسے ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ سو ہر شخص کو چاہیئے کہ اس نئے انتظام کے بعد نئے سرے سے عہد کر کے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کہ وہ ایک فرض حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے۔ اس اشتہار کے شائع ہونے سے تین ماہ تک ہر ایک بیعت کرنے والے کے لیے جواب کا انتظار کیا جائے گا وہ کیا ماہواری چندہ اس سلسلہ کی امداد کے لیے قبول کرتا ہے۔ اور اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہیں آیا تو سلسلہ بیعت سے اس کا نام کاٹ دیا جائے گا۔ اگر کسی نے ماہواری چندہ کا عہد کر کے تین ماہ چندے کے بھیجنے سے لاپرواہی کی تو اس کا نام بھی کاٹ دیا جائے گا۔ اس کے بعد کوئی مغرور اور لاپرواہ جو انصار میں داخل نہیں اس سلسلہ میں ہرگز نہیں رہے گا۔ السلام علی من اتبع الھدیٰ۔

(مشتہر مرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان دلوح المہدی صد مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

گورداسپور میں مقدمہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ زمانہ مجھے یاد ہے جبکہ آپ پر مقدمہ گورداسپور میں ہو رہا تھا اور اس میں روپیہ کی ضرورت تھی۔ حضرت صاحب نے دوستوں میں تحریک بھیجی کہ چونکہ اخراجات بڑھ رہے ہیں لنگر خانہ دو جگہ پر ہو گیا ہے۔ ایک قادیاں میں اور ایک یہاں گورداسپور میں۔ اس کے علاوہ اور مقدمہ پر خرچ ہو رہا ہے، لہٰذا دوست امداد کی طرف توجہ کریں۔

(تقریر سالانہ جلسہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیاں مندرجہ اخبار الفضل قادیاں)
مورخہ ۱۱ جنوری ۱۹۲۷ء صہ۵۵ جلد ۱۴)

فتوے بیان کیا مجھ سے عبد اللہ صاحب سنوری نے کہ ایک دفعہ انبالہ کے ایک شخص نے حضرت صاحب سے فتوے دریافت کیا کہ میری ایک بہن کنچنی تھی اس نے اس حالت میں بہت روپیہ کمایا پھر وہ مرگئی اور مجھے اس کا ترکہ ملا مگر بعد میں مجھے اللہ تعالیٰ نے توبہ اور اصلاح کی توفیق دی۔ اب میں اس مال کو کیا کروں؟ حضرت صاحب نے جواب دیا کہ ہمارے خیال میں اس زمانہ میں ایسا مال اسلام کی خدمت میں خرچ ہو سکتا ہے اور اسلام کی خدمت خود مرزا صاحب کے سپرد تھی۔ ان سے زیادہ اس مال کا مستحق اور کون ہو سکتا تھا۔ (للمؤلف)۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول صہ۲۴۳ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

چندے کا مطالبہ قوم کو چاہیئے کہ ہر طرح سے اس سلسلہ کی خدمت بجا لاتے۔ مالی طور پر بھی خدمت کی بجا آوری میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیئے۔ دیکھو دنیا میں کوئی سلسلہ چندہ کے بغیر نہیں چلتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، سب رسولوں کے وقت چندے جمع کیے گئے۔ پس ہماری جماعت کے لوگوں کو بھی اس امر کا خیال ضروری ہے۔ اگر یہ لوگ التزام سے ایک ایک پیسہ بھی سال بھر میں دیں تو بھی بہت کچھ ہو سکتا تھا۔ ہاں اگر کوئی ایک پیسہ بھی نہیں دیتا تو اسے جماعت میں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔

(ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مندرجہ "بدر" مورخہ ۹ جولائی ۱۹۰۳ء واخبار الفضل قادیاں جلد ۱۷ نمبر ۶۹ مورخہ ۵ فروری ۱۹۳۰ء)

فتوحات

میں تھا غریب و بیکس و گمنام و بے ہنر
کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر
لوگوں کی اس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی
میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی
اب دیکھتے ہو کیسے رجوعِ جہاں ہوا
اک مرجعِ خاص یہی قادیاں ہوا!

(درثمین اردو صہ۹۰ مجموعہ کلام مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

ہماری معاش اور آرام کا تمام مدار ہمارے والد صاحب کی محض ایک مختصر آمدنی پر منحصر تھا اور بیرونی لوگوں میں سے ایک شخص بھی مجھے نہیں جانتا تھا اور میں ایک گمنام انسان تھا جو قادیان جیسے ویران گاؤں میں زاویۂ گمنامی میں پڑا ہوا تھا۔ پھر بعد اس کے خدا نے اپنی پیشگوئی کے موافق ایک دُنیا کو میری طرف رجوع دے دیا اور ایسی متواتر فتوحات سے مالی مدد کی کہ جس کا شکریہ بیان کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں۔ مجھے اپنی حالت پر خیال کر کے اس قدر بھی امید نہ تھی کہ دس روپے ماہوار بھی آئیں گے مگر خدا تعالیٰ جو غریبوں کو خاک سے اٹھاتا ہے اور متکبروں کو خاک میں ملاتا ہے، اس نے میری دستگیری کی کہ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اب تک تین لاکھ کے قریب روپیہ آچکا ہے اور شاید اس سے زیادہ ہو۔ اگر اس میرے بیان کا اعتبار نہ ہو تو بیس برس کی ڈاک کے سرکاری رجسٹروں کو دیکھو تا معلوم ہو کہ کس قدر آمدنی کا دروازہ اس تمام مدّت میں کھولا گیا ہے۔ حالانکہ یہ آمدنی صرف ڈاک کے ذریعہ تک محدود نہیں رہی بلکہ ہزار ہا روپیہ کی آمدنی اس طرح بھی ہوتی ہے کہ لوگ خود قادیاں میں آکر دیتے ہیں۔ اور نیز ایسی آمدنی جو لفافوں میں نوٹ بھیجے جاتے ہیں۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۱-۲۱۲ مصنفہ، مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

تیسری پیشگوئی یہ تھی کہ لوگ کثرت سے آئیں گے۔ سو اس کثرت سے آتے کہ اگر ہر روزہ آمدن اور خاص وقتوں کے مجمعوں کا اندازہ لگایا جاتے تو کئی لاکھ تک اس کی تعداد پہنچتی ہے۔ اب تک کئی لاکھ انسان قادیاں میں آچکے ہیں اور اگر خطوط بھی اس کے ساتھ شامل کیے جائیں تو شاید اندازہ کروڑ تک پہنچ جاتے گا۔

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم صفحہ ۹۰-۹۱، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مرزا صاحب نے ۱۸۸۰ء سے علمی اور مذہبی زندگی شروع کی جبکہ براہین احمد کا یہ اعلان کیا اور ۱۹۰۸ء میں انتقال ہو گویا کل (۲۷) سال یہ مشغلہ رہا۔ ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کی تحریک نے بتدریج ترقی شروع کی۔ ابتداء میں چند سال کام ہلکا رہا بعد کو فروغ ہوا۔

تاہم اگر کل ۲۷ سال مساوی مان لیے جائیں تو بھی مرزا صاحب کے بیان کے مطابق خطوں اور مہمانوں کا روزانہ اوسط بلا نافہ ایک ہزار پڑتا ہے اور اگر حسبِ واقعہ سال غیر مساوی مانے جائیں تو آخری سالوں کا روزانہ اوسط کئی ہزار پڑنا چاہیئے۔ خوب حساب ہے۔ (للمؤلف)

تحصیل و تشفی

محبِ یک رنگ مکرمی اخویم حاجی سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب اللہ رکھا سلمہٗ۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، کل کی ڈاک میں بذریعہ تار مبلغ پانچ سو روپیہ مرسلہ آں مکرم مجھ کو پہنچ گیا۔ خدا تعالیٰ آپ کو ان الٰہی خدمات کا دونوں جہان وہ اجر بخشے جو اپنے مخلص اور وفادار بندوں کو بخشتا ہے۔ آمین ثم آمین۔ یہ بات فی الواقع سچ ہے کہ مجھ کو آپ کے روپیہ سے اس قدر دینی کام میں مدد پہنچ رہی ہے کہ اس کی نظیر میرے پاس بہت ہی کم ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے چاہتا ہوں کہ آپ کی ان خدمات کا وہ یہ رحمت یاداش بخشے کہ تمام حاجاتِ دارین پر محیط ہو اور اپنی محبت میں ترقیات عطا فرماتے۔ محض اللہ کے لیے اس پُر آشوب زمانہ میں جو دل سخت ہو رہے ہیں آگے سے آگے بڑھانا کچھ تھوڑی بات نہیں ہے۔ انشاء القدیر آپ ایک بڑے ثواب کا حصّہ پانے والے ہیں۔ کچھ تھوڑے دن ہوئے کہ مجھ کو خواب آیا تھا کہ ایک جگہ میں بیٹھا ہوں۔ ایک دفعہ کیا دیکھتا ہوں کہ غیب سے کسی قدر روپیہ میرے سامنے موجود ہو گیا ہے۔ میں حیران ہوں کہ کہاں سے آیا۔ آخر میری یہ رائے ٹھہری کہ خدا تعالیٰ کے فرشتہ نے ہماری حاجات کے لیے یہاں رکھ دیا ہے۔ پھر ساتھ الہام ہوا "انی مرسل الیکم ھدیۃ" کہ میں تمہاری طرف ہدیہ بھیجتا ہوں اور ساتھ ہی میرے دل میں پڑا کہ اس کی یہی تعبیر ہے کہ ہمارے مخلص دوست حاجی سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب اس فرشتہ کے رنگ میں متمثل کیے گئے ہوں گے اور غالباً وہ روپیہ بھیجیں گے اور میں نے اس خواب کو عربی زبان میں اپنی کتاب میں لکھ لیا۔ چنانچہ کل اس کی

تصدیق ہوگئی۔ الحمد للہ یہ قبولیت کی نشانی ہے کہ مولیٰ کریم نے خواب اور الہام سے تصدیق فرمائی .... والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد۔ ۶ مارچ ۱۸۹۵ء

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصہ اوّل صـ۳ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مخدومی مکرمی محبی فی اللہ حاجی سیٹھ عبد الرحمن صاحب سلمہٗ۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ‘۔ کل کی ڈاک میں مبلغ ایک سو روپیہ مرسلہ آں محب مجھ کو پہنچا۔ اس کے عجائبات میں سے ایک یہ ہے کہ اس روپیہ کے پہنچنے سے تخمیناً سات گھنٹے پہلے مجھ کو خدا تعالیٰ عزوجل نے اس کی اطلاع دی۔ سو آپ کی خدمت کے لیے یہ اجر کافی ہے کہ خدا تعالیٰ آپ سے راضی ہے۔ اس کی رضا کے بعد اگر تمام جہان ریزہ ریزہ ہو جاتے تو مجھ کو پرواہ نہیں۔ یہ کشف اور الہام آپ ہی کے بارے میں مجھ کو دو دفعہ ہوا ہے۔ فالحمد للہ.... والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد ۲ اکتوبر ۱۸۹۶ء

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم حصہ اول صـ۵ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہٗ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ‘۔

عنایت نامہ پہنچا جو کچھ آپ نے لکھا ہے‘ آپ کے صدق و اخلاص پر قوی نشانی ہے۔ میں نے جو خط لکھا تھا اس کے لکھنے کے لیے یہ تحریک پیدا ہوئی تھی‘ جو چند ہفتے ہوتے ہیں‘ مجھے الہام ہوا تھا۔ ختم لہ دفع البلا من مالہ دُفعتًا اس میں تفہیم یہ ہوئی تھی کہ کوئی شخص کسی مطلب کے حصول پر بہت سا حصہ اپنے مال میں سے بطور نذرانہ بھیجے گا۔ میں نے اس الہام کو اپنی کتاب میں لکھ لیا تھا بلکہ اپنے گھر کے قریب دیوار پر مسجد کی نہایت خوشخط یہ الہام لکھ کر چسپاں کر دیا۔ اس الہام میں نہ کسی مدت کا ذکر ہے کہ کب ہوگا اور نہ کسی انسان کا ذکر ہے کہ کس شخص کو ایسی کامیابی ہوگی یا ایسی مسرت ظہور میں آئے گی۔ لیکن چونکہ میرا دل آں مکرم کی کامیابی کی طرف لگا ہوا ہے۔ اس لیے طبیعت نے یہی چاہا کہ کسی وقت اس کے مصداق آپ ہی ہوں اور خدا تعالیٰ ایسا کرے۔ کیا اللہ جل شانہ کے نزدیک لاکھ دو لاکھ روپیہ کچھ بڑی بات ہے۔

دُعاؤں میں اثر ہوتے ہیں‘ مگر صبر سے ان کا ظہور ضرور ہوتا ہے.... میں آپ کے شدت اخلاص کی وجہ سے اس میں لگا ہوا ہوں کہ اعلیٰ درجہ کی زندہ دعا آپ کے حق میں ہو جائے اور جس طرح سے شکاری ایک دم سے دام اٹھاتا ہے اور دُوسری جگہ بچھاتا ہے‘ تاکہ کسی طرح شکار مارنے میں کامیاب ہو جائے‘ اسی طرح میں ہر طرح سے دعائیں روحانی حیلوں کو استعمال میں لاتا ہوں۔ اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ القدیر والموفق اس بات کو اسی قادر کے فضل و کرم اور توفیق سے دکھلاؤں گا کہ زندہ دُعا اس کو کہتے ہیں باقی خیریت ہے‘ والسلام۔ خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ ۱۳ اکتوبر ۱۸۹۸ء

(مکتوبات احمدیہ جلد ۵ حصہ اول صـ۲ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہٗ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ‘

پہلے خط کے روانہ کرنے کے بعد آج مبلغ سو روپیہ مرسلہ آں مکرم بذریعہ ڈاک مجھ کو ملا۔ میں آپ کے اس صدق و اخلاص سے نہایت امیدوار ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔ مجھے آپ کے روپیہ سے اپنے کاروبار میں اس قدر مدد ملتی ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ یہی عملی حالت ہے کہ جو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم پر بہت ہی امید دلاتی ہے چونکہ مجھے اپنے سلسلہ میں طبع تک ایسی حالتیں پیش آتی رہتی ہیں اور مجھے اس سے زیادہ دُنیا میں کوئی غم نہیں کہ جو میں بوجہ نہ میسر آنے مالی سرمایہ کے طبع کتب دینیہ سے مجبور رہ جاؤں۔ اس لیے میں ایک یہی حکمت عملی آپ کے متعلق دیکھتا ہوں کہ آپ دل میں ایک نذر مقرر کر چھوڑیں کہ اگر ایک عمدہ کامیابی امور تجارت میں آپ کو میسر آئے تو آپ یک مشت نذر اس کارخانہ کے لیے ارسال فرماویں۔ کیا تعجب ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کے اس صدق و اخلاص

پر نظر کر کے وہ کامیابی آپ کے نصیب کرے کہ جو فوق العادت ہو اور اس ذریعہ سے اس اپنے سلسلہ کو بھی کافی مدد پہنچ جاوے کیونکہ اب یہ سلسلہ مشکلات میں پھنسا ہوا ہے اور شاید یہ کام طبع کتب کا آگے کو بند ہو جاوے، آپ کی طرف سے جو مدد آتی ہے وہ لنگر خانہ میں خرچ ہو جاتی ہے اور مجھے جس قدر آپ کے کاروبار کے لیے توجہ ہے، یہ ایک دلی خواہش ہے جو خدا تعالیٰ نے مجھ میں پیدا کی ہے اور یہ یقین جانتا ہوں کہ یہ خالی نہیں جاتے گا۔ کیا تعجب کہ اس نیت کے پختہ کرنے پر خدا تعالیٰ فوق العادت کے طور پر آپ سے کوئی رحمت کا معاملہ کرے میں تو جانتا ہوں، آپ نہایت خوش نصیب ہیں آپ کی دُنیا بھی اچھی ہے اور آخرت بھی کیونکہ آپ اس طرف دل سے اور پورے اعتقاد سے جُھک گئے ہیں۔ سو اگر تمام دُنیا کا کاروبار تباہی میں آجاتے تب میں یقین کرتا کہ آپ ضائع کیے جاتیں۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد ۲۱ اکتوبر ۱۸۹۸ء

(مکتوبات احمدیہ جلد ۵ حصّہ اوّل صہ ۲۱ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہٗ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

آپ کا عنایت نامہ مع مبلغ ایک سو روپیہ آج مجھ کو ملا جزاکم اللہ خیر الجزا۔ آمین۔ جس قدر یہ عاجز آپ کو تسلی اور اطمینان کے لفظ لکھتا ہے، یہ لغو اور بیہودہ نہیں ہے، بلکہ بوجہ آپ کے نہایت درجہ کے اخلاص کے اس درجہ پر آپ کے لیے دُعا ظہور میں آتی ہے کہ دل گواہی دیتا ہے کہ یہ دعائیں خالی نہیں جائیں گی۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام۔ مبلغ ایک سو روپیہ سیٹھ دال جی صاحب کی طرف سے بھی پہنچ گیا تھا۔ میری طرف سے دُعا اور شکران کو پہنچا دینا۔

خاکسار مرزا غلام احمد۔ ۲۲ نومبر ۱۸۹۸ء

(مکتوبات احمدیہ جلد ۵ حصّہ اول صہ ۲۲ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہٗ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

عنایت نامہ آں مکرم اور نیز مبلغ ایک سو روپیہ مجھ کو پہنچا جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ میں آپ کے لیے دُعا میں مشغول ہوں۔ آپ کا ہر ایک خط جس میں تفرقہ خاطر اور خوف و خطر کا ذکر ہوتا ہے پہلی دفعہ تو میرے پر ایک دردناک اثر ہوتا ہے مگر پھر بعد اس کے جب اللہ جل شانہٗ کی طاقت اور قدرت اور اس کے وہ الطاف کریمانہ جو میرے پر ہیں بلا توقف یاد آجاتی ہیں تو وہ غم دُور ہو کر نہایت یقینی امیدیں دل میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ آپ کے لیے میرے دل میں عجیب جوش تضرع اور دُعا ہے۔ اگر عمیق مصالح جس کا علم بشر کو نہیں ملتا توقف کو نہ چاہتیں تو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید تھی کہ اس قدر توقف ظہور میں نہ آتا۔ بہر حال میں آپ کی بلاؤں کی دفع کے لیے ایسا کھڑا ہوں جیسا کوئی شخص لڑائی میں کھڑا ہوتا ہے۔ خداداد قوتِ استقلال اور ثابت قدمی اور صدق و یقین کے ہتھیاروں سے اور عقدِ ہمت کی پیش قدمی سے اسی میدان میں خدا تعالیٰ سے کامیابی چاہتا ہوں .... میں پہلے اس کی اطلاع دے چکا ہوں کہ میرے پر ایک فوجداری مقدمہ سرکار کی طرف سے دائر ہو گیا ہے .... میں نے اوّل خیال کیا تھا کہ شاید آں مکرم کی تحریک سے مدارس میں کسی قدر چندہ ہو مگر پھر مجھے خیال آتا ہے کہ ہر ایک انسان اس ہمدردی کے لائق نہیں۔ جب تک انسان سلسلہ میں داخل ہو کر جاں نثار مرید نہ ہو۔ تب تک ایسے واقعات رُوح پر قوی اثر نہیں کرتے۔ دلوں کا خدا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے باوجود اس تفرقہ کے اور ایسی حالت کے جو قریب قریب تباہی کے ہے، آپ کو وہ اخلاص بخشا ہے کہ جو وفادار جاں نثار جوان مرد میں ہوتا ہے۔ میں نے پہلے بھی لکھا اور اب بھی لکھتا ہوں کہ بوجہ اس کے کہ آپ ہر وقت مالی امداد میں مشغول ہیں اس لیے ایسے چندوں سے آپ مستثنیٰ ہیں۔ آپ کا بہت سا چندہ پہنچ چکا ہے۔ والسلام۔ خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ۔

(مکتوبات احمدیہ جلد ۵ حصّہ اول صہ ۲۳ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہٗ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

عنایت نامہ پہنچا۔ مجھ کو سخت افسوس ہے جس کو میں بھول نہیں سکتا کہ مجھ کو قبل اس حادثہ وفات کے اس کامل دُعا کا موقعہ نہیں ملا جو اکثر کرشمہ قدرت دکھلاتی ہیں۔ میں دُعا تو کرتا رہا مگر وہ اضطراب جو سینہ میں ایک جلن پیدا کرتی ہے اور دل کو بے چین کر دیتی ہے، وہ اس کے لیے کامل طور پر پیدا نہ ہوئی۔ آپ کے عنایت نامہ جات جو حال میں آتے رہتے یہ فقرہ بھی درج ہوتا رہا کہ اب کسی قدر آرام ہے اور آخری خط آپ کا جو نہایت اضطراب سے بھرا ہوا تھا، اس تار کے بعد آیا جس میں وفات کی خبر تھی۔ اس خانہ ویرانی سے جو دو بارہ وقوع میں آگئی ہے رنج اور درد و غم تو بہت ہے، نہ معلوم آپ پر کیا کیا قلق اور رنج گزرا ہوگا لیکن خداوند کریم و رحیم کی اس میں کوئی بڑی حکمت ہوگی۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد ۱۶ ستمبر ۱۸۹۹ء

(مکتوباتِ احمدیہ جلد ۵ نمبر اول صہ۲۹ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مخدومی و مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہٗ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

عنایت نامہ پہنچا موجودہ حالات سے آپ دل گیر نہ ہوں اور کسی گھبراہٹ کو اپنے دل میں آنے دیں۔ میں اپنی دعاؤں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ہرگز خطا نہیں جائیں گی۔ اگر ایک پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے تو میں اس کو ممکن جانتا ہوں، مگر وہ دعائیں جو آپ کے لیے کی گئی ہیں مٹنے والی نہیں۔ ہاں میرے خدائے کریم و قدیر کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنے ارادوں کو جو دعاؤں کی قبولیت کے بعد ظاہر کرنا چاہتا ہے، اکثر دیر اور آہستگی سے ظاہر کرتا ہے تا جو بدبخت اور شتاب کار ہیں وہ بھاگ جائیں..... میں آپ کو کہتا ہوں کہ صبر سے انتظار کریں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ تھک جائیں اور وہ جو آپ کے لیے تخم بویا گیا ہے، وہ سب برباد ہو جائے.... سو خلاصہ تمام نصیحتوں کا یہی ہے کہ آپ قوتِ ایمانی دکھلا دیں کہ اگر اس قدر انقلاب اور انصباب مصائب ہو کہ سر رکھنے کی جگہ باقی نہ رہے، تب بھی افسردہ نہ ہوں ؎

ز کارِ بستہ میندیش و دل شکستہ مدار — کہ چشمۂ حیواں درونِ تاریکی است

والسلام۔ مرزا غلام احمد ۲۲ مئی ۱۹۰۲ء

(مکتوباتِ احمدیہ جلد ۵، حصہ اول صہ۳۳ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہٗ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

عنایت نامہ پہنچا۔ یہ سچ ہے کہ بنا ہوا کام بگڑنے سے اور وسائلِ معاش کے گم یا معدوم ہونے کی حالت میں بیشک انسان کو صدمہ پہنچتا ہے۔ مگر وہ جو بگاڑتا ہے وہی بنانے پر قادر ہے۔ پس دُنیا میں شکستہ دلوں کے اور تباہ شدہ لوگوں کے خوش ہونے کے لیے ایک ذریعہ ہے کہ اس ذوالجلال کو ایمانی یقین کے ساتھ یاد کریں کہ جیسا کہ وہ ایک دم میں تخت پر سے خاکِ مذلت میں ڈالتا ہے۔ ایسا ہی وہ خاک پر سے ایک لحظہ میں تخت پر بٹھا دیتا ہے.... اور وہ کریم و رحیم ہے۔ ان لوگوں کو ضائع نہیں کرتا جو اس کے آستانہ پر گرتے ہیں۔ والسلام۔

خاکسار مرزا غلام احمد ۷ جولائی ۱۹۰۳ء

(مکتوباتِ احمدیہ جلد ۵ حصہ اول صہ۳۵ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہٗ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

عنایت نامہ پہنچا۔ غم و اندوہ کی کثرت اور بار گراں قرضہ ایسی حالت میں جبکہ انسان اپنی کمزوری اور بے سرو سامانی اور عدم موجودگی اسباب کا مطالعہ کر رہا ہو، بہت آزار دہ چیز ہے۔ لیکن اگر دوسرے پہلو میں کہ خدا داری چہ غم داری سوچا جائے تو ایسے غم کو بہت مجبوریوں کے ساتھ لاحق ہوں۔ تاہم ایک غفلت کا شعبہ ثابت ہوں گے یعنی قادرِ حقیقی

کے عجائب قدرتوں پر ایمان نہیں ہوتا خوہ ہونا چاہیئے۔ یہ خیال در حقیقت ایک تسلی اور شکر اور ہزارہا امیدوں کے سلسلہ کا موجب ہے کہ ہمارا خدا قادر خدا ہے اس کے آگے کوئی بات ان ہونی نہیں۔ یہ ایسی باتیں نہیں ہیں کہ محض طفل تسلی کے طور پر دل خوش کُن باتیں ہوں..... باقی سب طرح خیریت ہے۔ خدا آپ کا حافظ ہو زیادہ خیریت والسلام۔

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ ۱۳ اگست ۱۹۰۲ء

(مکتوبات احمدیہ جلد ۵ حصہ اول صہ ۲۹ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عنایت نامہ مجھ کو ملا آپ بہت مضبوطی سے اپنی استقامت پر قائم رہیں۔ کیونکہ جو آپ کے لیے کوشش کی گئی ہے وہ ضائع نہیں جائے گی۔ ضرور ہے کہ اوّل یہ ابتلا انتہا تک پہنچ جائے۔ عُسر کے ساتھ یُسر ہوتی ہے اور غم کے بعد خوشی۔ ایسا نہ ہو کہ آپ بشریت کے وہم سے مغلوب ہو کر سلسلہٗ امید کو ہاتھ سے چھوڑ دیں کہ ایسا کرنا دعا کی برکت کو کم کر دیتا ہے۔ میں بڑی سرگرمی سے آپ کے لیے مشغول ہوں۔ مگر قریباً پندرہ روز سے ریزش کی شدت سے بیمار ہوں اور ضعف بہت ہے اس لیے میں خط لکھنے سے اکثر مجبور و معذور رہتا ہوں۔ اکثر بباعث ضعف میرے دل پر ایسے عوارض کا ہجوم رہتا ہے کہ میں بہت کمزور ہو جاتا ہوں..... خدا آپ کو استقامت بخشے اور آپ کے دل میں صبر ڈالے۔ صبر وہ کیمیا ہے جس کا سونا کبھی ختم ہونے میں نہیں آتا۔ خدا ابتلاء کے طور پر آگ میں ڈالتا ہے مگر صابر اور وفادار کو پھر محبت سے پکڑ لیتا ہے اور دوسری حالت اس کی پہلی سے اچھی ہوتی ہے۔ والسلام۔

خاکسار مرزا غلام احمد عفی عنہ

(مکتوبات احمدیہ جلد ۵ حصہ اوّل صہ ۳۳ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مدت ہوئی آں مکرم کا کوئی خط میرے پاس نہیں پہنچا۔ نہایت تردد اور تفکر ہے۔ خدا تعالیٰ آفات سے محفوظ رکھے۔ اس طرف طاعون کا اس قدر زور ہے کہ نمونہ قیامت ہے۔ گرمی کے ایام میں بھی زور چلا جاتا ہے۔ میں آپ کے لیے برابر دُعا کر رہا ہوں۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آخر کار یہ پریشانی دُور کرے گا۔ مناسب ہے کہ آپ ارسال خطوط میں سستی نہ کریں کہ اس سے تفکر پیدا ہوتا ہے۔ خدا حافظ ہو۔ چند روز سے میری طبیعت بعارضہ زحیر علیل ہے۔ انشا اللہ بزشفا ہو جائیگی۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد ۲۰ مئی ۱۹۰۳ء۔

(مکتوبات احمدیہ جلد ۵ حصہ اول صہ ۳۹ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

بھاری نذر

[illegible] قصہ ہے کہ ضلع کانپور (یوپی) کے ایک رئیس ولی محمد نام جو ایک عرصہ سے احمدی ہو چکے تھے انہوں نے اپنے بیمار بیٹے کی صحت کے واسطے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کی خدمت میں خط لکھا کرتے تھے، انہوں نے حضور کو لکھا کہ میں مدت سے دُعا کرا رہا ہوں مگر اب تک بیٹے کے حق میں دُعا قبول نہیں ہوتی۔ حالانکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر دُعا کی قبولیت کا وعدہ ہے۔ ولی محمد صاحب کے خط کے ساتھ ہی اسی جگہ کے ایک احمدی یوسف علی صاحب اٹاوی کا خط بھی اسی مضمون کا آیا ہے اس رئیس کے بیٹے کو اب تک صحت نہیں ہوتی اور مخالف طعن کرتے ہیں۔ ہر دو خطوط کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جواب لکھ دیں کہ خدا کی یہ عادت نہیں کہ ہر ایک دعا قبول کرے۔ جب سے دُنیا پیدا ہوئی ہے ایسا کبھی نہیں ہوا۔ ہاں مقبولوں کی دُعائیں بہ نسبت دوسروں کے بہت قبول ہوتی ہیں۔ خدا کے مقابلہ میں کسی کا زور نہیں۔ اگر وہ رئیس ایسا ہی بے دل ہے تو چاہیئے کہ اس سلسلہ کی تائید میں کوئی بھاری نذر مقرر کرے جو اس کی انتہائی طاقت کے برابر ہو اور اس سے اطلاع دے اور یاد دلاتا رہے

مفتی محمد صادق قادیان ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۷ء
(قادیانی اخبار الفضل قادیان جلد ۲۵ نمبر ۲۴۶ مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۷ء)

خانگی زندگی

اور جس روز مسجد کے واسطے کٹریا لوالے کی طرف جا رہے تھے اور جناب نواب خان صاحب تحصیل دار کے ٹانگہ پر ہم تینوں سوار تھے۔ کوچبان اور جناب خواجہ (کمال الدین) صاحب آگے تھے۔ میں (یعنی سید سرور شاہ صاحب) اور جناب (یعنی مولوی محمد علی صاحب) پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوتے تھے تو خواجہ صاحب نے یہ فرما کر کہ راستہ باتوں سے طے ہوا کرتا ہے اور میرا ایک سوال ہے جس کا جواب مجھے نہیں آتا۔ میں اسے پیش کرتا ہوں آپ اس کا جواب دیں۔ سوال شروع کیا۔ صحیح اور یقینی مضمون اس کا یہ تھا۔

پہلے ہم اپنی عورتوں کو یہ کہہ کر کہ انبیاء اور صحابہ والی زندگی اختیار کرنی چاہیئے کہ وہ کم اور خشک کھاتے اور خشن پہنتے تھے اور باقی بچا کر اللہ کی راہ میں دیا کرتے تھے، اسی طرح ہم کو بھی کرنا چاہیئے۔ غرض ایسے وعظ کر کے کچھ روپیہ بچاتے تھے اور پھر وہ قادیان بھیجتے تھے لیکن جب ہماری بیبیاں خود قادیان گئیں، وہاں پر رہ کر اچھی طرح وہاں کا حال معلوم کیا تو واپس آکر ہمارے سر پر چڑھ گئیں کہ تم بڑے جھوٹے ہو۔ تم نے تو قادیان میں جاکر خود انبیاء اور صحابہ کی زندگی کو دیکھ لیا ہے۔ جس قدر آرام کی زندگی اور تعیش وہاں پر عورتوں کو حاصل ہے اس کا تو عشر عشیر بھی باہر نہیں، حالانکہ ہمارا روپیہ اپنا کمایا ہوا ہوتا ہے اور ان کے پاس جو روپیہ جاتا ہے، وہ قومی اغراض کے لیے قومی روپیہ ہوتا ہے لہٰذا تم جھوٹے ہو جو جھوٹ بول کر اس عرصہ دراز تک ہم کو دھوکہ دیتے رہے اور آیندہ ہم ہرگز تمہارے دھوکہ میں نہ آویں گی۔ پس اب وہ ہم کو روپیہ نہیں دیتیں کہ ہم قادیان بھیجیں۔

اس پر خواجہ (کمال الدین) صاحب نے خود ہی فرمایا تھا کہ ایک جواب تم لوگوں کو دیا کرتے ہو۔ پھر تمہارا وہ جواب میرے آگے نہیں چل سکتا۔ کیونکہ میں خود واقف ہوں اور پھر بعض زیورات اور بعض کپڑوں کی خرید کا مفصل ذکر کیا..... ان اعتراضات کے باعث مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ غضب خدا نازل ہو رہا ہے اور میں متواتر دعا میں مشغول تھا اور بار بار جناب الٰہی میں یہ عرض کرتا تھا کہ مولا کریم میں اس قسم کی باتوں کے خلاف ہوں۔ میں اس مجلس سے علیٰحدہ ہو جاتا، مگر مجبور ہوں۔ بس تیرا غضب جو نازل ہو رہا ہے، اس سے مجھے بچانا۔ (کشف الاختلاف صفحہ ۱۳، مصنفہ سید سرور شاہ صاحب قادیانی)

لدھیانہ کا ایک شخص تھا جس نے ایک دفعہ مسجد میں مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب کے سامنے کہا کہ جماعت مقروض ہو کر اور اپنی بیوی بچوں کا پیٹ کاٹ کر چندہ میں روپیہ بھیجتی ہے مگر یہاں بیوی صاحبہ کے زیورات اور کپڑے بن جاتے ہیں اور ہوتا ہی کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا اس پر حرام ہے کہ وہ ایک حبّہ بھی کسی سلسلے کے لیے بھیجے اور پھر دیکھے کہ خدا کے سلسلہ کا کیا بگاڑ سکتا ہے اور آپ نے فرمایا کہ آیندہ اس سے کبھی چندہ نہ لیا جاتے۔ حالانکہ وہ پرانا احمدی تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے سے بھی پہلے آپ سے تعلق رکھتا تھا۔ (جب ہی تو پہلے تکلفی کا مزا چکھا۔ للمؤلف)
(میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا خطبہ مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۹ صفحہ ۳ مورخہ ۳۱ اگست ۱۹۳۸ء)

بڑا اعتراض

سب سے بڑا اعتراض ہوا اس نے (ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب نے) مسیح موعود (مرزا صاحب) پر کیا وہ مال کے متعلق تھا کہ لوگوں سے روپیہ لیتے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنی کتب میں بہت جگہ یہی واویلا کیا ہے۔ جیسا کہ الذکر الحکیم نمبر ۹ کے صفحہ ۳، ۸، ۱۰، ۱۱، ۲۵، ۴۰، ۴۴،

۴۳، ۴۴، ۴۸ وغیرہ میں ذکر ہے کہ اپنی کتابوں کے شائع کرنے کے لیے چندے جمع کر لیتے ہیں اور جس طرح ہو سکتا ہے مکرو فریب کر کے لوگوں سے مال جمع کر لیتے ہیں اور اسے جس طرح چاہتے ہیں' جا و بیجا صرف کرتے ہیں۔ کوئی حساب نہیں۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۸ نمبر ۴۸ مورخہ ۲ جنوری ۱۹۲۱ء)

حساب کی کھٹ پٹ

مولوی محمد حسین صاحب (بٹالوی) مل گئے۔ ان کا رسالہ اشاعۃ السنۃ اس زمانہ میں میرے مطبع میں چھپا کرتا تھا۔ انہوں نے بعد سلام مسنون مجھ سے کہا کہ میرے مکان پر چلو کچھ ضروری بات کرنی ہے۔ میں ان کے مکان پر گیا تو مولوی صاحب نے کہا تم قادیان جاتے ہو' میرا ایک پیغام مرزا صاحب کو دے دینا کہ مجھے اپنی آمدنی کا حساب دیں اور میں کئی خط لکھ چکا ہوں' جواب نہیں دیتے پبلک کا روپیہ فضول خرچ ہو رہا ہے۔ کہاں کہاں روپیہ خرچ ہوتا ہے (غالباً یہ وہی روپیہ ہے' جو ابتداء میں مرزا قادیانی صاحب نے کتابوں کے نام سے وصول کیا اور شائع نہ ہوتی تو چندہ دینے والوں سے خوب جھک جھک ہوتی۔ المؤلف برنی)

میں نے کہا آپ کیوں حساب مانگتے ہیں کیا اس میں آپ کی شراکت ہے۔ انہوں نے کہا میری شراکت تو نہیں لیکن میں نے جو رسالہ اشاعۃ السنۃ میں ان کی تعریف لکھی ہے' اس کو دیکھ کر لوگ رجوع ہو گئے اور میں نے ہی ان کو یہاں تک چڑھایا ہے اور اسی سے ان کے پاس بکثرت روپیہ کی آمد ہو گئی ہے۔ اگر یہ حساب نہ دیں گے تو جیسے میں نے ان کو چڑھایا ہے' ویسے ہی گراؤں گا۔ (ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور اور جب دکھاوے کے دانت نکل آئیں تو ان کو توڑنا بہت دشوار ہے مگر مولوی بٹالوی صاحب دانتوں کا فرق نہیں سمجھا اس لیے دھوکہ کھا گئے۔ المؤلف برنی)

میں نے کہا کہ اگرچہ تمہارا یہ مطالبہ فضول ہے مگر میں تمہارا یہ پیغام حضرت کی خدمت میں عرض کر دوں گا۔ میں قادیان پہنچا' مولوی صاحب کا پیغام بھی سنا دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم نے مولوی صاحب کو جواب دے دیا ہے کہ ہمارے پاس خدا کے لیے روپیہ آتا ہے اور خدا کے لیے ہی ہم خرچ کر دیتے ہیں۔ ہم نے کوئی حساب نہیں رکھا۔ نہ ہماری مولوی صاحب یا کسی اور سے شراکت ہے۔ ان کا کہنا اور رکھنا فضول ہے۔ مولوی صاحب زر پرست دُنیادار ہیں۔ سوائے دُنیا اور زر پرستی کے کچھ سُوجھتا ہی نہیں۔ یہ ان کے لیے خطرناک راہ ہے (البتہ مرزا قادیانی صاحب نے جو راہ اختیار کی وہ ہر طرح سے محفوظ ہے۔ المؤلف برنی)۔

(قادیانی روایات مندرجہ اخبار الفضل قادیان نمبر ۱۰۲ جلد ۳۴ مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۴۶ء)

لنگر کا قصہ

پھر جناب کو (یعنی محمد علی صاحب لاہوری کو) یاد ہو گا کہ جب میں نے (یعنی مولوی سرور شاہ صاحب قادیانی نے) جناب کو کہا تھا کہ آج مجھے پختہ ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گھر میں بہت اظہار رنج فرمایا ہے کہ باوجود میرے بتانے کے خدا کا منشا یہی ہے کہ میرے وقت میں لنگر کا انتظام میرے ہی ہاتھ میں رہے اور اگر اس کے خلاف ہوا تو لنگر بند ہو جائے گا۔ مگر یہ خواجہ وغیرہ ایسے ہیں کہ بار بار مجھے کہتے ہیں کہ لنگر کا انتظام ہمارے سپرد کر دو اور مجھ پر بدظنی کرتے ہیں اور یہ سُنا کر میں نے بوجہ محبت آپ کو (یعنی مولوی محمد علی صاحب کو) یہ کہا تھا کہ آپ آئندہ کبھی اس معاملہ میں شریک نہ ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ حضرت اقدس کی زیادہ ناراضگی کا موجب ہو جائے اور آپ کو نقصان پہنچے۔

(کشف الاختلاف ص ۱۴ مصنفہ سید سرور شاہ صاحب قادیانی)

اور خواجہ (کمال الدین) صاحب بار بار تاکید کرتے تھے کہ ضرور کہنا اور یہ باتیں کر رہے تھے کہ دفعتہً آپ کی (یعنی مولوی محمد علی صاحب کی) طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ مولوی صاحب اب مجھے وہ طریق معلوم ہو گیا ہے' جس سے لنگر کا انتظام فوراً حضرت (مرزا) صاحب ہمارے سپرد کر دیں..... پس آپ نے کہا کہ خواجہ صاحب میں تو اب ہرگز پیش نہ کروں گا تو

خواجہ صاحب نے یہ سنتے ہی آنکھیں سُرخ کر لیں اور غصہ والی شکل اور غضب والے لہجہ میں کہنا شروع کیا کہ قومی خدمت ادا کرنے میں بڑے بڑے مشکلات آیا کرتے ہیں اور کبھی حوصلہ پست نہیں ہونا چاہیے اور یہ کیسے غضب کی بات ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ قوم کا روپیہ کس محنت سے جمع ہوتا ہے اور جن اغراض قومی کے لیے وہ اپنا پیٹ کاٹ کر روپیہ دیتے ہیں وہ روپیہ ان اغراض میں صرف نہیں ہوتا بلکہ بجائے اس کے شخصی خواہشات میں صرف ہوتا ہے اور پھر روپیہ بھی اس قدر کثیر ہے کہ اس وقت جس قدر قومی کام آپ نے شروع کیے ہوتے ہیں اور روپیہ کی کمی کی وجہ سے پورے نہیں ہو سکتے اور ناقص حالت میں پڑے ہوتے ہیں، اگر یہ لنگر کا روپیہ اچھی طرح سے سنبھالا جائے تو اکیلے اسی سے وہ سارے کام پورے ہو سکتے ہیں۔ آپ اچھے خادم قوم ہیں کہ یہ جانتے ہوتے پھر ایک ذرا سی بات سے کہتے ہیں کہ میں آئندہ ہرگز پیش نہیں کروں گا۔ میں تو کہتا ہوں کہ میں ضرور پیش کروں گا۔ اس پر آپ نے کہا کہ میں ساتھ چلا جاؤں گا مگر بات نہیں کروں گا تو خواجہ صاحب نے کہا کہ میں بھی ساتھ ہی جانے کے لیے کہتا ہوں۔ بات تو میں نہیں کراتا بات تو میں خود کروں گا۔

غرض کہ اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جن سے اس بات کا صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے زمانہ ہی میں مالی اعتراض کا دور خواجہ صاحب نے شروع کر دیا تھا۔

(کشف الاختلاف صفحہ ۱۵ مصنفہ سید سرور شاہ صاحب قادیانی)

اسراف کا طعنہ

جو شخص کچھ مدد دے کر مجھے اسراف کا طعنہ دیتا ہے وہ میرے پر حملہ کرتا ہے۔ ایسا حملہ قابل برداشت نہیں۔ اصل تو یہ ہے کہ مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں۔ اگر تمام جماعت کے لوگ متفق ہو کر چندہ بند کر دیں یا مجھ سے منحرف ہو جائیں تو وہ جس نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے وہ اور جماعت ان سے بہتر پیدا کر دے گا جو صدق و اخلاص رکھتی ہوگی دگر یا اسراف کا طعنہ نہ دے گی۔ (مؤلف) جیسا کہ اللہ تعالیٰ مجھے مخاطب کر کے فرماتا ہے..... یعنی خدا تیری اپنے پاس سے مدد کرے گا۔ تیری وہ مدد کریں گے جن کے دلوں میں ہم آپ وحی کریں گے اور الہام کریں گے۔ پس اس کے بعد میں ایسے لوگوں کو ایک مرے ہوتے کیڑے کی طرح بھی نہیں سمجھتا جن کے دلوں میں بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ میں ایسے خشک دل لوگوں کو چندہ کے لیے مجبور نہیں کرتا۔ جس کا ایمان ہنوز ناتمام ہے۔ مجھے وہ لوگ چندہ دے سکتے ہیں جو اپنے سچے دل سے مجھے خلیفۃ اللہ سمجھتے ہیں اور میرے تمام کاروبار خواہ اس کو سمجھیں یا نہ سمجھیں، ان پر ایمان لاتے اور ان پر اعتراض کرنا موجب سلب ایمان سمجھتے ہیں۔ میں تاجر نہیں کہ کوئی حساب رکھوں میں کسی کمیٹی کا خزانچی نہیں کہ کسی کو حساب دوں (شروع شروع میں جب براہین احمدیہ کے نام سے چندہ آتا تھا، تب تو حساب باقاعدہ رہتا تھا بلکہ شائع بھی ہوتا تھا مؤلف برقی)، میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو ایک ذرہ برابر بھی میری نسبت اور میرے مصارف کی نسبت اعتراض دل میں رکھتا ہے اس پر حرام ہے کہ ایک کوڑی میری طرف بھیجے۔ مجھے کسی کی پرواہ نہیں جبکہ خدا مجھے بکثرت کہتا ہے کہ میں ہی بھیجتا ہوں، جو آتا ہے اور کبھی میرے مصارف پر وہ اعتراض نہیں کرتا تو دوسرا کون ہے جو مجھ پر اعتراض کرے؟ (شروع شروع میں جب مرزا قادیانی صاحب آریوں اور عیسائیوں سے مناظرے کرتے تھے، تو مسلمانوں میں ہر دلعزیز ہو گئے۔ چنانچہ جب مرزا صاحب نے ایک کتاب براہین احمدیہ شائع کرنے کا اعلان کیا تو علماء نے اور بالخصوص مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی نے چندہ کے واسطے پر زور تحریک و سفارش کی اثر یہ ہوا کہ چندہ بالافراط آنے لگا۔ اس نبوت پر مرزا صاحب نے مولانا ممدوح کو چھٹکا دیا۔ رقم پر داری پر قبضہ کر لیا اور کتاب کو بھی لیت و لعل میں ڈال دیا۔ صرف کچھ حصہ شائع کر دیا چنانچہ کیفیت دوسری جگہ درج ہے۔ مؤلف برقی)

(مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا ارشاد مندرجہ اخبار الحکم مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۵ء منقول از اخبار الفضل قادیان جلد ۲۴ نمبر ۶۹ مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۳۶ء و جلدہ ۲۵ ۱۰۱ مورخہ ۲ جولائی ۱۹۳۸ء)

مالی مناقشے

باقی آپ سے (یعنی مولوی حکیم نورالدین صاحب قادیانی خلیفہ اوّل سے) میں (یعنی میاں محمود احمد صاحب ابن مرزا غلام احمد قادیانی صاحب) یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ابتلاء اگر حضرت (مرزا) صاحب زندہ رہتے تو ان کے عہد میں بھی آتا کیونکہ یہ لوگ (یعنی خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب لاہوری) اندر ہی اندر تیاری کر رہے تھے۔ چنانچہ نواب صاحب نے بتایا کہ ان سے انہوں نے کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ حضرت (مرزا) صاحب سے حساب لیا جاتے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے اپنی وفات سے پہلے جس دن وفات ہوئی اسی دن بیماری سے کچھ ہی پہلے کہا کہ خواجہ (کمال الدین) صاحب اور مولوی محمد علی صاحب وغیرہ مجھ پر بدظنی کرتے ہیں کہ میں قوم کا روپیہ کھا جاتا ہوں۔ ان کو ایسا نہ کرنا چاہیئے ورنہ انجام اچھا نہ ہوگا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ آج خواجہ صاحب مولوی محمد علی (صاحب) کا ایک خط لے کر آئے اور کہا کہ مولوی محمد علی صاحب نے لکھا ہے کہ لنگر کا خرچ تو تھوڑا سا ہوتا ہے، باقی ہزاروں روپیہ جو آتا ہے، وہ کہاں جاتا ہے اور گھر میں آکر آپ نے بہت غصہ ظاہر کیا کہ کیا یہ لوگ ہم کو حرام خور سمجھتے ہیں۔ ان کو اس روپیہ سے کیا تعلق اگر آج میں الگ ہو جاؤں تو سب آمدن بند ہو جائے۔

پھر خواجہ صاحب نے ایک ڈیپوٹیشن کے موقعہ پر جو عمارت مدرسہ کا چندہ لینے گیا تھا مولوی محمد علی سے کہا کہ (حضرت مرزا) صاحب آپ تو خوب عیش و آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں اور ہمیں یہ تعلیم دیتے ہیں کہ اپنے خرچ گھٹا کر بھی چندہ دو جس کا جواب مولوی محمد علی (صاحب) نے یہ دیا کہ ہاں اس کا انکار تو نہیں ہو سکتا مگر بشریت ہے کیا ضرور میرا ان باتوں کے لکھنے سے یہ مطلب تھا کہ یہ ابھی بات شروع نہیں ہوئی۔ بلکہ حضرت اقدس کے زمانہ سے ہے۔ وہ یعنی مرزا صاحب لنگر کا چندہ اپنے پاس رکھتے تھے۔ آپ نے وہ بھی ان کے یعنی خواجہ صاحب وغیرہ کے حوالے کر دیا۔ اب ان کو خیال سوجھا کہ چلو اور بھی سب کچھ چھینو۔ باقی رہا ان کا تقویٰ وہ تو ان کے بلوں اور بجٹوں سے بہت کچھ ظاہر ہو سکتا ہے کہ جس پر شور مچا رہے ہیں، وہ کام روزمرہ کرتے ہیں۔

(میاں محمود احمد صاحب کا خط بنام مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اوّل مندرجہ حقیقت اختلاف صفحہ مصنفہ، مولوی محمد علی صاحب قادیانی امیر جماعت لاہور)

اس خط کے آخری فقرہ سے میاں صاحب کی گھبراہٹ جوان کو اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ سب کچھ انجمن کے ہاتھ میں چلا گیا ہے اور جا رہا ہے، کس قدر عیاں ہے حضرت مولوی (نورالدین) صاحب مرحوم کا بھی اسے بڑا قصور دیا گیا ہے کہ انہوں نے لنگر کا چندہ بھی انجمن کے حوالہ کر دیا اور اب ان کو خیال سوجھا کہ چلو اور سب کچھ چھینو...... مگر یہ سب کچھ چھین کر ہم کہاں لے جا رہے ہیں، کیا اپنی جائداد بڑھا رہے تھے یا قوم پر ہی صرف کر رہے تھے...... ہاں میاں (محمود احمد صاحب) کی ذاتی جائداد بے شک بہت بڑھ گئی ہے اور مریدوں کے بھی مکانات بن گئے ہیں۔

(حقیقت اختلاف صہ۲۳ مصنفہ مولوی محمد علی صاحب قادیانی امیر جماعت لاہور)

میں یعنی مولوی محمد علی صاحب لاہوری اس سے انکار نہیں کرتا کہ میاں (محمود احمد) صاحب نے چند مقامات پر مبلغین بھیجے کا اچھا کام کیا ہے مگر حق تو یہ ہے کہ اس راہ میں بھی سابق وہی شخص ہے جسے میاں صاحب منافق کہہ رہے ہیں۔ میں اس سے بھی انکار نہیں کرتا کہ قادیان میں بہت سے احمدیوں نے سکونت اختیار کر لی ہے اور مکانات بناتے ہیں اور اس سے بھی انکار نہیں کرتا کہ سلسلہ پیری مریدی میں میاں صاحب نے نمایاں ترقی کی ہے اور نذر و نیاز کی آمدنی بھی

بڑھ گئی ہے اور جناب میاں صاحب کی ذاتی جائداد بھی بہت بڑھ گئی ہے۔

(حقیقت اختلاف ص۲۱ مصنفہ مولوی محمد علی صاحب قادیانی امیر جماعت لاہور)

مجوزہ بیت المال

دوسرا مطالبہ جو دراصل پہلے ہی مطالبہ پر مبنی ہے میں یہ کرتا ہوں کہ جماعت کے مخلص افراد کی ایک جماعت ایسی نکلے جو اپنی آمد کا ½ سے ⅓ حصہ تک سلسلہ کے مفاد کے لیے تین سال تک بیت المال میں جمع کرائے۔ اس کی صورت یہ ہو کہ جس قدر وہ مختلف چندوں میں دیتے ہیں یا دوسرے ثواب کے کاموں میں خرچ کرتے ہیں یا دارالانوار کمیٹی کا حصہ یا حصے انہوں نے لیے ہیں (اخبارات وغیرہ کی قیمتوں کے علاوہ) وہ سب رقم اس حصہ میں کاٹ لیں اور باقی رقم اس تحریک کی امانت میں صدر انجمن احمدیہ کے پاس جمع کرا دیں مثلاً ایک شخص کی پانچ سو آمدنی ہے اور وہ موصی بھی ہے اور دارالانوار کا ایک حصہ بھی اس نے لیا ہوا ہے، وہ دس روپے ماہوار اور ثواب کے کاموں میں بھی خرچ کرتا ہے اس شخص نے ⅓ دینے کا عہد کر لیا اور یہ سو روپے کی رقم ہوتی۔ وصیت ایسے شخص کی پچاس ہوتی (بہشتی مقبرہ کے واسطے) دارالانوار کمیٹی کے ۲۵ ہوتے چندہ کشمیر اور دوسرے کار ہائے ثواب مثلاً بارہ روپے ہوتے یہ کل رقم ۸۷ ہوتی باقی تیرہ روپے ماہوار اس شخص کو انجمن میں اس تحریک کی امانت میں جمع کرانے رہنے چاہئیں۔

اس مطالبہ کے ماتحت جو آنا چاہیے اسے چاہیے کہ جلد سے جلد مجھے اطلاع دے... مقررہ تین سال کے بعد جتنی رقم جمع ہوگی، وہ یا تو نقد یا رقم جائداد کی صورت میں سے اسے واپس دے دی جائے گی..... جو کمیٹی میں اس رقم کی حفاظت کے لیے مقرر کروں گا، اس کا فرض ہوگا کہ ہر شخص پر ثابت کر دے کہ اگر کسی کی جائداد کی صورت میں روپیہ واپس کیا جا رہا ہے، تو وہ جائداد فی الواقع اس رقم میں خریدی گئی ہے۔

(خطبہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۳۴ء)

تحریص و ترغیب

ہم نے کشف میں دیکھا کہ قادیان ایک بڑا عظیم الشان شہر بن گیا اور انتہائی نظر سے بھی پرے تک بازار نکل گئے اونچی اونچی دو منزلی چو منزلی یا اس سے بھی زیادہ اونچے اونچے چبوتروں والی دکانیں عمدہ عمارت کی بنی ہوتی ہیں اور موٹے موٹے سیٹھ بڑے بڑے پیٹ والے جن سے بازار کو رونق ہوتی ہے بیٹھے ہیں اور ان کے آگے جواہرات اور لعل اور موتیوں اور ہیروں روپوں اور اشرفیوں کے ڈھیر لگ رہے ہیں اور قسما قسم کی دوکانیں خوبصورت اسباب سے جگمگا رہی ہیں۔ یکے، بگھیاں، ٹم ٹم، فٹن، پالکیاں، گھوڑے، لشکر، پیدل اس قدر بازار میں آتے جاتے ہیں کہ مونڈھے سے مونڈھا بھڑ کر چلتا ہے اور راستہ بمشکل ملتا ہے۔

(ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مندرجہ اخبار الحکم مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۰۲ء، اخبار الفضل قادیان جلد ۱۶ ص۵۵ مورخہ ۱۱ جنوری ۱۹۲۹ء)

جو شخص سب کو چھوڑ کر اس جگہ آکر آباد نہیں ہوتا اور کم سے کم یہ تمنا دل میں نہیں رکھتا۔ اس حالت کی نسبت مجھ کو بڑا اندیشہ ہے کہ وہ پاک کرنے والے تعلقات میں ناقص نہ رہے۔

(تریاق القلوب ص۱۶ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

پھر ایک اور بڑا ذریعہ تزکیۂ نفوس کا ہے جو مسیح موعود (مرزا صاحب) نے کہا ہے اور میرا یقین ہے کہ وہ بالکل درست ہے، ہر ہر حرف اس کا سچا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر شخص جو قادیان نہیں آتا یا کم از کم ہجرت کی خواہش نہیں رکھتا اس کی نسبت شبہ ہے کہ اس کا ایمان درست ہو..... قادیان کی نسبت اللہ تعالیٰ نے انہ اوی القریۃ فرمایا۔ یہ بالکل درست ہے کہ یہاں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ والی برکات نازل ہوتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی فرماتے تھے۔

زمین قادیان اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(منصب خلافت صہ۳۳ مصنفہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان)

معاملہ کی بات قادیان میں اراضی خریدنے کے خواہش مند احباب مطلع رہیں کہ ہمارے انتظام میں ہر وقت ہر قسم اور ہر موقع کی زمین موجود رہتی ہے۔ تفصیلات بذریعہ خط و کتابت معلوم کی جائیں۔

خاکسار (صاحبزادہ مرزا بشیر احمد قادیان)

(اخبار الفضل قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰۰ مورخہ ۲۲ جون ۱۹۲۲ء)

قادیان کی نئی آبادی کے مختلف محلہ جات میں مختلف موقعوں پر قطعات اراضی قابل فروخت موجود ہیں۔ خواہش مند احباب خاکسار کے ساتھ خط و کتابت فرمائیں۔ خاکسار (مرزا بشیر احمد)

(اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۲۶ء جلد ۱۳ نمبر ۸۰ ، ۲۲ مارچ ۱۹۲۶ء جلد ۱۳ نمبر ۹۶)

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کوٹھی واقع دارالانوار قادیان کے احاطہ کے ساتھ بالکل ملحق جانب شمال کچھ رقبہ مملوکہ مرزا عزیز احمد صاحب و مرزا رشید احمد صاحب قابل فروخت موجود ہے جس کے فروخت کرنے کا مالکان کی طرف سے اختیار دیا گیا ہے۔۔۔ نہایت باموقع اور اعلیٰ درجہ کی زمین ہے۔ قیمت یکمشت وصول کی جائیگی نقط

خاکسار (مرزا بشیر احمد قادیان)

(اخبار الفضل قادیان نمبر ۱۷ جلد ۲۲ مورخہ ۷ اگست ۱۹۳۴ء)

بہشتی مقبرہ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی صاحب) نے فرمایا کہ نماز سے کوئی بیس یا پچیس منٹ پیشتر میں نے خواب دیکھا کہ گویا ایک زمین خریدی ہے کہ اپنی جماعت کی میتیں وہاں دفن کیا کریں تو کہا گیا کہ اس کا نام مقبرہ بہشتی ہے یعنی جو اس میں دفن ہوگا وہ بہشتی ہوگا۔ نا دحی الی ربی داشار الی ارض وقال انھا ارض تحتھا الجنۃ فمن دفن فیھا، دخل الجنۃ وان من الآمنین مکاشفات صہ۴۲ مولفہ بابو منظور الٰہی صاحب قادیان)

صبح کو نماز کے لیے اٹھنے سے کوئی ۲۰، ۲۵ منٹ پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک زمین اس مطلب کے لیے خریدی گئی ہے کہ اپنی جماعت کی میتیں وہاں دفن کی جائیں۔ تو کہا گیا کہ اس کا نام بہشتی مقبرہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو اس میں دفن ہوگا وہ بہشتی ہوگا۔ (ملفوظات احمدیہ حصہ ہفتم صہ۴۹۶-۴۹۷ مرتبہ منظور الٰہی صاحب قادیانی لاہوری)

کشفی رنگ میں وہ مقبرہ مجھے دکھایا گیا جس کا نام خدا نے بہشتی مقبرہ رکھا ہے اور پھر الہام ہوا۔

ردتے زمین کی تمام مقابر اس زمین کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

(مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کے مکاشفات صہ۵۹ مولفہ محمد منظور الٰہی صاحب)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مقبرہ بہشتی کے متعلق حسب ذیل ارشادات رسالہ الوصیت میں فرماتے ہیں۔

ایک جگہ مجھے ایک قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اس کی تمام مٹی چاندی کی تھی۔ تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے۔ اس قبرستان کے لیے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ انزل فیھا کل رحمۃ یعنی ہر قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتاری گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں۔

آگے چل کر اس میں داخل ہونے کی شرائط بیان فرمائی گئی ہیں اور ان شرائط کے بعد یہ اضافہ فرمایا ہے۔

میری نسبت اور میرے اہل و عیال کی نسبت خدا نے استثناء رکھا ہے۔ باقی ہر ایک مرد یا عورت ہو ان کو ان شرائط کی پابندی لازم ہوگی اور شکایت کرنے والا منافق ہوگا۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۲۴ نمبر ۵۴ مورخہ ۴ ستمبر ۱۹۳۶ء)

ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں..... چونکہ اس قبرستان کے لیے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ انزل فیہا کل رحمۃ..... اس لیے خدا نے میرا دل اپنی وحی خفی سے اس طرف مائل کیا کہ ایسے قبرستان کے لیے ایسے شرائط لگا دیئے جائیں کہ وہی لوگ اس میں داخل ہوسکیں جو اپنے صدق اور کامل راستبازی کی وجہ سے ان شرائط کے پابند ہوں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اس قبرستان میں مدفون ہونا چاہتا ہے وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ان مصارف (تکمیل احاطہ وغیرہ) کے لیے چندہ داخل کرے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ تمام جماعت میں سے اس قبرستان میں وہی مدفون ہوگا۔ جو یہ وصیت کرے جو اس کی موت کے بعد وہ دسواں حصہ اس کے تمام ترکہ کا حسب ہدایت اس سلسلہ کے اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام قرآن میں خرچ ہوگا کہ ایک صادق کامل الایمان کو اختیار ہوگا کہ اپنی وصیت میں اس سے بھی زیادہ لکھ دے۔ تیسری شرط ہے کہ اس قبرستان میں دفن ہونے والا متقی ہو۔ اور محرمات سے پرہیز کرتا ہو اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو سچا اور صاف مسلمان ہو۔ ہر ایک میت جو قادیان کی زمین میں فوت نہیں ہوئی ان کو بجز صندوق قادیاں میں لانا ناجائز ہوگا اور نیز ضروری ہوگا کہ کم از کم ایک ماہ پہلے اطلاع دیں.....

اگر کوئی صاحب خدانخواستہ طاعون کے مرض سے فوت ہوں..... ان کی نسبت یہ ضروری حکم ہے کہ وہ دو برس تک صندوق میں رکھ کر کسی علیحدہ مکان میں امانت کے طور پر دفن کیے جائیں.....

اگر کوئی صاحب دسویں حصہ جائداد کی وصیت کریں اور اتفاقاً ان کی موت ایسی ہو کر مثلاً کسی دریا میں غرق ہو کر ان کا انتقال ہو یا کسی اور ملک میں وفات پاویں جہاں سے میت کو لانا متعذر ہو تو ان کی وصیت قائم رہے گی اور خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسا ہی ہوگا۔ کہ گویا وہ اسی قبرستان میں دفن ہوئے ہیں اور جائز ہوگا کہ ان کی یادگار میں اسی قبرستان میں ایک کتبہ اینٹ یا پتھر پر لکھ کر نصب کیا جائے اور اس پر واقعات لکھے جائیں۔

اگر خدانخواستہ کوئی ایسا شخص ہو جو رسالہ الوصیت کی رُو سے وصیت کرتا ہے مجذوم ہو جس کی جسمانی حالت اسی لائق نہ ہو جو وہ قبرستان میں لایا جائے تو ایسا شخص حسب مصالح ظاہری مناسب نہیں ہے کہ اس قبرستان میں لایا جائے۔

میری نسبت اور میرے اہل و عیال کی نسبت خدا نے استثناء رکھا ہے۔ باقی ہر ایک مرد ہو یا عورت ہو ان کو ان شرائط کی پابندی لازم ہوگی اور شکایت کرنے والا منافق ہوگا۔

(الوصیت صلا تا ۲۴ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے جو وصیت نہیں کرتا وہ منافق ہے اور وصیت کا کم از کم چندہ ۱/۱۰ حصہ مال کا رکھا ہے۔ (منہاج الطالبین مجموعہ تقاریر میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیاں صـ۱۶)

لوگ ترستے مرگئے

مقبرہ بہشتی اس سلسلہ کا ایک ایسا مرکزی نقطہ ہے اور ایسا عظیم الشان الٰہی انسٹیٹیوشن یعنی محکمہ ہے۔ جس کی اہمیت ہر دوسرے محکمہ سے بڑھ کر ہے۔ یہ وہ نعمت ہے جس کو آدم کے وقت سے اس وقت تک کے لوگ ترستے مرگئے گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ آدم اول کو جب شیطان نے ایک عارضی بہشت سے نکالا تھا تو اس کی تلافی کے لیے چھ ہزار سال کے بعد پھر آدم ثانی کی معرفت یہ محکمہ دائمی جنت میں داخل ہونے کا اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی کے لیے کھولا ہے۔ اگلے زمانہ میں انبیاء اپنے بعض خاص خاص مقربوں کو بہشت میں داخل ہونے کی بشارت دیا کرتے تھے اور یہاں تو یہ نظر آتا ہے کہ بہشت کا دروازہ کھل گیا ہے۔ صرف ذرا کھڑا ہونے اور قدم اٹھانے کی دیر ہے۔ (اخبار الفضل قادیانی جلد ۲۴ نمبر ۶۵ مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۶ء)

ابوبکر کے ہم پلہ آج تمہارے لیے ابوبکر وعمرسی فضیلت حاصل کرنے کا موقع ہے اور وہ بہشتی مقام موجود ہے جہاں تم وصیت کر کے اپنے پیارے آقا المسیح الموعود کے قدموں میں دفن ہو سکتے ہو اور چونکہ حدیثوں میں آیا ہے کہ مسیح موعود رسول کریم کی قبر میں دفن ہو گا اس لیے تم اس مقبرہ میں دفن ہو کر خود رسول اکرم کے پہلو میں دفن ہو گے اور تمہارے لیے اس خصوصیت میں ابوبکرؓ کے ہم پلہ ہونے کا موقع ہے۔

(اقبصر بہشتی مقبرہ اعلان مندرجہ اخبار الفضل قادیاں جلد ۳ نمبر ۹۹ مورخہ ۲ فروری ۱۹۱۵ء)

وصیتوں کے قصے بقایا داران حصہ آمد کے متعلق اخبار الفضل میں متواتر کئی دفعہ اعلان ہو چکا ہے کہ یہ اعلان مساجد میں پڑھ کر سُنا دیا جائے مگر معلوم ہوا ہے کہ بعض جماعتوں کے عہدیداروں نے ابھی تک ایسا نہیں کیا۔ اب مزید توجہ کے لیے مندرجہ ذیل اعلان کیا جاتا ہے کہ اس آواز کو ہر موصی تک پہنچا دیں ....

بموجب ارشاد حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کیا گیا ہے کہ جو موصی وصیت کا چندہ واجب ہونے کی تاریخ کے چھ ماہ بعد تک رقم وصیت ادا نہ کرے گا نہ دفتر سے اپنی معذوری بتا کر مہلت حاصل کرے گا اس کی وصیت انجمن کارپردازان مصالح قبرستان کو منسوخ کرنے کا کامل اختیار ہے اور جس قدر روپیہ وہ وصیت میں ادا کر چکا ہے اس کے واپس لینے کا موصی کو حق نہ ہو گا۔ سوائے اس شخص کے جو احمدیت سے مرتد ہو جائے اور جو وصیتیں اس وقت تک ہو چکی ہیں ان کے لیے یہ قاعدہ مقرر کیا جاتا ہے کہ جو موصی وصیت کا چندہ واجب ہونے کے چھ ماہ بعد تک چندہ ادا نہیں کرتا اس کی وصیت منسوخ کی جائے اور آئندہ اس سے جب تک وہ توبہ نہ کرے کسی قسم کا چندہ وصول نہ کیا جائے۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ اپنی معذوری ثابت کر کے خود اپنی وصیت کی ادائیگی کے لیے انجمن سے مہلت حاصل کر چکا ہو (سیکرٹری مقبرہ بہشتی قادیاں)

(اخبار الفضل قادیاں جلد ۲۴ نمبر ۶۲ مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۳۶ء)

بقایا داران موصیان حصہ آمد کے متعلق کئی دفعہ اعلان ہو چکا ہے کہ آخر اکتوبر ۱۹۳۶ء تک جن موصیان حصہ آمد کا بقایا ادا نہ ہو گا یا ادائیگی بقایا کے متعلق نظارت ہذا سے انہوں نے مہلت حاصل نہ کر لی ہو اس کے وصایا۔ برائے منسوخی مجلس کارپرداز میں پیش کر دی جائیں گی۔ مذکورہ بالا اعلانات کے بعد بعض موصیوں کی طرف سے خطوط آتے ہیں کہ ہماری وصایا منسوخ کر دی جائیں۔ ہم بعد میں دوبارہ وصیتیں کر دیں گے اس کے متعلق واضح کر دیا جاتا ہے کہ ایسے موصیوں کی دوبارہ وصایا نہیں لی جائیں گی جو بقایا کی وجہ سے منسوخ کرائیں گے۔ (سیکرٹری مقبرہ بہشتی قادیان)

(اخبار الفضل قادیان جلد ۲۴ نمبر ۵۵ مورخہ ۵ ستمبر ۱۹۳۶ء)

عملی مثال گھناؤنی اور شرمناک اگر یہ واقعہ صحیح ہے کہ ایک ایسے قادیانی احمدی کو جس پر بہشتی مقبرہ کی شرائط صادق نہ آتی تھیں غلطی سے اس میں دفن کر دیا گیا اور بعد میں غلطی معلوم ہونے پر اس کی نعش اکھاڑ کر پھر دوسرے قبرستان میں دفن کی گئی۔ تو یہ عملی مثال احرار کے فعل شنیع سے بھی (کہ انہوں نے قادیانی میت کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہونے سے روکا۔ ملوّلف) بڑھ کر گھناؤنی اور شرمناک۔

(قادیانی جماعت لاہور کا اخبار پیغام صلح جلد ۲۴ نمبر ۴۹ مورخہ ۳ اگست ۱۹۳۶ء)

بہشتی مقبرہ سے خارج ایک غیر مبائع (لاہوری قادیانی) کے متعلق ایک صاحب نے سوال کیا کہ آیا وہ مقبرہ بہشتی میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں۔

اس کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ (میاں محمود احمد صاحب) نے لکھوایا کہ دلوں کا حال اللہ تعالیٰ

جاتا ہے۔ ہمارا کام ظاہر کو دیکھنا ہے حضرت مسیح موعود نے شرط لگائی ہے کہ وصیت کنندہ عیوب سے پاک ہو اور ہمارے نزدیک بیعت سے باہر رہنا گناہ ہے۔ اس لیے غیر مبائع (لاہوری قادیانی) مقبرہ میں نہیں دفن ہو سکتا۔

(مکتوب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۹ر جون ۱۹۲۲ء جلد ۹ نمبر ۹۹)

طاعون کی دُعا

حمامۃ البشریٰ میں کئی سال طاعون پیدا ہونے سے پہلے شائع کی تھی۔ میں نے یہ لکھا تھا کہ میں نے طاعون پھیلنے کے لیے دُعا کی ہے۔ سو وہ دُعا قبول ہو کر ملک میں طاعون پھیل گئی۔

طاعون کا فلسفہ

براہین احمدیہ کے آخری اوراق کو دیکھا تو ان میں یہ الہام درج تھا "دنیا میں ایک نذیر آیا اور دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ پر خدا اس کو قبول کرے گا اور زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کرے گا۔"

اس پر مجھے خیال آیا کہ اس وقت دُنیا کہاں تھی اور ہمارا دعویٰ بھی نہ تھا۔ لیکن اس الہام میں ایک پیشگوئی تھی جو اس وقت طاعون پر صادق آ رہی ہے اور زور آور حملوں سے طاعون مراد ہے۔

(ملفوظات احمدیہ حصہ ہفتم صہ ۵۲۳ مرتبہ محمد منظور الٰہی صاحب قادیانی لاہوری)

ہوشیارپور اور جالندھر کے اضلاع میں ابھی چند وارداتیں طاعون کی ہوتی تھیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے علم پا کر پیش گوئی کی تھی کہ وباء پنجاب کے دوسرے اضلاع میں بھی پھیل جائے گی۔

(ملفوظات احمدیہ حصہ ہفتم صہ ۵۲۲ مرتبہ محمد منظور الٰہی صاحب قادیانی لاہوری)

اسی طرح سے طاعون سے محفوظ رہنے کا جو نشان مجھے دیا گیا ہے میں اس سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ بدون ٹیکہ طاعون مجھے اس بیماری سے بچایا گیا ہے۔

(ملفوظات احمدیہ حصہ ہفتم صہ ۵۰ مرتبہ محمد منظور الٰہی صاحب قادیانی لاہوری)

شیخ نور احمد صاحب نے عرض کی اب بھی کئی مخالف یہی کہتے ہیں کہ ان کو طاعون کیوں نہیں آتی۔ حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ قرآن کریم سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ بدکار لوگ انبیاء سے خود ہی عذاب طلب کیا کرتے تھے۔ کم بخت لوگ یہ نہیں کہتے کہ آپ دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں نیکی کی ہدایت دے بلکہ الٹا طاعون ہی مانگتے ہیں۔

(ملفوظات احمدیہ حصہ ہفتم صہ ۵۳۱ مرتبہ محمد منظور الٰہی صاحب قادیانی لاہوری)

اگر خدانخواستہ کوئی شخص ہماری جماعت سے اس مرض سے وفات پا جائے تو گو وہ ذلت کی موت ہوتی لیکن ہم پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہم نے خود اشتہار سے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہماری جماعت سے وعدہ ہے کہ وہ متقی کو اس سے بچائے گا اس لیے تم کو چاہیئے کہ اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرو تاکہ دوسروں کے طعن اور خدا کے عذاب سے محفوظ رہو۔ (ملفوظات احمدیہ حصہ ہفتم صہ ۴۹۲ مرتبہ محمد منظور الٰہی صاحب قادیانی لاہوری)

اگر ہماری جماعت کا کوئی شخص طاعون سے مر جاتے اور اس وجہ سے ہماری جماعت کو ملزم گردانا جائے تو ہم کہیں گے یہ محض دھوکہ اور مغالطہ ہے کیونکہ طاعونی موت ثابت کرتی ہے کہ وہ فی الحقیقت جماعت سے الگ تھا ورنہ ایک موت تو دوسری بات کا کفارہ ہو جاتی ہے۔ اگر اس کے نفسانی جذبات اور خواہشات پر موت آ چکی ہوتی اور دُنیا کے فریبوں اور مکاریوں سے علیحدہ ہو چکا تھا۔ تو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ دوبارہ ہلاک کیا جاتا۔

(ملفوظات احمدیہ حصہ ششم صہ ۳۵۵ مرتبہ محمد منظور الٰہی صاحب قادیانی لاہوری)

قمیص تو ہم دے دیں گے لیکن سچی بات یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت کی قمیص انسان نہ پہنے کوئی دوسری چیز حفاظت نہیں کر سکتی۔ دیکھو میں جانتا ہوں کہ گو اللہ تعالیٰ نے بار بار وعدہ فرمایا کہ وہ میری اور میری جماعت کی اس ذلت

کو موت سے محافظت فرمائے گا لیکن اس حفاظت کے وعدہ کے ساتھ تقویٰ کی شرط ہے۔ محض رسمی طور پر مسلمان کہلانا یا رسمی طور پر بیعت کر لینا کسی کام نہیں آسکتا۔

(ملفوظات احمدیہ حصہ ہفتم ص۲۹۱ مرتبہ منظور الٰہی صاحب قادیانی لاہوری)

ایمان و اسباب

ایک مومن کا جس قدر ایمان اللہ تعالیٰ کی قدرتوں پر ہوتا ہے اسی قدر وہ اسباب پرستی پر بھروسہ کرنے سے دُور ہوتا ہے اور یہ ہے بھی سچ کیونکہ جب انسان کا ایمان اللہ تعالیٰ پر کامل ہو جاتا او راس کی ایمانی نظر میں اسباب کا سلسلہ بالکل معدوم ہو جاتا ہے اور اس کا سارا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہی ہوتا ہے۔

(ملفوظات احمدیہ حصہ ہفتم ص۵۰ و ص۵۱ مرتبہ منظور الٰہی قادیانی لاہوری)

ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو صفائی کا بہت خیال تھا۔ خصوصاً طاعون کے ایام میں اتنا خیال رہتا تھا کہ فینائل لوٹے میں حل کر کے خود اپنے ہاتھ سے گھر کے پاخانوں اور نالیوں میں جاکر ڈالتے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ بعض اوقات حضرت مسیح موعود علیہ السلام گھر میں ایندھن کا بڑا ڈھیر لگوا کر آگ بھی جلوایا کرتے تھے تاکہ ضرر رساں جراثیم مر جاویں۔ آپ نے ایک بہت بڑی انگیٹھی منگوائی ہوئی تھی جسے کوئلہ ڈال کر اور گندھک وغیرہ رکھ کر کمروں کے اندر جلایا جاتا تھا اور اس وقت دروازے بند کر دیتے جاتے تھے اور اس کی اتنی گرمی ہوتی تھی کہ جب انگیٹھی کے ٹھنڈا ہو جانے کے ایک عرصہ بعد بھی کمرہ کھولا جاتا تھا تو پھر بھی وہ اندر سے بھٹی کی طرح تپتا تھا۔

(سیرۃ المہدی حصہ دوم ص۵۹ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی)

باغ میں قیام

مخدومی مکرمی اخویم سیٹھ صاحب سلمہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عنایت نامہ پہنچا بدریافت خیر و عافیت خوشی ہوئی الحمد للہ اس جگہ بھی بفضلہ تعالیٰ سب طرح سے خیریت ہے۔ میں اس وقت تک مع اپنی جماعت کے باغ میں ہوں۔ اگرچہ اب قادیان میں طاعون نہیں ہے لیکن میں اس خیال سے کہ جو زلزلہ کی نسبت مجھے اطلاع دی گئی ہے۔ اس کی نسبت میں توجہ کر رہا ہوں۔ اگر معلوم ہوا کہ وہ واقعہ جلد تر آنے والا ہے تو اس واقعہ کے ظہور کے بعد قادیان میں چلے جائیں۔ بہر حال دس یا پندرہ جون تک انشاء اللہ میں اسی باغ میں ہوں آپ تشریف لے آویں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس جگہ کوئی تکلیف نہ ہوگی اور آنے سے پہلے مجھے اطلاع دیں۔ والسلام۔

خاکسار مرزا غلام احمد ۱۲ مئی ۱۹۰۵ء

(مکتوب نمبر۳ مندرجہ مکتوب احمدیہ جلد۵ حصہ اول ص۲۹ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

۴ اپریل ۱۹۰۵ء کو جو خطرناک زلزلہ آیا۔ اس موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زلازل کے متعلق کثرت سے الہامات ہوتے۔ آپ خدا تعالیٰ کے کلام کا ادب و احترام کرتے ہوئے باغ میں تشریف لے گئے۔ کئی بے وقوف کہہ دیا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی اپنا گھر نہیں چھوڑا۔ اس وقت چونکہ زلازل کے متعلق آپ کو الہامات ہو رہے تھے اس لیے آپ نے یہی مناسب خیال فرمایا کہ کچھ عرصہ باغ میں رہیں۔

(خطبہ جمعہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۰ نمبر ۳۲ مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۳۲ء)

طاعونی جہاد

جن لوگوں کو خوف نہیں ہے وہ ایسی نکتہ چینی کرتے ہیں جن کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے اعتراض کے نیچے آجاتے ہیں۔ چنانچہ بعض نادان کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے بعض لوگ بھی طاعون سے ہلاک ہو گئے ہیں۔ ہم ایسے متعصبوں کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ہماری جماعت میں سے بعض لوگوں کا طاعون سے فوت ہونا بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ لڑائیوں میں شہید ہوتے تھے۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص۱۳۱ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

طاعون کی برکت

اسی طرح میں کہتا ہوں اور بڑے دعوے اور زور سے کہتا ہوں کہ اگر ایک شخص ہماری جماعت میں سے طاعون سے مرتا ہے تو بجائے اس کے سو آدمی یا زیادہ ہماری جماعت میں داخل ہوتا ہے اور یہ طاعون ہماری جماعت کو بڑھاتی جاتی ہے اور ہمارے مخالفوں کو نابود کرتی جاتی ہے ہر ایک مہینے میں کم سے کم پانچ سو آدمی اور کبھی ہزار دو ہزار آدمی بذریعہ طاعون ہماری جماعت میں داخل ہوتا ہے۔ پس ہمارے لیے طاعون رحمت ہے اور مخالفوں کے لیے زحمت اور عذاب ہے اور اگر دس پندرہ سال تک ملک میں ایسی ہی طاعون رہی تو میں یقین رکھتا ہوں کہ تمام ملک احمدی جماعت سے بھر جائے گا۔ پس مبارک وہ خُدا ہے جس نے دنیا میں طاعون کو بھیجا تاکہ اس کے ذریعہ سے ہم بڑھیں اور پھُولیں اور ہمارے دشمن نیست و نابود ہوں۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی حاشیہ صہ۱۳۱-۱۳۲ مرزا غلام احمد قادیانی)

سلسلہ کی ترقی

چنانچہ اگر اشاعت سلسلہ کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ سرعت کے ساتھ طاعون کے زمانہ میں سلسلہ کی ترقی ہوئی۔ ایسی سرعت اس وقت تک اور کسی زمانہ میں نہیں ہوئی نہ طاعون کے دور دورہ سے قبل اور نہ اس کے بعد چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی بیان فرماتے تھے کہ جن دنوں میں اس بیماری کا پنجاب میں زور تھا ان دنوں میں بعض اوقات پانچ پانچ سو آدمیوں کی بیعت کے خطوط ایک ایک دن میں حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچتے تھے۔

(سیرۃ المہدی حصہ دوم صہ۴۷ مؤلفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

طاعون کا مجرّب علاج

چونکہ آئندہ اس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ طاعون ملک میں پھیل جائے اور ہمارے گھر میں جس میں بعض حصّوں میں مرد بھی مہمان رہتے ہیں اور بعض حصّوں میں عورتیں سخت تنگی واقع ہے اور آپ لوگ سُن چکے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ نے ان لوگوں کے لیے جو اس گھر کی چار دیواری کے اندر ہوں گے۔ حفاظت خاص کا وعدہ فرمایا ہے اور اب وہ گھر جو غلام حیدر متوفی کا تھا جس میں ہمارا حصّہ ہے اس کی نسبت ہمارے شریک راضی ہو گئے ہیں کہ ہمارا حصّہ دیں اور قیمت پر باقی حصّہ بھی دے دیں۔ میری دانست میں یہ حویلی جو ہماری حویلی کا ایک جزو ہو سکتی ہے۔ دو ہزار تک تیار ہو سکتی ہے۔ چونکہ خطرہ ہے کہ طاعون کا زمانہ قریب ہے اور یہ گھر وحی الٰہی کی خوشخبری کی رُو سے اس طوفان طاعون میں بطور کشتی کے ہوگا نہ معلوم کس کس کو اس بشارت کے وعدہ سے حصّہ ملے گا۔ اس لیے یہ کام بہت جلدی کا ہے۔ خُدا پر بھروسہ کر کے جو خالق اور رازق ہے اور اعمالِ صالحہ کو دیکھتا ہے کوشش کرنی چاہیئے۔ میں نے بھی دیکھا کہ یہ ہمارا گھر بطور کشتی کے تو ہے مگر آئندہ اس کشتی میں نہ کسی مرد کی گنجائش ہے نہ عورت کی۔ اس لیے توسیع کی ضرورت پڑی۔

المشتہر۔ مرزا غلام احمد قادیانی

(کشتی نوح صہ۷۶ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

طاعون کی قادیانی قدردانی

میں نے جو اپنی نسبت خوابیں اور الہام دیکھے ہیں میں ان سے حیران ہوں دو مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا.... مجھے مرض طاعون ہو گئی ہے اور ورم نمودار ہے اور آج بھی یہ خواب آئی ہے۔ اسی کے قریب قریب ایک الہام بھی ہے جو کسی رنج اور بلا پر دلالت کرتا ہے اور معبرین نے طاعون سے مراد کبھی تو طاعون اور کبھی خارش اور حکام کی طرف سے کوئی عذاب و تکالیف اور کبھی کوئی فتنہ رنج وہ مراد لیا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہے؟ خواب کی تعبیر یہ ہے کہ مرض طاعون کی شدت ہے اور مرزا قادیانی صاحب نے اس کو عذاب الٰہی قرار دیا ہے۔ اپنے منکرین کے حق میں۔ لیکن ممکن ہے کہ خود بھی اسی مرض میں مبتلا ہو جائیں لہذا تقاضا احتیاط یہ ہے کہ اس کو خواب میں شامل کر لیا جائے کہ اس صورت میں کم از کم اپنا کشف ملہم

رستے ہو) اگر مرض نہ لگے تو اس کی تاویل بھی موجود ہے۔ ایسی پیش بندیاں مرزا قادیانی صاحب کا بڑا کمال ہیں (مولف برقی)

(الہام ۲۵ مارچ ۱۹۰۵ء مندرجہ تذکرہ صفحہ ۲۰۷ منقول از رسالہ سلسلہ تصنیفات محمدیہ جلد یازدہم مؤلفہ شیخ غلام محمد صاحب قادیانی قدرت ثانی)

جب طاعون کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھیڑ کا کھانا چھوڑ دیا۔ کیونکہ آپ فرماتے تھے کہ اس میں طاعونی مادہ ہوتا ہے۔ سیرۃ المہدی حصہ اول ص۳۱ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

وباتی ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قدر احتیاط فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کارڈ کو بھی جو وبا والے شہر سے آتا چھوتے تو ہاتھ ضرور دھو لیتے۔

(قادیانی رسالہ ریویو آف ریلیجز۔ اگست ۱۹۲۰ء ص۵ منقول از اخبار الفضل قادیان جلد ۲۵ نمبر ۱۲۲ مورخہ ۸ مئی ۱۹۳۷ء)

میں چاہتا ہوں کہ کسی قدر دواتے طاعون آپ کے لیے [illegible] کروں کہ وہ نہ صرف طاعون کے لیے بلکہ اور بہت سے امراض کے لیے مفید ہے۔ غالباً انشاء اللہ اس ہفتہ کے اندر اندر روانہ کروں گا۔ آپ ہر روز قریباً چار رتی کھا لیا کریں اور کسی قدر دودھ پی لیا کریں۔ باقی ہر طرح سے خیریت ہے۔ اس ملک میں پھر طاعون کے خطرات معلوم ہوتے ہیں انشاء اللہ رحم فرماتے۔ والسلام۔

(مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا ایک مکتوب مورخہ ۲۲ جولائی ۱۸۹۴ء بنام ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۳۴ نمبر ۱۹۴ مورخہ ۲۰ اگست ۱۹۴۶ء)

جب ہندوستان میں پیشگوئی کے مطابق طاعون کا مرض پھیلا اور پنجاب میں بھی اس کے کیس ہونے لگے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے لیے ایک دوائی تیار کی جس میں کونین، جدوار، کافور، کستوری، مروارید اور بہت سی قیمتی ادویہ ڈالی گئیں اور کھرل کر کے چھوٹی چھوٹی گولیاں بنائی گئیں جو سیاہ رنگ کی تھیں۔ اس کا نام تریاق الہٰی رکھا گیا۔ جب وہ گولیاں تیار ہو گئیں تو آپ نے ان کو ایک چلمن میں بھر کر اپنی نشست گاہ کے کمرے میں رکھ لیا۔ میرا خیال ہے کہ وہ گولیاں ایسی قیمتی تھیں کہ فی گولی ایک روپیہ سے کم خرچ نہ ہوا ہوگا۔ لیکن وہ سب کی سب آپ نے مفت تقسیم کیں۔ میں نے دیکھا کہ اپنے دوست کیا بلکہ بعض مخالف ہندو بھی آکر مانگتے کہ حضور ہمیں تھوڑا سا تریاق الہٰی دیں تو آپ مٹھی بھر کر ان کو خندہ پیشانی کے ساتھ عطا کر دیتے (ایک ترکیب سے تھوڑی گولیاں بھی مٹھی بھر کر دی جاسکتی ہیں یا گولیاں بہت ارزاں تھیں۔ المولف برقی)

(مفتی محمد صادق صاحب قادیانی کی تقریر مندرجہ اخبار الفضل جلد ۳۴ نمبر ۸ مورخہ ۴ اپریل ۱۹۴۹ء)

طاعون کی تواضع

اس جگہ طاعون سخت تیزی پر ہے۔ ایک طرف انسان بخار میں مبتلا ہوتا ہے اور صرف چند گھنٹوں میں مر جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کب تک یہ ابتلا دور ہو ہو۔۔۔۔ مگر یہ کہ آتے وقت ایک بڑا بکس فنائل کا جو سولہ یا بیس روپیہ کو آتا ہے ساتھ لے آویں۔ اس کی قیمت اس جگہ دے دی جاوے گی اور علاوہ اس کے آپ بھی اپنے گھر کے لیے فنائل بھیج دیں اور ڈس انفیکٹ کے لیے رس کپور اس قدر بھیج دیں جو چند کمروں کے لیے کافی ہو۔

(مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا مکتوب موسومہ نواب محمد علی خاں صاحب مندرجہ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر چہارم ص۱۱۲-۱۱۳)

اس وقت تک خدا کے فضل و کرم اور جود و احسان سے ہمارے گھر اور آپ کے گھر میں بالکل خیر و عافیت ہے۔ بڑی غلام کو تپ ہو گیا تھا۔ اس کو گھر سے نکال دیا ہے لیکن میری دانست میں اس کو طاعون نہیں ہے احتیاطاً

نکالی دیا ہے اور ماسٹر محمد دین کو تپ ہو گیا اور گلٹی بھی نکل آئی۔ اس کو بھی باہر نکال دیا ہے۔۔۔۔آج ہمارے گھر میں ایک مہمان عورت کو جو دہلی سے آئی تھی بخار ہو گیا ہے۔۔۔۔میں تو دُعا کر رہا ہوں اور اس قدر زور اور توجہ سے دُعائیں کی گئی ہیں کہ بعض اوقات میں ایسا بیمار ہو گیا کہ وہم گزرا کہ شاید دو تین منٹ جان باقی ہے اور خطرناک آثار ظاہر ہو گئے (قبل از مرگ واویلا للمؤلف) اگر آتے وقت لاہور سے ڈس انفیکٹ کے لیے کچھ رس کپور اور کسی قدر فینائل لے آویں اور کچھ گلاب سرکہ لے آویں تو بہتر ہو گا۔

(مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا مکتوب موسومہ نواب محمد علی خاں صاحب مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۰۴ء مندرجہ مکتوبات احمدیہ جلد پنجم ص۱۱۵)

قادیانی میت

جو خدانخواستہ اس بیماری سے مر جاتے وہ شہید ہے۔ اس کی واسطے ضرورت غسل کی نہیں اور نہ نیا کفن پہنانے کی ضرورت ہے۔ اس کے واسطے وہی کپڑے رہنے دو اور ہو سکے تو اس پر ایک سفید چادر ڈال دو اور چونکہ مرنے کے بعد میت کے جسم میں زہر کا زیادہ اثر ترقی پکڑتا ہے۔ اس واسطے سب لوگ اس کے گرد جمع نہ ہوں۔ حسب ضرورت دو تین آدمی اس کی چارپائی کو اٹھائیں اور باقی سب دُور کھڑے ہو کر مثلاً ایک سو گز کے فاصلہ پر جنازہ پڑھیں۔ جنازہ ایک دُعا ہے اور اس کے واسطے ضروری نہیں کہ انسان میت کے سر پر کھڑا ہو کر جہاں قبرستان دُور ہو مثلاً لاہور میں سامان ہو سکے تو کسی گاڑی یا چھکڑے پر ڈال کر میت کو لے جاویں۔

(ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مندرجہ اخبار الفضل قادیاں جلد ۲ نمبر ۱۱۱ مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۱۵ء)

سوال:۔ اگر خدانخواستہ ہمارا کوئی احمدی بھائی پلیگ سے فوت ہو جاتے تو اس کے نہلانے کے متعلق کیا حکم ہے۔ آیا حضرت (مرزا) صاحب کا پہلا فتویٰ یعنی نہ نہلانا ہی ہے یا نہلانا چاہیئے اور نیز اس کے کفن کے متعلق کیا حکم ہے۔ اسے کفنانا چاہیئے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر احتیاط سے نہلایا جاتے یعنی نہلانے والا ہاتھ نہ لگاتے اور ہاتھ پر کپڑا باندھ لے یا دستانہ پہن لے پھر فوراً گرم پانی اور صابن سے خود نہلتے تو نہلانا اچھا ہے۔ اور اگر یہ احتیاطیں نہ ہو سکیں یا میت کی حالت زیادہ خراب ہو تو نہ نہلانا بہتر ہے۔

(مکتوبات میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیاں مندرجہ اخبار الفضل قادیاں مورخہ ۳ اپریل ۱۹۲۲ء نمبر ۷۸ جلد ۹)

قادیانی تحریک اور طاعون

طاعون خدا کا ایک عذاب ہے جو حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کی تائید کے لیے بھیجی گئی ہے۔ اگر ہماری جماعت کی رفتار ترقی کو دیکھا جاتے تو ثابت ہو گا کہ ساٹھ ستر فی صدی آدمی طاعون کی وجہ سے سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں۔ مجھ کو یاد ہے کہ طاعون کے دنوں میں پانچ سو ہزار ہزار آدمی کی بیعت کے خطوط حضرت صاحب کے پاس روزانہ آتے تھے تو چونکہ یہ احمدیت کی صداقت کا ایک نشان ہے اور جب تک جماعت کی حفاظت نشان کے طور پر نہ ہو یہ نشان کامل تجلّی کے ساتھ ظاہر نہیں ہو سکتا اس لیے دُعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ امتیازی طور پر ہماری جماعت کو اس مرض سے بچاتے۔۔۔

موت تو ہر انسان کو آنی ہے لیکن چونکہ طاعون حضرت (مرزا) صاحب کو پیشگوئی کے ماتحت آئی ہے۔ اس لیے اگر کوئی احمدی اس میں مبتلا ہوتا ہے تو لوگوں کو ابتلا آتا ہے کیونکہ یہ مرض غیروں کے لیے بطور عذاب کے ہے اگرچہ اس میں ہمارے بعض آدمیوں کا مبتلا ہونا کوئی بات نہیں ہے۔ دیکھو صحابہ رضوان اللہ علیہم کے وقت میں تلوار کفار کے لیے بطور عذاب کے تھی۔ مگر اس تلوار کی جنگ میں بھی مارے جاتے تھے مگر ان کے لیے عذاب نہ تھی۔ کیونکہ اس وقت تلوار سے مرنا دشمنوں کے لیے تباہی تھی۔ صحابہ کے لیے تباہی نہ تھی کیونکہ صحابہ مرنے سے کم نہیں ہوتے تھے بلکہ بڑھتے

جاتے اور کم ہوتے چلے جاتے تھے۔

پس جماعت کے لوگوں کو دعاؤں کے ساتھ ہی اس نشان پر زور دینا چاہیئے تاکہ احمدیت خُوب پھیلے جانتے ہو اگر گرم لوہے پر چوٹ مارو تو اس کو جس شکل میں چاہو ڈھال لو لیکن ٹھنڈے لوہے پر کچھ اثر نہیں ہوا کرتا۔ ان دنوں چونکہ دل پگھلے ہوئے ہیں اس لیے احمدیت کے سانچے میں ڈھل جائیں گے۔ طاعون بھی خدا کی طرف سے ایک بھٹی بنائی گئی ہے جس میں دل پگھلاتے جاتے ہیں۔ پس تم صداقت کے قالبوں میں ان کو ڈھال لو۔ یہ دن تبلیغ کے دن ہیں دونوں باتوں کی طرف توجہ کرنی چاہیئے اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

(میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۵ نمبر ۲، مورخہ ۹ مارچ ۱۹۱۸ء)

مرزا صاحب کی مخصوص گالی

(ترجمہ) ان کتابوں کو سب مُسلمان محبت کی آنکھ سے دیکھتے ہیں اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور میرے دعوے کی تصدیق کرتے ہیں مگر بدکار عورتوں کی اولاد نہیں مانتے کہ ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر ثبت کر دی ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۴۷ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مرزا صاحب نے مندرجہ بالا بیان میں ان لوگوں کو تو مسلمان قرار دیا ہے جو ان کو قبول کرتے ہیں اور ان کے دعوئے کی تصدیق کرتے ہیں۔ لیکن مسلمان جو ایسا نہیں کرتے تو ان کو ذریۃ البغایا کا خطاب دیا ہے۔ چونکہ عربی میں "ذریۃ البغایا" سخت گالی مانی جاتی ہے یعنی بدکار عورت کی اولاد۔ لہٰذا مُسلمانوں کی ناراضی کے خوف سے قادیانی صاحبان بالعموم اس کی دو تاویلیں کرتے ہیں۔ اوّل یہ کہ "ذریۃ البغایا" کے معنی گمراہ یا ہدایت سے دُور لوگ ہیں۔ دوم یہ کہ اس کے معنی جو کچھ بھی ہوں یہاں مخاطب غیر مُسلم لوگ ہیں۔ آخری تاویل اس لحاظ سے پیش کی جا سکتی ہے کہ اپنے عقیدے میں قادیانی لوگ اپنے آپ کو مُسلمان اور مُسلمانوں کو غیر مُسلم سمجھتے ہیں۔ رہی پہلی تاویل سو ذریۃ البغایا اور بغایا مرزا صاحب کے خاص الفاظ ہیں جن کو وہ اکثر استعمال کرتے ہیں اور ان کے معنی بھی خود ہی لکھے ہیں۔ ذیل میں چند حوالے بطور نمونہ درج ہیں۔ ان سے واضح ہو جائے گا کہ مرزا صاحب ذریۃ البغایا اور بغایا سے اپنی تحریرات ہمیشہ کیا۔ مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔ اور جاننا چاہیئے کہ ہر ایک شخص جو ولد الحلال ہے اور خراب عورتوں اور دجال کی نسل میں سے نہیں ہے۔ وہ دو باتوں میں سے ایک بات ضرور اختیار کرے گا۔

(نور الحق حصہ اوّل ص۱۲۳ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

علیٰ ہذا مرزا صاحب ایک دوسرے موقع پر اپنے مخالف مولوی عبد الحق صاحب غزنوی کو عربی میں گالی دے کر خود ہی اس کا اردو ترجمہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

تو نے بدکار عورت کی طرح رقص کیا۔

(حجۃ اللہ عربی ص۸ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

اس کے سوا ملاحظہ ہو:۔

۱۔ ویتزوجون البغایا

دور نکاح خود می آرند زنان بازاری را۔ ص۹۶

۲۔ فلاشك ان البغایا منه خربن

ہیچ شک نیست کہ زنان فاحشہ ملک مارا خراب کردہ اند۔ ص۹۸

۳۔ ان البغایا
زنان فاحشہ در حقیقت پلید اند۔ صہ ۸۹
۴۔ ان الفسلز داران
اگر در خانہ زناں آں فاسقہ باشد پس مرداں آں خانہ دیوث و دجال می باشند۔ صنہ ۹
(لجۃ النور ۔ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

خباثت خود ایا زادہی پس سن صادق نیم ۔ اگر تو اے غسل بدکاراں نزلت نمیری
(انجام آتھم صہ ۲۸۳ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

اور شوق کرنا بازاری عورتوں کے رقص کی طرف اور ان کا بوسہ اور گلے لپٹانا اور بعد اس کے ان کا جانا کر بند۔
خطبہ الہامیہ صہ ۷ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)
گویا ان لوگوں نے اپنے بدن اور قوت کو بدکار عورتوں پر وقف کر رکھا ہے اور ان کی محبت کو جان اور آبرو اور مال اور ملت کے بچاؤ پر مقدم کر لیا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب الھدیٰ والتبصرۃ من یریٰ صفحہ ۴۳)

مرزا صاحب کی خوش کلامی

اب فرض کے طور پر کہتا ہوں کہ اگر ہم اپنے اجتہاد سے کسی اپنے بچہ پر یہ خیال بھی کریں کہ شاید یہ وہی پسر موجود ہے اور ہمارا اجتہاد خطا جائے تو اس میں الہام الٰہی کا کیا قصور ہوگا کیا نبیوں کے اجتہادات میں اس کا کوئی نمونہ نہیں۔ اگر ہم نے وفات یافتہ لڑکے کی نسبت کوئی قطعی الدلالت الہام کسی کتاب میں لکھا ہے تو وہ پیش کریں۔ جھوٹ بولنا اور نجاست کھانا ایک برابر ہے تعجب کہ ان لوگوں کو نجاست خواری کا کیوں شوق ہو گیا۔
(ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم صہ ۹۲ مولفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی)
سوچا تھا کہ ہمارے نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی سے اپنی بدگوہری ظاہر نہ کرتے بھلا جس وقت یہ سب باتیں پوری ہو جائیں گی۔ تو کیا اس دن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جائیں گے ان بے وقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کر دیں گے۔
(ضمیمہ انجام آتھم صہ ۵۳ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)
اور جو ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔
(انوار الاسلام صہ ۳۰ مولفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)
یہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں۔
(ضمیمہ انجام آتھم صہ ۲۵ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)
دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔
(نجم الہدیٰ صہ ۱۰ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

وہ حلال زادہ نہیں

اب جو شخص اس صاف فیصلہ کے خلاف شرارت اور عناد کی راہ سے بکواس کرے گا اور اپنی شرارت سے بار بار کہے گا کہ عیسائیوں کی فتح ہوئی اور کچھ شرم و حیا کو کام نہیں لائے گا

اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا۔ تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور وہ حلال زادہ نہیں..... ورنہ حرام زادہ کی یہی نشانی ہے کہ سیدھی راہ اختیار نہ کرے اور ظلم اور ناانصافی کی راہوں سے پیار کرتا رہے۔

(انوار الاسلام صفحہ ۳۰ مصنفہ، مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ ایک شخص زور زور سے کہہ رہا تھا کہ اس حرام زادے کو میرے سامنے لاؤ جو کہتا ہے کہ کتے کا جھوٹا کھانا جائز نہیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کہا گیا تھا کہ کسی کو حرام زادہ کہنے والے کو حد لگائی جائے گی۔ وہ شخص بازار میں کہہ رہا تھا کسی کو احساس نہ تھا۔ لوگ سنتے تھے اور رکتے نہ تھے گویا یہ معمولی بات ہے جو ہونی چاہیئے۔

(خطبہ جمعہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیاں مندرجہ اخبار الفضل قادیاں جلد ۹ نمبر ۶۳ مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۲۲ء)

مرزا صاحب کا عتاب

قادیاں میں ایک بدگو مخالف آیا ہوا تھا جس نے حضرت کے خدام میں سے ایک کو اپنے پاس بلا بھیجا جو اس کے ساتھ گفتگو کرنے چلا گیا۔ جب اس امر کی حضرت مسیح موعود کو خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ "ایسے خبیث مفسد کو اتنی عزت نہیں دینی چاہیئے کہ اس کے ساتھ تم میں سے کوئی بات چیت کرے"

(ملفوظات احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۱۴۵ مرتبہ: محمد منظور الہٰی صاحب قادیانی لاہوری)

اخراج

بیان کیا مجھ سے حضرت خلیفہ ثانی نے کہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ اول کا ایک رشتہ دار جو ایک بھنگی چرسی اور بدمعاش آدمی تھا قادیان آیا۔ اور اس کے متعلق شبہ ہوا کہ وہ کسی بدارادے سے یہاں آیا ہے اور اس کی رپورٹ حضرت تک بھی پہنچی۔ آپ نے حضرت خلیفہ اول کو کہلا بھیجا اسے فوراً قادیان سے رخصت کر دیں لیکن جب حضرت خلیفہ اول نے اسے قادیاں سے چلے جانے کو کہا تو اس نے یہ موقعہ غنیمت سمجھا اور کہا کہ اگر مجھے اتنے روپے دے دو گے تو میں چلا جاؤں گا۔ حضرت خلیفہ ثانی بیان کرتے تھے کہ جتنے روپے وہ مانگتا تھا اس وقت اتنے روپے حضرت خلیفہ اول کے پاس نہ تھے اس لیے آپ کچھ کم دیتے تھے۔ اسی جھگڑے میں کچھ دیر ہو گئی۔ چنانچہ اس کی اطلاع پھر حضرت صاحب تک پہنچی کہ وہ ابھی تک نہیں گیا اور قادیاں میں ہی ہے۔ اس پر حضرت صاحب نے حضرت خلیفہ اول کو کہلا بھیجا کہ یا تو اسے فوراً قادیاں سے رخصت کر دیں یا خود بھی چلے جائیں۔ حضرت مولوی صاحب تک یہ الفاظ پہنچے تو انہوں نے فوراً کسی سے قرض لے کر اسے رخصت کر دیا۔

حضرت خلیفہ اول کا یہ رشتہ دار آپ کا حقیقی بھتیجا تھا اور اس کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ یہ ایک نہایت آوارہ گرد، معاش آدمی تھا اور شاید سخت مخالف ہو (مؤلف) اور اس کے متعلق اس وقت یہ شبہ کیا گیا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ شخص قادیاں میں فتنہ فساد کے پیدا کرنے کا موجب ہو (کوئی گہرا راز معلوم ہوتا ہے۔ مؤلف)

(سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۲۵۶ مصنفہ۔ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

بدمزاجی کا فیصلہ

اول قوت اخلاق چونکہ اماموں کو طرح طرح کے اوباشوں سفلوں اور بدزبان لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اس لیے ان میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی قوت کا ہونا ضروری ہے تاکہ ان میں طیش نفس اور مجنونانہ جوش پیدا نہ ہو اور لوگ ان کے فیض سے محروم نہ رہیں۔ یہ نہایت قابل شرم بات ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر اخلاق رذیلہ میں گرفتار ہو اور درشت بات کا ذرا بھی متحمل نہ ہو سکے اور جو امام زمان کہلا کر ایسی کچی طبیعت کا آدمی ہو کہ ادنیٰ بات منہ میں جھاگ جاتا ہے۔ آنکھیں نیلی پیلی ہوتی ہیں وہ کسی طرح امام زمان نہیں ہو سکتا۔

(ضرورۃ الامام صفحہ ۸ مصنفہ، مرزا غلام احمد قادیانی)

تجربہ بھی شہادت دیتا ہے کہ ایسے بدزبان لوگوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ خدا کی غیرت اس کے ان پیاروں کے لیے آخر کوئی کام دکھلا دیتی ہے۔ پس اپنی زبان کی چھری سے کوئی اور بدتر چھری نہیں۔

(خاتمہ چشمہ معرفت صہ۱۵' مصنفہ : مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

عدالت کی ہدایت

ڈاکٹر مارٹن کلارک کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی صاحب پر زیر دفعہ (۱۰۷) ضابطہ فوجداری اگست ۱۸۹۷ء میں خوب زور شور سے فوجداری مقدمہ چلا۔ اس کی مکمل مسل مرزا صاحب کی تالیف کتاب البریہ میں درج ہے۔ اس مقدمہ کا جو فیصلہ ہوا کافی عبرت آموز ہے۔ چنانچہ آخری حصہ جو کل فیصلہ کا خلاصہ ہے۔ ملاحظہ ہو۔

یہ ظاہر ہے کہ پیش گوئیاں ڈیلفک (   ) الہاموں کی طرح دو پہلو رکھتی ہیں اور اسی میں فائدہ ہے کہ وہ ایسی ہوں۔ مرزا صاحب کچھ مطلب بیان کرتے ہیں اور ڈاکٹر کلارک کچھ اور اس صورت میں اس امر کا ثابت کرنا ناممکن ہے کہ ڈاکٹر کلارک کے معنی ٹھیک ہوں۔ ———— مرزا صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے ڈاکٹر کلارک کی موت کی نسبت کبھی کوئی پیش گوئی نہیں کی اور جس قدر مطبوعہ شہادت پیش کی گئی ہے ہم منجملہ اس کے کسی میں بھی کوئی صاف اور صریح امر نہیں پاتے جس سے مرزا صاحب کے بیان کی تردید ہوتی ہے۔

جہاں تک ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ سے تعلق ہے ہم کوئی وجہ نہیں دیکھتے کہ غلام احمد سے حفظ امن کے لیے ضمانت لی جائے یا یہ کہ مقدمہ پولیس کے سپرد کیا جائے۔ لہذا وہ بری کیے جاتے ہیں لیکن ہم اس موقعہ پر مرزا غلام احمد کو بذریعہ تحریری نوٹس کے جس کو انہوں نے خود پڑھ لیا اور اس پر دستخط کر دیئے ہیں۔ باضابطہ طور سے متنبہ کرتے ہیں کہ ان مطبوعہ دستاویزات جو شہادت میں پیش ہوئی ہیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان سے اشتعال اور غصہ دلانے والے رسالے شائع کئے ہیں جن سے ان لوگوں کی ایذا متصور ہے جن کے مذہبی خیالات سے مختلف ہیں۔

جو اثر کہ اس کی باتوں سے اس کے بے علم مریدوں پر ہوگا۔ اس کی ذمہ داری ان ہی پر ہوگی اور ہم انہیں متنبہ کرتے ہیں کہ جب تک وہ زیادہ ترمیانہ روی کو اختیار نہ کریں گے وہ قانون کی رو سے بچ نہیں سکتے بلکہ اس کی زد کے اندر آجاتے ہیں۔

(دستخط۔ ایم ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور ۲۳/اگست ۱۸۹۷ء)

(ترجمہ: انگریزی مندرجہ کتب البریہ صہ۲۹۰' مولفہ: مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مرزا صاحب کا عہد

میں حکام کو یقین دلاتا ہوں کہ ہرگز میری عادت میں داخل نہیں کہ خود بخود کسی کو آزار دوں اور نہ ایسی عادت کو میں پسند کرتا ہوں۔ بلکہ جو کچھ سخت الفاظ میں لکھا گیا وہ سخت الفاظ کا جواب تھا مگر مخالفوں کی سختی سے نہایت کم۔ تاہم یہ طریق بھی میری طبیعت اور عادت سے مخالف ہے اور جیسا کہ صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے مقدمہ کے فیصلہ پر مجھے یہ ہدایت کی ہے کہ آئندہ اشتعال کو روکنے کے لیے مباحثات میں نرم اور مناسب الفاظ کو استعمال کیا جائے۔ میں اسی پر کاربند رہنا چاہتا ہوں اور اس اشتہار کے ذریعہ سے اپنے تمام مریدوں کو جو پنجاب اور ہندوستان کے مختلف مقامات میں سکونت رکھتے ہیں۔ نہایت تاکید سے سمجھاتا ہوں کہ وہ بھی اپنے مباحثات میں اس طرز کے کاربند رہیں اور ہر ایک سخت اور فتنہ انگیز لفظ سے پرہیز کریں۔

(اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ششم صہ۴۸)

اور یاد رہے کہ یہ اشتہار مخالفین کے لیے بھی بطور نوٹس ہے۔ چونکہ ہم نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے سامنے یہ عہد کر لیا ہے کہ آئندہ ہم سخت الفاظ سے کام نہ لیں گے اس لیے حفظ امن کے مقاصد کی تکمیل کے لیے آنا چاہتے ہیں کہ ہمارے تمام مخالف بھی اس عہد کے کاربند ہوں۔

(اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی صاحب ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ششم صہ۴۹)

حضرت مسیح موعود نے اسی مقدمہ میں انذاری پیشگوئیوں کے متعلق جو بیان عدالت میں دیا اس میں صفائی کے

ساتھ یہ لکھا کہ۔

"عدالت میں میری نسبت یہ الزام پیش کیا گیا ہے کہ گویا میری قدیم سے یہ عادت ہے کہ خود بخود کسی کی موت یا ذلت کی پیش گوئی کیا کرتا ہوں اور پھر اپنی جماعت کے ذریعہ سے پوشیدہ طور پر اس کوشش میں لگا رہتا ہوں کہ کسی طرح وہ پیشگوئی پوری ہو جائے اور گویا میں ایک قسم کا ڈاکو یا خونی رہزن ہوں اور گویا میری جماعت بھی ایک قسم کی اوباش اور خطرناک لوگ ہیں جن کا پیشہ اسی قسم کے جرائم ہیں لیکن میں عدالت کو ظاہر کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افترا سے تحریر کیا گیا ہے اور نہایت بری طرح سے میری اور میری معزز جماعت کی ازالہ حیثیت عرفی کی گئی ہے۔۔۔۔"

اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک برس سے کچھ زیادہ عرصہ گزرتا ہے کہ میں نے اس عہد کو چھاپ کر شائع کیا ہے کہ میں کسی کی موت وغیرہ وغیرہ کی نسبت ہرگز کوئی پیشگوئی نہ کروں۔

(اخبار پیغام صلح لاہور جلد ۳۵ نمبر ۱۹ مورخہ ۲۳ اپریل ۱۹۴۷ء)

صاحب مجسٹریٹ ضلع کی اجازت

بعض ہمارے مخالف جن کو افترا اور جھوٹ بولنے کی عادت ہے' لوگوں کے پاس کہتے ہیں کہ صاحب ڈپٹی کمشنر نے آئندہ پیش گوئیاں کرنے سے منع کر دیا ہے۔ خاص کر ڈرانے والی پیشگوئیوں اور عذاب کی پیشگوئیوں سے سخت ممانعت کی ہے۔ سو واضح رہے کہ یہ باتیں سراسر جھوٹی ہیں ہم کو کوئی ممانعت نہیں ہوئی اور عذابی پیشگوئیوں میں جس طریق کو ہم نے اختیار کیا ہے یعنی رضامندی لینے کے بعد پیشگوئی کرنا اس طریق پر عدالت اور قانون کا کوئی اعتراض نہیں۔

(کتاب البریہ اشتہار صفحہ ۹ حاشیہ مؤلفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

ہاں یہ سچ ہے کہ میں نے بعض اشخاص کی موت وغیرہ کی نسبت پیشگوئی کی ہے لیکن اپنی طرف سے بلکہ اس وقت اور اس کی حالت میں جبکہ ان لوگوں نے اپنی رضا و رغبت سے ایسی پیشگوئی کے لیے مجھے تحریری اجازت دی چنانچہ ان کے ہاتھ کی تحریریں اب تک میرے پاس موجود ہیں جن میں سے بعض ڈاکٹر کلارک کے مقدمہ میں شامل مسل کی گئی ہیں مگر باوجود اجازت دینے کے پھر بھی ڈاکٹر کلارک صاحب نے ان پیشگوئیوں کا ذکر کیا اور اصل واقعات کو چھپایا۔ اس لیے آئندہ میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ کسی ایسی درخواست پر انذاری ڈراونی پیشگوئی کی جائے بلکہ آئندہ ہماری طرف سے یہ اصول رہے گا کہ اگر کوئی ایسی انذاری پیش گوئیوں کے لیے درخواست کرے تو اس کی طرف ہرگز توجہ نہیں کی جائے گی۔ جب تک وہ ایک تحریری حکم اجازت صاحب مجسٹریٹ ضلع کی طرف سے نہ پیش کرے۔

(کتاب البریہ اشتہار صفحہ ۹ مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء مؤلفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

میں نے مسٹر ڈوئی کے سامنے لکھ دیا تھا کہ آئندہ کسی کی نسبت موت کا الہام شائع نہیں کروں گا جب تک کہ وہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے اجازت نہ لے لے۔

(مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا حلفیہ بیان عدالت گورداسپور میں مندرجہ اخبار الحکم قادیان جلد نمبر ۲۹ منقول از منظور الٰہی صفحہ ۲۴۵ مصنفہ منظور الٰہی صاحب قادیانی ۔۔۔۔ لاہوری)

عدالتی اقرار نامہ

اقرار نامہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب بمقدمہ فوجداری اجلاس مسٹر جے ایم ڈوئی صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور مرجوعہ ۵ جنوری ۱۸۹۹ء فیصلہ ۲۵ فروری ۱۸۹۹ء نمبر بستہ قادیان نمبر مقدمہ ۱/۳ سرکار دولت مدار بنام غلام احمد ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور ملزم الزام زیر دفعہ ۱۰۷ مجموعہ ضابطہ فوجداری۔



اقرار نامہ

میں مرزا غلام احمد قادیانی بحضور خداوند تعالیٰ باقرار صالح اقرار کرتا ہوں کہ آیندہ (۱) میں ایسی پیش گوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے یہ معنی ہوں یا ایسے معنی خیال کیے جاسکیں کہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

۲۔ میں خدا کے پاس ایسی اپیل اقریاد و درخواست) کرنے سے بھی اجتناب کروں گا کہ وہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو یا عیسائی وغیرہ) ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ مورد عتاب الٰہی ہے یہ ظاہر کرے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

۳۔ میں کسی چیز کو الہام بنا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشا ہو یا جو ایسا منشا رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو۔ کہ فلاں شخص یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو یا عیسائی وغیرہ ذلت اٹھاتے گا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

۴۔ جہاں تک میرے احاطہ طاقت میں ہے میں تمام اشخاص کو جن پر کچھ میرا اثر یا اختیار ہے' ترغیب دوں گا کہ وہ بھی بجائے خود اس طریق پر عمل کریں جس طریق پر کاربند ہونے کا میں نے دفعہ ۱ تا ۴ میں اقرار کیا ہے۔

العبد — گواہ شد

مرزا غلام احمد بقلم خود — خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی۔ دستخط' جے ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء

سو اگر مسٹر ڈوئی صاحب (ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور) کے روبرو میں نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ میں ان کو (مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو) کافر نہیں کہوں گا تو واقعی میرا یہی مذہب ہے کہ میں کسی مسلمان کو کافر نہیں جانتا۔

(تریاق القلوب صفحہ ۳ مصنفہ، مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

اقرار نامہ کا نتیجہ

اس مضمون مندرجہ اخبار پیغام صلح مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۷ء میں جو حضرت مسیح موعود کے اس اقرار نامہ پر ریمارک ہوا ہے جو آپ نے گورنمنٹ سے اندازی پیش گوئیاں نہ کرنے کے متعلق کیا تھا تو عرض صرف اتنی تھی کہ میاں محمود احمد صاحب جو آپ کو نبی بتاتے ہیں تو منجملہ اور دلائل قاطعہ کے آپ کا یہ اقرار نامہ لکھ کر دینا بھی اس کے قطعاً خلاف ہے۔ کیونکہ نبی مکلف ہوتا ہے کہ جو کچھ اس پر نازل ہوا ہے سب کو بتاتے بحکم یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک ——— ۱۸۹۹ء میں آپ کو (مرزا صاحب) مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے بالمقابل عدالت میں جانا پڑا اور وہاں آپ یہ بھی لکھ کر دے آتے کہ میں آیندہ مولوی محمد حسین کو کاذب اور کافر اور دجال نہیں کہوں گا۔ اسی سال اسی مقدمہ میں آپ نے ایک اور اقرار نامہ بھی لکھ کر دیا جس کے یہ لفظ ہیں۔

"میں کسی چیز کو الہام بنا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشا ہو یا جو ایسا منشا رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو۔ کہ فلاں شخص مسلمان ہو خواہ ہندو یا عیسائی) ذلت اٹھاتے گا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

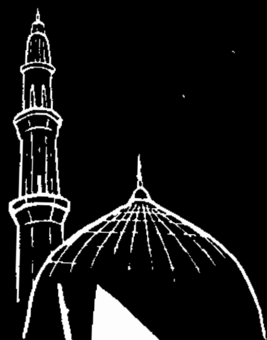
مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء۔ مرزا غلام احمد (لاہوری جماعت کا اخبار پیغام صلح جلد ۵ نمبر ۱۰ مورخہ ۹ جنوری ۱۹۱۸ء)

من گھڑت نبی

تم (قادیانی صاحبان) اپنے دعوے راست باز نہیں کہلا سکتے بلکہ ایک طرف نبی تراش نام رکھا۔ دوسری طرف نتیجہ میں صرف ایک نبی کا لفظ بول کر سراسر نبی کریم کی ہتک کر رہے ہو۔ پھر کیا وہ پہلے انبیاء بھی ایسے ہی محکوم ہوتے تھے کہ گورنمنٹ کے خوف سے آیندہ کے لیے اندازی پیشگوئیاں موت وغیرہ کے متعلق کرنے سے رُک جایا کرتے تھے کہ آیندہ ہم موت کی پیشگوئی کسی کی نہ کیا کریں گے۔ خدا کی گورنمنٹ زبردست ہے یا انسانوں کی پہلے مسیح نے تو سُولی قبول کی مگر کلمہ حق پہنچانے سے انکار نہیں کیا مگر اپنے من گھڑت نبی کے حالات سے تم خود ہی واقف ہو ہمیں تشریح کرنے کی حاجت نہیں۔



(لاہوری جماعت کا اخبار پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۷ء)



انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

تعلقات

مہدی

قوموں کی حیات ان کے تخیّل پہ ہے موقوف
یہ ذوق سکھاتا ہے ادب مُرغِ چمن کو
مجذوب فرنگی نے باندازِ فرنگی
مہدی کے تخیّل سے کِیا زندہ وطن کو
اے وہ کہ تو مہدی کے تخیّل سے ہے بیزار
نومید نہ کر آہوئے مشکیں سے ختن کو
ہو زندہ کفن پوش تو میّت اسے سمجھیں
یا چاک کریں مردکِ ناداں کے کفن کو

پنجابی مُسلمان

مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت
کر لے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد
تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد
تاویل کا پھندا کوئی صیّاد لگا دے
یہ شاخِ نشیمن سے اُترتا ہے بہت جلد

اقبالؒ

قادیانیت

اشاعت خاص

محبّتیں، نفرتیں منّتیں، خوشامدیں دھمکیاں، پیشگوئیاں

(۱) اراکینِ خاندان

۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب۔ محمدی بیگم کے خواستگار۔

۲۔ محمدی بیگم ایک نوعمر لڑکی۔

۳۔ مرزا احمد بیگ۔ محمدی بیگم کے والد اور مرزا قادیانی صاحب کے ماموں زاد بھائی۔

۴۔ عمر النساء والدہ محمدی بیگم مرزا قادیانی صاحب کی چچازاد ہمشیرہ اور مرزا امام الدین کی حقیقی ہمشیرہ۔

۵۔ مرزا امام الدین صاحب مرزا قادیانی صاحب کے چچازاد بھائی اور محمدی بیگم کے حقیقی ماموں۔

۶۔ فضل احمد اور سلطان احمد مرزا قادیانی صاحب کے لڑکے۔

۷۔ عزّت بی بی فضل احمد کی اہلیہ (مرزا احمد بیگ کی بھانجی)

۸۔ مرزا علی شیر بیگ۔ عزّت بی بی کے والد مرزا قادیانی کے سمدھی۔

۹۔ والدہ عزّت بی بی۔ مرزا احمد بیگ کی ہمشیرہ۔ مرزا قادیانی صاحب کی سمدھن۔

۱۰۔ مرزا سلطان محمد۔ محمدی بیگم کا شوہر اور مرزا قادیانی صاحب کا کامیاب رقیب۔

۱۱۔ پھجّے دی ماں۔ مرزا قادیانی صاحب کی پہلی بیوی۔

۱۲۔ نصرت جہاں بیگم۔ مرزا قادیانی صاحب کی دوسری بیوی۔

بڑی بشارت خدائے تعالیٰ نے پیش گوئی کے طور پر اس عاجز (مرزا غلام احمد قادیانی صاحب) پر ظاہر فرمایا کہ مرزا احمد بیگ ولد مرزا گاماں بیگ ہوشیارپوری کی دخترِ کلاں محمدی بیگم، انجام کار

تمہارے نکاح میں آتے گی اور وہ لوگ بہت عداوت کریں گے اور بہت مانع آئیں گے اور کوشش کریں گے کہ ایسا نہ ہو لیکن آخر کار ایسا ہی ہوگا اور فرمایا کہ خدائے تعالیٰ ہر طرح سے اس کو تمہاری (یعنی مرزا صاحب کی طرف لائے گا باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کر کے، اس کا تصفیہ بعد کو ہو جائے گا۔ للمؤلف) اور ہر ایک روک کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اس کام کو ضرور پورا کرے گا۔ کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔

(ازالہ اوہام صہ ۳۹۶ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

۳۔ بشارت پر بشارت

اس پیش گوئی کی تصدیق کے لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے پیش گوئی فرمائی تھی کہ یتزوج ویولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں۔ کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا۔ اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز (مرزا قادیانی صاحب) کی پیش گوئی موجود ہے۔ خاص اولاد کی مشہور پیش گوئی یوں ہے: فرزند دلبند گرامی ارجمند

(مندرجہ اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء غالباً یہی خاص اولاد پیش نظر ہے۔ للمؤلف)

گویا اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی (گویا حدیث شریف کی رُو سے مرزا صاحب کا محمدی بیگم سے نکاح ہونا لازم ہے اور یہ مسیح موعود ہونے کا خاص ثبوت ہوگا۔ للمؤلف)

(ضمیمہ انجام آتھم صہ ۵۳ حاشیہ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

۴۔ خداداد موقع

(محمدی بیگم کے اعزہ) مجھ سے کوئی نشانی آسمانی مانگتے تھے اس وجہ سے کئی مرتبہ دعا کی گئی۔ سو وہ دعا قبول ہو کر خدائے تعالیٰ نے یہ تقریب قائم کی کہ اس لڑکی کا والد ایک ضروری کام کے لیے ہماری طرف ملتجی ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ مرزا احمد بیگ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچازاد بھائی غلام حسین نامی کو بیاہی گئی۔ غلام حسین عرصہ پچیس سال سے کہیں چلا گیا اور مفقود الخبر ہے۔ اس کی زمین جس کا حق ہمیں بھی پہنچتا ہے نامبردہ مرزا احمد بیگ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری میں درج کرا دی گئی تھی اب حال کے بندوبست میں جو گورداسپور میں جاری ہے نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ (مرزا احمد بیگ) نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار پانچ ہزار روپے قیمت کی ہے، اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرا دیں چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا گیا چونکہ وہ ہبہ نامہ بغیر ہماری رضامندی کے بیکار تھا اس لیے مکتوب الیہ (مرزا احمد بیگ) نے بہ تمام تر عجز و انکسار ہماری طرف رجوع کیا تاکہ ہم راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں اور قریب تھا کہ دستخط کر دیتے لیکن یہ خیال آیا کہ جیسا ایک مدت سے بڑے بڑے کاموں میں ہماری عادت ہے، جناب الٰہی میں استخارہ کر لینا چاہیے سو یہی جواب مکتوب الیہ (مرزا احمد بیگ) کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔ وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آپہنچا تھا، جس کو خدائے تعالیٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اس خدائے قادر مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص (مرزا احمد بیگ) کی دختر کلاں (محمدی بیگم) کے نکاح کے لیے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک و مروت تم سے اسی پر کیا جائے گا اور یہ نکاح تمہارے لیے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے، جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہے لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائیگی

وہ روزِ نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لیے کئی کراہیت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

(مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا اشتہار مورخہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اوّل صہ ۱۱۶)

۵۔ لالچ اور دھمکی

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل کی کہ اس شخص (احمد بیگ) کی بڑی لڑکی کے نکاح کے لیے درخواست کر اور اُس سے کہہ دے کہ پہلے وہ تمہیں دامادی میں قبول کرے اور تمہارے نور سے روشنی حاصل کرے اور کہہ دے کہ مجھے اس زمین کے ہبہ کرنے کا حکم مل گیا ہے جس کے تم خواہشمند ہو بلکہ اس کے ساتھ اور زمین بھی دی جائے گی اور دیگر مزید احسانات تم پر کیے جائیں گے بشرطیکہ تم اپنی بڑی لڑکی کا مجھ سے نکاح کر دو۔ میرے اور تمہارے درمیان یہی عہد ہے۔ تم مان لوگے تو میں بھی تسلیم کر لوں گا اگر تم قبول نہ کرو گے تو خبردار ہو، مجھے خدا نے یہ بتلایا ہے کہ اگر کسی اور شخص سے اس لڑکی کا نکاح ہوگا تو نہ اس لڑکی کے لیے یہ نکاح مبارک ہوگا اور نہ تمہارے لیے۔ ایسی صورت میں تم پر مصائب نازل ہوں گے جن کا نتیجہ موت ہوگا۔ پس تم نکاح کے بعد تین سال کے اندر مر جاؤ گے بلکہ تمہاری موت قریب ہے اور ایسا ہی اس لڑکی کا شوہر بھی اڑھائی سال کے اندر مر جائے گا یہ حکم اللہ ہے۔ پس جو کرنا ہے کر لو میں نے تم کو نصیحت کر دی ہے پس وہ (مرزا احمد بیگ) تیوری چڑھا کر چلا گیا۔

(آئینہ کمالاتِ اسلام صہ ۵۷۳-۵۷۲ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

"خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے مخالف اور منکر رشتہ داروں کے حق میں نشان کے طور پر یہ پیش گوئی ظاہر کی ہے کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ نام ہے اگر وہ اپنی بڑی لڑکی اس عاجز کو نہیں دے گا تو تین برس کے عرصہ بلکہ اس سے قریب فوت ہو جائے گا اور جو نکاح کرے گا۔ وہ روزِ نکاح سے اڑھائی برس کے عرصہ میں فوت ہوگا اور آخر وہ عورت اس عاجز کی بیویوں میں داخل ہوگی۔" (۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

(تبلیغ رسالت جلد اوّل مرتبہ قاسم علی احمدی صہ ۶۱ بحوالہ ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر مطبوعہ یکم مارچ ۱۸۸۶ء)

۶۔ خُدا کی طرف سے حکم

مکرمی مخدومی اخویم میرزا احمد بیگ سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم و رحمۃ اللہ ابھی ابھی مراقبہ سے فارغ ہی ہوا تھا کہ کچھ غنودگی سی ہوتی اور خدا کی طرف سے یہ حکم ہوا کہ احمد بیگ کو مطلع کر دے کہ وہ بڑی لڑکی کا رشتہ منظور کرے یہ اس کے حق میں ہماری جانب سے خیر و برکت ہوگا اور ہمارے انعام و اکرام بارش کی طرح اس پر نازل ہوں گے اور تنگی اور سختی اس سے دُور کر دی جائے گی اور اگر انحراف کیا تو موردِ عتاب ہوگا اور ہمارے قہر سے نہ بچ سکے گا۔

اور میں نے اس کا حکم پہنچا دیا تاکہ اس کے رحم و کرم سے حصّہ پاؤ اور اس کی بے پناہ نعمتوں کے خزانے تم پر کھولے جائیں اور میں اپنی طرف سے تو صرف یہی عرض کرتا ہوں کہ میں آپ کا ہمیشہ ادب و لحاظ ہی ملحوظ رکھتا ہوں اور آپ کو ایک دیندار اور ایماندار بزرگ تصور کرتا ہوں اور آپ کے حکم کو اپنے لیے فخر سمجھتا ہوں اور ہبہ نامہ پر جب لکھو حاضر ہو کر دستخط کر جاؤں اور اس کے علاوہ میری املاک خُدا کی اور آپ کی ہے۔ عزیز محمد بیگ کے لیے پولیس میں بھرتی کرنے کی عہدہ دلانے کی خاص کوشش و سفارش کر لی ہے تاکہ وہ کام میں لگ جاوے اور اس کا رشتہ میں نے ایک بہت امیر آدمی جو میرے عقیدت مندوں میں ہے تقریباً کر دیا ہے اور اللہ کا فضل آپ کے شاملِ حال ہو۔ فقط۔

(خاکسار غلام احمد عفی عنہ لدھیانہ اقبال گنج۔ مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء)

(منقول از رسالہ نوشتہ غیب صفحہ ۱۰۰ مؤلفہ ایم۔ ایس خالد صاحب وزیر آبادی)

تب میں نے اللہ تعالیٰ کے ایما اور اشارہ سے اس کو (یعنی مرزا احمد بیگ صاحب) کو خط لکھا اور اس میں لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اے عزیز سنیئے آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ میری سنجیدہ بات کو لغو سمجھتے ہیں اور میرے کھرے کو کھوٹا خیال کرتے ہیں۔ بخدا میرا یہ ارادہ نہیں کہ میں آپ کو تکلیف دوں انشاء اللہ آپ مجھے احسان کرنے والوں میں سے پائیں گے اور میں یہ عہد استواری کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ اگر آپ نے میرے خاندان کے خلافِ مرضی میری بات کو مان لیا تو میں اپنی زمین اور باغ میں آپ کو حصّہ دوں گا اور اس رشتہ کی وجہ سے آپس کی نزاع اور اختلاف رفع ہو جائے گا اور خدا میرے کنبہ اور خاندان کے قلوب کی اصلاح کرے گا۔ اگر آپ نے میرا قول اور بیان مان لیا تو مجھ پر مہربانی اور احسان اور میرے ساتھ نیکی ہوگی۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں اور آپ کی درازیٔ عمر کے لیے ارحم الراحمین کے جناب میں دعا کروں گا اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی لڑکی کو اپنی زمین اور مملوکات کا ایک تہائی حصّہ دوں گا اور میں سچ کہتا ہوں کہ اس میں سے جو کچھ مانگیں گے میں آپ کو دوں گا صلۂ رحم عزیزوں سے محبت اور رشتہ کے حقوق کے بارے میں آپ کو مجھ جیسا کوئی شخص نہیں ملے گا۔ آپ مجھے مصیبتوں میں اپنا دستگیر اور بار اٹھانے والا پائیں گے اس لیے انکار میں اپنا وقت ضائع نہ کیجیے اور شک وشبہ میں نہ پڑیے۔

میں اپنا یہ خط اپنے پروردگار کے حکم سے لکھ رہا ہوں اپنی راتے سے نہیں آپ میرے اس خط کو اپنے صندوق میں محفوظ رکھیے یہ خط بڑے سچے اور امین کی جانب سے ہے اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اس میں سچا ہوں اور جو کچھ میں نے وعدہ کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور میں نے جو کہا ہے وہ میں نے نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اپنے الہام سے کہلوایا ہے اور یہ مجھے میرے پروردگار کی وصیت تھی اس لیے میں نے اسے پورا کیا۔ ورنہ مجھے آپ کی یا آپ کی لڑکی کی کچھ حاجت نہیں تھی۔۔۔ اگر میعاد گزر جاتے اور سچائی ظاہر نہ ہو تو میرے گلے میں رسّی اور پاؤں میں زنجیر ڈالنا اور مجھے ایسی سزا دینا کہ تمام دنیا میں کسی کو نہ دی گئی ہو۔

یہ خط میں نے احمد بیگ کو ۱۳۰۴ھ میں لکھا تھا (ترجمہ)

(آئینہ کمالات اسلام ص۵۷۳ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

۷۔ اس راقم کا ایک خط

اخبار نور افشاں ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء میں جو اس راقم (مرزا غلام احمد قادیانی صاحب) کا ایک خط متضمن درخواست نکاح چھاپا گیا ہے، اس خط کو صاحب اخبار نے اپنے پرچہ میں درج کرکے عجیب طرح کی زبان درازی کی ہے اور ایک صفحۂ اخبار کا سخت گوئی اور دشنام دہی میں ہی سیاہ کیا ہے۔۔۔۔ اب یہ جاننا چاہیئے کہ جس خط کو ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء کے نور افشاں میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے جو خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔۔۔ پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لیے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے یہ مقرّر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ (مرزا احمد بیگ) کی دختر کلاں (محمدی بیگم) کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی، ہر ایک روک دُور کرنے کے لیے بعد انجام کار اس عاجز (مرزا قادیانی صاحب) کے نکاح میں لاوے گا اور بے دینوں کو مسلمان بنائے گا اور گمراہوں میں ہدایت پھیلائے گا (گویا مرزا قادیانی صاحب کی پیش گوئی ضرور پوری ہوگی۔ حالانکہ پوری نہ ہوتی۔ للمؤلف برنی)

(مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا اشتہار مورخہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اوّل ص۱۱۱، ص۱۱۵، ص۱۱۶ مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی)

۸۔ خاندانی سرد مہری

پہلا خط

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، قادیان میں جب واقعہ ہائلہ محمود فرزند آں مکرم کی خبر سنی تھی،

تو بہت درد اور رنج اور غم ہوا لیکن بوجہ اس کے یہ عاجز بیمار تھا اور خط نہیں لکھ سکتا تھا اس لیے عزا پُرسی سے مجبور رہا۔ صدمۂ وفاتِ فرزندان حقیقت میں ایک ایسا صدمہ ہے کہ شاید اس کے برابر دُنیا میں کوئی اور صدمہ نہ ہوگا خصوصاً بچوں کی ماؤں کے لیے تو سخت مصیبت ہوتی ہے۔ خداوند تعالیٰ آپ کو صبر بخشے اور اس کا بدل صاحبِ عمر عطا فرماوے اور عزیزی مرزا محمد بیگ کو عمر دراز بخشے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کوئی بات اس کے آگے انہونی نہیں۔ آپ کے دل میں گو اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہو لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ آپ کے لیے دعا خیر و برکت چاہتا ہوں میں نہیں جانتا کہ میں کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں تاکہ میرے دل کی محبت اور خلوص، ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے۔ مسلمانوں کے ہر ایک نزاع کا آخری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے۔ جب ایک مسلمان خدا تعالیٰ کی قسم کھا جاتا ہے تو دوسرا مسلمان اس کی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے۔ سو ہمیں خدائے تعالیٰ قادر مطلق کی قسم ہے۔ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ الہام ہوا تھا کہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اس عاجز سے ہوگا۔ اگر دوسری جگہ ہوگا تو خدا تعالیٰ کی تنبیہیں وارد ہوں گی اور آخر اسی جگہ ہوگا۔ کیونکہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اس لیے میں نے عین خیر خواہی سے آپ کو جتلایا کہ دوسری جگہ اس رشتے کا کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا۔ میں نہایت ظالم طبع ہوتا جو آپ پر ظاہر نہ کرتا اور میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتے سے آپ انحراف نہ فرمائیں کہ یہ آپ کی لڑکی کے لیے نہایت درجہ موجب برکت ہوگا اور خدا تعالیٰ ان برکتوں کا دروازہ کھولے گا جو آپ کے خیال میں نہیں۔ کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہوگی جیسا کہ یہ اس کا حکم ہے جس کے ہاتھ میں زمین و آسمان کی کنجی ہے۔ تو پھر کیوں اس میں خرابی ہوگی اور آپ کو شاید معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیش گوئی اس عاجز کی ہزارہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس پیش گوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ایک جہان کی اس طرف نظر لگی ہوتی ہے اور ہزاروں پادری شرارت سے نہیں، بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو۔ لیکن یقیناً خدا تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا اور اپنے دین کی مدد کرے گا۔ میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیش گوئی کے ظہور کے لیے بصدقِ دل دُعا کرتے ہیں۔ سو یہ ان کی ہمدردی اور محبتِ ایمانی کا تقاضا ہے اور یہ عاجز جیسے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لایا ہے ویسے ہی خدا تعالیٰ کے ان الہامات پر جو تواتر سے اس عاجز پر ہوتے ایمان لاتا ہے اور آپ سے ملتمس ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے لیے معاون بنیں تاکہ خدا تعالیٰ کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ خدا تعالیٰ سے کوئی بندہ لڑائی نہیں کر سکتا اور جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے، زمین پر وہ ہرگز نہیں بدل سکتا۔ خدا تعالیٰ آپ کو دین اور دُنیا کی برکتیں عطا کرے اور اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے، جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔ آپ کے سب غم دُور ہوں اور دین و دُنیا دونوں آپ کو خدا تعالیٰ عطا فرماتے۔ اگر میرے اس خط میں کوئی ناملائم لفظ ہو تو معاف فرماویں۔ والسلام

خاکسار احقر عباد اللہ غلام احمد عفی عنہ، ۱۷ جولائی ۱۸۹۲ء بروز جمعہ

(منقول از رسالہ کلمۂ فضل رحمانی صہ ۱۲۳ مؤلفہ قاضی فضل احمد صاحب)

دُوسرا خط

مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا اور میں آپ کو ایک غریب طبع اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں لیکن اب جو آپ کو ایک خبر سناتا ہوں آپ کو اس سے بہت رنج گزرے گا۔ مگر میں اللہ کے لیے ان لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں جو مجھے ناچیز بتانے میں اور

دین کی پرواہ نہیں رکھتے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے۔ اب میں نے سُنا ہے کہ عید کی دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے۔ اب آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں بلکہ میرے کیا، دین اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں۔ ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ اور رسول کے دین کی کچھ بھی پروا نہیں رکھتے۔ اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے یہ پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس کو خوار و ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے۔

یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں۔ اب مجھ کو بچا لینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اگر میں اس کا ہوں گا تو ضرور بچائے گا۔ اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھ سکتا۔ کیا میں چوہڑا یا چمار تھا۔ جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی بلکہ وہ تو اب تک ہاں میں ہاں ملاتے رہے اور اپنے بھائی کے لیے مجھے چھوڑ دیا اور اب اس لڑکی کے نکاح کے لیے سب ایک ہو گئے۔ یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض۔ کہیں جاتے مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور جن کی لڑکی کے لیے چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو اور وہ میری وارث ہو، وہی میرے خون کے پیاسے، وہی میری عزت کے پیاسے ہیں کہ چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اس کا روسیاہ ہو۔ خدا بے نیاز ہے جس کو چاہے رُوسیاہ کرے مگر اب تو وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں نے خط لکھے کہ پُرانا رشتہ مت توڑو۔ خدا تعالیٰ سے خوف کرو۔ کسی نے جواب نہ دیا بلکہ میں نے سُنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آ کر کہا کہ کیا رشتہ ہے؟ صرف عزت بی بی نام کے لیے فضل احمد کے گھر میں ہے بے شک وہ طلاق دے دے ہم راضی ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔ ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہ کریں گے۔ یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں۔ پھر میں نے رجسٹری کرا کر آپ کی بیوی صاحبہ کے نام خط بھیجا۔ مگر کوئی جواب نہ آیا۔ اور بار بار کہا کہ اس سے ہمارا کیا باقی رہ گیا۔ جو چاہے سو کرے ہم اس کے لیے اپنے خویشوں سے اپنے بھائیوں سے جُدا نہیں ہو سکتے۔ مرتا مرتا رہ گیا، کہیں مرا بھی ہوتا۔ یہ باتیں آپ کی بیوی کی مجھے پہنچیں۔ بے شک میں ناچیز ہوں، خوار ہوں مگر خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں میری عزت ہے، جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے۔ لہٰذا میں نے ان کی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اپنے ارادہ سے باز نہ آئیں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ دیں پھر جیسا کہ آپ کی خود منشا ہے، میرا بیٹا فضل احمد بھی آپ کی لڑکی اپنے نکاح میں رکھ نہیں سکتا بلکہ ایک طرف جب محمدی بیگم کا کسی شخص سے نکاح ہو گا تو دوسری طرف سے فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دے دے گا اگر نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لاوارث کروں گا۔ اگر میرے لیے احمد بیگ سے مقابلہ کرو گے اور یہ ارادہ اس کا بند کرا دو گے تو میں بدل و جان حاضر ہوں اور فضل احمد کو جو اب میرے قبضے میں ہے، ہر طرح سے درست کر کے آپ کی لڑکی کی آبادی کے لیے کوشش کروں گا اور میرا مال ان کا مال ہو گا۔ لہٰذا آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آ جاتے اور اپنے گھر کے لوگوں کو تاکید کر دیں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیوے۔ ورنہ مجھے خدائے تعالیٰ کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لیے یہ تمام رشتے ناطے توڑ دوں گا۔ اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو ایسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا۔ جب آپ کی بیوی کی خوشی ثابت ہو۔ ورنہ جہاں میں رخصت ہوا ایسا ہی سب رشتے ناطے ٹوٹ گئے۔ یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوتی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کہاں تک درست ہیں۔ واللہ اعلم۔

(راقم خاکسار غلام احمد از لدھیانہ اقبال گنج ۲ مئی ۱۸۹۱ء)



دُوسرے خط کا جواب

اخویم مرزا غلام احمد صاحب زادہ عنایتہ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:- گرامی نامہ پہنچا۔ عزیب طبع یا نیک جو کچھ بھی آپ تصور کریں، آپ کی مہربانی ہے۔ ہاں مسلمان ضرور ہوں مگر آپ کی خود ساختہ نبوت کا قائل نہیں ہوں اور خدا سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے سلفِ صالحین کے طریقے پر ہی رکھے اور اسی پر میرا خاتمہ بالخیر کرے .... باقی رہا تعلق چھوڑنے کا مسئلہ تو بہترین تعلق خُدا کا ہے، وہ نہ چھوٹے اور باقی اس عاجز مخلوق کا تعلق ہوا تو پھر کیا نہ ہوا تو پھر کیا۔ احمد بیگ کے متعلق میں کر ہی کیا سکتا ہوں۔ وہ ایک سیدھا سادہ مسلمان آدمی ہے، جو کچھ ہوا آپ کی طرف ہی سے ہوا۔ نہ آپ فضول ایمان کو گنوانے اور الہام بازی کرنے اور نہ وہ کنارہ کش ہوتا.......

یہ ٹھیک ہے کہ خویش ہونے کی حیثیت سے آپ نے رشتہ طلب کیا، مگر آپ خیال فرمائیں کہ اگر آپ کی جگہ احمد بیگ ہو اور احمد بیگ کی جگہ آپ ہوں تو خدا لگتی کہنا کہ تم کن کن باتوں کا خیال کر کے رشتہ دو گے۔ اگر احمد بیگ سوال کرتا اور وہ مجمع الامراض ہونے کے علاوہ پچاس سال سے زیادہ عمر کا ہوتا اور اس پر وہ مسیلمہ کذاب کے کان بھی کُتر چکا ہوتا (یعنی مسیلمہ کذاب کی طرح نبوت کا جھوٹا مدعی ہوتا مؤلف برنی)...... تو آپ رشتہ دیتے؟ (انصاف تو یہ ہے کہ مرزا شیر علی بیگ کی حجّت کا جواب مرزا قادیانی صاحب نہ دے سکے۔ مؤلف برنی)

آپ کو خط لکھتے وقت یوں آپے سے باہر نہیں ہونا چاہیے۔ لڑکیاں سبھی کے گھروں میں ہیں اور نظامِ عالم ان ہی باتوں سے قائم ہے۔ کچھ حرج نہیں اگر آپ طلاق دلوائیں گے۔ تو یہ بھی ایک پیغمبری کی نئی سُنت قائم کر کے بدزبانی کا سیاہ داغ مول لیں گے۔ باقی روٹی تو خدا اس کو بھی کہیں سے دے ہی دے گا۔ تر نہ سہی خشک مگر وہ خشک بہتر ہے جو پسینہ کی کمائی سے پیدا کی جاتی ہے (بڑا لطیف طنز ہے۔ مؤلف برنی)......

میں بھائی احمد بیگ کو لکھ رہا ہوں، بلکہ آپ کا خط بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا ہے مگر میں ان کی موجودگی میں کچھ نہیں کر سکتا اور میری بیوی کا کیا حق ہے کہ وہ اپنی بیٹی کے لیے بھائی کی لڑکی کو ایک دائم المریض آدمی کو جو مراق سے خدائی تک پہنچ چکا ہو دِ بینے کے لیے کس طرح لڑے..... ہاں اگر وہ خود مان لیں تو میں اور میری بیوی حارج نہ ہوں گے۔ آپ خود ان کو لکھیں مگر درشت اور سخت الفاظ آپ کا قلم گرانے کا عادی ہو چکا ہے۔ اس سے جہاں تک ہو سکے اعراض کریں اور منت سماجت سے کام لیں۔

خاکسار علی شیر بیگ از قادیان ۴ مئی ۱۸۹۱ء (منقول از نوشتۂ غیب مؤلف خالد وزیر آبادی)

تیسرا خط

والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز میں محمدی بیگم (مرزا احمد بیگ کی لڑکی) کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے رشتے ناطے توڑ دوں گا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ اس لیے نصیحت کی راہ لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ اور جس طرح تم سمجھا سکتی ہو اس کو سمجھاؤ اور اگر ایسا نہ ہوگا تو آج میں نے مولوی نورالدین صاحب اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد عزت بی بی کے لیے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اس کو عاق کیا جاوے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جاوے اور ایک پیسہ اس کو وراثت کا نہ ملے۔ سو امید رکھتا ہوں کہ شرعی طور پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا آجائے گا، جس کا یہ مضمون ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ محمدی کا نکاح غیر کے ساتھ کرنے سے باز نہ آوے تو پھر اسی روز سے جو محمدی کا کسی اور سے نکاح ہو جائے، عزت بی بی کو تین طلاق ہیں۔ سو اس طرح پر لکھنے سے اس طرف تو محمدی کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اور اس طرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جائے گی۔ سو یہ شرطی طلاق ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اب بجز قبول کرنے

کے کوئی راہ نہیں اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دوں گا اور پھر وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لو تو آپ کے لیے بہتر ہوگا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں عزت بی بی کی بہتری کے لیے ہر طرح سے کوشش کرنا چاہتا تھا اور میری کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی، مگر آدمی پر تقدیر غالب ہے۔ یاد رہے کہ میں نے کوئی بات کچی نہیں لکھی۔ مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں ایسا ہی کروں گا اور خدائے تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ جس دن نکاح ہوگا اسی دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہ رہے گا۔

تیسرے خط کا تتمہ

از طرف عزت بی بی (مرزا قادیانی صاحب کے چھوٹے فرزند مرزا فضل احمد کی اہلیہ) بطرف والدہ ماجدہ۔

سلام مسنون کے بعد اس وقت میری تباہی و بربادی کا خیال کرو۔ مرزا صاحب مجھ سے کسی طرح فرق نہیں کرتے۔ اگر تم اپنے بھائی میرے ماموں (یعنی محمدی بیگم کے والد) کو سمجھاؤ تو سمجھا سکتی ہو۔ اگر نہیں تو پھر طلاق ہوگی اور ہزار طرح کی رسوائی ہوگی۔ اگر منظور نہیں تو خیر! مجھے اس جگہ سے لے جاؤ۔ پھر میرا اس جگہ ٹھہرنا مناسب نہیں۔"

اس خط پر مرزا صاحب کی طرف سے یہ ریمارکس ہے جیسا کہ عزت بی بی نے تاکید سے کہا ہے اگر (مرزا سلطان محمد سے محمدی بیگم کا) نکاح رک نہیں سکتا تو پھر بلا توقف عزت بی بی کے لیے کوئی قادیان میں آدمی بھیج دو تاکہ ان کو لے جاوے۔

[illegible] اللہ رے زور ظلم! بالمؤلف برقی)

(عزت بی بی بذریعہ خاکسار غلام احمد رئیس قادیان ۴ مئی ۱۸۹۱ء) (منقول از نوشتۂ غیب مؤلفہ خالد وزیر آبادی)

چوتھا خط

مخدومی اخویم مولوی حکیم نور دین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مہربانی نامہ آں مکرم پہنچ کر بمژدہ اِفاقہ از مرض بہت خوشی [illegible] الحمد للہ علی ذلک .... محمد بیگ کا لڑکا جو آپ کے پاس ہے آں مکرم کو معلوم ہوگا کہ اس کا والد مرزا احمد بیگ [illegible] اور حجاب کے اس عاجز سے سخت عداوت و کینہ رکھتا ہے اور ایسا ہی اس کی والدہ بھی۔ بریں ہم مرزا [illegible] صاحب ہی کی سفارش سے یہ لڑکا ایک شدید مرض کے علاج میں حکیم نورالدین صاحب کے پاس بھیجا گیا۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم مکتوب ص ۶ منقول از نوشتۂ غیب از خالد وزیر آبادی۔ مؤلف)

چوں کہ خدائے تعالیٰ نے بوجہ اپنے بعض مصالح کے اس لڑکے کی ہمشیرہ (محمدی بیگم) کی نسبت وہ الہام ظاہر فرمایا تھا کہ جو بذریعہ اشتہارات شائع ہو چکا ہے، اس وجہ سے ان لوگوں کے دلوں میں حد سے زیادہ جوش مخالفت ہے اور [illegible] معلوم نہیں کہ وہ امر جس کی نسبت مجھے اس شخص کی ہمشیرہ کی نسبت اطلاع دی گئی ہے کیونکہ اور کس راہ سے وقوع میں آئے گا اور بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ کوئی نرمی کارگر نہ ہوگی۔ [illegible] نہیں کہ ان لوگوں کی سختی کے عوض میں نرمی اختیار کر کے ادفع بالتی ھی احسن۔ کا ثواب حاصل [illegible] کیا جائے [illegible] محمد بیگ کے کتنے خطوط اس مضمون کے پہنچے کہ مولوی (نورالدین) صاحب پولیس کے محکمہ میں مجھ کو نوکر [illegible] آپ بلا تیجئے بہ ہیاں اس کو بلا کر نرمی سے سمجھائیں کہ تیری نسبت انہوں نے (یعنی مرزا قادیانی صاحب نے) بہت [illegible] سفارش لکھی ہے اور لکھا ہے کہ جہاں تک گنجائش اور مناسب وقت ہو کچھ فرق نہ ہوگا۔ [illegible] غرض [illegible] طرز سے ذہن نشین کرا دیں کہ وہ (یعنی مرزا قادیانی صاحب) تیری نسبت بہت تاکید کرتے [illegible] محمد بیگ [illegible] آنا چاہے تو ساتھ لے آویں۔ زیادہ خیریت ہے والسلام (اس مکتوب سے مرزا قادیانی [illegible] اندازہ ہوتا ہے کہ محمدی بیگم کے بھائی کو ملازمت کا لالچ دے کر ہموار کیا جاتا کہ تمہارا بہت [illegible] محمدی بیگم کی مرزا صاحب سے شادی ہو جاتے تو ضرور پوری کوشش کی جائے گی۔ اس

لیے واجب ہے کہ مرزا قادیانی صاحب کے واسطے تم اپنی ہمشیرہ کے معاملہ میں پوری کوشش کرو۔ (للمؤلف برنی)

خاکسار غلام احمد لدھیانہ محلہ اقبال گنج ۲۱ مارچ ۱۸۹۱ء

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم مکتوب نمبر ۳، منقول از نوشتۂ غیب مؤلفہ خالد وزیر آبادی)

ماموں کی خط و کتابت

ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ لیکھرام کے قتل کے واقعہ پر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر کی تلاشی ہوئی تو پولیس کے افسر بعض کاغذات اپنے خیال میں مشتبہ سمجھ کر ساتھ لے گئے اور چند دن کے بعد ان کاغذات کو واپس لے کر پھر بعض افسر قادیان آئے اور چند خطوط کی بابت جن میں کسی ایک خاص امر کا کنایۃً ذکر تھا، حضرت (مرزا) صاحب سے سوال کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ حضرت صاحب نے فوراً بتادیا کہ یہ خطوط محمدی بیگم کے رشتہ کے متعلق اور امرِ معلومہ سے مراد یہی امر ہے اور یہ خط مرزا امام الدین نے میرے نام بھیجے تھے جو میرا چچازاد بھائی ہے اور محمدی بیگم کا حقیقی ماموں ہے۔

(سیرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ ۱۴۲ مؤلفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

اس معاملہ میں لڑکی کے ماموں (مرزا امام الدین صاحب) لیڈر تھے اور مرزا احمد بیگ (لڑکی کا والد) کا تابع تھا اور بالکل ان ہی کے زیر اثر ہو کر ان کے اشارے پر چلتا تھا۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۱۷۷ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

انعام کا وعدہ

بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب جالندھر جا کر قریباً ایک ماہ ٹھہرے تھے اور ان دنوں میں محمدی بیگم کے ایک حقیقی ماموں (مرزا امام الدین صاحب) نے محمدی بیگم کا حضرت صاحب سے رشتہ کرادینے کی کوشش کی تھی مگر کامیاب نہیں ہوا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب محمدی بیگم کا والد مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری زندہ تھا اور ابھی محمدی بیگم کا مرزا سلطان احمد سے رشتہ نہیں ہوا تھا۔ محمدی بیگم کا یہ ماموں جالندھر اور ہوشیارپور کے درمیان یکہ میں آجایا کرتا تھا اور وہ حضرت صاحب سے کچھ انعام کا بھی خواہاں تھا اور چونکہ محمدی کے نکاح کا عقدہ زیادہ تر اسی شخص کے ہاتھ میں تھا اس لیے حضرت صاحب نے اس سے کچھ انعام کا وعدہ بھی کرلیا تھا۔

خاکسار (مرزا بشیر احمد صاحب) عرض کرتا ہے کہ یہ شخص اس معاملہ میں بدنیت تھا اور حضرت صاحب سے فقط کچھ روپیہ اڑانا چاہتا تھا۔ کیونکہ بعد میں یہی شخص اور اس کے دوسرے ساتھی اس لڑکی کے دوسری جگہ بیاہے جانے کا موجب ہوئے مگر مجھے والدہ صاحبہ سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت صاحب نے بھی اس شخص کو روپیہ دینے کے متعلق بعض حکیمانہ احتیاطیں ملحوظ رکھی ہوئی تھیں ان ہی احتیاطوں نے غالباً کام بگاڑ دیا۔ (للمؤلف)

(سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۱۹۱ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

خیر خبر

مکرمی اخویم منشی رستم علی صاحب سلمہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے نکاح کی نسبت جو آپ نے خبر دی تھی کہ بیس روز سے نکاح ہوگیا ہے، قادیان میں اس خبر کی کچھ اصلیت معلوم نہیں ہوتی یعنی نکاح ہوجانا کوئی شخص بیان نہیں کرتا۔ لہٰذا مکلف ہوں کہ دوبارہ اس امر کی نسبت اچھی طرح تحقیقات کرکے تحریر فرمادیں کہ نکاح اب تک ہوا یا نہیں ہوا گر نہیں ہوا تو کیا وجہ ہے؟ مگر بہت جلد جواب ارسال فرمادیں اور نیز سلطان احمد کے بارے میں ارقام فرمادیں کہ اس نے کیا جواب دیا ہے۔ والسلام خاکسار غلام احمد از قادیان ۲۰ ستمبر ۱۸۹۱ء

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۳ مجموعہ مکتوبات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

رقیب کی خودسری

احمد بیگ کے داماد (مرزا سلطان محمد) کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پروا نہ کی خط پر خط بھیجے گئے ان سے کچھ نہ ڈرا پیغام بھیج کر سمجھایا گیا کسی نے اس طرف ذرا التفات نہ کی اور احمد بیگ نے ترک تعلق نہ چاہا بلکہ وہ سب گستاخی اور استہزا میں شریک ہوئے سو یہی قصور تھا کہ پیش گوئی کو سُن کر پھر ناطہ کرنے پر راضی ہوئے اور شیخ بٹالوی کا یہ کہنا کہ نکاح کے بعد طلاق کے لیے ان کی فہمائش کی گئی تھی۔ یہ سراسر افترا ہے بلکہ ابھی تو ان کا ناطہ بھی نہیں ہوچکا تھا جبکہ ان کو حقیقت سے اطلاع دی گئی تھی اور اشتہار کئی برس پہلے شائع ہوچکے تھے۔

(اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی صاحب انعامی چار ہزار مندرجہ تبلیغ رسالت جلد سوم صہ ۱۹۶ حاشیہ دوم)

چہ میگوئیاں

یہ کہنا کہ پیشگوئی کے بعد احمد بیگ کی لڑکی کے نکاح کے لیے کوشش کی گئی اور طمع دی گئی اور خط لکھے گئے، یہ عجیب اعتراض ہیں، سچ ہے انسان شدتِ تعصب کی وجہ سے اندھا ہوتا ہے۔ (شدتِ غرض میں بھی یہی حال ہوجاتا ہے۔ مؤلف) کوئی مولوی اس بات سے بے خبر نہ ہوگا کہ اگر وحی الٰہی کوئی بات بطور پیش گوئی ظاہر فرماوے اور ممکن ہو کہ انسان بغیر کسی فتنہ اور ناجائز طریق کے اس کو پورا کر سکے تو اپنے ہاتھ سے اس پیش گوئی کو پورا کرنا نہ صرف جائز بلکہ مسنون ہے۔

(حقیقۃ الوحی صہ ۱۹۱ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

خانہ بربادی

ناظرین کو یاد ہوگا کہ اس عاجز نے ایک دینی خصوصیت کے پیش آجانے کی وجہ سے ایک نشان کے مطالبے کے وقت اپنے ایک قریبی مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں کی نسبت بحکم و الہام الٰہی یہ اشتہار دیا تھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ مقدر اور قرار یافتہ ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں آجائے اور یا خدا تعالیٰ بیوہ کر کے اس کو میری طرف لے آئے چنانچہ تفصیل ان امور مذکورہ بالا کی اس اشتہار میں درج ہے۔

اب باعثِ تحریر اشتہار ہذا یہ ہے کہ میرا بیٹا سلطان احمد نام جو نائب تحصیلدار لاہور میں ہے اور اس کی تائی صاحبہ جنہوں نے اس کو بیٹا بنایا ہوا ہے وہی اس مخالفت پر آمادہ ہو گئے ہیں اور یہ سارا کام اپنے ہاتھ میں لے کر اس تجویز میں ہیں کہ عید کے دن یا اس کے بعد اس لڑکی کا کسی سے نکاح کیا جائے اگر یہ اوروں کی طرف سے مخالفانہ کارروائی ہوتی تو ہمیں درمیان میں دخل دینے کی ضرورت اور کیا غرض تھی۔ امر ربی تھا اور وہی اس کو اپنے فضل سے ظہور میں لاتا۔ مگر اس کام کے مدار المہام وہ ہو گئے جن پر اس عاجز کی اطاعت فرض تھی اور ہر چند سلطان احمد کو سمجھایا اور بہت تاکیدی خط لکھے کہ تو اور تیری والدہ اس کام سے الگ ہو جائیں ورنہ میں تم سے جُدا ہو جاؤں گا اور تمہارا کوئی حق نہیں رہے گا مگر انہوں نے میرے خط کا جواب تک نہ دیا اور بکلی مجھ سے بیزاری ظاہر کی۔ اگر ان کی طرف سے ایک تیز تلوار کا بھی مجھے زخم پہنچتا تو بخدا میں اس پر صبر کرتا لیکن انہوں نے دینی مخالفت کر کے اور دینی مقابلہ سے آزار دے کر مجھے بہت ستایا اور اس حد تک میرے دل کو توڑ دیا کہ میں بیان نہیں کرسکتا اور عمداً چاہا کہ میں سخت ذلیل کیا جاؤں۔ سلطان احمد ان دو بڑے گناہوں کا مرتکب ہوا اوّل یہ کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مخالفت کرنی چاہی اور چاہا کہ دین اسلام پر تمام مخالفوں کا حملہ ہو اور یہ اپنی طرف سے اس نے ایک بنیاد رکھی ہے۔ اس امید پر کہ یہ جھوٹے ہو جائیں گے اور دین کی ہتک ہوگی اور مخالفوں کی فتح۔ اس نے اپنی طرف سے مخالفانہ تلوار چلانے میں کچھ فرق نہیں کیا۔ دوم سلطان احمد نے مجھے جو میں اس کا باپ ہوں سخت ناچیز قرار دیا اور میری مخالفت پر کمر باندھی اور قولی اور فعلی طور پر اس مخالفت کو کمال تک پہنچایا اور میرے دینی مخالفوں کو مدد دی اور اس کی ہتک بدل و جان منظور رکھی چونکہ اس نے دونوں

طور کے گناہوں کو اپنے اندر جمع کیا اپنے خدا کا تعلق بھی توڑ دیا اور اپنے باپ کا بھی اور ایسا ہی اس کی دونوں والدہ نے کیا سو جب کہ انہوں نے کوئی تعلق مجھ سے باقی نہ رکھا، اس لیے میں نہیں چاہتا کہ اب ان کا کسی قسم کا تعلق مجھ سے باقی رہے اور ڈرتا ہوں کہ ایسے دینی دشمنوں سے پیوند رکھنے میں معصیت نہ ہو لہٰذا میں آج کی تاریخ کہ دوسری مئی ۹۱ ہے۔ عوام اور خاص پر بذریعہ اشتہار ہذا ظاہر کرتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اس ارادہ سے باز نہ آئے اور وہ تجویز جو اس لڑکی کے ناطہ اور نکاح کرنے کی اپنے ہاتھ سے یہ لوگ کر رہے ہیں اس کو موقوف نہ کر دیا اور جس شخص کو انہوں نے نکاح کے لیے تجویز کیا ہے اس کو رد نہ کیا بلکہ اس شخص کے ساتھ نکاح ہو گیا اور اسی نکاح کے دن سے سلطان احمد عاق اور محروم الارث ہو گا اور اسی روز سے اس کی والدہ پر میری طرف سے طلاق ہے اور اگر اس کا بھائی فضل احمد، جس کے گھر میں مرزا احمد بیگ والد لڑکی کی بھانجی ہے اپنی اس بیوی کو اسی دن جو اس کو نکاح کی خبر ہو طلاق نہ دیوے تو پھر وہ بھی عاق اور محروم الارث ہو گا اور آئندہ ان سب کا کوئی حق میرے پر نہیں رہے گا اور اس نکاح کے بعد تمام تعلقات خویشی و قرابت و ہمدردی دور ہو جاتے گی اور کسی نیکی بدی، رنج راحت، شادی اور ماتم میں ان سے شراکت نہیں رہے گی۔ کیونکہ انہوں نے اب تعلق توڑ دیے اور توڑنے پر راضی ہو گئے سو اب ان سے کچھ تعلق رکھنا قطعاً حرام اور ایمانی غیوری کے برخلاف اور ایک دیوثی کا کام ہے۔ مومن دیوث نہیں ہوتا ہے

چوں نہ بود خویش را دیانت و تقویٰ   قطعِ رحم بہ از مودتِ قربیٰ

(مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا اشتہار مورخہ ۲ مئی ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم صہ۹)

ترکی تمام شد

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب محمدی بیگم کی شادی دوسری جگہ ہو گئی اور قادیاں کے تمام رشتہ داروں نے حضرت (مرزا) صاحب کی سخت مخالفت کی اور خلاف کوشش کرتے رہے اور سب نے احمد بیگ والد محمدی بیگم کا ساتھ دیا اور خود کوشش کر کے لڑکی کی شادی دوسری جگہ کرا دی تو حضرت صاحب نے مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد دونوں کو الگ الگ خط لکھا کہ ان سب لوگوں نے میری سخت مخالفت کی ہے اب ان کے ساتھ ہماری قبریں بھی اکٹھی نہیں ہو سکتیں لہٰذا اب تم اپنا آخری فیصلہ کرو! اگر تم نے میرے ساتھ تعلق رکھنا ہے تو پھر ان سے قطع تعلق کرنا ہو گا اور اگر ان سے تعلق رکھنا ہے تو پھر میرے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں رہ سکتا۔ میں اس صورت میں تم کو عاق کرتا ہوں۔

والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ مرزا سلطان احمد کا جواب آیا کہ مجھ پر تائی صاحبہ کے احسانات ہیں میں ان سے قطع تعلق نہیں کر سکتا (بنا بر آں مرزا قادیانی صاحب نے ان کو عاق کر دیا مئولف بر ق) مگر مرزا فضل احمد نے لکھا کہ میرا تو آپ کے ساتھ ہی تعلق ہے ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ حضرت صاحب نے جواب دیا کہ اگر یہ بات ہے تو اپنی بیوی بنت مرزا علی شیر کو (جو سخت مخالف تھی اور مرزا احمد بیگ کی بھانجی تھی) طلاق دے دو۔ مرزا فضل احمد نے فوراً طلاق نامہ لکھ کر حضرت صاحب کے پاس روانہ کر دیا۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ پھر فضل احمد باہر سے آ کر ہمارے پاس ہی ٹھہرتا تھا مگر اپنی دوسری بیوی کی فتنہ پردازی سے آخر پھر آہستہ آہستہ اُدھر جا ملا۔

(سیرۃ المہدی حصہ اوّل صہ ۳۲ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

بیٹے کا جنازہ

مرزا فضل احمد صاحب کے جنازے کے ساتھ سید ولایت شاہ صاحب موصوف بھی قادیاں میں تھے یہ معلوم نہیں کہ ساتھ گئے تھے یا پہلے ہی وہاں موجود تھے وہ کہتے تھے کہ میں نے آنکھوں سے دیکھا ہے کہ مرزا فضل احمد صاحب کے دفن کرنے اور جنازہ پڑھنے سے قبل حضرت مرزا غلام احمد صاحب (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) نہایت کرب و اضطراب کے ساتھ باہر ٹہل رہے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو

اس کی وفات سے حد درجہ تکلیف ہوتی ہے۔ اسی امر سے جرأت پکڑ کر میں خود حضور کے پاس گیا اور عرض کیا کہ حضور وہ آپ کا لڑکا تھا۔ بے شک اس نے حضور کو خوش نہیں کیا لیکن آخر آپ کا لڑکا تھا۔ آپ معاف فرمائیں اور اس کا جنازہ پڑھیں رہ سکتا ہے کہ دوسرے فرزند مرزا سلطان احمد صاحب نے انہیں حضرت کے حضور بھیجا ہو اس پر حضرت صاحب نے فرمایا نہیں شاہ صاحب وہ میرا فرمانبردار تھا۔ اس نے مجھے کبھی ناراض نہیں کیا لیکن اس نے اپنے اللہ کو راضی نہیں کیا تھا (یعنی وہ قادیانی نہیں بنا تھا الموٗلف برنی) اس لیے میں اس کا جنازہ نہیں پڑھتا۔ آپ جائیں اور پڑھیں شاہ صاحب کہتے تھے کہ اس پر میں واپس آگیا اور جنازہ میں شریک ہوا (الحاصل مرزا قادیانی صاحب نے اپنے بیٹے کی نماز جنازہ اس لیے نہیں پڑھی کہ وہ ان کے دعوؤں کو نہیں مانتا تھا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ مرزا قادیانی صاحب کا نماز جنازہ نہ پڑھنا اس کے حق میں باعث رحمت ہوا یا باعث زحمت کہ مرحوم رحمۃ للعالمین سے وابستہ رہا۔ الموٗلف برنی)

(صاحب زادہ بشیر احمد صاحب قادیانی کا مضمون مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد نمبر ۲۹ ' ۹۸ — ۱۴۷ مورخہ ۲۲ اپریل (۲, مئی ۱۹۴۱ء)

یاس میں آس

احمد بیگ کی دختر (محمدی بیگم) کی نسبت جو پیشگوئی ہے جو اشتہار میں درج ہے اور ایک مشہور امر ہے وہ مرزا امام الدین کی ہمشیرہ زادی ہے جو خط بنام مرزا احمد بیگ کلمہ فضل رحمانی میں ہے وہ میرا ہے (یہ خط اوپر درج ہو چکا ہے۔ الموٗلف) اور سچ ہے وہ عورت (محمدی بیگم) میرے ساتھ بیاہی نہیں گئی۔ مگر میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہوگا۔ جیسا کہ پیش گوئی میں درج ہے وہ سلطان محمد سے بیاہی گئی جیسا کہ پیشگوئی میں تھا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اسی عدالت میں جہاں ان باتوں پر جو میری طرف سے نہیں ہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہیں ہنسی کی گئی ہے ایک وقت آتا ہے کہ عجب اثر پڑے گا اور سب کے ندامت سے سر نیچے ہوں گے۔ عورت اب تک زندہ ہے میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آئے گی۔ امید کیسی یقین کامل ہے یہ خدا کی باتیں ہیں ٹلتی نہیں ہو کر رہیں گی۔

(مرزا غلام احمد صاحب کا حلفیہ بیان عدالت ضلع گورداسپور میں)

(کتاب منظور الٰہی صہ ۲۴۴ مصنفہ منظور الٰہی صاحب قادیانی لاہوری)

میں نے بڑی عاجزی سے خدا سے دعا کی تو اس نے مجھے الہام کیا کہ میں ان (تیرے خاندان کے) لوگوں کو ان میں سے ایک نشانی دکھاؤں گا خدا تعالیٰ نے ایک لڑکی (محمدی بیگم) کا نام لے کر فرمایا کہ وہ بیوہ کی جاوے گی اور اس کا خاوند اور باپ یوم نکاح سے تین سال تک فوت ہو جائیں گے اور پھر ہم اس لڑکی کو تیری طرف لائیں گے اور کوئی اس کو روک نہ سکے گا (حالانکہ یہ الہام تمام تر غلط ثابت ہوا۔ الموٗلف برنی)

(مرزا قادیانی صاحب کا الہام مندرجہ تالیف کرامات الصادقین سرورق آخر نمبر منقول از نوشتہ غیب موٗلفہ خالد وزیر آبادی)

احمد بیگ کی بڑی لڑکی ایک جگہ بیاہی جائے گی اور خدا اس کو پھر تیری طرف واپس لائے گا یعنی وہ آخر تیرے نکاح میں آئے گی اور خدا سب روکیں درمیان سے اٹھا دے گا خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔

(تبلیغ رسالت جلد سوم صہ ۱۲ اشتہار ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء)

دنیا بامید قائم

پھر میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ یہ معاملہ (محمدی بیگم کے نکاح کا) اتنے ہی پر ختم ہو گیا اور جو ظہور میں آیا یہی نتیجہ آخری ہے اور پیشگوئی کی حقیقت اسی پر ختم ہو گئی بلکہ اصل معاملہ ابھی اسی طرح باقی ہے اس کو کوئی بھی کسی حیلے سے رد نہیں کر سکتا اور یہ تقدیر خدائے بزرگ کی طرف سے تقدیر مبرم (قطعی اور یقینی) ہے عنقریب اس کا وقت آئے گا قسم خدا کی جس نے حضرت محمد رسول اللہ کو بھیجا اور خیر الرسل اور خیر الوریٰ بنایا کہ یہ بالکل سچ ہے تم جلد ہی دیکھ لوگے اور میں اس خبر کو اپنے سچ یا جھوٹ کا معیار بناتا ہوں اور میں نے جو کہا ہے یہ خدا سے

خبر پاکر کہا ہے۔ (انجام آتھم ص۲۲۳ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء کی پیشگوئی کا انتظار کریں جس کے ساتھ یہ بھی الہام ہے اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ بات سچ ہے کہہ ہاں مجھے اپنے رب کی قسم ہے کہ یہ سچ ہے اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے روک نہیں سکتے ہم نے خود اس سے تیرا عقد نکاح باندھ دیا ہے میری باتوں کو کوئی بدلا نہیں سکتا۔

(الہام مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم ص۸۵)

رعایتی توسیع

مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے بڑے دعوے سے پیشگوئی کی تھی کہ محمدی بیگم کا خاوند مرزا سلطان محمد شادی کے بعد ڈھائی سال کے اندر ضرور مرجاتے گا۔ کافی مہلت تھی مگر نہ مرا۔ بالآخر مرزا صاحب نے رحم کھاکر اس کی زندگی میں بلا تعین وقت توسیع منظور کرائی مگر اس شرط کے ساتھ کہ مرزا صاحب کی زندگی ہی میں جگہ خالی کردے اور خیر خوبی سے مرزا صاحب کی موعودہ شادی ہو جاتے (المؤلف)

لیکن بہتیرے جاہل اس میعاد گزرنے کے بعد ہنسی کریں گے اور اپنی بدنصیبی سے صادق (مرزا صاحب) کا نام کاذب رکھیں گے لیکن وہ دن جلد آتے جاتے ہیں کہ جب یہ لوگ شرمندہ ہوں گے اور حق ظاہر ہوگا اور سچائی کا نور چمکے گا اور خدا تعالیٰ کے غیر متبدل وعدے پورے ہو جائیں گے کیا کوئی زمین پر ہے جو ان کو روک سکے؟....اے بدفطرتو اپنی فطرتیں دکھلاؤ لعنتیں بھیجو، ٹھٹھے کرو اور صادقوں کا نام کاذب اور دروغ گو رکھو لیکن عنقریب دیکھو گے کہ کیا ہوتا ہے۔

عذاب کی میعاد ایک معلق ہوتی ہے جو خوف اور رجوع سے دوسرے وقت پر جا پڑتی ہے جیسا کہ تمام قرآن اس پر شاہد ہے لیکن نفس پیشگوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔ کیونکہ اس کے لیے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے کہ لاتبدیل لکمات اللّٰہ یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جاتے تو خدا کا کلام باطل ہوتا ہے۔

(مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا اعلان مورخہ ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء یا ۲۷ اکتوبر ۱۸۹۴ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد سوم ص۱۱۵-۱۱۹)

ناکامی کی تلخی

چاہیے تھا کہ ہمارے نادان مخالف (اس پیشگوئی کے) انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی سے اپنی بدگوہری ظاہر نہ کرتے بھلا جس دن یہ سب باتیں پوری ہو جائیں گی تو کیا اس دن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جائیں گے ان بیوقوفوں کو کہیں بھاگنے کی جگہ نہ رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کردیں گے۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

یاد رکھو اس پیشگوئی کی دوسری جزو پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔ اے احمقو! یہ انسان کا افترا نہیں۔ نہ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار ہے یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔

ضمیمہ انجام آتھم ص۵۴

میں (مرزا صاحب) بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیشگوئی داماد احمد بیگ (سلطان محمد) کی تقدیر مبرم (قطعی) ہے اس کا انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی۔ اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالیٰ اس کو ضرور پورا کر دے گا۔ (انجام آتھم ص۳۱ حاشیہ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

اور میں بالآخر دعا کرتا ہوں کہ اے خدائے قادر و علیم! اگر آتھم کا عذاب مہلک میں گرفتار ہونا اور احمد بیگ کی دختر کلاں کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے ہیں تو ان کو ایسے طور سے ظاہر فرما جو خلق اللہ

پر حجت ہو اور کور باطن حاسدوں کا منہ بند ہو جاتے اور اگر اے خداوند یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔ اگر میں تیری نظر میں مردود اور ملعون اور دجال ہی ہوں جیسا کہ مخالفوں نے سمجھا ہے۔

(اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی صاحب انعامی چار ہزار روپیہ مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۸۹۴ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد سوم صفحہ ۱۸۶)

کسی کی یاد

جب یہ پیش گوئی معلوم ہوئی اور ابھی پوری نہیں ہوئی تھی جیسا کہ اب تک ۱۶ اپریل ۱۸۹۱ء سے پوری نہیں ہوئی تو اس کے بعد اس عاجز (مرزا صاحب) کو ایک سخت بیماری آئی۔ یہاں تک کہ قریب موت کے نوبت پہنچ گئی بلکہ موت کو سامنے دیکھ کر وصیت بھی کر دی گئی۔ اس وقت گویا یہ پیش گوئی آنکھوں کے سامنے آگئی اور یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اب آخری دم ہے اور کل جنازہ نکلنے والا ہے۔ تب میں نے اس پیشگوئی کی نسبت خیال کیا کہ شاید اس کے اور معنی ہوں گے جو میں نہیں سمجھ سکا۔ تب اسی حالت میں قریب الموت مجھے الہام ہوا۔

یعنی یہ بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے تو کیوں شک کرتا ہے۔ اس وقت مجھ پر یہ بھید کھلا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کریم کو قرآن میں کہا کہ تو شک مت کر سو میں نے سمجھ لیا کہ درحقیقت یہ آیۃ ایسے ہی نازک وقت سے خاص ہے جیسے یہ وقت تنگی اور نومیدی کا میرے پر ہے اور میرے دل میں یقین ہو گیا کہ جب نبیوں پر بھی ایسا ہی وقت آجاتا ہے جو میرے پر آیا تو خدا تعالیٰ تازہ یقین دلانے کے لیے ان کو کہتا ہے کہ تو کیوں شک کرتا ہے اور مصیبت نے تجھے کیوں نوامید کر دیا ہے تو نوامید مت ہو۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۳۹۸ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

آخری مایوسی

(کوئی امید بر نہیں آتی   کوئی صورت نظر نہیں آتی)

اور یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت (محمدی بیگم) کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ یہ درست ہے مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس نکاح کے ظہور کے لیے جو آسمان پر پڑھا گیا ہے، خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی۔ جو اسی وقت شائع کی گئی اور وہ یہ کہ

پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا تاہم فی الحال تاخیر کی امید بہتر ہے ۔

(پس ہجوم ناامیدی خاک میں مل جائے گی   وہ جو اک لذت ہماری سعیِ لاحاصل میں ہے   ملؤلف)

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۲ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

خاندانی ورثہ

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے لیکن   خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

بھلا یہ کیونکر ممکن تھا کہ جو آرزو مرزا صاحب دنیا سے ساتھ لے گئے ان کے مخلص اس آرزو سے دستبردار ہو جاتے چنانچہ مرزا صاحب کے رفیق مخلص اور جانشین صادق حکیم نورالدین صاحب خلیفہ اوّل قادیاں نے مردہ امید میں پھر جان ڈال دی۔ مرزا صاحب نے بھی اس جدت طرازی کی ضرور داد دی ہوگی، چنانچہ غور فرماتیے۔

اب تمام اہل اسلام کو جو قرآن کریم پر ایمان لاتے اور لاتے ہیں ان آیات کا یاد دلانا مفید سمجھ کر لکھتا ہوں کہ جب مخاطبت میں مخاطب کی اولاد اور مخاطب کے جانشین اور اس کے مماثل داخل ہو سکتے ہیں تو احمد بیگ کی لڑکی یا اس لڑکی کی لڑکی کیا داخل نہیں ہو سکتی اور کیا آپ کے علم فرائض میں بنات البنات لڑکیوں کی لڑکیوں کو حکم بنات نہیں مل سکتا اور کیا مرزا (صاحب) کی وفات ہو جاوے اور یہ لڑکی نکاح میں نہ آوے تو میری عقیدت میں تزلزل نہیں آسکتا (وہ عقیدت ہی کیا جس میں تزلزل آسکے ایسے عقیدت مند اور نکتہ رس مرید تو قسمت ہی سے ملتے ہیں لیکن واقعات کو کیا کیجیے ع

کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے   (ملؤلف)

(حکیم نورالدین صاحب قادیانی صاحب کا مضمون بعنوان وفات مسیح موعود صفحہ ۴ مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجز)

(قادیان جلد ۹ صفحہ ۷۔ ماہ جون جولائی ۱۹۰۸ء صفحہ ۲۷۹)

اقرار و معذرت

لیکن مولوی محمد علی صاحب قادیانی لاہوری کی عقیدت میں ایسی جسارت نہ تھی جو بات تھی بلا تامل مان لی۔ یہ سچ ہے کہ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ نکاح ہوگا اور یہ بھی سچ ہے کہ نکاح نہیں ہوا لیکن مولوی صاحب نے ساتھ ہی ایک معقول معذرت بھی شریک کر دی "ایک ہی بات کو لے کر سب باتوں کو چھوڑ دینا ٹھیک نہیں کسی امر کا فیصلہ مجموعی طور پر کرنا چاہیے۔ جب تک سب کو نہ لیا جائے ہم نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔ صرف ایک پیش گوئی لے کر بیٹھ جانا اور باقی پیش گوئیوں کو چھوڑ دینا جن کی صداقت پر ہزاروں گواہیاں موجود ہیں' یہ طریقِ انصاف اور راہِ صواب نہیں صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لیے یہ دیکھنا چاہیے کہ تمام پیش گوئیاں پوری ہوئیں یا نہیں۔

(قادیانی جماعت لاہور کا اخبار پیغام صلح لاہور' مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۲۱ء)

قادیانی معذرت یہ ہے کہ بعض پیش گوئیاں پوری ہو جانے کی صورت میں اور بعض پیش گوئیاں پوری نہ ہونے میں چنداں مضائقہ نہیں مگر قابل لحاظ یہ امر ہے کہ سب پیش گوئیاں اپنی قوت اور اہمیت اور صراحت میں یکساں نہیں ہوتیں۔ یہ شادی کی پیش گوئی بہر صورت پوری ہو جاتی کہ اس کی تکمیل آسمان پر اور تشہیر زمین پر بخوبی ہو چکی تھی اور خود مرزا صاحب نے اس کو اپنے صدق و کذب کا معیار قرار دیا تھا۔ مزید برآں اس کی دھن میں گھر برباد ہوا' قدیم بیوی کو طلاق ملی، ان کے عاق ہوتے گھر کنبے میں نفاق پڑا۔ علالت میں حالتِ مرگ تک پہنچی تو بھی پیش گوئی دل سے جدا نہ ہو سکی' لیکن وائے قسمت پوری ہونی تھی نہ ہوتی ؎

ہوئی مدت کہ غالب مرگیا پر یاد آتا ہے   وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یوں ہوتا تو کیا ہوتا (المؤلف)

پھجے دی ماں

بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اوائل سے ہی مرزا فضل احمد کی والدہ سے جن کو لوگ عام طور پر "پھجے دی ماں" کہا کرتے تھے' بے تعلقی سی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت صاحب کے رشتہ داروں کو دین سے سخت بے رغبتی تھی (غالباً مرزا صاحب کے معتقد نہ ہوں گے۔ المؤلف) اور اس کا ان کی طرف میلان تھا اور وہ اسی رنگ میں رنگین تھی اس لیے حضرت مسیح موعود نے ان سے مباشرت ترک کر دی تھی۔ (بہر حال دو لڑکے مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد تو اسی بیوی سے پیدا ہوتے۔ المؤلف) ہاں آپ اخراجات وغیرہ باقاعدہ دیا کرتے تھے۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میری شادی کے بعد حضرت صاحب نے انہیں کہلا بھیجا کہ آج تک تو جس طرح ہوتا رہا اب میں نے دوسری شادی کر لی ہے' اس لیے اب اگر دونوں بیویوں میں برابری نہیں رکھوں گا تو میں گنہگار ہوں گا۔ اس لیے اب دو باتیں ہیں یا تو تم مجھ سے طلاق لے لو اور یا مجھے اپنے حقوق چھوڑ دو میں تم کو خرچ دیئے جاؤں گا۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ اب میں بڑھاپے میں کیا طلاق لوں گی بس مجھے خرچ ملتا رہے میں اپنے باقی حقوق چھوڑتی ہوں۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں چنانچہ پھر ایسا ہی ہوتا رہا حتیٰ کہ محمدی بیگم کا سوال اٹھا اور آپ کے رشتہ داروں نے مخالفت کر کے محمدی بیگم کا نکاح دوسری جگہ کرا دیا اور فضل احمد کی والدہ نے ان سے قطع تعلق نہ کیا بلکہ ان کے ساتھ رہی تب حضرت صاحب نے ان کو طلاق دے دی۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت صاحب کا یہ طلاق دینا آپ کے اس اشتہار کے مطابق تھا جو آپ نے ۲ مئی ۱۸۹۱ء کو شائع کیا تھا اور جس کی سرخی تھی اشتہار نصرت دین و قطع تعلق از اقارب مخالفِ دین۔ (سیرۃ المہدی حصہ اوّل صفحہ ۲۹ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

دوسری بیوی

خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت والدہ صاحبہ کا نام نصرت جہاں بیگم ہے اور والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ ان کا مہر میر صاحب کی تجویز پر گیارہ روپے مقرر ہوا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ ہمارے نانا صاحب کا نام میر ناصر نواب ہے۔ میر صاحب خواجہ میر درد دہلوی کے خاندان سے ہیں اور پنجاب کے

محکمہ نہر میں ملازم تھے اور تقریباً عرصہ پچیس سال سے پنشن پر ہیں۔ شروع شروع میں میر صاحب نے حضرت مسیح موعود کی کچھ مخالفت کی تھی، لیکن جلد ہی تائب ہو کر بیعت میں شامل ہو گئے۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۲۳۵ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

(اس دوسری شادی کے وقت مرزا قادیانی صاحب کی عمر پچیس سال سے متجاوز تھی اور صحت کا کیا ذکر گویا دائم المریض تھے۔ نامردی کا بھی شبہ ہوتا تھا۔ تاہم اولاد کی تعداد کافی رہی یعنی دس، حالانکہ پہلی بیوی سے کل دو ہی لڑکے پیدا ہوتے اور ان میں بھی بڑا لڑکا سلطان احمد مرزا قادیانی صاحب کی نوعمری میں پیدا ہو گیا تھا۔ غرض کہ عجیب سلسلہ رہا۔ المؤلف برنی)

مہر

خاکسار (مرزا بشیر احمد صاحب) عرض کرتا ہے کہ جب ہماری ہمشیرہ مبارکہ بیگم کا نکاح حضرت (مرزا) صاحب نے نواب محمد علی خاں صاحب کے ساتھ کیا تو مہر چھپن ہزار مقرر کیا گیا تھا اور حضرت صاحب نے مہر نامہ کی باقاعدہ رجسٹری کروا کے اس پر بہت سے لوگوں کی شہادتیں ثبت کروائی تھیں اور جب حضرت صاحب کی وفات کے بعد ہماری چھوٹی ہمشیرہ امۃ الحفیظ بیگم کا نکاح خان محمد عبداللہ خان صاحب کے ساتھ ہوا تو مہر پندرہ ہزار مقرر کیا گیا اور یہ مہر نامہ بھی باقاعدہ رجسٹری کرا لیا گیا لیکن ہم تینوں بھائیوں میں سے جن کی شادیاں حضرت (مرزا) صاحب کی زندگی میں ہو گئی تھیں کسی کا مہر نامہ تحریر ہو کر رجسٹری نہیں ہوا اور مہر ایک ایک ہزار روپیہ مقرر ہوا تھا۔

(سیرۃ المہدی حصہ دوم صفحہ ۱۵۳ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

اولاد

۲۱ ستمبر ۱۹۰۱ء۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ مجھے کبھی اولاد کی خواہش نہیں ہوتی تھی۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے پندرہ یا سولہ برس کی عمر کے درمیان ہی اولاد دے دی تھی۔ یہ سلطان احمد اور فضل احمد قریباً اسی عمر میں پیدا ہو گئے تھے۔

(ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مندرجہ اخبار الحکم قادیان جلد نمبر ۳۵ منقول از منظور الٰہی صاحب قادیانی لاہوری)

خاکسار (مرزا بشیر احمد صاحب) عرض کرتا ہے کہ بڑی بیوی سے حضرت مسیح موعود کے دو لڑکے پیدا ہوتے۔ یعنی مرزا سلطان احمد صاحب اور مرزا فضل احمد۔ حضرت صاحب ابھی گویا بچے ہی تھے کہ مرزا سلطان احمد پیدا ہو گئے تھے اور ہماری والدہ صاحبہ سے حضرت مسیح موعود کی مندرجہ ذیل اولاد پیدا ہوئی۔

نام	ولادت	وفات
۱۔ عصمت	۱۸۸۶ء	۱۸۹۱ء
۲۔ بشیر احمد	۱۸۸۷ء	۱۸۸۸ء
۳۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب قادیانی	۱۸۸۹ء	
۴۔ شوکت	۱۸۹۲ء	۱۸۹۲ء
۵۔ خاکسار مرزا بشیر احمد	۱۸۹۳ء	
۶۔ مرزا شریف احمد	۱۸۹۵ء	
۷۔ مبارکہ بیگم	۱۸۹۷ء	
۸۔ مبارک احمد	۱۸۹۹ء	۱۹۰۷ء
۹۔ امۃ النصیر	۱۹۰۳ء	۱۹۰۳ء
۱۰۔ امۃ الحفیظ	۱۹۰۴ء	

(سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۴۴ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)

تیسری شادی کی آرزو

مخدومی مکرمی اخویم مولوی نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘ ..... جو عنایات خداوند کریم جل شانہٗ کے اس عاجز کے شامل حال ہیں ان کے بارے میں ہمیشہ یہی دل چاہتا ہے کہ اپنے دوستوں سے کچھ اس میں سے بیان کرتا رہوں اور بحکم واما بنعمت ربک فحدث۔ تحدیثِ نعمت کا ثواب حاصل کروں سو آپ سے بھی جو میرے مخلص دوست ہیں ایک راز پیشگوئی کا بیان کرتا ہوں شاید چار ماہ کا عرصہ ہوا کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتیں کامل الظاہر والباطن تم کو عطا کیا جائے گا۔ سو اس کا نام بشیر ہوگا۔ اب تک میرا قیاسی طور پر خیال تھا کہ شاید وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ سے ہوگا۔ اب زیادہ تر الہام اس بات میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑے گا اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرۃ اہلیہ تمہیں عطا ہو گی۔ وہ صاحب اولاد ہوگی اس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ جب الہام ہوا تو ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھ کو دیئے گئے تین ان میں سے تو آم تھے‘ مگر ایک پھل سبز رنگ کا بہت بڑا تھا وہ اس جہان کے پھلوں سے مشابہ نہیں تھا۔ اگرچہ ابھی یہ الہامی بات نہیں مگر میرے دل میں یہ پڑا ہے کہ وہ پھل‘ جو اس جہان کے پھلوں میں سے نہیں ہے‘ وہی مبارک لڑکا ہے کیونکہ کچھ شک نہیں کہ پھلوں سے مراد اولاد ہے اور جبکہ پارسا طبع اہلیہ کی بشارت دی گئی اور ساتھ کشفی طور پر چار پھل دیئے گئے جن میں سے ایک پھل الگ وضع کا ہے۔ تو یہی سمجھا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ان دنوں اتفاقاً تیسری شادی کے لیے دو شخصوں نے تحریک کی تھی‘ مگر جب ان کی نسبت استخارہ کیا گیا تو ایک عورت کی نسبت جواب ملا کہ اس کی قسمت میں ذلت اور محتاجگی اور بے عزتی ہے اور اس لائق نہیں کہ تمہاری اہلیہ بنے۔ دوسری کی نسبت ارشاد ہوا کہ اس کی شکل اچھی نہیں۔ گویا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ صاحب صورۃ و صاحب سیرۃ لڑکا جس کی بشارت دی گئی ہے‘ وہ برعایت مناسبت ظاہری اہلیۂ جمیلہ و پارسا طبع سے پیدا ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اب مخالفین آنکھوں کے اندھے اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں اب کی دفعہ لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ ابطال میں ایک دوست نے اشتہارات شائع کیے ہیں مگر میری دانست میں اس لڑکے کے تولد سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری شادی ہو جائے کیونکہ اس تیسری شادی میں اولاد ہونے کے اشارات پائے جاتے ہیں غالباً اس تیسری شادی کا وقت نزدیک ہے۔ اب دیکھیں کہ کس جگہ ارادۂ ازل نے اس کا ظہور مقرر کر رکھا ہے۔ الہامات اس بارہ میں کثرت سے ہوتے ہیں اور ربانی ارادہ میں کچھ جوش سا پایا جاتا ہے۔

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ مؤلفہ یعقوب علی عرفانی صاحب قادیانی)

خاکسار غلام احمد عفی عنہ از قادیان ۸ جون ۱۸۸۶ء۔

مخدومی مکرمی اخویم مولوی نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘ عنایت نامہ پہنچا اس عاجز نے جو آپ کی طرف لکھا تھا وہ صرف دوستانہ طور پر اسرار الہامیہ پر مطلع کرنے کی غرض سے لکھا گیا کیونکہ اس عاجز کی عادت ہے کہ اپنے احباب کو ان کی قوتِ ایمانی بڑھانے کی غرض سے کچھ کچھ امورِ غیبیہ بتا دیتا ہے اور اس عاجز کو لکھا ہے کہ جب سے اس تیسرے نکاح کے لیے اشارہ غیبی ہوا ہے تب سے خود طبیعت متفکر و متردد ہے اور حکم الٰہی سے گریز کی جگہ نہیں۔ مگر بالطبع کارہ ہے اور ہر چند اوّل اوّل یہ چاہا کہ یہ امرِ غیبی موقوف رہے لیکن متواتر الہامات وکشوف اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ تقدیر مبرم ہے..... والسلام

خاکسار غلام احمد عفی عنہ ۲۰ جون ۱۸۸۶ء

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر ۲ مولفہ یعقوب علی عرفانی صاحب قادیانی)

براہین احمدیہ میں بھی اس وقت سے سترہ برس پہلے اس پیشگوئی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جو اس وقت میرے پر کھولا گیا ہے اور یہ الہام ہے جو براہین کے صفحہ ۴۹۶ میں مذکور ہے۔ یا آدم اسکن انت و زوجک الجنۃ، یا مریم اسکن انت و زوجک الجنۃ، یا احمد اسکن انت و زوجک الجنۃ۔ اس جگہ تین زوج کا لفظ آیا ہے اور تین نام اس عاجز کے رکھے گئے۔ پہلا نام آدم۔ یہ ابتدائی نام ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے اس عاجز کو روحانی وجود بخشا اس وقت پہلی زوجہ کا ذکر فرمایا پھر دوسری زوجہ کے وقت میں مریم نام رکھا کیونکہ اس وقت اولاد دی گئی جس کو مسیح سے مشابہت ملی۔۔۔۔ اور تیسری زوجہ جس کی انتظار ہے اس کے ساتھ احمد کا لفظ شامل کیا گیا اور یہ لفظ احمد اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت حمد اور تعریف ہوگی۔ یہ ایک چھپی ہوئی پیشگوئی ہے جس کا بھید اس وقت خدا تعالیٰ نے مجھ پر کھول دیا غرض یہ تین مرتبہ زوج کا لفظ تین مختلف نام کے ساتھ جو بیان کیا گیا ہے وہ اسی پیشگوئی کی طرف اشارہ تھا (یہ تحریر جنوری ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی۔ للمولف)

(ضمیمہ انجام آتھم صـ۵۴، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

ایک کنواری ایک بیوہ

ایک دفعہ جس کو قریباً اکیس برس کا عرصہ ہوا ہے مجھ کو یہ الہام ہوا۔۔۔۔ اور اس زمانہ کے قریب ہی یہ بھی الہام ہوا تھا کہ بکر و ثیب یعنی ایک کنواری اور ایک بیوہ تمہارے نکاح میں آئے گی (اکیس برس بعد الہام یاد آیا اور امید تھی کہ محمدی بیگم کنواری نہیں تو بیوہ ہو کر عقد میں آئے گی مگر مرزا صاحب کی وفات تک وہ سہاگن بنی رہی اور بیوہ نہ ہوئی۔ للمولف)۔

(تریاق القلوب صـ۳۴، حاشیہ اوّل، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

تخمیناً اٹھارہ برس کے قریب عرصہ گزرا ہے کہ مجھے کسی تقریب سے مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنہ کے مکان پر جانے کا اتفاق ہوا اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آج کل کوئی الہام ہوا ہے۔ میں نے اس کو یہ الہام سنایا جس کو میں کئی دفعہ اپنے مخلصوں کو سنا چکا تھا اور وہ یہ ہے کہ بکر و ثیب جس کے معنی ان کے آگے اور نیز ہر ایک کے آگے میں نے ظاہر کیے کہ خدا کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا۔ ایک بکر ہوگی اور دوسری بیوہ چنانچہ یہ الہام جو بکر کے متعلق تھا پورا ہو گیا اور اس وقت بفضلہ تعالیٰ چار پسر اس بیوی سے موجود ہیں اور بیوہ کے الہام کی انتظار ہے۔

(تریاق القلوب صـ۳۴ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب و تذکرہ صـ۳۲ مجموعہ الہامات و مکاشفات مرزا صاحب)

نوٹ:۔ از مرتب تذکرہ یہ الہام اپنے دونوں پہلوؤں سے حضرت ام المومنین (مرزا صاحب) کی بیوی نصرت جہان بیگم صاحبہ) کی ذات میں ہی پورا ہوا جو بکر آئیں اور ثیب رہ گئیں (یہ تاویل قادیانی تاویلات کا اچھا نمونہ ہے یعنی مرزا صاحب کی بیوی بیوہ ہو گئیں تو گویا مرزا صاحب کا بیوہ سے نکاح ہو گیا اور اس طرح پیشگوئی پوری ہو گئی۔ مرزا صاحب کی اکثر پیشگوئیاں اسی انداز سے پوری ہوئیں اور اسی طرح کی تاویلات قادیانی جماعت کا ایمانی سرمایہ ہیں۔ للمولف)

(تذکرہ مجموعہ الہامات مرزا غلام احمد قادیانی صاحب صـ۳۵)

خواتینِ مبارکہ

پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتینِ مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔

(مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا الہام مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اول صہ ۶ مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی)

اس عاجز نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے بیان کی تھی کہ اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ بعض بابرکت عورتیں اس اشتہار کے بعد بھی تیرے نکاح میں آئیں گی اور ان سے اولاد پیدا ہوگی۔

(مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا اشتہار محک اخیار و اشرار مورخہ ستمبر ۱۸۸۶ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اول صہ ۸۹ مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی)

(واقعہ یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی بیوی کو تو مندرجہ بالا الہام کے اعلان کے کچھ عرصہ بعد طلاق مل گئی تھی اور دوسری بیوی جو آخر تک باقی رہی، وہ اس اعلان کے وقت بھی موجود تھی چنانچہ ۱۸۸۶ء میں پہلی لڑکی عصمت پیدا ہوئی۔ مزید برآں مرزا صاحب نے بہت کوشش کی کہ محمدی بیگم کے ساتھ بھی شادی ہو جائے حتیٰ کہ پہلے سے اعلان کر دیا کہ اس سے آسمان پر نکاح ہو گیا اور زمین پر بھی ضرور ہوگا۔ چنانچہ اس کی تفصیل کتاب میں موجود ہے لیکن واقعے قسمت کہ نکاح ہونا تھا نہ ہوا۔ پھر نہ معلوم اور کون "خواتین مبارکہ" تھیں جن کے ملنے کی اور جن سے نسل بڑھنے کی مرزا صاحب کو بشارت ملی تھی اور نہ معلوم کس طرح ان سے نسل بڑھی بظاہر تو صرف وہی ایک بیوی تھی جس سے بعد میں اولاد ہوتی رہی اور جو اعلان الہام کے وقت موجود تھی۔ مؤلف برقی)

نامردی کا یقین

بخدمت اخویم مخدوم مکرم مولوی حکیم نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘........

(۱) جس قدر ضعف دماغ کے عارضہ میں یہ عاجز مبتلا ہے مجھے یقین نہیں کہ آپ کو ایسا ہی ہو جبکہ میں نے شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یقین رہا کہ میں نامرد ہوں (پھر شادی کس بھروسے سے کی۔ اول صحت درست کرنا لازم تھا ورنہ فتنہ کا اندیشہ تھا۔ مؤلف برقی) آخر میں نے صبر کیا (آپ سے زیادہ صبر آپ کی اہلیہ صاحبہ پر لازم ہوا۔ پھر بھی معلوم ہوا کہ اولاد شادی کے بعد جلد شروع ہو گئی۔ مؤلف برقی) اور اللہ تعالیٰ پر امید اور دعا کرتا رہا سو اللہ جل شانہ‘ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور ضعفِ قلب تو اب بھی اس قدر ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔

خاکسار غلام احمد قادیانی ۲۲ فروری ۱۸۸۷ء

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم خط نمبر ۱۴ منقول از نوشتۂ غیب مؤلفہ خالد وزیر آبادی)

(۲) ایک میرے دوست سامانہ پٹیالہ میں ہیں جن کا نام مرزا محمد یوسف ہے۔ انہوں نے کئی دفعہ ایک معجون بنا کر بھیجی ہے جس میں کچلہ مدبر داخل ہوتا ہے۔ وہ معجون میرے تجربہ میں آیا ہے کہ اعصاب کے لیے نہایت مفید ہے اور امراضِ رعشہ، فالج اور تقویتِ دماغ اور قوتِ باہ اور نیز تقویتِ معدہ کے لیے فائدہ مند ہے۔ مدت سے میرے استعمال میں ہے۔ قرینِ مصلحت سمجھیں تو میں کسی قدر جو میرے پاس ہے، بھیج دوں۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۲۳ جنوری ۱۸۸۸ء

(مکتوبات احمدیہ جلد پنجم خط نمبر ۳۵ منقول از نوشتۂ غیب مؤلفہ خالد وزیر آبادی)

محکِ امتحان

بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لیے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور محک امتحان نہیں ہو سکتا۔

(مرزا غلام احمد صاحب کا اشتہار مورخہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اول صہ ۱۱۸۔ مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی۔ و آئینہ کمالات اسلام صہ ۲۸۸ مؤلفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)



جہاد

فتویٰ ہے شیخ کا یہ زمانہ قلم کا ہے
دُنیا میں اب رہی نہیں تلوار کارگر

لیکن جنابِ شیخ کو معلوم کیا نہیں
مسجد میں اب یہ وعظ ہے بے سود بے اثر

تیغ و تفنگ دستِ مسلماں میں ہے کہاں؟
ہو بھی تو دِل ہیں مَوت کی لذّت سے بے خبر

کافر کی مَوت سے بھی لرزتا ہو جس کا دل
کہتا ہے کون اس کو مسلماں کی مَوت مر

تعلیم اس کو چاہیئے ترکِ جہاد کی
دُنیا کو جس کے پنجۂ خونیں سے ہو خطر

باطل کے فال و فر کی حفاظت کے واسطے
یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر

ہم پوچھتے ہیں شیخِ کلیسا نواز سے
مشرق میں جنگ شر ہے تو مغرب میں بھی ہے شر

حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات
اسلام کا محاسبہ، یورپ سے درگزر

ہندی مُسلمان

غدّارِ وطن اس کو بتاتے ہیں برہمن
انگریز سمجھتا ہے مسلماں کو گداگر
پنجاب کے اربابِ نبوّت کی شریعت
کہتی ہے کہ یہ مومنِ پارینہ ہے کافر
آوازۂ حق اٹھتا ہے کب اور کدھر سے
"مسکیں دلکم ماندہ دریں کشمکش اندر"

اقبالؒ



انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

سیاست

قادیانیت

اشاعت مجلس

انگریز سے وفاداری
ملّت سے غدّاری
مُسلمانوں سے بیزاری

دَورِ اوّل

(۱) اپنا تعارف

چونکہ مَیں جس کا نام غلام احمد اور باپ کا نام میرزا غلام مرتضیٰ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب کا رہنے والا مشہور فرقہ کا پیشوا ہُوں، جو پنجاب کے اکثر مقامات میں پایا جاتا ہے اور نیز ہندوستان کے اکثر اضلاع اور حیدر آباد اور بمبئی اور مدراس اور ملکِ عرب اور شام اور بخارا میں بھی میری جماعت کے لوگ موجود ہیں، لہٰذا قرینِ مصلحت سمجھتا ہُوں کہ یہ مختصر رسالہ اس غرض سے لکھوں کہ اس محسن گورنمنٹ کے اعلیٰ افسر میرے حالات اور میری جماعت کے خیالات سے واقفیت پیدا کرلیں.

اور یہ مؤلف تاجِ عزت جناب ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند دام اقبالہا کا واسطہ ڈال کر بخدمت گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ کے اعلیٰ افسروں اور معزز حکام کے باادب گزارش کرتا ہے کہ براہ غریب پروری و کرم گستری اس رسالہ کو اوّل سے آخر تک پڑھا جائے یا سُن لیا جائے۔ (کشف الغطاء ابتداء مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)۔

مَیں تاجِ عزت عالی جناب حضرت مکرمہ ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند دام اقبالہا کا واسطہ ڈالتا ہوں کہ اس رسالہ کو ہمارے حُکّامِ عالی مرتبہ توجّہ سے اوّل سے آخر تک پڑھیں۔ (کشف الغطاء صفحہ ۱ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)۔

(۲) رُوح کا جوش

سب سے پہلے یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ مَیں ایسے خاندان میں سے ہُوں، جس کی نسبت گورنمنٹ نے ایک مدّتِ دراز سے قبول کیا ہُوا ہے کہ وہ خاندان اوّل درجہ پر سرکار دولت مدار انگریزی

کا خیر خواہ ہے۔ . . . . ان تمام تحریرات سے ثابت ہے کہ میرے والد صاحب اور خاندان ابتدا سے سرکار انگریزی کے بدل وجان ہوا خواہ اور وفادار رہے اور گورنمنٹ عالیہ انگریزی کے معزز افسروں نے مان لیا کہ یہ خاندان کمال درجہ پر خیر خواہ سرکار انگریزی ہے۔ . . . . ہمارے پاس تو وہ الفاظ نہیں جن کے ذریعہ سے ہم اس آرام و راحت کا ذکر کر سکیں جو اس گورنمنٹ محسنہ کو جزائے خیر دے اور اس سے نیکی کرے جیسا کہ اس نے ہم سے نیکی کی۔ یہی وجہ ہے کہ میرا باپ اور میرا بھائی اور خود میں بھی رُوح کے جوش سے اس بات میں مصروف ہے کہ اس گورنمنٹ کے فوائد اور احسانات کو عام لوگوں پر ظاہر کریں اور اس کی اطاعت کی فرضیت کو لوگوں کے دلوں میں جما دیں۔ (درخواست بحضور نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ منجانب خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء و مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۸ ، ۹ ، ۱۱ مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی)۔

(۳) خاندانی خدمات

میں ایک ایسے خاندان سے ہوں کہ جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد میرزا غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا جن کو دربار انگریزی میں کرسی ملتی تھی اور ان کا ذکر مسٹر گریفن صاحب کی تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔ ان خدمات کی وجہ سے جو چٹھیات خوشنودی حکام ان کو ملی تھیں مجھے افسوس ہے کہ بہت سی ان میں سے گم ہو گئیں مگر تین چٹھیاں جو مدت سے چھپ چکی ہیں، ان کی نقلیں حاشیہ میں درج کی گئی ہیں۔ پھر میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی میرزا غلام قادر خدمات سرکاری میں مصروف رہا اور جب تموں کی گزر پر مفسدوں کا سرکار انگریزی کی فوج سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا۔ (کتاب البریہ اشتہار مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء صفحہ ۳ تا ۴ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

(۴) میرا باپ، بھائی اور میں

اور میرا باپ اسی طرح خدمات میں مشغول رہا یہاں تک کہ پیرانہ سالی تک پہنچ گیا اور سفر آخرت کا وقت آگیا اور اگر ہم اس کی تمام خدمات لکھنا چاہیں تو اس جگہ سما نہ سکیں اور ہم لکھنے سے عاجز رہ جائیں۔ پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ میرا باپ سرکار انگریزی کے مراحم کا ہمیشہ امیدوار رہا اور عندالضرورت خدمتیں بجا لاتا رہا۔ یہاں تک کہ سرکار انگریزی نے اپنی خوشنودی کی چٹھیات سے اس کو معزز کیا اور ہر ایک وقت اپنے عطاؤں کے ساتھ اس کو خاص فرمایا اور اس کی غمخواری فرمائی اور اس کی رعایت رکھی اور اس کو اپنے خیر خواہوں اور مخلصوں میں سے سمجھا۔ پھر جب میرا باپ وفات پا گیا، تب ان خصلتوں میں اس کا قائم مقام میرا بھائی ہوا، جس کا نام میرزا غلام قادر تھا اور سرکار انگریزی کی عنایات ایسی ہی اس کے شامل حال ہو گئیں کہ جیسی میرے باپ کے شامل حال تھیں اور میرا بھائی چند سال بعد اپنے والد کے فوت ہو گیا۔ پھر ان دونوں کی وفات کے بعد میں ان کے نقش قدم پر چلا اور ان کی سیرتوں کی پیروی کی۔ لیکن میں صاحب مال اور صاحب املاک نہیں تھا۔ . . . . سو میں اس کی مدد کے لیے اپنے قلم اور ہاتھ سے اٹھا اور خدا میری مدد پر تھا اور میں نے اسی زمانہ سے خدا تعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ کوئی مبسوط کتاب بغیر اس کے تالیف نہیں کروں گا جو اس میں احسانات قیصرہ ہند کا ذکر نہ ہو، نیز اس کے ان تمام احسانوں کا ذکر ہو جن کا شکر مسلمانوں پر واجب ہے۔ (نور الحق حصہ اول صفحہ ۲۸ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)۔

(۵) حق واجب

میں ایک گوشہ نشین آدمی تھا، جس کی دنیوی طرق پر زندگی نہیں تھی اور نہ اس کے کامل اسباب مہیا تھے۔ تاہم میں نے برابر سولہ برس سے یہ اپنے پر حق واجب ٹھہرا لیا کہ اپنی قوم کو اس گورنمنٹ کی خیر خواہی کی طرف بلاؤں اور ان کو سچی اطاعت کی ترغیب دوں۔ چنانچہ میں نے اس مقصد کے انجام کے لیے اپنی ہر ایک تالیف میں یہ لکھنا شروع کیا (مثلاً دیکھو براہین احمدیہ، شہادۃ القرآن، سرمہ چشم آریہ، آئینہ کمالات اسلام، حمامۃ البشریٰ، نور الحق وغیرہ) کہ اس گورنمنٹ کے ساتھ کسی طرح مسلمانوں کو جہاد درست نہیں اور نہ صرف اس قدر بلکہ بار بار اس بات پر زور دیا کہ چونکہ گورنمنٹ برطانیہ برٹش انڈیا کی رعایا کی محسن ہے، اس لیے مسلمانان ہند پر لازم ہے کہ نہ صرف اتنا ہی کریں کہ گورنمنٹ برطانیہ کے مقابل بدارادوں سے رکیں،

بلکہ اپنی سچی شکرگذاری اور ہمدردی کے نمونے بھی گورنمنٹ کو دکھلا دیں۔ (اشتہار لائق توجہ گورنمنٹ جو جناب ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند اور جناب گورنر جنرل ہند اور لیفٹیننٹ گورنر پنجاب اور دیگر معزز حکام کے ملاحظہ کے لیے شائع کیا گیا منجانب خاکسار غلام احمد قادیانی مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۸۹۴ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد سوم صفحہ ۱۹۳ مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی)۔

(۶) قابل گزارش دوسرا امر قابل گزارش یہ ہے کہ میں ابتدائی عمر سے اس وقت جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دور کروں جو ان کو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں ...... اور میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں پر میری تحریروں کا بہت ہی اثر ہوا ہے اور لاکھوں انسانوں میں تبدیلی پیدا ہو گئی۔

اور میں نے نہ صرف اسی قدر کام کیا کہ برٹش انڈیا کے مسلمانوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی اطاعت کی طرف جھکایا بلکہ بہت سی کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں تالیف کر کے ممالک اسلامیہ کے لوگوں کو بھی مطلع کیا کہ ہم لوگ کیونکہ امن وامان اور آرام اور آزادی سے گورنمنٹ انگلشیہ کے سایۂ عاطفت میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور ایسی کتابوں کے چھاپنے اور شائع کرنے میں ہزارہا روپیہ خرچ کیا گیا، مگر باایں ہمہ میری طبیعت نے کبھی نہیں چاہا کہ ان متواتر خدمات کا اپنے حکام کے پاس ذکر بھی کروں، کیونکہ میں نے کسی صلہ یا انعام کی خاطر سے نہیں بلکہ ایک حق بات کو ظاہر کرنا اپنا فرض سمجھا۔ (درخواست بحضور نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ منجانب خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۱۰ مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی)۔

یہ ۱۹۰۰ء کی بات ہے مولوی عبدالکریم صاحب نے جو جمعہ کے خطیب تھے۔ ایک خطبۂ جمعہ پڑھا، جس میں مرزا صاحب کے لیے نبی اور رسول کے الفاظ استعمال کیے۔ اس خطبے کو سن کر مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی نے بہت پیچ وتاب کھائے۔ جب یہ بات مولوی عبدالکریم صاحب کو معلوم ہوئی، تو پھر انہوں نے ایک خطبہ پڑھا اور اس میں مرزا صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر میں غلطی کرتا ہوں تو حضور مجھے بتلائیں۔ میں حضور کو نبی اور رسول مانتا ہوں۔ جب جمعہ ہو چکا اور مرزا صاحب جانے لگے، تو مولوی صاحب نے پیچھے سے مرزا صاحب کا کپڑا پکڑ لیا، اور درخواست کی کہ اگر میرے اس اعتقاد میں غلطی ہو تو حضور درست فرما دیں۔ مرزا صاحب مڑ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

"مولوی صاحب ہمارا بھی یہی مذہب اور دعویٰ ہے، جو آپ نے بیان کیا۔"

یہ خطبہ سن کر مولوی محمد احسن صاحب غصہ میں بھرے واپس آئے اور مسجد کے اوپر ٹہلنے لگے آواز بہت بلند ہو گئی، تو مرزا صاحب مکان سے نکلے اور یہ آیت پڑھی: "یاایہا الذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔"

اس طرح مولوی عبدالکریم صاحب کے اعلان خطبہ سے اس نئے دور کا افتتاح ہو گیا اور مرزا صاحب کو معلوم ہو گیا کہ لوگ اتنے راسخ الایمان ہو چکے ہیں کہ وہ ان کے ہر دعوے کو تسلیم کر سکتے ہیں۔

(ابوالحسن علی ندوی)

(۷) پچاس الماری

میری عُمر کا اکثر حصّہ اس سلطنتِ انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعتِ جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارہ میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالکِ عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچادیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں، ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔ (تریاق القلوب صفحہ ۱۵ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)۔

(۸) بزرگوں سے زیادہ

میں بذاتِ خود سترہ برس سے سرکار انگریزی کی ایک ایسی خدمت میں مشغول ہوں کہ درحقیقت وہ ایک ایسی خیر خواہی گورنمنٹ عالیہ کی مجھ سے ظہور میں آئی ہے کہ میرے بزرگوں سے زیادہ ہے اور وہ یہ کہ میں نے بیسیوں کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں اس غرض سے تالیف کی ہیں کہ اس گورنمنٹِ محسنہ سے ہرگز جہاد درست نہیں بلکہ سچے دل سے اطاعت کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ چنانچہ میں نے یہ کتابیں بصرف زرِ کثیر چھاپ کر بلادِ اسلام میں پہنچائی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ ان کتابوں کا بہت سا اثر اس ملک پر بھی پڑا ہے اور جو لوگ میرے ساتھ مریدی کا تعلق رکھتے ہیں، وہ ایک ایسی جماعت تیار ہوتی جاتی ہے کہ جن کے دل اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی سے لبالب ہیں۔ ان کی اخلاقی حالت اعلیٰ درجہ پر ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ وہ تمام اس ملک کے لیے بڑی برکت ہیں اور گورنمنٹ کے لیے دلی جاں نثار۔ (عریضہ بعالی خدمت گورنمنٹ عالیہ انگریزی منجانب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مندرجہ تبلیغِ رسالت جلد ششم صفحہ ۶۵ مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی)۔

(۹) بے نظیر کارگزاری

پھر میں پوچھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے سرکار انگریزی کی امداد اور حفظِ امن اور جہادی خیالات کے روکنے کے لیے برابر سترہ سال تک پورے جوش سے پوری استقامت سے کام کیا کہ اس کام کی اور اس خدمت نمایاں کی اور اس مدت دراز کی دوسرے مسلمانوں میں جو میرے مخالف ہیں کوئی نظیر ہے؟ کوئی نہیں۔

(ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند للمؤلف)

(کتاب البریہ اشتہار مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء صفحہ ۷ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

(۱۰) اسلام کے دو حصے

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔ سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں، یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں، ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کرے۔ دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو، جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو، سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔ . . . سو اگر ہم گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا اور رسول سے سرکشی کرتے ہیں۔ (ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ رسالہ جس کا عنوان ہے گورنمنٹ کی توجہ کے لائق صفحہ ج (مصنفہ مرزا صاحب موصوف)

(۱۱) گویا اللہ اور رسول

(مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ میں نے کوئی کتاب یا اشتہار ایسا نہیں لکھا جس میں گورنمنٹ کی وفاداری اور اطاعت کی طرف اپنی جماعت کو متوجہ نہیں کیا۔ پس حضرت (مرزا) صاحب کا اس طرف توجہ دلانا اور اس زور کے ساتھ توجہ دلانا اس آیت کے ماتحت ہونے کی وجہ سے گویا اللہ اور اس کے رسول کا ہی توجہ دلانا ہے۔ اس سے سمجھ لو کہ اس طرف توجہ کرنے کی کس قدر ضرورت ہے۔) (تقریر میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل جلد ۵ نمبر ۱۳ مورخہ ۴ اگست ۱۹۱۷ء)۔

(۱۲) ہمارے مقاصد

جسمانی سلطنت میں بھی یہ ہی خدائے تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ ایک قوم میں ایک امیر اور بادشاہ ہو اور خدا کی لعنت ان لوگوں پر ہے، جو تفرقہ پسند کرتے ہیں اور ایک امیر کے تحت حکم نہیں

چلتے، حالانکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر سے مراد جسمانی طور پر بادشاہ اور روحانی طور پر امام الزمان ہے اور جسمانی طور پر جو شخص ہمارے مقاصد (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کے مقاصد) کا مخالف نہ ہو اور اس سے مذہبی فائدہ ہمیں حاصل ہو سکے وہ ہم میں سے ہے۔ اسی لیے میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے ان کے مطیع رہیں۔ (ضرورۃ الامام صفحہ ۲۳ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)۔

(۱۳) سب سے زیادہ

سو اس نے مجھے بھیجا اور میں اس کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک ایسی گورنمنٹ کے سایہ رحمت کے نیچے جگہ دی جس کے زیر سایہ میں بڑی آزادی سے اپنا کام نصیحت اور وعظ کا ادا کر رہا ہوں۔ اگرچہ اس محسن گورنمنٹ کا ہر ایک پر رعایا میں سے شکر واجب ہے، مگر میں خیال کرتا ہوں کہ مجھ پر سب سے زیادہ واجب ہے کیونکہ یہ میرے اعلیٰ مقاصد جو جناب قیصرۂ ہند کی حکومت کے سایہ کے نیچے انجام پذیر نہ ہو سکتے اگرچہ وہ کوئی اسلامی گورنمنٹ ہی ہوتی۔ (تحفہ قیصریہ صفحہ ۲۷ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)۔

(۱۴) خدا کی طرف مشغول

والد صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد یہ عاجز (یعنی مرزا صاحب) دنیا کے شغلوں سے بکلی علیحدہ ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف مشغول ہوا اور مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی، وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور نیز دوسرے بلاد اسلامیہ میں اس مضمون کے شائع کیے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے۔ لہٰذا ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گزار اور دعاگو رہے۔ اور یہ کتابیں میں نے مختلف زبانوں یعنی اردو، فارسی، عربی میں تالیف کر کے اسلام کے تمام ملکوں میں پھیلا دیں۔ یہاں تک کہ اسلام کے دو مقدس شہروں مکہ معظمہ اور مدینہ میں بھی بخوبی شائع کر دیں اور روم کے پایۂ تخت قسطنطنیہ اور بلاد شام اور مصر اور کابل اور افغانستان کے متفرق شہروں میں جہاں تک ممکن تھا، اشاعت کر دی گئی جس کا نتیجہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے وہ غلیظ خیالات چھوڑ دیئے جو نافہم ملاؤں کی تعلیم سے ان کے دلوں میں تھے۔ یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے ظہور میں آئی کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں سے اس کی نظیر کوئی مسلمان دکھلا نہیں سکا (ستارۂ قیصریہ صفحہ ۳ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)۔

(۱۵) فقیرانہ زندگی

اور چونکہ میری زندگی فقیرانہ اور درویشانہ طور پر ہے، اس لیے میں ایسے درویشانہ طرز سے گورنمنٹ انگریزی کی خیر خواہی اور امداد میں مشغول رہا ہوں۔ قریباً انیس برس سے ایسی کتابوں کے شائع کرنے میں میں نے اپنا وقت بسر کیا ہے، جن میں یہ ذکر ہے کہ مسلمانوں کو سچے دل سے اس گورنمنٹ کی خدمت کرنی چاہیئے اور اپنی فرمانبرداری اور وفاداری کو دوسری قوموں سے بڑھ کر دکھلانا چاہیئے اور میں نے اسی غرض سے بعض کتابیں عربی زبان میں لکھیں اور بعض فارسی زبان میں اور ان کو دور دور ملکوں تک شائع کیا اور ان سب میں مسلمانوں کو بار بار تاکید کی اور معقول وجوہ سے ان کو اس طرف جھکایا کہ وہ گورنمنٹ کی اطاعت بدل و جان اختیار کریں اور یہ کتابیں بلاد عرب اور بلاد شام اور کابل اور بخارا میں پہنچائی گئیں (کشف الغطاء صفحہ ۳ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)۔

(۱۶) گورنمنٹ کو اطلاع

جو ہدایتیں اس فرقہ کے لیے میں نے مرتب کی ہیں جن کو میں نے ہاتھ سے لکھ کر اور چھاپ کر ہر ایک کو مرید کر دیا ہے کہ ان کو اپنا دستور العمل رکھے۔ وہ ہدایتیں میرے اس رسالہ میں مندرج ہیں جو ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں چھپ کر عام مریدوں میں شائع ہوا ہے جس کا نام تکمیل تبلیغ مع شرائط بیعت ہے، جس کی ایک کاپی اسی زمانہ میں گورنمنٹ میں بھی بھیجی گئی تھی۔ ان ہدایتوں کو پڑھ کر اور ایسا ہی دوسری ہدایتوں کو دیکھ کر جو وقتاً فوقتاً چھپ کر مریدوں میں شائع ہوتی ہیں، گورنمنٹ کو معلوم ہوگا کہ امن بخش اصولوں کی اس جماعت کو تعلیم دی جاتی ہے،

اور کس طرح بار بار ان کو تاکیدیں کی گئی ہیں کہ وہ گورنمنٹ برطانیہ کے سچے خیر خواہ اور مطیع رہیں۔ (درخواست بحضور نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ منجانب خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۱۹ مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی)۔

(۱۷) بیعت کی شرط

اب اس تمام تقریر سے جس کے ساتھ میں نے اپنی سترہ سالہ مسلسل تقریروں سے ثبوت پیش کیے ہیں، صاف ظاہر ہے کہ میں سرکار انگریزی کا بدل و جان خیر خواہ ہوں اور میں ایک شخص امن دوست ہوں اور اطاعت گورنمنٹ اور ہمدردی بندگان خدا کی میرا اصول ہے اور یہ وہی اصول ہے جو میرے مریدوں کی شرائط بیعت میں داخل ہے۔ چنانچہ پرچہ شرائط بیعت جو ہمیشہ مریدوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، اس کی دفعہ چہارم میں ان ہی باتوں کی تصریح ہے۔ (ضمیمہ کتاب البریہ صفحہ ۹ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)۔

اس عام اصلاح کے علاوہ بھی ایک خاص امر کو اس جگہ ضرور بیان کر دینا چاہتا ہوں اور وہ حضرت مسیح موعود کا اپنی بیعت کی شرائط میں وفاداری حکومت کا شامل کرنا ہے۔ آپ نے قریبًا اپنی کل کتب میں اپنی جماعت کو نصیحت فرمائی ہے کہ وہ جس گورنمنٹ کے ماتحت رہیں، اس کی پورے طور پر فرمانبرداری کریں، اور یہاں تک لکھا کہ جو شخص اپنی گورنمنٹ کی فرمانبرداری نہیں کرتا اور کسی طرح بھی اپنے حکام کے خلاف شورش کرتا اور ان کے احکام کے نفاذ میں روڑے اٹکاتا ہے، وہ میری جماعت سے نہیں۔

یہ سبق آپ نے جماعت کو ایسا پڑھایا کہ ہر موقع پر جماعت احمدیہ نے گورنمنٹ ہند کی فرمانبرداری کا اظہار کیا ہے اور کبھی خفیف سے خفیف شورش میں بھی حصہ نہیں لیا۔ (تحفۃ الملوک صفحہ ۱۲۴ مصنفہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان)

(۱۸) خیر خواہ اور دعاگو

اس جماعت کے نیک اثر سے جیسے فوائد خلائق منتفع ہوں گی۔ ایسا ہی اس پاک باطن جماعت کے وجود سے گورنمنٹ برطانیہ کے لیے انواع و اقسام کے فوائد متصور ہوں گے، جن سے اس گورنمنٹ کو خداوند عزوجل کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔ ازانجملہ ایک یہ کہ یہ لوگ سچے جوش اور دلی خلوص سے اس گورنمنٹ کے خیر خواہ اور دعاگو ہوں گے کیونکہ بموجب تعلیم اسلام (جس کی پیروی اس گروہ کا عین مدعا ہے) حقوق عباد کے متعلق اس سے بڑھ کر کوئی گناہ کی بات اور خبث اور ظلم اور پلید راہ نہیں کہ انسان جس سلطنت کے زیر سایہ با امن و عافیت زندگی بسر کرے اور اس کی حمایت سے اپنے دینی دنیوی مقاصد میں بارآور کوشش کر سکے، اسی کا بدخواہ و بداندیش ہو، بلکہ جب تک ایسی گورنمنٹ کا شکر گزار نہ ہو، تب تک خدا تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں۔ پھر دوسرا فائدہ اس بابرکت گروہ کی ترقی سے گورنمنٹ کو یہ ہے کہ ان کا عملی طریق موجب انسداد جرائم ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۸۴۹ حاشیہ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)۔

(۱۹) یاجوج و ماجوج

ایسا ہی یاجوج و ماجوج کا حال بھی سمجھ لیجیے۔ یہ دونوں پرانی قومیں ہیں، جو پہلے زمانوں میں دوسروں پر کھلے طور پر غالب نہیں ہو سکیں اور ان کی حالت میں ضعف رہا، لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ آخری زمانہ میں یہ دونوں قومیں خروج کریں گی، یعنی اپنی جلالی قوت کے ساتھ ظاہر ہوں گی۔ . . . . . یہ دونوں قومیں دوسروں کو مغلوب کر کے پھر ایک دوسرے پر حملہ کریں گی اور جس کو خدا تعالیٰ چاہے گا، فتح دے گا۔ چونکہ ان دونوں قوموں سے مراد انگریز اور روس ہیں، اس لیے ہر ایک سعادت مند مسلمان کو دعا کرنی چاہیئے کہ اس وقت انگریزوں کی فتح ہو، کیونکہ یہ لوگ ہمارے محسن ہیں اور سلطنت برطانیہ کے ہمارے سر پر بہت احسان ہیں سخت جاہل اور سخت نادان اور سخت نالائق وہ مسلمان ہیں، جو اس گورنمنٹ سے کینہ رکھے۔ اگر ہم ان کا شکر نہ کریں، تو پھر ہم خدا تعالیٰ کے بھی ناشکر گزار ہیں، کیونکہ ہم نے جو اس گورنمنٹ کے زیر سایہ آرام پایا اور پا رہے ہیں، وہ آرام ہم کسی اسلامی گورنمنٹ میں بھی نہیں پا سکتے۔ ہرگز نہیں (ازالہ اوہام صفحہ ۵۰۹ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)۔

(۲۰) اسلامی ممالک پر توجہ

میں نے مناسب سمجھا کہ اس رسالہ کو بلادِ عرب یعنی حرمین اور شام اور مصر وغیرہ میں بھی بھیج دوں، کیونکہ اس صفحہ (۱۵۳) میں جہاد کی مخالفت میں ایک مضمون لکھا گیا ہے اور میں نے بائیس برس سے اپنے ذمّہ یہ فرض کر رکھا ہے کہ ایسی کتابیں جن میں جہاد کی مخالفت ہو اسلامی ممالک میں ضرور بھیج دیا کرتا ہوں۔ اسی وجہ سے میری عربی کتابیں عرب کے ملک میں بھی بہت شہرت پا گئی ہیں۔ (تحریر مرزا غلام احمد قادیانی مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۰۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت دہم صفحہ ۲۶)۔

۲۰/الف جہاد کی بیہودہ رسم

یہ وہ فرقہ ہے جو فرقہ احمدیہ کے نام سے مشہور ہے اور پنجاب اور ہندوستان اور دیگر متفرق مقامات میں پھیلا ہوا ہے۔ یہی وہ فرقہ ہے جو دن رات کوشش کر رہا ہے کہ مسلمانوں کے خیالات میں سے جہاد کی بیہودہ رسم کو اٹھا دے (کیا عجب ہے کہ یہ بیہودہ کوشش خود ہی بیٹھ جائے کہ اس کی شرمندگی سے قادیانی آیندہ نظر نہ اٹھا سکیں بلمؤلف برنی)۔ چنانچہ اب تک ساٹھ کے قریب میں نے ایسی کتابیں عربی فارسی، اردو اور انگریزی میں تالیف کر کے شائع کی ہیں جن کا مقصد ہے کہ یہ غلط خیالات مسلمانوں کے دلوں سے محو ہو جائیں۔ اس قوم میں یہ خرابی اکثر نادان مولویوں نے ڈال رکھی ہے لیکن اگر خدا نے چاہا تو امید رکھتا ہوں کہ عنقریب اس کی اصلاح ہو جائے گی۔

گورنمنٹ کی اعلیٰ حکام کی طرف سے ایسی کارروائیوں کا ہونا ضروری ہے جن سے مسلمانوں کے دلوں میں منقوش ہو جائے کہ یہ سلطنت اسلام کے لیے درحقیقت چشمۂ فیض ہے (کم از کم قادیانیوں کے حق میں چشمۂ فیض بننا لازم ہے کہ یہ جماعت سرکار کا خود کاشتہ پودا مانی جاتی ہے بلمؤلف برنی)۔ (قادیانی رسالہ ریویو آف ریلیجز بابت ۱۹۰۲ء جلد ۱۱ نمبر ۲) اقتباس معروضہ جو مرزا غلام احمد قادیانی نے حکومت میں پیش کیا ایڈیٹر رسالہ مولوی محمد علی صاحب قادیانی فی الحال امیر قادیانی جماعت لاہور)۔

۲۰/ب جہاد حرام قطعاً حرام

گورنمنٹ کا یہ اپنا فرض ہے کہ اس فرقہ احمدیہ کی نسبت تدبیر سے زمین کے اندرونی حالات دریافت کرے۔ بعض نادان کہتے ہیں کہ یہ باتیں محض گورنمنٹ کی خوشامد کے لیے ہیں۔ مگر میں ان کو کس سے شباہت دوں۔ وہ اس اندھے سے مشابہ ہیں جو سورج کی گرمی محسوس کرتا ہے اور ہزارہا شہادتیں سنتا ہے اور پھر سورج کے وجود سے انکار کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جس حالت میں ہمارے امام (مرزا غلام احمد قادیانی) نے ایک بڑا حصہ عمر کا جو ۲۲ برس ہیں اس تعلیم میں گزارا ہے کہ جہاد حرام اور قطعاً حرام ہے یہاں تک کہ بہت سی عربی کتابیں بھی مضمون ممانعتِ جہاد لکھ کر ان کو بلادِ اسلام عرب، شام، کابل وغیرہ میں تقسیم کیا ہے جن سے گورنمنٹ بے خبر نہیں ہے (گورنمنٹ کیوں بے خبر ہوگی جبکہ خود اس کے منشا پر کام ہوا ہو بلمؤلف برنی)۔ تو کیا گمان ہو سکتا ہے کہ اتنا لمبا حصہ زندگی کا جس نے پیرانہ سالی تک پہنچا دیا وہ نفاق میں بسر کیا ہے (سرکار انگریزی سے تو حد درجہ خلوص و اخلاص رہا، پھر نفاق کا شبہہ کون کر سکتا ہے۔ بلمؤلف برنی)۔

ہاں آپ نے (مرزا غلام احمد قادیانی نے) ہمارے لیے دروازہ کھول دیا ہے کہ ہم سچائی کو دلائل کے ساتھ پیش کریں اور گورنمنٹ برطانیہ کی حکومت کو غنیمت سمجھیں کیونکہ کوئی دوسری اسلامی سلطنت اپنے مخالفانہ جوشوں کی وجہ سے کبھی ہماری برداشت نہیں کرے گی۔ (قادیانی رسالہ ریویو آف ریلیجز بابت ۱۹۰۲ء جلد نمبر ۱ نمبر ۲ مضمون از ایڈیٹر رسالہ مولوی محمد علی صاحب قادیانی فی الحال امیر جماعت لاہور)۔

(۲۱) حکومتوں کا فرق

ہمیں اس گورنمنٹ کے آنے سے وہ دینی خلوص پہنچا کہ سلطان روم کے کارناموں میں اس کی تلاش کرنا عبث ہے۔ (اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ہشتم صفحہ ۵)۔

بلکہ اس گورنمنٹ کے ہم پر اس قدر احسان ہیں کہ اگر ہم یہاں سے نکل جائیں، تو نہ ہمارا مکہ میں گزارا ہو سکتا ہے اور نہ

قسطنطنیہ میں۔ تو پھر کس طرح سے ہو سکتا ہے کہ ہم اس کے برخلاف کوئی خیال اپنے دل میں رکھیں۔ (ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ ملفوظات احمدیہ جلد اوّل صفحہ ۲۶ ۲۷ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)۔

میں اپنے کام کو نہ مکہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں نہ روم میں۔ نہ شام نہ ایران میں نہ کابل میں، مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لیے دعا کرتا ہوں۔ لہٰذا وہ اس الہام میں اشارہ فرماتا ہے کہ اس گورنمنٹ کے اقبال اور شوکت میں تیرے وجود اور تیری دعا کا اثر ہے اور اس کی فتوحات تیرے سبب سے ہیں کیونکہ جدھر تیرا منہ ادھر خدا کا منہ ہے۔ (اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی مورخہ ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ ۶۹)۔

میرا دعویٰ ہے کہ تمام دنیا میں گورنمنٹ برطانیہ کی طرح کوئی دوسری ایسی گورنمنٹ نہیں جس نے زمین پر ایسا امن قائم کیا ہو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم پوری آزادی سے اس گورنمنٹ کے تحت میں اشاعت حق کر سکتے ہیں، یہ خدمت ہم مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں بیٹھ کر بھی ہرگز بجا نہیں لا سکتے۔ اگر یہ امن اور آزادی اور بے تعصبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت عرب میں ہوتی، تو وہ لوگ ہرگز تلوار سے ہلاک نہ کیے جاتے۔ اگر یہ امن، یہ آزادی اور بے تعصبی اس وقت کے قیصر اور کسریٰ کی گورنمنٹوں میں ہوتی، تو وہ بادشاہتیں اب تک قائم رہتیں۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶ حاشیہ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)۔

(۲۲) توجہ کی آرزو | بارہا بے اختیار دل میں یہ بھی خیال گزرتا ہے کہ جس گورنمنٹ کی اطاعت اور خدمت گزاری کی نیت سے ہم نے کئی کتابیں مخالفت جہاد میں لکھیں، گورنمنٹ کو اب تک معلوم نہیں کہ ہم دن رات کیا خدمت کر رہے ہیں۔ ہم نے قبول کیا کہ ہماری اردو کی کتابیں جو ہندوستان میں شائع ہوئیں، ان کے دیکھنے سے گورنمنٹ عالیہ کو یہ خیال گزرا ہوگا کہ ہماری خوشامد کے لیے ایسی تحریریں لکھی گئی ہیں لیکن یہ دانشمند گورنمنٹ ادنیٰ توجہ سے سمجھ سکتی ہے کہ عرب کے ملکوں [illegible] جو ہم نے ایسی کتابیں [illegible] جن میں بڑے بڑے مضمون اس گورنمنٹ کی شکر گزاری اور جہاد کی مخالفت کے بارے میں تھے، ان میں [illegible] کیا گورنمنٹ نے مجھ کو مجبور کیا تھا کہ میں ایسی کتابیں تالیف کر کے ان ملکوں میں روانہ کروں اور [illegible] گورنمنٹ عالیہ ضرور میری ان خدمات کا قدر کرے گی۔ (اشتہار مرزا غلام احمد قادیانی مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۲۸)۔

(۲۳) جشن جوبلی | ہم بڑی خوشی سے اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ جناب ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند دام اقبالہا کے جشن جوبلی کی خوشی اور شکریہ کے ادا کرنے کے لیے میری جماعت کے اکثر احباب دور دور کی مسافت قطع کر کے ۱۹ جون ۱۸۹۷ء کو ہی قادیان میں تشریف لائے اور یہ سب (۲۲۵) آدمی تھے اور اس جگہ کے ہمارے مرید اور مخلص بھی ان کے ساتھ شامل ہوئے، جن سے ایک گروہ کثیر ہو گیا اور وہ سب ۲۰ جون ۱۸۹۷ء کو اس مبارک تقریب میں باہم مل کر دعا اور شکر باری تعالیٰ میں مصروف ہوئے۔

اس تقریب پر ایک کتاب شکر گزاری جناب قیصرۂ ہند کے لیے تالیف کر کے اور چھاپ کر اس کا نام تحفہ قیصریہ رکھا گیا، اور چند جلدیں اس کی نہایت خوبصورت مجلد کرا کے ان میں سے ایک حضرت قیصرہ ہند کے حضور میں بھیجنے کے لیے بخدمت صاحب ڈپٹی کمشنر بھیجی گئی اور ایک کتاب بحضور وائسرائے گورنر جنرل کشور ہند روانہ ہوئی اور ایک بحضور جناب نواب لیفٹیننٹ گورنر پنجاب بھیج دی گئی۔ اب وہ دعائیں جو چھ زبانوں میں کی گئیں ذیل میں لکھی جاتی ہیں اور بعد اس کے ان تمام دوستوں کے نام درج کیے جائیں گے جو تکالیف اٹھا کر اس جلسہ کے لیے قادیان میں تشریف لائے۔ (اعلان مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ ۱۳۰ مؤلفہ میر قاسم علی قادیانی)۔

(۲۴) جواب کی استدعا | اس عاجز (یعنی مرزا صاحب) کو وہ اعلیٰ درجہ کا اخلاص اور محبت اور جوشِ طاعت

حضور ملکۂ معظمہ اور اس کے معزز افسروں کی نسبت حاصل ہے جو مَیں ایسے الفاظ نہیں پاتا جن میں اس اخلاص کا انداز بیان کر سکوں۔ اسی سچی محبت اور اخلاص کی تحریک سے جشن شصت سالہ جوبلی کی تقریب پر مَیں نے ایک رسالہ حضرت قیصرہ ہند دام اقبالہا کے نام سے تالیف کرکے اور اس کا نام تحفۂ قیصریہ رکھ کر جناب ممدوحہ کی خدمت میں بطور درویشانہ تحفہ کے ارسال کیا تھا اور مجھے قوی یقین تھا کہ اس کے جواب سے مجھے عزت دی جائے گی اور امید سے بڑھ کر میری سرفرازی کا موجب ہوگا . . . . مگر مجھے نہایت تعجب ہے کہ ایک کلمہ شاہانہ سے بھی میں ممنون نہیں کیا گیا اور میرا کانشنس ہرگز اس بات کو قبول نہیں کرتا کہ وہ ہدیہ عاجزانہ یعنی رسالہ تحفۂ قیصریہ حضور ملکۂ معظمہ میں پیش ہوا ہو اور پھر میں اس کے جواب سے ممنون نہ کیا جاؤں۔ یقیناً کوئی اور باعث ہے جس میں جناب ملکۂ معظمہ قیصرۂ ہند دام اقبالہا کے ارادہ اور مرضی اور علم کو کچھ دخل نہیں۔ لہٰذا اس حسن ظن نے جو مَیں حضور ملکۂ معظمہ دام اقبالہا کی خدمت میں رکھتا ہوں دوبارہ مجھے مجبور کیا کہ میں اس تحفۂ قیصرہ کی طرف جناب ممدوحہ کو توجہ دلاؤں اور شاہانہ منظوری کے چند الفاظ سے خوشی حاصل کروں۔ اسی غرض سے یہ عریضہ روانہ کرتا ہوں۔ (ستارۂ قیصریہ صفحہ ۲ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)۔

مَیں نے (یعنی مرزا صاحب نے) تحفۂ قیصریہ میں جو حضور قیصرۂ ہند کی خدمت میں بھیجا گیا، یہی حالات اور خدمات اور دعوات گزارش کیے تھے اور میں اپنی جناب ملکۂ معظمہ کے اخلاص وسیعہ پر نظر رکھ کر ہر روز جواب کا امیدوار تھا اور اب بھی ہوں۔ میرے خیال میں یہ غیر ممکن ہے کہ میرے جیسے دعاگو کا وہ عاجزانہ تحفہ جو بوجہ کمال اخلاص خون دل سے لکھا گیا تھا، اگر وہ حضور ملکۂ معظمہ قیصرۂ ہند دام اقبالہا کی خدمت میں پیش ہوتا تو اس کا جواب نہ آتا بلکہ ضرور آتا ضرور آتا۔ اس لیے مجھے بوجہ اس یقین کے کہ جناب قیصرۂ ہند کے پُر رحمت اخلاق وکمال وثوق سے حاصل ہے۔ اس یاد دہانی کے عریضہ کو لکھنا پڑا اور اس عریضہ کو نہ صرف میرے ہاتھوں نے لکھا ہے بلکہ میرے دل نے یقین کا بھرا ہوا زور ڈال کر ہاتھوں کو اس پُر ارادت خط کے لکھنے کے لیے چلایا ہے۔ مَیں دعا کرتا ہوں کہ خیر و عافیت اور خوشی کے وقت خدا تعالیٰ اس خط کو حضور قیصرۂ ہند دام اقبالہا کی خدمت میں پہنچا دے اور پھر جناب ممدوحہ کے دل میں الہام کرے کہ وہ اس سچی محبت اور سچے اخلاص کو جو حضرت موصوفہ کی نسبت میرے دل میں ہے اپنی پاک فراست سے شناخت کر لیں اور رعیت پروری کی رو سے مجھے پُر رحمت جواب سے ممنون فرمائیں۔ (ستارۂ قیصریہ صفحہ ۴ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)۔

(۴۵) مگر افسوس

مَیں اٹھارہ برس سے ایسی کتابوں کی تالیف میں مصروف ہوں کہ جو مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی محبت اور اطاعت کی طرف مائل کرنے کو اکثر جاہل مولوی ہماری اس طرز اور رفتار اور ان خیالات سے سخت ناراض ہیں اور اندر ہی اندر جلتے اور دانت پیستے ہیں، مگر مَیں جانتا ہوں کہ وہ اسلام کی اس اخلاقی تعلیم سے بے خبر ہیں جس میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص انسان کا شکر نہ کرے، وہ خدا کا شکر بھی نہیں کرتا یعنی اپنے محسن کا شکر کرنا ایسا فرض ہے جیسا کہ خدا کا۔

یہ تو ہمارا عقیدہ ہے مگر افسوس کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اس لمبے سلسلہ اٹھارہ برس کی تالیفات کو جن میں بہت سی پُر زور تقریریں اطاعت گورنمنٹ کے بارے میں ہیں کبھی ہماری گورنمنٹ محسنہ نے توجہ سے نہیں دیکھا اور کئی مرتبہ مَیں نے یاد دلایا، مگر اس کا اثر محسوس نہیں ہوا۔ لہٰذا پھر یاد دلاتا ہوں کہ مفصلہ ذیل کتابوں اور اشتہاروں کو توجہ سے دیکھا جائے اور وہ مقامات پڑھے جائیں جن کے نمبر صفحات مَیں نے ذیل میں لکھ دیے ہیں۔ (اس کے ذیل میں ۱۸۸۲ء لغایت ۱۸۹۴ء کل ۲۴ کتابوں اور اشتہاروں کو توبہ کا حوالہ درج ہے صفحہ ۱۱ اللؤلف)۔ ان کتابوں کے دیکھنے کے بعد ہر ایک شخص اس نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے کہ جو شخص برابر اٹھارہ برس سے ایسے جوش سے کہ جس سے زیادہ ممکن نہیں گورنمنٹ انگلشیہ کی تائید میں ایسے پُر زور مضمون لکھ رہا ہے اور ان مضمونوں کو نہ صرف انگریزی عملداری میں بلکہ دوسرے ممالک میں بھی

شائع کر رہا ہے کیا اس کے حق میں یہ گمان ہو سکتا ہے کہ وہ اس گورنمنٹ محسنہ کا خیر خواہ نہیں۔ گورنمنٹ متوجہ ہو کر سوچے کہ یہ مسلسل کارروائی جو مسلمانوں کو اطاعت گورنمنٹ برطانیہ پر آمادہ کرنے کے لیے برابر اٹھارہ برس سے ہو رہی ہے اور غیر ملکیوں کے لوگوں کو بھی آگاہ کیا گیا ہے کہ ہم کیسے امن اور آزادی سے زیر سایہ گورنمنٹ برطانیہ زندگی بسر کرتے ہیں، یہ کارروائی کیوں اور کس غرض سے ہے اور غیر ملک کے لوگوں تک ایسی کتابیں اور ایسے اشتہارات کے پہنچانے کا کیا مدعا تھا۔

(ع۔ اگر اس پر بھی نہ وہ سمجھے تو اس بُت سے خدا سمجھے۔ بلمؤلف)۔ (درخواست بحضور نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہٗ منجانب خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۱۱ تا ۱۳ مؤلفہ میر قاسم قادیانی)۔

(۲۶) شدتِ تمنا

(۱) قیصرہ ہند کی طرف سے شکریہ۔ تشریح۔ یہ الہام متشابہات میں سے ہے اور یہ ایسا لفظ ہے کہ حیرت میں ڈالتا ہے، کیونکہ میں ایک گوشہ نشین آدمی ہوں اور ہر ایک قابل پسند خدمت سے عاری اور قبل از موت اپنے تئیں مُردہ سمجھتا ہوں۔ میرا شکریہ کیسا۔

(۲) مبشروں کا زوال نہیں ہوتا۔ گورنر جنرل کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا وقت آگیا۔ (البشریٰ جلد دوم صفحہ ۷۵ مجموعہ الہامات مرزا غلام احمد قادیانی)۔

(۲۷) تبلیغی معروضہ

اے ملکۂ معظمہ قیصرۂ ہند ہم (مرزا صاحب اور قادیانی صاحبان۔ بلمؤلف) عاجزانہ ادب کے ساتھ تیری حضور میں کھڑے ہو کر عرض کرتے ہیں کہ تو اس خوشی کے وقت میں جو شصت سالہ جوبلی کا وقت ہے یسوع کے چھوڑنے کے لیے کوشش کر۔ (تحفہ قیصریہ صفحہ ۲۲ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)۔

(۲۸) دُعا

اب میں اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہماری محسنہ ملکۂ معظمہ قیصرۂ ہند کو عمر دراز دے کر ہر ایک اقبال سے بہرہ ور کرے اور وہ تمام دعائیں جو میں نے اپنے رسالہ ستارۂ قیصرہ اور تحفۂ قیصریہ میں ملکہ موصوفہ کو دی ہیں قبول فرماوے اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ گورنمنٹ محسنہ اس کے جواب سے مجھے مشرف فرماوے گی والدعا۔ (حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست عریضہ خاکسار غلام احمد قادیان المرقوم ۲۷ ستمبر ۱۸۹۹ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ہشتم مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی)۔

(۲۹) سیاسی خلوت

ایک دفعہ صوبہ کے بڑے افسر سے حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب ملنے کے لیے تشریف لے گئے۔ یوں تو آپ کسی کے پاس نہ جایا کرتے تھے لیکن انہیں اپنا مہمان سمجھ کر چلے گئے۔ ان دنوں گورنمنٹ کا یہ خیال تھا کہ مسلم لیگ سے گورنمنٹ کو فائدہ پہنچے گا۔ ان افسر صاحب نے حضرت (مرزا) صاحب سے پوچھا کہ آپ کا مسلم لیگ کے متعلق کیا خیال ہے آپ نے فرمایا کہ میں اسے نہیں جانتا۔ خواجہ (کمال الدین) صاحب چونکہ اس کے ممبر تھے انہوں نے اس کے حالات عجیب پیرائے میں آپ کو بتائے۔ فرمایا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ لوگ سیاست میں دخل دیں۔ صاحب بہادر نے کہا کہ مرزا صاحب مسلم لیگ کوئی بُری چیز نہیں ہے بلکہ بہت مفید ہے۔ آپ نے فرمایا، بُری کیوں نہیں ایک دن یہ بھی بڑھتے بڑھتے بڑھ جائے گی۔ صاحب بہادر نے کہا، مرزا صاحب شاید آپ نے کانگرس کا خیال کیا ہو گا لیگ کا حال کانگرس کی بنیاد چونکہ خراب رکھی گئی تھی، اس لیے وہ مضر ثابت ہوئی، لیکن مسلم لیگ کے تو ایسے قواعد بنائے گئے ہیں کہ اس میں باغیانہ عنصر پیدا نہیں ہو سکتا۔ حضرت صاحب نے فرمایا، آج آپ کا یہ خیال ہے تھوڑے دنوں کے بعد لیگ بھی وہی کام کرے گی، جو آج کانگرس کر رہی ہے۔ (میاں محمود احمد صاحب قادیاں کی ۲۰ دسمبر ۱۹۱۴ء والی تقریر مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجز بابت ماہ جنوری ۱۹۲۰ء)۔

(۳۰) تاکیدی نصیحت

چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان دنوں میں بعض جاہل اور شریر لوگ اکثر ہندوؤں میں سے

اور کچھ مسلمانوں میں سے گورنمنٹ کے مقابل پر ایسی ایسی حرکتیں ظاہر کرتے ہیں، جن سے بغاوت کی بو آتی ہے، بلکہ مجھے شک ہوتا ہے کہ کسی وقت باغیانہ رنگ، ان کی طبائع میں پیدا ہو جائے گا، اس لیے میں اپنی جماعت کے لوگوں کو جو مختلف مقامات پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہیں، جو بفضلہ تعالیٰ کئی لاکھ تک ان کا شمار پہنچ گیا ہے، نہایت تاکید سے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ میری اس تعلیم کو خوب یاد رکھیں، جو قریباً سولہ برس سے تقریری اور تحریری طور پر ان کے ذہن نشین کرتا آتا ہوں، یعنی یہ کہ اس گورنمنٹ انگریزی کی پوری اطاعت کریں، کیونکہ وہ ہماری محسن گورنمنٹ ہے۔ ان کی ظلِ حمایت میں ہمارا فرقہ احمدیہ چند سال تک لاکھوں تک پہنچ گیا ہے اور اس گورنمنٹ کا احسان ہے کہ اس کے زیر سایہ ہم ظالموں کے پنجہ سے محفوظ ہیں۔

(مرزا غلام احمد قادیانی کا اعلان اپنی جماعت کے نام مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۰۷ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۱۲۲ مؤلفہ میر قاسم علی قادیانی)۔

(۳۱) بے نظیر خیر خواہی

میرے اس دعوے پر کہ میں گورنمنٹ برطانیہ کا سچا خیر خواہ ہوں، دو ایسے شاہد ہیں اگر سول ملٹری جیسا لاکھ پرچہ بھی ان کے مقابلہ پر کھڑا ہو، تب بھی وہ دروغ گو ثابت ہوگا۔ اول یہ کہ علاوہ اپنے والد مرحوم کی خدمت کے میں سولہ برس سے برابر اپنی تالیفات میں اس بات پر زور دے رہا ہوں کہ مسلمانانِ ہند پر اطاعتِ گورنمنٹ برطانیہ فرض اور جہاد حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ میں نے کئی کتابیں عربی فارسی تالیف کر کے غیر ملکوں میں بھیجی ہیں، جن میں برابر یہی تاکید اور یہی مضمون ہے پس اگر کوئی بد اندیش یہ خیال کرے کہ سولہ برس کی کارروائی میری کسی نفاق پر مبنی ہے تو اس بات کا اس کے پاس کیا جواب ہے کہ جو کتابیں عربی و فارسی روم اور شام و مصر اور مکہ مدینہ وغیرہ ممالک میں بھیجی گئیں اور ان میں نہایت تاکید سے گورنمنٹ انگریزی کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔ وہ کارروائی کیونکر نفاق پر محمول ہو سکتی ہے کہ ان ملکوں کے باشندوں سے کافر کہنے کے کسی اور انعام کی توقع رکھی۔ کیا سول ملٹری گزٹ کے پاس کسی ایسے خیر خواہ گورنمنٹ کی کوئی اور بھی نظیر ہے؟ اگر ہے تو پیش کرے۔ لیکن میں دعوے سے کہتا ہوں کہ جس قدر میں نے کارروائی گورنمنٹ کی خیر خواہی کے لیے کی ہے، اس کی نظیر نہیں ملے گی۔ (اشتہار لائق توجہ گورنمنٹ جو جناب ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند اور جناب گورنر جنرل ہند اور لیفٹیننٹ گورنر پنجاب اور دیگر معزز حکام کے ملاحظہ کے لیے شائع کیا گیا، منجانب خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی

مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۸۹۴ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد سوم صفحہ ۱۹۶ مؤلفہ میر قاسم علی قادیانی)۔

(۳۲) ہماری پرورش

اگر انگریزی سلطنت کی تلوار کا خوف نہ ہوتا، تو ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے لیکن یہ دولتِ برطانیہ غالب اور با سیاست جو ہمارے لیے مبارک ہے خدا اس کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے، کمزوروں کو اپنی مہربانی اور شفقت کے بازو کے نیچے پناہ دیتی ہے۔ پس ایک کمزور پر زبردست کچھ تعدی نہیں کر سکتا ہم اس سلطنت کے سایہ کے نیچے بڑے آرام اور امن سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور شکر گزار ہیں اور یہ خدا کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں کسی ایسے ظالم بادشاہ کے حوالے نہیں کیا، جو ہمیں پیروں کے نیچے کچل ڈالتا، کچھ رحم نہ کرتا، بلکہ اس نے ہمیں ایک ایسی ملکہ عطا کی ہے، جو ہم پر رحم کرتی ہے اور احسان کی بارش سے اور مہربانی کے مینہ سے ہماری پرورش فرماتی ہے اور ہمیں ذلت و کمزوری کی پستی سے اوپر کی طرف اٹھاتی ہے، سو خدا اس کو جزائے خیر دے، جو ایک عادل بادشاہ کو اس کی رعیت پروری کی وجہ سے ملتی ہے۔ (نور الحق حصہ اوّل صفحہ ۴۴ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)۔

(۳۳) حرز سلطنت

اطلاع: براہین احمدیہ کے (صفحہ ۲۴۲) میں ایک پیشگوئی گورنمنٹ برطانیہ کے متعلق ہے اور وہ یہ ہے: وما کان اللہ من ھم وانت فی ھم این ما تولو فثم وجہ اللہ۔ یعنی خدا ایسا نہیں ہے کہ اس گورنمنٹ کو کچھ تکالیف پہنچائے، حالانکہ تو ان کی عملداری میں رہتا ہو۔ جدھر تیرا منہ خدا کا اسی طرف منہ ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ مجھے اس گورنمنٹ کی پُرامن سلطنت اور ظلِ حمایت میں دلی خوشی ہے اور اس کے لیے میں دعا میں

مشغول ہوں، کیونکہ میں اپنے اس کام کو نہ مکّہ میں اچھی طرح چلا سکتا ہوں نہ مدینہ میں، نہ روم میں نہ شام میں، نہ ایران میں، نہ کابل میں مگر اس گورنمنٹ میں جس کے اقبال کے لیے دعا کرتا ہوں۔ لہٰذا وہ اس الہام میں ارشاد فرماتا ہے کہ اس گورنمنٹ کے اقبال اور شوکت میں تیرے وجود اور تیری دعا کا اثر ہے اور اس کی فتوحات سب تیرے سبب سے ہیں، کیونکہ جدھر تیرا مُنہ اُدھر خدا کا مُنہ۔

اب گورنمنٹ شہادت دے سکتی ہے کہ اس کو میرے زمانہ میں کیا کیا فتوحات نصیب ہوئیں۔ یہ الہام سترہ برس کا ہے۔ کیا یہ انسان کا فعل ہو سکتا ہے۔ غرض میں گورنمنٹ کے لیے بمنزلہ حرز سلطنت کے ہوں۔ (عریضہ بعالی خدمت گورنمنٹ عالیہ انگریزی مجانب مرزا غلام احمد قادیانی تبلیغ رسالت جلد ششم حاشیہ صفحہ ۶۹ مؤلفہ میر قاسم علی قادیانی)۔

(۳۴) سرکاری تصدیق خاکسار عرض کرتا ہے کہ کتاب پنجاب چیفس یعنی تذکرہ رؤسا پنجاب میں جسے اولاً سر لیپل گریفن نے زیر ہدایت پنجاب گورنمنٹ تالیف کرنا شروع کیا اور بعد میں مسٹر میسی اور مسٹر کریک نے علی الترتیب گورنمنٹ پنجاب کے حکم سے اسے مکمل کیا اور اس پر نظر ثانی کی، ہمارے خاندان کے متعلق مندرجہ ذیل نوٹ درج ہے۔ (صفحہ ۱۱۰)۔

اس جگہ یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ مرزا غلام احمد جو غلام مرتضیٰ کا چھوٹا بیٹا تھا مسلمانوں کے ایک بڑے مشہور مذہبی سلسلہ کا بانی ہوا، جو احمدیہ سلسلہ کے نام سے مشہور ہے۔ مرزا غلام احمد ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا تھا اور اس کو بہت اچھی تعلیم ملی۔ ۱۸۹۱ء میں اس نے بموجب مذہب اسلام مہدی یا مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ چونکہ مرزا ایک قابل مذہبی عالم اور مناظر تھا، اس لیے جلد ہی بہت سے لوگوں کو اس نے اپنا معتقد بنا لیا اور اب احمدیہ جماعت کی تعداد پنجاب اور ہندوستان کے دوسرے حصوں میں تین لاکھ کے قریب بیان کی جاتی ہے۔ (حالانکہ مدتوں میں ۱۹۳۰ء کی تازہ ترین مردم شماری میں خاص اپنے مرکز پنجاب میں قادیانیوں کی تعداد ۵۵ ہزار نکلی اور خود قادیانی صاحبان بقیہ ہندوستان میں اپنی تعداد بیس ہزار تخمینہ کرتے ہیں۔ اس طرح بھی مجموعی تعداد کل ہندوستان میں زیادہ سے زیادہ ۷۵ ہزار بنتی ہے اور یہ پچاس برس کی کوشش کا ماحصل ہے۔ بلمؤلف)۔ مرزا عربی، فارسی اور اردو کی بہت سی کتابوں کا مصنف تھا، جس میں اس نے مسئلہ جہاد کی تردید کی، اور یقین کیا جاتا ہے کہ ان کتابوں نے مسلمانوں پر معتدبہ اثر کیا ہے۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۱۱۰، ۱۱۷ مؤلفہ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی)۔

(۳۵) مرزا صاحب کی چٹھیاں اسی طرح مختلف مواقع پر حضرت (مرزا صاحب نے) گورنمنٹ کو چٹھیاں لکھیں، مثلاً جنگ ٹرانسوال کے موقع پر، جوبلی کے موقع پر، طاعون کے پھیلنے پر جس میں گورنمنٹ کی وفاداری اور اس کے کام میں مدد دینے کی خواہش ظاہر کی ہے (ارشاد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان۔ مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲ نمبر ۱۰۷ مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۱۵ء)۔

(۳۶) فنانشل کمشنر صاحب کی آؤ بھگت جب فنانشل کمشنر صاحب بہادر دورہ پر قادیان تشریف لائے تھے، تو آپ نے (مرزا صاحب نے) اس خبر کو سن کر تمام جماعت کے ذی حیثیت آدمیوں کو خطوط لکھ کر قادیان بلوایا اور ان کے قادیان آنے سے پہلے زمین مدرسہ میں ایک بڑا دروازہ لگوایا گیا تھا اور ان کے خیمہ تک ایک عارضی سڑک بنا دی گئی تھی اور جس وقت ان کی آمد کی اُمید تھی، تمام جماعت کو جس میں حضرت خلیفۃ المسیح خلیفہ اول (حکیم نور دین صاحب) اور مولوی محمد علی صاحب بھی شامل تھے، حکم دیا تھا کہ اس دروازہ کے دونوں طرف دو رویہ کھڑے رہیں اور پھر مجھے اپنا قائم مقام کر کے آپ کے استقبال کے لیے آگے بھیجا تھا اور خواجہ کمال الدین صاحب کو میرے ساتھ

کیا تھا کہ جہاں آپ ملیں، ان سے یہ بھی عرض کردیں کہ میں بسبب ضعف اور بڑھاپے کے آگے نہیں آسکتا۔ اس لیے بڑے بیٹے کو آپ کے استقبال کے لیے بھیجتا ہوں، جس پر اس وقت چہ میگوئیاں بھی ہوئی تھیں کہ آپ نے بڑا بیٹا کیوں فرمایا۔ نیز یہ کہ خواجہ صاحب میرے ساتھ گئے تھے اور قادیان سے ایک میل کے فاصلہ پر جناب فنانشل کمشنر صاحب سے ملاقات ہوئی تھی اور پھر ہم سب ان کے ساتھ ہی اس مقام تک آتے تھے۔ جہاں دروازہ پر تمام جماعت دورویہ کھڑی تھی اور بڑے بڑے آدمیوں کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ پھر دوسرے روز خود حضرت مسیح موعود آپ سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے تھے . . . پس پہلے آپ حضرت مسیح موعود پر اعتراض کریں کہ اظہار وفاداری تو ہم سب کا شعار ہے اور احمدی جماعت کی وفاداری ایک مسلّمہ امر ہے۔ (ارشاد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل جلد ۲ نمبر ۱۰۷ مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۱۵ء)۔

۱۹۰۸ء میں اس خاکسار کو تکمیل تعلیم کے لیے لاہور رہنا پڑا۔ اسی سال فنانشل کمشنر سر جیمس ولسن اپنے دورے کے موقع پر قادیان آئے اور قادیان میں اپنا مقام رکھا۔ حضرت مسیح موعود کی طرف سے بہت سی جماعتوں میں چٹھیاں لکھی گئیں کہ وہ سب اس موقع پر آئیں چنانچہ پنجاب اور ہندوستان کی بہت سی جماعتوں سے کئی سو کی تعداد میں احباب قادیان پہنچے۔ خاکسار کو بھی اس موقع پر حاضر ہونے کا موقع ملا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایت کے ماتحت سب احباب نے کمشنر صاحب کا استقبال کیا۔ کمشنر صاحب نے حضور علیہ السلام سے ملاقات بھی فرمائی۔ حضور علیہ السلام نے ان کو دعوت طعام بھی دی (اس تقریب سے مرزا قادیانی صاحب اور ان کی جماعت کی خوشامد گری اور احساس کمتری بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ دیوتا کی طرح انگریز کی پوجا ہوتی تھی اور اس میں شک نہیں کہ یہ پوجا ابتدا میں قادیانیوں کے بہت کام آئی۔ للمؤلف)۔ (روایت قادیانی مندرجہ اخبار الفضل قادیان نمبر ۱۸۰) جلد ۳۴ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۴۶ء)۔

دار الفتوح (ریتی چھلہ) کے بڑے میدان میں پہلے طلبہ کی قطاریں تھیں جن کے ساتھ ان کے اساتذہ اور ہیڈ ماسٹر صاحب تھے۔ دروازہ کے پاس جماعت احمدیہ کے مقامی اور بیرون جات کے شرفاء و معززین کھڑے تھے، مگر اس موقع پر بھی سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام موجود نہ تھے۔ گیارہ بجے کے قریب صاحب بہادر اپنے کیمپ پر پہنچے اور صاحب بہادر کی خواہش پر عصر کے بعد حضور نے اپنے معزز مہمان کو شرف ملاقات بخشا تھا۔ حضور جب تشریف لے گئے، تو صاحب بہادر نے خیمہ کے دروازے پر حضور کا استقبال کیا اور حضور کی واپسی پر بھی خیمہ سے باہر تک حضور کو رخصت کرنے آئے اور واقعات کا میں بھی چشم دید گواہ ہوں۔ (بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کا بیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان نمبر ۲۷ جلد ۴۴ مورخہ ۴ فروری ۱۹۱۴ء)۔

(مندرجہ بالا روداد جو بغرض تصحیح روایت لکھی گئی، اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی صاحب جو انگریزوں کی آؤبھگت خوشامد کی حد تک کرتے تھے، اس سے خود قادیانی لوگ بھی خفت محسوس کرنے لگے اور لا محالہ انہوں نے ترمیم اور تاویل کا راستہ نکالا، مگر خود ترمیم اور تاویل سے بھی وہی خفت ظاہر ہوتی ہے جس کا چھپانا مقصود ہے۔ للمؤلف)۔

(۳۷) فخر اور شرم

حضرت موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فخریہ لکھا ہے کہ میری کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں میں نے گورنمنٹ کی تائید نہ کی ہو، مگر مجھے افسوس ہے کہ میں نے غیروں سے نہیں بلکہ احمدیوں سے یہ کہتے سنا ہے، میں انہیں احمدی ہی کہوں گا، کیونکہ نابینا بھی آخر انسان ہی کہلاتا ہے کہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایسی تحریریں پڑھ کر شرم آجاتی ہے۔ انہیں شرم کیوں آتی ہے، اس لیے کہ ان کی اندر کی آنکھ نہیں کھلی۔ (خطبہ جمعہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۰ نمبر ۳ مورخہ ۷ جولائی ۱۹۳۲ء)۔

(۳۸) پرانا اعتراض

ہمارے مخالفوں کا یہ ایک پرانا اعتراض ہے جو وہ حضرت مسیح موعود کے خلاف پیش کرتے رہتے ہیں کہ آپ نعوذ باللہ گورنمنٹ کے خوشامدی تھے اور اس وقت ہم سے جدا ہونے والا احمدیوں کا گروہ بھی ہم پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ

کہ گورنمنٹ برطانیہ کے خوشامدی ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسی طرح غیر احمدی بھی اعتراض کرتے ہیں حضرت مسیح موعود نے نہ ان اعتراضوں کی پروا کی اور نہ ہم پروا کرتے ہیں۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۳ نمبر ۱ہ مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۱ء)۔

دَورِ ثانی

(۱) پولیٹیکل مرکز

اب تو قادیان، ہاں وہ قادیان، جہاں سے کبھی علوم دینیہ کے چشمے پھوٹتے تھے، ایک اچھا خاصہ پولیٹیکل مرکز بن چکا ہے۔ ہندوستان کے ہر حصہ کے لوگوں سے وہاں پولیٹیکل امور کے متعلق خط و کتابت ہوتی رہتی ہے۔ لوگ وہاں آتے ہیں تو کوئی دین سیکھنے کے لیے نہیں، بلکہ محض سیاسی امور کے متعلق جناب خلافت مآب سے مشورہ لینے اور ان سے گفتگو کرنے کے لیے صرف ہندوستان کے لوگ ہی نہیں بلکہ بہت سے دیگر ممالک افغانستان وغیرہ سے بھی لوگ اسی غرض کو لے کر آتے ہیں، حالانکہ ہندوستان کے پولیٹیکل معاملات ان سے بالکل علٰحدہ ہیں، لیکن میاں صاحب ہیں کہ برطانوی حکومت کے مفاد کو مدِ نظر نہ رکھتے ہوئے ان لوگوں سے ان باہر کے آئے ہوئے لوگوں کے ساتھ ان پولیٹیکل معاملات پر گفتگو کرتے ہیں۔ ان سے خط و کتابت جاری رکھتے ہیں اور لوگ چل کر ان سے ملنے آتے ہیں تاکہ قادیان کے اندر بیٹھ کر ان سے ان معاملات پر بات چیت کریں۔ کیا ان حالات میں ان خود فرمودہ واقعات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا بعید از انصاف ہوگا کہ دین کی آڑ میں میاں محمود احمد صاحب جو کچھ کرتے ہیں، وہ بڑے بڑے پولیٹیکل سازشیوں سے بھی ناممکن ہے۔

تعجب ہے کہ خود خلافت مآب پولیٹیکل امور میں اس قدر سرگرم ہوں کہ ہر وقت ہر چہار حصص ہندوستان بلکہ بیرونی ممالک افغانستان وغیرہ سے بھی ملکی امور پر ان کی خط و کتابت ہوتی رہتی ہو۔ لوگ ان کے پاس ملکی مشورہ کے لیے آئیں اور قادیان کو تو اب خیر ـــــ حیذاں واسطہ ہی نہیں، ایک اچھا خاصا پولیٹیکل مرکز بنا یا جائے۔ (قادیانی جماعت لاہور کا اخبار پیغام صلح لاہور جلد ۵ صفحہ ۳۴ مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۱۷ء)۔

(۲) سیاسیات ہی سیاسیات

سیاسی مسائل میں ان لوگوں (قادیانی صاحبان) کا انہماک یہاں تک ترقی کر چکا ہے کہ اب قادیان میں بھی بقول میاں (محمود احمد) صاحب اگر کوئی بات چیت ہوتی ہے تو وہ سیاسی مسائل پر ہی ہوتی ہے۔ باہر سے خط و کتابت بھی سب کی سب مسائل سیاسیہ ہی کے متعلق کی جاتی ہے۔ قادیان آنے والے لوگ بھی انہی مسائل سیاسی میں ہی غور و فکر کرنے کے لیے آتے اور میاں صاحب کے آگے زانوئے ادب تہ کرتے ہیں۔ غرض جو کچھ ہوتا ہے محض سیاست ہی سیاست ہے اور دین کا نام و نشان تک نہیں۔ (قادیانی جماعت لاہور کا اخبار پیغام صلح جلد ۵ صفحہ ۶۴ مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۱۸ء)۔

(۳) سیاسیات میں برتری

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہمیں سیاسیات میں بھی ایسی ہی برتری عطا کی جیسی دوسرے امور میں اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمیں جو کچھ ملتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ملتا ہے۔ ہماری اپنی قابلیتوں کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ اب بیسیوں بڑے بڑے سیاستدان یورپ اور ہندوستان کے لوگوں کی تحریریں موجود ہیں، جن میں تسلیم کیا گیا ہے کہ ہم نے ہندوستان کے نظم و نسق کے متعلق جو رائے پیش کی ہے، وہ بہت صائب ہے۔ (تقریر میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان جلسہ سالانہ مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۸ نمبر ۸۲ مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۱۳ء)۔

(۴) پُرفریب نام

چند ماہ سے قادیانی جماعت اور اس کے امام محترم سیاسیات میں خاص دلچسپی لے رہے ہیں اور ان کی طرف سے تحفظِ حقوقِ مسلمین کے پُرفریب نام سے نہایت مشتبہ کارروائیاں کی جارہی ہیں، اور اس سلسلہ میں بعض نہایت عجیب و غریب باتیں معلوم ہوئیں اور جستجو پر بہت سے خوفناک اور رنجدہ انکشافات بھی ہوئے۔ (لاہوری جماعت کا اخبار پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۵ر جولائی ۱۹۳۰ء)۔

(۵) تخم ریزی

اسی سلسلہ میں (بہ مقام شملہ) خود حرم حضرت اقدس (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان) نے ایک پردہ پارٹی دی جس میں انگریز، ہندو، پارسی، سکھ اور مسلم خواتین کثیر تعداد میں شریک ہوئیں۔ ہمارے لاہور کے کمشنر صاحب مسٹر ایلزار ڈنگ کی خاتون بھی شریک پارٹی تھیں۔ سروجنی نائیڈو کپورتھلہ کے شاہی خاندان کی خواتین، آنریبل مسٹر جناح کی بیگم صاحبہ اور بہت سی معزز اور سربرآوردہ بیگمات اس موقع پر موجود تھیں اور قریباً اڑھائی گھنٹے تک یہ جلسہ شملہ کی مشہور فرم ڈیوی کو کے ہال میں رہا، جہاں پردہ کا پورا اہتمام تھا اور نفیس ماکولات و مشروبات کا انتظام تھا۔ اس پارٹی میں حضرت امّ المومنین (مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کی اہلیہ) کا وجود باہرکت بھی موجود تھا اور پارٹی کو معزز میزبان کی طرف سے کامیاب بنانے میں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ (مرزا صاحب کی صاحبزادی) نے جس دلچسپی اور قابلیت کا اظہار فرمایا، وہ ہر طرح سے شکریہ کے قابل ہے۔ میں ان واقعات کو سرسری نظر سے نہیں دیکھ رہا ہوں۔ یہ واقعات ایک تخم ریزی ہیں آئندہ سلسلہ کی شاندار ترقیات کی۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۱۵ نمبر ۲۶/۲۷ مورخہ ۳۰ر ستمبر ۱۹۲۷ء)۔

(۶) بڑے احسان

گورنمنٹ برطانیہ کے ہم پر بڑے احسان ہیں اور ہم بڑے آرام اور اطمینان سے زندگی بسر کرتے اور اپنے مقاصد کو پورا کرتے ہیں ..... اور اگر دوسرے ممالک میں تبلیغ کے لیے جائیں، تو وہاں بھی برٹش گورنمنٹ ہماری مدد کرتی ہے۔ (برکات خلافت صفحہ ۹۵ مصنفہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان)۔

چند ہی دنوں کا ذکر ہے کہ ہمارے مالابار کے احمدیوں کی حالت بہت تشویش ناک ہوگئی تھی۔ ان کے لڑکوں کو سکولوں میں آنے سے بند کر دیا گیا۔ مُردے دفن کرنے سے روک دیئے گئے۔ چنانچہ ایک مُردہ کئی روز تک پڑا رہا۔ مسجدوں سے روک دیا گیا۔ ..... گورنمنٹ نے احمدیوں کی تکلیف دیکھ کر اپنے پاس سے زمین دی ہے کہ اس میں مسجد اور قبرستان بنالو..... ڈپٹی کمشنر نے یہ حکم دیا کہ اب اگر کوئی احمدیوں کو تکلیف ہوئی، تو مسلمانوں کے جتنے لیڈر ہیں، ان سب کو نئے قانون کے تحت ملک بدر کر دیا جائے گا۔

(۷) ایسا ہی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت ایک جنگ ہوئی تھی اور اب بھی ایک جنگ شروع ہے، مگر وہ جنگ اس کے مقابلہ میں بہت چھوٹی تھی۔ اس وقت کی حضرت مسیح موعود کی تحریریں موجود ہیں۔ اس وقت گورنمنٹ کے لیے چندے کیے گئے، مدد دینے کی تحریریں کی گئیں، دعائیں کرائی گئیں۔ آج بھی ہمارا فرض ہے کہ ایسا ہی کریں۔ (تقریر میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان جلد ۷، نمبر ۱۳ مورخہ ۱۲ر اگست ۱۹۱۷ء)۔

(۸) قادیانی رنگروٹ

جو گورنمنٹ ایسی مہربان ہو، اس کی جس قدر بھی فرمانبرداری کی جائے، تھوڑی ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر مجھ پر خلافت کا بوجھ نہ ہوتا، تو میں مؤذن بنتا۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر میں خلیفہ نہ ہوتا، تو والنٹیر ہو کر جنگ یورپ میں چلا جاتا۔ (انوار خلافت مصنفہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان)۔

لارڈ چیمسفورڈ نے میرے نام اپنی چٹھی میں اس کا ذکر کیا کہ حکومت نے ایک کمیونک شائع کیا ہے کہ آپ کی جماعت نے بہت مدد دی ہے۔ پھر کابل کی لڑائی ہوئی اور اس موقع پر بھی میں نے فوراً حکومت کی مدد کی۔ اپنے چھوٹے بھائی کو فوج میں بھیجا، جہاں انہوں نے بغیر تنخواہ کے چھ ماہ کام کیا۔ (خطبہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل جلد ۲۲ نمبر ۹!

مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۳۵ء)۔

(۹) دُعائیہ جلسہ

موجودہ جنگ کی تیسری سالگرہ ۴ اگست ۱۹۱۷ء کو تھی، جس کے متعلق تقدس مآب حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام نے قادیان میں ایک خاص دعائیہ جلسہ منعقد فرمایا جس میں تمام قادیان کے احمدی دکاندار، اہلکاران اور طلبا ہائی سکول و مدرسہ احمدیہ کے بلوائے گئے۔ بعد نماز عصر ایک تقریر فرمائی جس میں برٹش راج کے احسانات اور برکات کو واضح طور پر سامعین کے ذہن نشین کروا دیا اور برٹش راج سے پہلے مسلمانوں کی ذلیل حالت کا نقشہ کھینچ کر بتلایا کہ سکھوں کے وقت میں ان کے مذہب کی کیا حالت تھی، بالخصوص حضور ممدوح نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا صاحب) کی وہ ہدایات یاد دلائیں، جن میں حضرت اقدس نے اپنی شرائطِ بیعت میں حاکموں کی فرمانبرداری کو بھی داخل فرمایا ہے اور تاکیداً حکم دیا ہے اور فرمایا کہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی حکم نہیں ہے، بلکہ خدا تعالیٰ کا بھی مسلمانوں کو حکم ہے کہ جو تم پر حاکم ہوں، ان کی فرمانبرداری کرو۔ تو گویا گورنمنٹ کے برخلاف کسی امر میں حصہ لینے والا خدا کا نافرمان ہے اور مثالیں دیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بعض کالج کے طلباء سے بھی جب انہوں نے سٹرائیک کرنے والوں کی حامی بھری تھی، قطع تعلق کر لیا تھا۔ تو خوب سوچو کہ جو محسن گورنمنٹ کا باغی ہوا، اس کا حضرت مسیح موعود کے ساتھ کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ . . . . حضرت مسیح موعود نے بھی تم پر بھروسا کیا ہے کہ احمدی کبھی اپنی مہربان گورنمنٹ کے برخلاف نہیں ہوں گے اور خدا کے فضل سے احمدیوں نے موجودہ جنگ میں جس کو آج پورے تین سال ہو گئے ہیں، اپنی انبساط سے بہت بڑھ کر تن من دھن سے حصہ لیا ہے۔ (اخبار الفضل قادیان جلد نمبر ۱۲ مورخہ ۱۱ اگست ۱۹۱۷ء)۔

(۱۰) کانگرس اور قادیانی جماعت

آجکل کانگرس والوں کو جہاں گورنمنٹ سے مقابلہ ہے، وہاں قادیانیوں کا سامنا بھی ہے اور بیچارے سخت مشکل میں آئے ہیں۔ . . . گاؤں گاؤں گھوم پھر کر قادیانی مبلغین کانگرس کے پروپیگنڈے کو بے اثر بنا رہے ہیں۔ وعظوں اور لیکچروں کے ذریعہ گورنمنٹ برطانیہ کی وفاداری کا سبق دیا جا رہا ہے اور اولی الامر منکم کی تفسیر کے دریا بہائے جا رہے ہیں۔ غرض گورنمنٹ کی سختیوں اور قادیانیوں کی بوالعجبیوں نے کانگرس والوں کا توان دنوں یہ حال کر رکھا ہے ؎

غم صیاد فکرِ باغباں ہے — دو عملی میں ہمارا آشیاں ہے

(قادیانی جماعت لاہور کا اخبار پیغام صلح مورخہ ۲۳ جون ۱۹۳۰ء)۔

مَیں نے پھر بھی کانگرس کی شورش کے وقت میں ایسا کام کیا ہے کہ کوئی انجمن یا فرد اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ اگر مَیں اس وقت الگ رہتا، تو یقیناً ملک میں شورش بہت زیادہ ترقی کر جاتی اور یہ صرف میری ہی راہنمائی تھی جس کے نتیجہ میں دوسری اقوام کو بھی جرأت ہوئی اور ان میں سے کئی کانگرس کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گئیں۔ (خطبہ جمعہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۸ نمبر ۱۳۷ مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۳۱ء)۔

(۱۱) شرمناک الزام

پیغام صلح نے جماعت احمدیہ پر یہ شرمناک الزام لگایا تھا کہ وہ کارِ خاص پر متعین ہے۔ اور اس کے ثبوت میں ناظر صاحب امور خارجہ قادیان کی ایک چٹھی کا اقتباس شائع کیا تھا جو انہوں نے بیرونی جماعتوں کو ارسال کی تھی۔ اِس چٹھی کے خاص فقرات یہ ہیں:

"اپنے علاقہ کی سیاسی تحریکات سے پوری طرح واقف رہنا چاہیئے اور کانگرس کے اثر کے بڑھنے اور گھٹنے سے مرکز کو اطلاع دیتے رہیں۔ اگر کوئی سرکاری افسر سیاسی تحریکوں میں حصہ لیتا ہو یا کانگرسی خیالات رکھتا ہو، تو اس کا بھی خیال رکھیں اور یہاں قادیان اطلاع دیں۔" (اخبار الفضل قادیان جلد ۱۸ نمبر ۱۰ مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۳۰ء)۔

(۱۲) سیاسی مشورے

غرض جو کام اب کیا جائے گا، جماعت پہلے بھی یہ کام کرتی رہی ہے، جیسے گورنمنٹ کی طرف سے جب کانگرس کے جتھوں پر مار پیٹ شروع ہوئی اور بعض جگہ ظلم ہونے لگا، تو میں نے بحیثیت امام جماعت احمدیہ حکومت کو توجہ دلائی کہ یہ امر گورنمنٹ کو بدنام کرنے والا ہے۔ میرے اس توجہ دلانے پر لارڈ ارون نے مجھے لکھا کہ آپ اپنی جماعت کا ایک وفد اس امر کے متعلق تفصیلی مشورہ دینے کے لیے بھیجیں اور انہوں نے سر جافری سابق گورنر پنجاب کو تاکید کی کہ ان کی باتوں کو غور سے سُنا جائے اور ان پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ ہمارا وفد گیا اور انہوں نے نہایت خوشی سے ہماری باتوں کو سُنا اور اس کے بعد سر جافری نے مجھے شکریہ کی ایک لمبی چٹھی اپنے ہاتھ سے لکھ کر بھیجی۔ میں نے اس وقت انہیں یہی بتایا تھا کہ آپ بغیر بدنام ہونے کانگرس کے اثر سے لوگوں کو بچا سکتے ہیں۔ یہ ایک سیاسی بات تھی، مگر ہم نے اس وقت اس میں دخل دیا۔ پس سیاسی کاموں میں ہم پہلے بھی حصہ لیتے رہے ہیں۔ (خطبہ جمعہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۲ نمبر ۹۴ مورخہ ۵ فروری ۱۹۳۵ء)۔

انگریزوں کا اصل یہ ہے کہ ملک میں ایجی ٹیشن ہونی چاہیئے۔ میں نے حکام سے کئی دفعہ اس امر پر بحث کی ہے کہ یہ غلط پالیسی ہے۔ میں نے سر ڈوانر پر اس کے متعلق زور دیا۔ سر میکلیگن پر زور دیا اور انہیں سمجھایا کہ جب تک یہ پالیسی ترک نہ کی جائے گی نہ امن قائم ہو سکتا ہے نہ انصاف۔ (ارشاد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۲ نمبر ۹۳ مورخہ ۳ فروری ۱۹۳۵ء)۔

مجھے ایک کانگرسی لیڈر نے بتایا کہ ایک ہندوستانی جج اپنی تنخواہ کا بیشتر حصہ کانگرس کو بطور چندہ دیتا ہے تاکہ اس سے ان مسلمان مولویوں کو تنخواہیں دی جائیں جو مسلمانوں کو ورغلانے کے لیے کانگرس نے رکھے ہوئے ہیں۔ میں نے اس امر کے متعلق ایک دفعہ دوران گفتگو میں سابق گورنر پنجاب سر جافری سے ذکر کیا کہ سرکاری ملازم اس طرح کی بد دیانتیاں کرتے ہیں، تو انہوں نے ایک جج کا نام لیا اور مجھ سے دریافت کیا کہ یہ تو نہیں ہے؟ اور کہا کہ ہمیں بھی اس کے متعلق شکایات پہنچی ہیں۔ مگر چونکہ ہمارا طریق جاسوسی اور شکایت کرنے کا نہیں، اس لیے میں نے نام تو نہ بتایا مگر جس کا نام انہوں نے لیا، وہ نہیں تھا جس کا مجھ سے ذکر کیا گیا تھا۔ (خطبہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۲ نمبر ۲۱۰ مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۳۵ء)۔

(۱۳) پچاس ہزار روپیہ

اس کے بعد ہر موقع پر جب کانگرس نے شورش کی، ہم نے حکومت کی مدد کی۔ گزشتہ گاندھی مومنٹ کے موقع پر ہم نے پچاس ہزار روپیہ خرچ کر کے ٹریکٹ اور اشتہار شائع کیے اور ہم ریکارڈ سے یہ بات ثابت کر سکتے ہیں۔ سینکڑوں تقریریں اس تحریک کے خلاف ہمارے آدمیوں نے کیں۔ اعلیٰ مشورے ہم نے دیے۔ جنہیں اعلیٰ حکام نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ (خطبہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل جلد ۲۲ نمبر ۹۱ مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۳۵ء)۔

(۱۴) آگ کا انگارا

سیلف گورنمنٹ یا حکومت خود اختیاری کوئی بچوں کا کھیل نہیں کہ ہر کس و ناکس اس کے حصول کے لیے تیار ہو جائے بلکہ کانٹوں کی مالا ہے، جسے گلے میں ڈالنے کے لیے خاص دل گردہ اور قابلیت کی ضرورت ہے اور جب تک قابلیت پیدا نہ ہو لے، اس وقت تک اس کا مطالبہ کرنا اسی طرح کا ہے جس طرح ایک چھوٹا بچہ آگ کے انگارہ کو چمکتا ہوا دیکھ کر اس کے پکڑنے کی کوشش کرے۔ اس وقت جس طرح اس کے دانا اور عقلمند محافظ کا فرض ہے کہ اسے انگارہ نہ پکڑنے دے، اسی طرح اس وقت گورنمنٹ برطانیہ کا فرض ہے کہ ایسے لوگوں کو حکمت سے تدبیر سے، اور اگر وہ نہ مانیں، تو اثر حکومت سے باز رکھے۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۵ نمبر ۸ مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۱۷ء)۔

(۱۵) خوشی کی بات

پچھلے دنوں کی شورش میں جماعت احمدیہ نے گورنمنٹ کے متعلق جس وفاداری اور امن پسندی کا ثبوت دیا، وہ کسی صلہ یا انعام حاصل کرنے کی غرض سے نہیں تھا۔ بلکہ اپنا مذہبی فرض سمجھ کر بانیٔ سلسلۂ عالیہ احمدیہ اور موجودہ امام جماعت احمدیہ کی تعلیم کے مطابق دیا تھا۔ لیکن خوشی کی بات ہے کہ گورنمنٹ پنجاب کے خاص اعلان کے علاوہ کئی مقامات کے ذمہ دار افسروں نے بھی جماعت احمدیہ کے افراد کے رویہ پر نہایت مسرت کا اظہار کیا اور اپنی خوشنودی کے سرٹیفکیٹ عطا کیے ہیں۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۹ نمبر ۹۰ مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۱۹ء)۔

(۱۶) نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر پنجاب سے خط وکتابت

پرائیویٹ سیکرٹری نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر تحریر فرماتے ہیں:

"جناب من! آپ نے جو خط ہز آنر لیفٹیننٹ گورنر بہادر پنجاب کے نام ارسال فرمایا تھا، اس کے متعلق مجھے یہ کہنے کی ہدایت ہوئی ہے کہ نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر نے آپ کی تحریر کو بڑی توجہ سے ملاحظہ فرمایا اور آپ کے اظہار وفاداری نیز اس نازک موقع پر اپنے پیروؤں کو ملک معظم اور ملک کے ساتھ دینے کی گراں بہا نصیحت کو استحسان اور قدر کی نظر سے دیکھا ہے۔ چند ہفتہ قبل ضلع گورداسپور کا دورہ کرتے وقت ہز آنر احمدی جماعت کے ایک وفد سے مل کر خوش ہوئے اور جو کچھ حضور نے اس وقت فرمایا تھا، اس کا پھر اعادہ فرماتے ہیں، وہ یہ کہ گورنمنٹ عالیہ نے جو وسیع مذہبی آزادی اپنی رعایا کو دے رکھی ہے، اس کی بناء پر احمدی جماعت گورنمنٹ کی حفاظت پر بھروسہ کرسکتی ہے اور گورنمنٹ عالیہ کو بھی احمدی جماعت اور اس کے امام کی طرف سے نہ صرف وفادارانہ امداد کی امید، بلکہ یقین ہے"۔

دستخط پرائیویٹ سیکرٹری ہز آنر لیفٹیننٹ گورنر پنجاب

(اخبار الفضل قادیان جلد ۲ نمبر ۱، مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۱۴ء)۔

(۱۷) قادیانی ایڈریس بحضور نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر پنجاب

آئندہ مشکلات اور آنے والے واقعات کی نسبت سوائے خدا تعالیٰ کے اور کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا اور ہم نہیں جانتے کہ جناب کے عرصۂ کارگزاری میں واقعات کس رنگ میں ظہور پذیر ہوں گے، مگر ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہو، جناب جماعت احمدیہ کو ملک معظم کا نہایت وفادار اور سچا خادم پائیں گے، کیونکہ وفاداریٔ گورنمنٹ، جماعت احمدیہ کی شرائط بیعت میں سے ایک شرط رکھی گئی ہے اور بانیٔ سلسلۂ احمدیہ نے اپنی جماعت کو وفاداریٔ حکومت کی اس طرح بار بار تاکید کی ہے کہ اس کی اسّی کتابوں میں کوئی کتاب نہیں، جس میں اس کا ذکر نہ کیا گیا ہو اور اس کی وفات کے بعد اس کے اول جانشین (حکیم نورالدین صاحب) نے اپنے زمانہ میں اور دوسرے جانشین ہمارے امام (میاں محمود احمد صاحب) نے بھی بانیٔ سلسلہ کی تعلیم کی اتباع میں جماعت کو تعلیم دیتے وقت اس امر کو خاص طور پر مدنظر رکھا ہے۔ پس جناب اور جناب کی گورنمنٹ ہر وقت ہماری جماعت کی عملی ہمدردی پر بھروسہ رکھ سکتی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کا یہ بھروسہ خطا نہیں کرے گا۔

ہم خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے ہماری جماعت کو بھی اس نازک وقت میں جبکہ برٹش گورنمنٹ چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغہ میں گھری ہوئی تھی اور اس کے بعد جبکہ اسی جنگ کے نتائج کے طور پر اسے خود اندرون ملک اور سرحد پر بعض خطرات کا سامنا ہوا، اپنی طاقت اور اپنے ذرائع سے بڑھ کر خدمات کا موقع دیا اور اس جماعت کی روزافزوں ترقی کو دیکھ کر جو نہ صرف پنجاب ہی میں ہو رہی ہے، بلکہ تمام علاقہ جات ہندوستان کے علاوہ انگلستان، مصر، نائیجیریا، روسی ترکستان، سیرالیون، ایران، افغانستان، مارشیس، سیلون وغیرہ دوسرے ممالک میں بھی ہو رہی ہے اور ان دونوں

پر ایمان لائے ہوئے جو بانی سلسلہ سے خدا نے کون و مکان نے فرمائے ہیں، اُمید کرتے ہیں برٹش گورنمنٹ کی قیام امن اور اشاعت تہذیب کی کوششوں میں ہم آیندہ اور بھی زیادہ مدد دیں گے۔ (قادیانی جماعت کا ایڈریس بحضور سرایڈورڈ میکلیگن لیفٹیننٹ گورنر پنجاب مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۷، نمبر ۴۸، مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۱۹ء)۔

(۱۸) ممبران پارلیمنٹ میں ایڈریس کی تقسیم

جماعت احمدیہ نے جس نے اپنا صدر مقام ایجویر روڈ میں قائم کیا ہے، ممبران پارلیمنٹ کے نام ایک گشتی مراسلہ ایک ایڈریس کی کاپی کے ساتھ جو سر ایڈورڈ میکلیگن کو پیش کیا گیا تھا، روانہ کیا ہے۔ خطِ منسلکہ میں لکھا گیا ہے کہ جماعتِ احمدیہ اسلام کی ایک نئی تحریک ہے جو تیزی سے مختلف حصصِ سلطنت میں پھیل رہی ہے۔ بنابریں ہم ان پُرآشوب ایام میں اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ آپ کو اس جماعت کے سیاسی خیالات سے آگاہ کریں۔ اپنی حکومت کا وفادار رہنا اور اس پر خدا کی رحمت چاہنا اس کے اصولوں میں سے ایک ہے۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۷، نمبر ۷۷، مورخہ ۱۲ اپریل ۱۹۲۰ء)۔

(۱۹) نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر پنجاب کو قادیان کی دعوت

جماعت احمدیہ جس نے کہ مہذب دنیا میں بہت بڑا انقلاب پیدا کر دیا ہے، اس بات کی حقدار ہے کہ گورنمنٹ کا اعلیٰ افسر گورنمنٹ کے مفاد کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس جماعت کے مرکز (قادیان) کا گاہے گاہے ملاحظہ کرتے رہے اور بدیں وجہ ہم نے جناب سے قادیان آنے کی درخواست کی ہے اور اگر جناب اس وقت کثرتِ مشغولیت کی وجہ سے ہماری درخواست کو منظور نہیں کر سکیں گے لیکن ہم اُمید رکھتے ہیں کہ حضور اس صوبہ کی حکومت سے سبکدوش ہونے سے پہلے کوئی وقت قادیان میں تشریف آوری کے لیے ضرور نکالیں گے اور آپ کے جانشین بھی گاہے گاہے بخوشی قادیان میں تشریف لے جا کر ہماری جماعت کے حالات کو ملاحظہ فرمایا کریں گے۔ ہم حضور کی تشریف آوری پر حضور سے کسی قسم کے پولیٹیکل حقوق و مراعات لینے کے خواہشمند نہیں صوبہ کے حاکمِ اعلیٰ کی تشریف آوری سے اخلاقی فوائد کا مترتب ہونا کچھ مستبعد نہیں۔ (قادیانی وفد کا ایڈریس بحضور ہز ایکسلنسی سر ایڈورڈ میکلیگن گورنر پنجاب مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۱ نمبر ۴۹ مورخہ ۶ نومبر ۱۹۲۳ء)۔

(۲۰) وزیرِ ہند سے مُلاقات

اسی دن ۱۰ بجے شام کا وقت حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے لیے وزیرِ ہند صاحب کے ساتھ انٹرویو ملاقات کا مقرر تھا۔ ٹھیک وقت پر حضرت خلیفۃ المسیح وہاں پہنچ گئے۔ ایک یورپین صاحب احاطہ کے دروازہ تک آپ کے استقبال کے لیے آئے جن کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح مع جناب چودھری ظفر اللہ خاں صاحب بی اے بیرسٹرایٹ لا جو بطور ترجمان مقرر ہو چکے تھے، اندر تشریف لے گئے، اور دروازہ کے پاس اس خیمہ میں بٹھائے گئے، جو انتظار کے لیے مقرر تھا۔ دو تین منٹ کے بعد مسٹر رابرٹ ممبر پارلیمنٹ تشریف لائے اور ساتھ وزیرِ ہند صاحب کے خیمہ کی طرف لے گئے، جو انتظار کے خیمہ سے سو گز سے زیادہ فاصلہ پر تھا۔ وزیرِ ہند صاحب نے نہایت خوش اخلاقی سے ملاقات کی اور ۲۵ منٹ تک نہایت اہم اور ضروری امور پر آپ نے اور مسٹر رابرٹ ممبر پارلیمنٹ نے گفتگو فرمائی، جو نہایت کامیابی اور عمدگی کے ساتھ ہوئی، اور مندرجہ بالا جلیل القدر اصحاب نے پوری توجہ سے سُنی۔

اُمید ہے کہ یہ گفتگو ہماری جماعت کے لیے نہایت مفید اور بابرکت نتائج پیدا کرنے کا موجب ہوگی۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۵ نمبر ۴۱ مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۱۷ء)۔

(۲۱) ۱۹۲۱ء کا قادیانی وفد بحضور وائسرائے ہند

حضور وائسرائے ہند لارڈ ریڈنگ کے خیر مقدم کا وفد

جماعت احمدیہ کی طرف سے بمقام شملہ ۲۳ جون ۱۹۲۱ء کو گیارہ بجے وائسریگل لاج میں پیش ہوا۔ حاضر ممبران وفد کی تعداد تیس تھی، جو ہندوستان کے مختلف صوبجات سے آئے تھے اور اپنے اپنے علاقے کے لباس پہن رکھے تھے۔ چار فوجی افسران بھی اپنی وردیوں اور تمغوں میں موجود تھے۔ تمام جماعت فرودگاہ سے رکشوں میں بیٹھ کر وائسریگل لاج کی طرف روانہ ہوئی۔ رکشوں کی لائن قریباً ایک فرلانگ لمبی تھی۔ اس کا شہر والوں پر خاص اثر ہوا یعنی یہ بھی گویا ایک ذریعۂ تبلیغ ہو گیا۔ کیونکہ سب دیکھ دیکھ کر پوچھتے تھے کہ یہ کون لوگ ہیں اور کیا بات ہے۔ دروازہ پر استقبال کے لیے حضور وائسرائے کا ایڈی کانگ حاضر تھا۔ جب سب ممبران وفد اپنی اپنی جگہ پر بٹھا دیے گئے تو حضور وائسرائے تشریف لائے اور ان کے پرائیویٹ سیکرٹری نے سب سے پہلے چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب بیرسٹر لاہور سیکرٹری وفد کو انٹروڈیوس کرایا۔ پھر چودھری صاحب نے ممبران وفد کا ایک ایک کر کے انٹروڈیوس کرایا۔ حضور وائسرائے صاحب سب سے ہاتھ ملاتے ہوئے اپنی کرسی پر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد چودھری صاحب موصوف نے ایڈریس پڑھ کر سنایا، جس میں حضور وائسرائے کا سلسلۂ احمدیہ کی طرف سے خیر مقدم کیا گیا تھا اور حضرت مسیح موعود کے خاندان اور آپ کی تعلیم کا ذکر تھا۔ نیز مختصر طور پر سلسلہ کی خدمات برائے قیام امن کا تذکرہ تھا۔ اس کے بعد ہندوستان کی موجودہ حالت اور بے چینی کا ذکر تھا، اور اسی ضمن میں بعض باتوں کی طرف گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی۔ ایڈریس ختم ہونے کے بعد حضرت نواب محمد علی خاں صاحب نے ایک کاسکٹ میں ایڈریس پیش کیا۔ اس کے بعد حضور وائسرائے نے ایڈریس کا جواب دیا، اور قریباً بیس پچیس منٹ تک تقریر فرمائی اور سلسلہ کی خدمات کا اعتراف اور ان پر گورنمنٹ کی طرف سے اظہار خوشی کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم جانتے ہیں کہ تمام حالات کے ماتحت گورنمنٹ آپ کی جماعت کی مدد پر بھروسہ کر سکتی ہے اور جن امور کی طرف حضور وائسرائے کو توجہ دلائی گئی تھی، ان کا بھی اپنے نقطۂ خیال سے مفصل جواب دیا۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۸ نمبر ۹۹ مورخہ ۲۷ جون ۱۹۲۱ء)۔

(۲۲) مختصر خاکہ جناب عالی! یہ ایک نہایت ہی مختصر خاکہ ہے ان خدمات کا، جو ہمارا سلسلہ قیام امن کے لیے بادشاہ معظم کی وفاداری میں کرتا رہا ہے اور اس کے بیان کرنے کی یہ ضرورت پیش آئی ہے کہ ہم جناب کو بتائیں کہ اسی روح کو لے کر ہم آج جناب کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور اسی روح کے ساتھ ہم جناب کو ہندوستان میں ملک معظم کا سب سے بڑا قائمقام سمجھ کر یقین دلاتے ہیں کہ ہم ہر ممکن اور جائز طریقے سے جناب کے ارادوں اور تجویزوں کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں گے، اور ہندوستان میں قیام امن کی کوشش اور اس کی ترقی کے لیے سعی میں اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ مل کر آپ کا ہاتھ بٹائیں گے اور مخالفوں کی مخالفت اور دشمنوں کی دشمنی انشاء اللہ ہمیں اس مقصد سے پھیر نہ سکے گی۔ (قادیانی جماعت کا ایڈریس بخدمت ہز ایکسیلنسی لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۴ جولائی ۱۹۲۱ء)۔

(۲۳) امام کی تعلیم جناب عالی! جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں، ہمیں اپنے امام کی طرف سے یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جس گورنمنٹ کے ماتحت بھی ہم رہیں، اس کے پورے طور پر فرمانبردار رہیں اور امن میں خلل کبھی نہ ڈالیں اور یہ تعلیم ہمارے ہمیشہ مدنظر رہی ہے۔ ہم نے ہر مشکل کے اور بے امنی کے زمانہ میں برطانیہ کی گورنمنٹ کی وفاداری کی ہے اور جناب کے پیشرو کے ان الفاظ سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے، جو انہوں نے اپنے ایک خط میں ہماری جماعت کے موجودہ امام کے نام لکھتے تھے۔ چنانچہ ان کے پرائیویٹ سیکرٹری لکھتے ہیں:

"میں حضور وائسرائے کی خواہش کے مطابق حضور وائسرائے کی طرف سے جناب کی چٹھی مورخہ ۴ مئی کا جس میں آپ نے تفصیل کے ساتھ اپنی جماعت کی ان کوششوں کا ذکر کیا ہے، جو انہوں نے فسادات پنجاب کے دوران میں قیام امن

کے لیے کیں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ گو اس سے پہلے بھی حضور وائسرائے کو پنجاب گورنمنٹ کے ذریعہ آپ کی خدمات کا (جن کا اعلان گورنمنٹ پنجاب ایک سرکاری اعلان کے ذریعہ کر چکی ہے) علم ہو چکا ہے مگر وہ آپ کے کام کی تفصیل کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے ہیں اور انہوں نے مجھ سے خواہش کی ہے کہ مَیں ان کی طرف سے آپ کو ایسی مشکلات کے مقابلہ میں گورنمنٹ سے اظہارِ وفاداری کی مبارکباد دوں۔ (قادیانی جماعت کا ایڈریس بخدمت ہز ایکسیلنسی لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۴ جولائی ۱۹۲۱ء جلد نمبر ۱۱ نمبر ۱)۔

(۲۴) ہز ایکسیلنسی وائسرائے ہند کی تقریر

"آپ صاحبان سے جو جماعتِ احمدیہ کے نمایندہ ہیں آج مجھے مل کر بہت خوشی ہوئی اور آپ نے جو اپنے سیکرٹری صاحب کے ذریعے سے میرے وائسرائے ہند بننے پر مبارکباد دی ہے، اس کے لیے مَیں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مَیں نے آپ کے سلسلہ کی ابتدا اور ترقی کے بیان کو نہایت دلچسپی سے سُنا ہے اور آپ کی جماعت نے جو خدمات شاہنشاہِ معظم کی کی ہیں، ان کو سُن کر مجھے اطمینان ہوا ہے۔

آپ صاحبان میں مختلف طبقوں اور پیشوں کے قائم مقام ہیں جنہیں دیکھ کر مَیں متاثر ہوا ہوں، اور خاص کر یہ دیکھ کر کہ اس وفد میں آپ کے سلسلہ کے مقدس بانی کے دو فرزند بھی شامل ہیں، مجھے کمال خوشی ہوئی ہے۔

اور یہ بات اور بھی اطمینان کا موجب ہے کہ آپ میں سے بہت سے آدمی ایسے ہیں جو اپنے لباس، اپنی وردی اور اپنے سینوں پر کے تمغوں سے یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ اس وفاداری کو برقرار رکھنے کے لیے، جو انہیں حضور ملک معظم سے ہے، اپنی جانیں قربان کرنے کے لیے آیندہ بھی اس طرح تیار ہوں گے، جیسے کہ وہ پہلے تیار تھے۔

مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مَیں آپ کی جماعت کی خدمات کا اپنے پیشرو سے کم قدردان نہیں ہوں۔ آپ نے، جو وفاداری کی رُوح بعض دفعہ بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کر کے ظاہر کی ہے، نیز وہ امداد جو آپ کی طرف سے گورنمنٹ کو پہنچی ہے، وہ قابلِ مبارکباد ہے۔" (ہز ایکسیلنسی لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند کا جواب مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۴ جولائی ۱۹۲۱ء، جلد ۹ نمبر ۱)۔

(۲۵) قادیانی ایڈریس بخدمت ہز رائل ہائی نس پرنس آف ویلز

"ہمارے تجربہ نے ہمیں بتادیا ہے کہ تختِ برطانیہ کے زیرِ سایہ ہمیں ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل ہے۔ حتّٰی کہ اکثر اسلامی کہلانے والے ملکوں میں ہم اپنے مذہب کی تبلیغ نہیں کر سکتے، مگر تاجِ برطانیہ کے زیرِ سایہ ہم خود اس مذہب کے خلاف جو ہمارے ملک معظم کا ہے، تبلیغ کرتے ہیں اور ان کی اپنی قوم کے لوگوں میں ان کے اپنے ملک میں جا کر اسلام کی اشاعت کرتے ہیں اور کوئی ہمیں کچھ نہیں کہتا، اور ہم یقین کرتے ہیں کہ اس سلسلہ کی اس قدر جلد اشاعت میں حکومتِ برطانیہ کے غیر جانبدار رویّہ کا بھی بہت کچھ دخل ہے۔ سو حضور عالی! ہماری فرمانبرداری مذہبی امور پر ہے، اس لیے گو ہم حکومتِ وقت کی پالیسی سے کس قدر ہی اختلاف کریں کبھی اس کے خلاف کھڑے نہیں ہو سکتے، کیونکہ اس صورت میں ہم خود اپنے عقیدہ کی رُو سے مجرم ہوں گے اور ہمارا ایمان خود ہم پر حجت قائم کرے گا۔ حضور ملک معظم کی فرمانبرداری ہمارے لیے ایک مذہبی فرض ہے، جس میں سیاسی حقوق کے ملنے یا نہ ملنے کا کچھ دخل نہیں جب تک ہمیں مذہبی آزادی حاصل ہے، ہم اپنی ہر ایک چیز تاجِ برطانیہ پر نثار کرنے کے لیے تیار ہیں، اور لوگوں کی دشمنی اور عداوت ہمیں اس سے باز نہیں رکھ سکتی۔ ہم نے بارہا سخت سے سخت سوشل بائیکاٹ کی تکالیف برداشت کر کے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ اگر ہزار ہا دفعہ پھر ایسا ہی موقع پیش آئے، تو پھر ثابت کرنے کے لیے تیار رہیں۔

قادیانی جماعت کا ایڈریس بخدمت ہز رائل پرنس ہائی نس آف ویلز مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۶ مارچ ۱۹۲۲ء جلد ۹ نمبر ۷۲)۔

(۲۶) ایڈریس کا شکریہ | منجانب چیف سیکرٹری ہز رائل ہائی نس شہزادہ ویلز بخدمت ذوالفقار علی خاں ایڈیشنل سیکرٹری جماعت احمدیہ قادیان پنجاب مورخہ یکم مارچ ۱۹۲۲ء۔

"جناب من! حسب الحکم ہز رائل ہائی نس شہزادہ ویلز میں ممبران جماعت احمدیہ کے اس خیر مقدم کے ایڈریس کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو گورنمنٹ پنجاب کی وساطت سے حضور شہزادہ ویلز کو پہنچا ہے۔ ہز رائل ہائی نس شہزادہ ویلز نے شوق اور دلچسپی کے ساتھ سلسلۂ احمدیہ کی ابتدا اور تاریخ کے حالات کا آپ کے ایڈریس میں مطالعہ کیا ہے اور حضور شہزادہ ویلز اس وقت کا انتظار کر رہے ہیں جب وہ اس نہایت خوبصورت کتاب میں جو کہ ممبران جماعت احمدیہ کے چندہ سے بطور تحفہ پیش کی گئی ہے اسلسلہ کی تفصیلی تاریخ کا مطالعہ فرمائیں گے۔ ہز رائل ہائی نس نہایت گرم جوشی کے ساتھ اس وفادارانہ جذبہ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، جس نے آپ کے ہزارہا ہم عقیدہ اصحاب کو اس تحفہ کے پیش کرنے پر آمادہ کیا ہے اور حضور شہزادہ ویلز کی خوشی اس فخان وفاداری کے قبول کرنے میں اور بھی زیادہ بڑھ گئی ہے۔ کیونکہ آپ کو ہز ایکسیلنسی گورنر پنجاب کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ جنگ عظیم کے دوران میں اور نیز اس کے بعد آنے والے سخت ایام میں جماعت احمدیہ نے تاج و سلطنت برطانیہ کی وفاداری میں غیر متزلزل ثبات دکھایا ہے۔

مجھے حضور شہزادہ ویلز کی طرف سے حکم ملا ہے کہ میں آپ کو یقین دلاؤں کہ نظر بایں حالات جماعت احمدیہ کو حضور شہزادہ ویلز کے التفات محبت آمیز کا ہمیشہ پورا الیقین رکھنا چاہیئے۔

میں ہوں جناب کا نیاز مند خادم جی۔ ایف۔ ڈی۔ مانٹ۔ مورنسی چیف سیکرٹری ہز رائل ہائی نس پرنس آف ویلز۔"

(اخبار الفضل قادیان مورخہ ۶ مارچ ۱۹۲۲ء جلد ۹ نمبر ۶۹)

(۲۷) ۱۹۲۷ء کا قادیانی وفد بحضور وائسرائے ہند | ۲۵ فروری ۱۹۲۷ء جمعہ ۱/۲ ۲ بجے جماعت احمدیہ کا وفد جو مشتمل بر ۲۹ اشخاص تھا بحضور ہز ایکسیلنسی وائسرائے ہند لارڈ ارون وائسریگل لاج دہلی میں پیش ہوا۔ جب ممبران وفد کرسیوں پر بیٹھ گئے، تو حضور وائسرائے تشریف لائے اور وفد کے ہیڈ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب سے ہاتھ ملا کر اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔ چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب نے ایڈریس پڑھا۔ ایڈریس ایک چاندی کے کاسکٹ میں رکھ کر حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب نے پیش کیا اور مفتی محمد صادق صاحب نے سلسلہ کی چند کتابیں جو مخملی خریطے میں تھیں، ایک ایک کر کے پیش کیں اور ہر ایک کتاب پیش کرنے کے وقت اس کتاب کا مختصر ذکر کیا۔ مثلاً یہ وہ لیکچر ہے، جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے ولایت میں پڑھا جانے کے واسطے لکھا تھا۔ وائسرائے بہادر نے کتابوں کو شکریہ کے ساتھ قبول کیا اور فرمایا کہ میں ان کو پڑھوں گا۔ اس کے بعد وائسرائے نے کھڑے ہو کر ایڈریس کا جواب دیا۔ اس کے بعد چوہدری صاحب نے ایک ایک ممبر کو الگ الگ پیش کیا۔ وائسرائے بہادر نے سب کے ساتھ ہاتھ ملایا اور فوجی ممبران وفد سے جنگی حالات دریافت کرتے رہے اور بعض کے تمغے دیکھے۔ (اخبار الفضل قادیان مورخہ ۸ مارچ ۱۹۲۷ء نمبر ۱۷، جلد ۱۴)۔

(۲۸) ناز و نیاز | ہم اس موقع پر گورنمنٹ برطانیہ کا شکریہ کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس نے ہر حالت میں ہماری حفاظت کی ہے اور پچھلے دنوں میں ہی جناب کے زمانہ وائسرائلٹی میں ہمارے ایک مبلغ مولوی ظہور حسین صاحب کو جنہیں روسی گورنمنٹ نے قید کر لیا ہوا تھا، جناب کی گورنمنٹ نے نہایت سخت قید سے جس کا گہرا اثر ان کی صحت پر پڑا ہے نکال کر بحفاظت تمام مرکز سلسلہ میں پہنچایا ہے۔ جس کا ہم ایک دفعہ پھر اس موقع پر بھی شکریہ ادا کرتے ہیں۔

پس یہ خیال کرنا کہ چونکہ مرکزِ سلسلہ گورنمنٹ برطانیہ کے زیرِ سایہ ہے اور اپنے مذہبی اصول کے ماتحت اس سے تعاون کرتا اور اس کی خوبیوں کے اظہار سے کسی ذاتی مصلحت کی وجہ سے باز نہیں رہتا، اس لیے سلسلۂ احمدیہ گورنمنٹ برطانیہ سے کوئی خفیہ سازباز رکھتا ہے، حقیقت سے بالکل دُور ہے۔

ہماری نسبت یہ شک کیا جاتا ہے کہ ہم گورنمنٹ سے سازباز رکھتے ہیں اور اس کا بد نتیجہ ہمیں ہندوستان میں بھی اور ہندوستان سے باہر بھی پہنچ رہا ہے اور ہمارے آدمی نہ صرف ہندوستان میں بلکہ بعض دوسری گورنمنٹوں کے ماتحت بھی اس شبہ کی وجہ سے سخت اذیتیں پا رہے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ اصول کا سوال ہے، ہم ان اذیتوں کو بہادری سے برداشت کر رہے ہیں۔

ہم ضمناً اس جگہ یہ بات کہنے سے بھی رُک نہیں سکتے کہ گورنمنٹ کی دیرینہ بدظنی، جو اسے ہمارے سلسلہ کے متعلق تھی، وہ تو ایک حد تک دُور ہو چکی ہے اور سلسلۂ احمدیہ کی غیر متزلزل وفاداری کے غیر معمولی کارناموں نے حکامِ حکومتِ برطانیہ کو اس امر کے تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا ہے کہ یہ سلسلہ سچی وفاداری کا ایک بے نظیر نمونہ ہے، لیکن باوجود اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری جماعت کے حقوق پوری طرح محفوظ نہیں ہیں۔ (قادیانی جماعت کا ایڈریس بخدمت لارڈ اِرون وائسرائے ہند مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۸ مارچ ۱۹۲۷ء نمبر ۱۷، جلد ۱۴)۔

(۲۹) ہز ایکسیلنسی وائسرائے ہند کا خط

لارڈ اِرون کا جواب میاں محمود احمد صاحب کے نام:

"جنابِ محترم! آپ نے نہایت مہربانی سے مجھے جو کتاب بھجوائی ہے اور جو پورہولیس کے نمائندہ وفد نے کل مجھے دی تھی، اس کے اور نیز اس خوبصورت کاسکٹ کے لیے جس میں کتاب رکھی ہوئی تھی، آپ کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یہ ان تمام کاسکٹوں سے جو میں نے آج تک دیکھے ہیں، بے نظیر ہے اور جماعتِ احمدیہ کے ممبروں کے ساتھ مختلف مواقع پر میری جو ملاقاتیں ہوتی رہی ہیں، یہ کاسکٹ ان کے لیے ایک خوشگوار یادگار کا کام دے گا۔ یہ امر میرے لیے بے حد دلچسپی کا باعث ہے کہ آپ کے تقریباً دس ہزار پیروؤں نے اس خوبصورت تحفہ کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔

اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں آپ کو خدا حافظ کہتا ہوں۔ آپ یقین رکھیں کہ ہندوستان سے جانے کے بعد آپ کی جماعت سے میری دلچسپی اور ہمدردی کا سلسلہ منقطع نہ ہوگا، بلکہ بدستور جاری رہے گا اور میری ہمیشہ دلی آرزو رہے گی کہ مسرت و خوشحالی پوری طرح آپ نیز آپ کے متبعین کے شاملِ حال رہے۔ (تحفہ لارڈ اِرون مصنفہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان)۔

(۳۰) ہز ایکسیلنسی وائسرائے ہند سے ملاقات

یکم ستمبر ۱۹۲۷ء ۱۰ بجے کا وقت ہز ایکسیلنسی وائسرائے ہند نے ملاقات کے لیے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کو دیا تھا۔

چنانچہ حضرت اقدس مع مفتی محمد صادق صاحب کے جو بحیثیت ترجمان ہمراہ گئے تھے، وائسریگل لاج میں پہنچے۔ حضرت (میاں محمود احمد صاحب) کے پہنچنے پر وائسرائے نے آگے بڑھ کر حضور سے ہاتھ ملایا۔ مزاج پُرسی کے بعد تقریباً نصف گھنٹہ حضرت کے ساتھ موجودہ واقعات پر گفتگو کی اور فرمایا کہ آپ بھی کوشش کریں کہ ہندو مسلمانوں میں صلح ہو جائے۔ بہت تفصیلی گفتگو واقعاتِ حاضرہ پر ہوتی رہی۔ کل ۳ ستمبر کو اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری وائسرائے نے مسٹر ایجرٹن کو حضرت نے چائے کی دعوت دی اور ایک گھنٹہ تک مختلف امور پر گفتگو رہی۔ (اخبار الفضل قادیان جلد نمبر ۱۰ نمبر ۲۲ مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۲۷ء)۔

یہ ہمارا ہی خیال نہیں ہے، بلکہ یہ درجہ خود حضور وائسرائے ہند نے حضرت امامِ جماعت ایدہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش

کہ جبکہ آپ نے اپنی ایک ملاقات میں ان سے ذکر کیا کہ سنٹرل کمیٹی کی نمایندگی نہ ہونے پر لوگ معترض ہیں اور اس وجہ کے معقول ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۱۰ نمبر ۲۴ مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۲۲ء)۔

(۳۱) خط کا جواب

مکرمی مرزا صاحب (میاں محمود احمد صاحب)

مَیں حسب ہز ایکسیلنسی والسرائے ہند جناب کے خط مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۳۰ء کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں اور اطلاع دیتا ہوں کہ ہز ایکسیلنسی نے جناب کے خط کا بہت غور سے مطالعہ فرمایا ہے۔

آپ نے جو بحیثیت امام جماعت احمدیہ اپنی قوم کی طرف سے حکومت کے ساتھ وفاداری اور تعاون کا یقین دلایا ہے، وہ ہز ایکسیلنسی کی دلی مسرت کا موجب ہوا ہے۔ یہ اظہار تعلق جماعت احمدیہ کی دیرینہ روایات اور گزشتہ شاندار ریکارڈ کے عین مطابق ہے۔ (اقتباس جواب من جانب ہز ایکسیلنسی والسرائے ہند مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۷ نمبر ۲ مورخہ ۵ جون ۱۹۳۰ء)۔

(۳۲) ہز ایکسیلنسی والسرائے ہند کا جواب

ہز ایکسیلنسی (لارڈ ولنگڈن) والسرائے ہند نے ہمارے (یعنی قادیانی) ایڈریس کا جو جواب دیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

"مجھے آپ کا ایڈریس سن کر بہت خوشی ہوئی اور سلسلہ احمدیہ کی تاریخ سے واقفیت حاصل ہوئی اور معلوم ہوا کہ باوجود مخالفت کے اس سلسلہ نے اس قدر ترقی حاصل کی ہے۔ مجھے اس سے پہلے معلوم نہ تھا کہ جماعت احمدیہ اس قدر دور دراز ممالک میں پھیلی ہوئی ہے۔ آپ کی وفاداری کے اظہار کو میں ملک معظم کے حضور پہنچا دوں گا۔ میرے اور لیڈی ولنگڈن کے متعلق جن جذبات کا اظہار کیا گیا ہے، ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ہم ہر ایک فرقہ اور جماعت کے ساتھ انصاف کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر حکومت سے کسی غلطی کا ارتکاب ہو، تو میں امید رکھتا ہوں کہ آپ مجھے اطلاع دیں گے۔ آپ کا اصول حکومت سے تعاون کرنے کا اور حکومت سے غلطی ہو تو اس سے اطلاع کر دینے کا قابل تعریف ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ کی وفاداری ہمیشہ قائم رہے گی اور یہ امر حکومت کے واسطے بہت ہی حوصلہ افزا ہے۔ میں آپ کے کام میں ترقی اور کامیابی کی دعا کرتا ہوں۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۲۱ نمبر ۱۱۸ مورخہ ۳ اپریل ۱۹۳۴ء)۔

(۳۳) بے بنیاد الزام

جناب عالی! جماعت احمدیہ کا سیاسی مسلک ایک مقررہ شاہراہ ہے جس سے وہ کبھی ادھر ادھر نہیں ہو سکتے اور وہ حکومت وقت کی فرمانبرداری اور امن پسندی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کے رسول دنیا کو امن دینے کے لیے نہیں آتے، تو وہ یقیناً دنیا کے لیے رحمت نہیں کہلا سکتے۔ بعض لوگوں نے سلسلۂ احمدیہ کی اس تعلیم سے یہ دھوکا کھایا ہے کہ شاید جماعت احمدیہ حکومت ہند سے ساز باز رکھتی ہے۔ لیکن جناب سے زیادہ کوئی اس امر کی حقیقت سے واقف نہیں ہو سکتا کہ جس قدر شدت سے یہ الزام لگایا جاتا ہے اتنا ہی یہ الزام بے بنیاد ہے۔

جناب کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ یہ الزام نہ صرف ہندوستان میں لگایا جاتا ہے، بلکہ بیرون ہند میں بھی۔ چنانچہ چند سال ہوئے ایک احمدی عمارت کی بنیاد کے موقع پر جرمن وزیر تعلیم نے شمولیت کی، تو اس کے خلاف لوگوں نے یہ الزام لگایا کہ حکومت برطانیہ کی جاسوس جماعت کے ساتھ اس نے اظہار تعلق کیا ہے اور مجلس وزارت نے اس کے اس فعل پر جواب طلبی کی۔ (قادیانی جماعت کا ایڈریس جس کو قادیانی اکابر کے وفد نے بتاریخ ۲۶ مارچ ۱۹۳۴ء ہز ایکسیلنسی لارڈ ولنگڈن والسرائے ہند کی خدمت میں بمقام دہلی پیش کیا، مندرجہ اخبار الفضل نمبر ۱۱۸ جلد ۲۱ مورخہ ۳ اپریل ۱۹۳۴ء)۔

(۳۴) سیاسی شبہات

جناب عالی گو بعض وجوہ سے جن کی تفصیل میں ہم نہیں پڑنا چاہتے، بعض برطانوی حکام یہ شبہ ظاہر کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ سیاسیات میں خلاف اپنی سابقہ روایات کے حصہ لینے لگی ہے، لیکن چونکہ ہماری وفاداری مذہبی جذبات پر مبنی ہے، ہم ان شبہات کی پروا نہیں کرتے۔ ہم نے جب بھی کوئی

کام کیا ہے، دیانتداری سے کیا ہے اور قانون کے اندر رہ کر کیا ہے۔ ہمارا یہ دستور رہا ہے کہ جب کسی امر میں حکومت برطانیہ کو غلطی پر سمجھیں، تو ادب سے اور قانون کے اندر رہ کر اس کا اظہار کر دیا کرتے ہیں۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ صحیح برطانوی رُوح اس کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ پس بعض افراد کے شکوک یا مخالفت ہم کو برطانیہ کی وفاداری سے منحرف نہیں کر سکتی۔ (قادیانی جماعت کا ایڈریس جس کو قادیانی اکابر کے وفد نے بتاریخ ۲۱ مارچ ۱۹۴۴ء ہز ایکسیلنسی لارڈ ولنگڈن وائسرائے ہند کی خدمت میں بمقام دہلی پیش کیا۔ مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۱ نمبر ۱۱۸ مورخہ ۳ اپریل ۱۹۴۴ء)۔

دورِ ثالث

(۱) سرکاری بے اعتباری

احمدیت کی ابتدا میں انگریز مخالف تھے، سوائے چند ابتدائی ایام کے، جبکہ وہ مہدی کے لفظ سے گھبراتے تھے مگر اب تو وہ بھی مخالف ہو رہے ہیں۔ بہت تھوڑے ہیں جو جماعت کی خدمات کو سمجھتے ہیں۔ باقی تو باغیوں سے بھی زیادہ غصہ سے ہمیں دیکھتے ہیں اور اگر انگریزوں کا فطری عدل مانع نہ ہو، تو شاید وہ ہمیں پیس ہی دیں۔

انگریز شاید خیال کرنے لگے ہیں کہ اتنی بڑی منظم جماعت اگر مخالف ہو گئی تو ہمارے لیے بہت پریشانیوں کا موجب ہو گی۔ اور وہ اتنا نہیں سوچتے کہ جماعت احمدیہ کی مذہبی تعلیم یہ ہے کہ حکومت کی وفاداری کی جائے، تو پھر جماعت احمدیہ گورنمنٹ کی مخالف ہو کس طرح سکتی ہے۔ لیکن شاید وہ گردن زدنی کشتنی بود اوّل کے مطابق ہمیں دبا دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا خطبہ مندرجہ الفضل قادیان جلد ۲۳ نمبر ۲۶ مورخہ ۳ جولائی ۱۹۳۵ء)۔

(۲) پتہ کی بات

پھر یہ بات ضلع کے حکام تک ہی محدود نہیں۔ اوپر کے بعض افسر بھی ایسا ہی سلوک کر رہے ہیں اور ان کو بھی ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ جب بھی کوئی شکایت ان کے پاس کی جاتی ہے، وہ کہہ دیتے ہیں، احمدی مبالغہ کرتے ہیں۔ اخبار الفضل میں چھوٹی چیزیں شائع ہوتی ہیں، بلکہ ہمارے دوست نے جب ایک سرکاری افسر سے ذکر کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح (یعنی میاں محمود احمد صاحب) نے گزشتہ خطبہ میں برطانوی قوم کی تعریف کی ہے۔ اس نے کہا پھر کیا، اگلے خطبے میں کہہ دیں گے کہ بعض افسر غدار ہیں۔ یہ ایک ذمہ دار افسر کا بیان ہے، جس کے متعلق کسی کو امید نہ ہو سکتی تھی کہ وہ ایسا بے قابو ہو جائے گا۔ (میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کا خطبہ مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۳ نمبر ۱۲ مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۳۵ء)۔

(۳) اصل میں

پھر اس کے بعد ۱۹۳۷ء میں مسلمانوں کی لاہور اور مختلف علاقوں میں جو حالت ہوئی، اس وقت کون تھے جو آگے آئے۔ ہم نے ہی اس وقت مسلمانوں کے لیے روپیہ خرچ کیا، تنظیم کی اور اس وقت ہر جگہ یہ چرچا تھا کہ احمدی بڑی خدمت کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ سر میلکم ہیلی نے جو اس وقت گورنر تھے، مسٹر لنگے سے جو اس وقت کمشنر تھے، مجھے خط لکھوایا کہ آپ تو ہمیشہ حکومت کا ساتھ دیتے رہے، آج کیوں اس ایجی ٹیشن میں حصہ لیتے ہیں اور میں نے انہیں جواب دیا کہ حکومت کی وفاداری سے یہ مراد نہیں کہ مسلمانوں کا غدار ہوں اور مسلمانوں کی خدمت سے یہ مراد نہیں کہ حکومت کا غدار ہوں۔ میں تو دونوں کا بھلا چاہتا ہوں۔ مجھے اگر سمجھا دیا جائے کہ مسلمان مظلوم نہیں، تو اب اس طریق کو چھوڑنے کو تیار ہوں۔ انہوں نے تحریراً تو اس کا جواب نہ دیا، مگر شملہ میں گیا، تو چیف سیکرٹری جو غالباً ہمارے موجودہ گورنر تھے، مجھے لکھا

کہ لاٹ صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں اور جب میں ان سے ملا، تو زبانی گفتگو اس پر تفصیل کی، مگر اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ ہیں۔ مسلمانوں میں سے ایک اثر رکھنے والے گروہ نے کہا کہ احمدیوں کا بائیکاٹ کرو، یہ اصل میں ہمارے دشمن ہیں۔ (خطبہ جمعہ میاں محمود احمد صاحب مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۲ نمبر ۱۱ مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۳۵ء)۔

(۴) قادیانی کہانی

ہماری جماعت، وہ جماعت ہے جسے شروع سے ہی لوگ کہتے چلے آئے کہ یہ خوشامدی گورنمنٹ کی پٹھو ہے۔ بعض لوگ ہم پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ ہم گورنمنٹ کے جاسوس ہیں۔ پنجابی محاورہ کے مطابق ہمیں جھولی چک اور ٹھیٹھ زمینداری محاورہ کے مطابق ہمیں ٹوڈی کہا جاتا ہے۔ . . . . . دراصل ان اعتراضات کی وجہ سے ہمیں رنج نہیں، بلکہ ہمیں رنج دو وجہ سے ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہم نے گورنمنٹ کے ساتھ دوستی کی بظاہر و باطن دوستی کی۔ مگر گورنمنٹ نے اس کے صلہ میں بغیر تحقیق کیے ہم پر ایک خطرناک الزام لگا دیا۔ . . . . پھر دوسری وجہ ہمارے شکوہ کی یہ ہے کہ گورنمنٹ نے ایسا راستہ اختیار کیا ہے جس پر چلنے سے فساد برپا ہوتا اور ملک کا امن برباد ہوتا ہے۔

ہم نے ابتدائے سلسلہ سے گورنمنٹ کی وفاداری کی ہم ہمیشہ یہ فخر کرتے رہے ہے کہ ہم ملک معظم کی وفادار رعایا ہیں۔ کئی ٹوکرے خطوط کے ہمارے پاس ایسے ہیں جو میرے نام یا جماعت کے سیکرٹریوں یا افراد جماعت کے نام ہیں جن میں گورنمنٹ نے ہماری جماعت کی وفاداری کی تعریف کی۔ اسی طرح ہماری جماعت کے پاس کئی ٹوکرے تمغوں کے ہیں۔ ان لوگوں کے تمغوں کے جنہوں نے اپنی جانیں گورنمنٹ کے لیے فدا کیں۔ یہ اتنے ٹوکرے ہیں کہ افسر کے وزن سے بھی ان کا وزن زیادہ ہے مگر ان تمام خدمات کے بعد اس تمام ادعائے وفاداری کے بعد اور اس تمام ثبوت وفاداری کے بعد گورنمنٹ نے بلاوجہ اور بغیر کسی حق کے بغیر اس کے کہ وہ انصاف اور عدل کے ماتحت فیصلہ کرتی، اندھا دھند اپنا قلم اٹھایا اور ہمیں باغی اور سلطنت کا تختہ الٹ دینے والا اور سول ڈس اوبیڈی اینس کا مرتکب قرار دے دیا۔ (خطبہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۲ نمبر ۵۸، ۱۱ نومبر ۱۹۳۴ء)۔

(۵) قادیانی اسناد

ہم نے پچاس سال سے دنیا میں امن قائم کر رکھا ہے۔ ہم نے لاکھوں روپیہ گورنمنٹ کی بہبودی کے لیے قربان کیا ہے، اور کوئی شخص بتا نہیں سکتا کہ اس کے بدلے ایک پیسہ بھی ہم نے گورنمنٹ سے کبھی لیا ہو۔ ہمارے پاس وہ کاغذات موجود ہیں، جن میں گورنمنٹ نے ہمارے خاندان کی خدمات کا اعتراف کیا ہے اور یہ وعدہ کیا ہوا ہے کہ اس خاندان کو وہی اعزاز دیا جائے گا، جو اسے پہلے حاصل تھا۔ ہمارے پردادا کو ہفت ہزاری کا درجہ ملا ہوا تھا جو مغلیہ سلطنت میں صرف شہزادوں کو ملا کرتا تھا۔ پھر عضد الدولہ کا خطاب حاصل تھا۔ یعنی حکومت مغلیہ کا بازو (تو گویا سیاسی اولوالعزمیاں خاندانی ورثہ ہے۔ للمؤلف) مگر ہم نے کبھی گورنمنٹ کے سامنے ان کاغذات کو پیش نہیں کیا۔ (غنیمت ہے کہ ان کا ذکر آ گیا۔ ایسا بھی کیا انکسار اور استتار ہے۔ کم از کم ہفت ہزاری کی سند تو شائع کر دینی چاہیئے۔ للمؤلف) اور نہ اپنی وفادارانہ خدمات میں کسی کی بلکہ ہر روز زیادتی کرتے چلے گئے۔ ہم نے کانگرس کا مقابلہ کیا۔ ہم نے احرار موومنٹ کا مقابلہ کیا اور اس مقابلہ میں لاکھوں روپیہ صرف کیا۔ (اپنی خاطر یا سرکار کی خاطر۔ للمؤلف)۔ جانیں قربان کیں جنگ کے موقع پر اپنی جماعت کے بہترین آدمی پیش کیے۔

سر او ڈوائر۔ لارڈ چیمسفورڈ اور لارڈ ارون سر میلکم ہیلی سر جیفری ڈی مانٹ مورنسی اور دوسرے اعلیٰ حکام کی تحریریں جن میں سے بعض ان کی دستخطی ہیں اور بعض ان کے نائبین کی ہیں، میرے پاس موجود ہیں، جن میں وہ ہماری جماعت کی وفاداری

اور انتہائی قربانی کا اعتراف کرتے ہیں۔

مگر آج گورنمنٹ کے حکام ہمیں یہ سناتے ہیں کہ تم امن کو برباد کرنے والے ہو۔ (خطبہ میاں محمود صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل جلد ۲۲ نمبر ۵۰ مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۴ء)۔

(۶) خدمت بلا معاوضہ

بحیثیت قوم ہم نے جو خدمت حکومت کی کی، اس کے بدلہ میں بحیثیت قوم ہم نے کبھی اس سے بدلہ نہیں لیا اور اپنے خاندان کے متعلق تو اس شرط کو بھی اڑا دیتا ہوں۔ گورنمنٹ بتائے کہ ہم نے کبھی ذاتی طور پر اس سے کوئی فائدہ اٹھایا ہے۔ لوگ ہمیں کہتے رہے کہ یہ گورنمنٹ کے خوشامدی ہیں۔ لوگ ہمیں کہتے رہے کہ یہ گورنمنٹ سے نفعوں کی امید رکھتے ہیں۔ لوگ ہمیں کہتے رہے کہ گورنمنٹ ان کے خزانے آپ بھرتی ہے۔ مگر گورنمنٹ تو جانتی ہے کہ ہم نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور اگر اٹھایا ہو، تو اسے چاہیئے کہ وہ پیش کرے۔ ساری عمر میں صرف ایک کام حکومت نے ایسا ہمارے بعض آدمیوں کے سپرد کیا تھا جس کے متعلق اس نے کہا تھا کہ ہم اس میں دو ہزار روپیہ تک خرچ کر سکتے ہیں لیکن جب وہ معاملہ میرے پاس آیا، تو میں نے روپیہ کے معاملہ کو نظر انداز کر دیا۔ میں نے اپنے دوستوں سے کہا اگر یہ دو ہزار روپیہ لے لیا گیا، تو گو یہ گورنمنٹ ہی کا کام ہے، مگر بعد میں جب بھی کوئی ذکر ہوا، یہ دو ہزار روپیہ ہمارے منہ پر مارا جائے گا کہ انہوں نے حکومت سے اتنا روپیہ لے کر فلاں کام کیا۔ چنانچہ جو کام کرنے والے تھے۔ انہیں، حکومت سے کسی قسم کی مالی امداد لینے سے روک دیا۔ اس کے سوا کبھی گورنمنٹ کی طرف سے کوئی چیز پیش کرنے کی خواہش بھی نہیں کی گئی صرف یہ ایک واقعہ ہے جو پنجاب گورنمنٹ کا بھی نہیں، بلکہ حکومت ہند کا ہے۔ اس ایک معاملہ میں بھی ہم نے روپیہ لینے سے انکار کر دیا، مگر مخالف کہتے ہیں، احمدیوں کے خزانے گورنمنٹ بھرتی ہے۔ اگر واقعہ میں یہ بات درست ہے تو اب گورنمنٹ کے لیے خوب اچھا موقع ہے کہ وہ اعلان کر دے کہ فلاں موقع پر ہم نے احمدیوں کو اتنا روپیہ دیا۔ (لیکن حساب دوستاں در دل، مکرر غور فرمایا جائے تو عجب نہیں کسی نہ کسی شکل میں معاوضہ یاد آجائے اور شکوہ رفع ہو جائے۔ للمؤلف)۔ (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا خطبہ مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۳ نمبر ۳۱ مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۳۵ء)۔

(۷) پچاس سالہ خدمات

تمہاری پچاس سالہ خدمات کا حکومت پر ایک بوجھ تھا۔ اس پر بوجھ تھا تم نے جنگ یورپ میں آدمیوں اور روپوں سے مدد کی۔ اس پر بوجھ تھا کہ تم نے رولٹ ایکٹ کی شورش کا مقابلہ کیا۔ اس پر بوجھ تھا کہ تم لوگوں نے ہجرت کی تحریک کا مقابلہ کیا اور اس نے تم کو کوئی بدلہ نہیں دیا۔ اس پر یہ بوجھ تھا کہ تم نے نان کوآپریشن کا مقابلہ مفت لٹریچر تقسیم کر کے اور جلسوں اور لیکچراروں کے ذریعہ کیا اور حکومت اس کا بدلہ دینے سے عاجز رہی۔ اس پر بوجھ تھا تم نے سول ڈس او بیڈینس کا مقابلہ کیا، ریڈشرٹ کا مقابلہ کیا۔ بنگال میں ٹیررزم کا مقابلہ کیا اور اس نے کوئی قدردانی نہ کی۔ (خطبہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۲، نمبر ۵۴، مورخہ یکم نومبر ۱۹۳۴ء)۔

ہم حکومت کی ایسی خدمت کرتے ہیں کہ اس کے پانچ پانچ ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ پانے والے ملازم بھی کیا کریں گے۔ (ارشاد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان یکم اپریل ۱۹۳۰ء)۔

(۸) رولٹ ایکٹ

مجھے تو بار بار وہ وقت یاد آتا ہے جب حضور میاں محمود احمد صاحب نے رولٹ ایکٹ کے زمانہ میں ضلع گورداسپور کے لوگوں کو سمجھانے اور امن قائم رکھنے کے لیے ہر ایک تحصیل میں وفد روانہ کیے تھے اور میں پٹھانکوٹ کی تحصیل میں وفد کے ساتھ گیا تھا۔ حضور نے قریباً ۵½ بجے شام حکم دیا

کہ وفود پیدل چلے جائیں اور رات جہاں آئے وہاں گزاریں۔ حضور نے یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ گورنمنٹ اور لوگوں کے ساتھ عملی ہمدردی دکھلانے کا وقت ہے۔ ہم بغیر اس کے کہ شام کا کھانا کھا کے نکلتے اسی وقت چل پڑے تھے۔ لوگوں کو نصیحت کرتے اور پیدل چلتے رہے۔ خدا گواہ ہے ہمارے پاؤں سخت زخمی ہو گئے تھے۔ گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر اور سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس سے ہم ملے۔ وہ ہمارے دورہ کا مقصد سن کر حیران ہو گئے اور کہنے لگے کہ آپ لوگوں کو جان کا خطرہ ہے، کیونکہ امرتسر کے جلیانوالے باغ کے تازہ حادثہ سے عام لوگوں میں گورنمنٹ کے خلاف سخت جوش ہے۔ ہم آپ کو پولیس کی مدد دیں؟ ہم نے کہا، خدا تعالیٰ ہمارا محافظ ہے۔ ہم حکومت کی وفاداری اور امن کا پیغام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی طرف سے لے جا رہے ہیں۔ ہم اگر اس راہ میں قتل بھی کیے گئے تو پروا نہیں۔ خدا کے فضل سے ہم اس سفر میں کامیابی سے واپس آئے اور ضلع گورداسپور سارے کا سارا حضور کے ذریعہ امن میں رہا۔ ہم نے لوگوں سے کہا کہ رولٹ ایکٹ کا استعمال مفسد لوگوں کے لیے ہے نہ کہ شریفوں کے لیے۔ گو وہ وقت اور گیا یہ کہ گورنمنٹ پنجاب ہر ایک مقابلہ میں احراریوں کی پشت پناہ بنی ہوئی ہے اور جماعت احمدیہ مظالم کا نشانہ بنائی جا رہی ہے۔

ہم پر کھلے کھلے ظلم کیے جا رہے ہیں، مگر گورنمنٹ پنجاب خاموش ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ یہ گورنمنٹ ناشکری کر رہی ہے۔ ہم گورنمنٹ کے سچے ہمدرد تھے۔ ہم بزدل نہیں، ہم بے غیرت نہیں، ہم ڈرپوک نہیں۔ ہماری جان ہتھیلی پر ہے۔ ہم بہادر ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم میں بہادری کی روح پھونک دی ہے، مگر ساتھ ہی حکومت کے قوانین کی پابندی سکھائی ہے، تاہم گورنمنٹ پنجاب کی موجودہ روش کی وجہ سے ہماری دلی ہمدردی جا رہی ہے۔ گورنمنٹ خدا کی ناشکری کی مرتکب ہو رہی ہے۔ لیکن اے خدا تو جلد اپنی قدرت دکھا اور ہماری مدد فرما۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ (میاں محمود احمد صاحب) ہماری جانیں حضور کے قدموں پر نثار ہونے کے لیے ہر وقت حاضر ہیں۔

الفضل: اس متذکرہ بالا خط میں ان ہولناک ایام کا ذکر کیا گیا ہے جب پنجاب میں حکومت کے خلاف خطرناک جوش پھیل گیا تھا۔ کئی ایک انگریز قتل کر دیے گئے تھے۔ کئی جگہ سرکاری عمارات جلا دی گئی تھیں اور ایک عام بدامنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس وقت حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ (میاں محمود احمد صاحب) نے انگریزوں کی جانیں بچانے کے لیے اور لوگوں کو حکومت کے وفادار بنائے رکھنے کے لیے اپنے خدام کو اس کام میں لگا دیا اور حکم دے دیا کہ وہ اپنے آرام و آسائش کی قطعاً پروا نہ کریں، حتیٰ کہ اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر حکومت کی خدمت بجا لائیں۔

وہ وقت گزر گیا۔ احمدیوں نے اس نازک وقت میں ہر جگہ بڑی بڑی خدمات سر انجام دیں اور سخت تکالیف اٹھا کر دیں۔ خاص کر ضلع گورداسپور بدامنی سے بالکل محفوظ رہا۔ اس وقت حکومت نے ان کی خدمات کا کھلے الفاظ میں اعتراف بھی کیا، مگر آج اس کا جو بدلہ مل رہا ہے وہ ظاہر ہے اور واقعات بتا رہے ہیں کہ جماعت احمدیہ کے ساتھ کیا سلوک کیا جا رہا ہے۔ (روزنامہ الفضل قادیان مورخہ یکم اگست ۱۹۳۵ء)۔

(۹) شکوہ و شکایت

حکومت نے بے انصافی اور ظلم کیا جب اس نے ہمارے لیے اس قانون کو استعمال کیا جو باغیوں اور انارکسٹوں کے لیے بنایا گیا ہے اور جسے پاس کرتے وقت حکومت نے ملک کے نمائندوں کو یقین دلایا تھا کہ اسے بڑی احتیاط سے استعمال کیا جائے گا۔ ... کیا کوئی معقول انسان سمجھ سکتا ہے کہ یہ صحیح استعمال ہے؟ اس قانون کا اس کے لیے (یعنی خلیفہ صاحب قادیان کے لیے) جس نے خود اس کے بنانے والوں سے بھی زیادہ قیام امن کی کوشش کی ہے، جس نے اور جس کی جماعت نے اس وقت سول نافرمانی اور اس قسم کی دوسری موومنٹوں کا مقابلہ کیا، جب یہ افسر جو آج ہمیں باغی قرار دے رہے ہیں آرام سے اپنے بیوی بچوں میں بیٹھے ہوا کرتے

تھے۔ پھر یہ لوگ تنخواہیں لے کر کام کرتے تھے اور مَیں نے اور میری جماعت نے لاکھوں روپیہ اپنے پاس سے خرچ کر کے بدامنی پیدا کرنے والی تحریکات کا مقابلہ کیا۔ پھر کس قدر ظلم ہے کہ جو قانون ان تحریکات کے انسداد کے لیے وضع کیا گیا، وہ سب سے پہلے ہمیں پر استعمال کیا جاتا ہے۔ کیا عجیب بات ہے کہ جب حکومت پر مصیبت آئے تو وہ ہم سے استمداد کرتی ہے۔ اس کی مصیبت کے وقت ہمارے لیکچرار جاتے ہیں اور مخالف تحریکوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ جنگ میں ہم نے تین ہزار والنٹیر دیے۔ روپیہ ہم خرچ کرتے تھے، مگر آج احراریوں کی حفاظت کے لیے وہ ہمیں باغی بتاتے ہیں۔

ابھی مئی کا واقعہ ہے کہ وائسرائے ہند کی طرف مَیں نے ایک خط لکھا تھا کہ جماعت احمدیہ کے ایڈریس کے جواب میں جو کچھ آپ نے فرمایا تھا، اس سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید حکومت کا خیال ہے کہ ہم بعض مواقع پر اس سے تعاون نہیں کرتے۔ اس کے جواب میں ان کے پرائیویٹ سیکرٹری نے لکھا ہے کہ ہز ایکسیلینسی کو یہ خیال ہرگز نہیں، بلکہ حضور وائسرائے اس کے برعکس ہمیشہ سے جماعت احمدیہ کو سب سے زیادہ قانون کی پابند اور وفادار جماعتوں میں ایک جماعت سمجھتے چلے آتے ہیں۔

ہم نے ملک معظم کی حکومت کو قائم کرنے کے لیے ملک کو اپنا دشمن بنا لیا ہے۔ احرار کی تقریریں پڑھو، ان کو زیادہ غصہ اسی بات پر ہے کہ ہم حکومت کے جھولی چُک ہیں۔ وہ صاف کہہ رہے ہیں کہ ہم اسی وجہ سے ان کے مخالف ہیں ... کانگریس سے ہمیشہ ہماری یہی جنگ رہی ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم غلام ہیں، مگر ہم سمجھتے ہیں ہم ہرگز غلام نہیں ہیں۔ اب ہم انہیں کیا منہ دکھلائیں گے، کیونکہ اب تو پنجاب گورنمنٹ نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا ہے کہ وہ ہندوستانیوں کو (حتیٰ کہ قادیانیوں کو) غلام سمجھتی ہے اور ان کی عزت کی قیمت اس کی نظر میں ایک کوڑی بھی نہیں۔

اس حکم کے جاری کرنے والے افسروں نے یہ خطرناک غلطی کی ہے کہ ہم پر اس کام کا الزام لگا دیا ہے، جسے ہم حرام سمجھتے ہیں اور جس کے لیے ہم باوجود اس کے کہ اس نے ہماری عزت کا پاس نہیں کیا، تیار نہیں ہیں۔ ورنہ غالب کی طرح ہم بھی کہہ سکتے تھے کہ بے وفا ہیں تو بے وفا ہی سہی۔ مگر نہیں، ہمارے مذہب نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ حکومت کے وفادار ہیں، اس لیے وہ اگر ہمیں قید کر دے، پھانسی دے دے، تب بھی ہم وفادار ہی رہیں گے۔" (خطبہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل جلد ۲۲ نمبر ۵۴ یکم نومبر ۱۹۳۴ء)۔

(۱۰) پرانے قدردان مہربان

پھر اسی پنجاب میں سر اڈوائر جیسا آدمی بھی گزرا ہے۔ ان کے زمانہ میں ایک انگریز ڈپٹی کمشنر نے میرے ساتھ سخت لہجہ میں گفتگو کی اور سر موصوف کو اس کی اطلاع ہوئی، تو آپ نے اسے پہلے بدل دیا اور پھر اس کا تنزل کر دیا اور آخر اسے ریٹائر ہو کر واپس جانا پڑا۔ وہ فخر سے کہا کرتے تھے کہ مَیں پہلا شخص ہوں جس نے ایک ہندوستانی کے مقابل پر ایک انگریز افسر کو سزا دی۔

پھر اسی صوبہ میں سر جیفری ڈی مونٹ مورنسی جیسے انسان بھی گزرے ہیں۔ آج بھی یہ لوگ ہمارے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں مسٹر ٹامس چیف کمشنر دہلی کے متعلق مجھے یاد نہیں کہ ہم نے انہیں کوئی پیغام بھیجا ہو اور انہوں نے فوراً خندہ پیشانی سے ہمارا کام نہ کر دیا ہو۔ حالانکہ بعض اوقات ان کا اس سے کوئی تعلق نہ ہوتا۔ پھر اسی ضلع میں منصف افسر رہے ہیں۔ (اخبار) مباہلہ والوں کی شورش کے ایام میں بھی انگریز ڈپٹی کمشنر تھے، جو اچھی طرح انصاف کرتے رہے۔ ان سے پہلے یہاں ایک ڈپٹی کمشنر مسٹر والسن گزرے ہیں، مَیں جب انگلستان گیا تو وہ لندن میں مجھ سے ملنے آئے، حالانکہ وہ کہیں باہر رہتے ہیں۔

مَیں سر ہادل کا نام پہلے لے چکا ہوں۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ وہ اوّل درجہ کے نیک اور شریف افسر تھے۔ میرے ساتھ ان کو جیسی عقیدت تھی، وہ اس سے ظاہر ہے کہ میرے ایک عزیز کے خلاف ان کے انگریز افسر نے بالا افسروں کے پاس شکایت کی۔ مجھے پہلے تو علم نہ ہوا، مگر جب علم ہوا، تو مَیں نے سر ہادل کو کہلا بھیجا کہ درست واقعات یوں ہیں۔ انہوں نے

کہا میرا تعلق تو نہیں لیکن میں کوشش کروں گا۔ اس کے متعلق انہوں نے اس صیغہ کے افسر کو جو چٹھی لکھی اس کی ایک نقل مجھے بھی مل گئی۔ انہوں نے اس میں لکھا کہ گو شکایت کرنے والا انگریز افسر ہے مگر مجھے جماعت احمدیہ کے امام کی طرف سے ان کے سیکرٹری نے بتایا ہے کہ واقعات یوں ہیں اور اگرچہ واقعات ان کے چشم دید نہیں لیکن مجھے ان پر اس قدر یقین ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ کوئی بات بغیر تصدیق کے پیش نہیں کر سکتے۔ اس لیے ان کی بات ضرور سچی ہے۔ پس آپ اس معاملہ کی بذات خود تحقیقات کریں صرف رپورٹ پر انحصار نہ کریں۔

ابھی ابھی (عبدالرحیم) درد صاحب (قادیانی) ان سے (ولایت میں) ملے تھے اور انہیں موجودہ حالات سنائے تھے انہوں نے سن کر کہا کہ آپ کی جماعت تو مذہبی جماعت ہے۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ اس حکومت کے اوپر ایک اور حکومت ہے۔ اس لیے جو افسر ناانصافی کر رہے ہیں وہ سزا سے ہرگز نہیں بچ سکیں گے اور میں امید کرتا ہوں کہ ایسے لوگوں کی وجہ سے آپ ہماری دوستی کو نہیں توڑیں گے۔ (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا خطبہ مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۳ نمبر ۲۶ مورخہ ۱۳ جولائی ۱۹۳۵ء)۔

(۱۱) **یادِ رفتگان**

بہت سے افسر ایسے گزرے ہیں جو فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اپنے حسنِ سلوک سے پچاس ہزار یا لاکھ بلکہ کئی لاکھ کی ایک ایسی جماعت (قادیانی) ہندوستان میں چھوڑی ہے جو اپنی جانیں قربان کر کے بھی برطانیہ سے تعاون کرے گی۔ مگر موجودہ آفیسر جا کر کہہ سکتے ہیں سوائے اس کے صاحب فخر یہ کہیں کہ ہم اسی جماعت کے گردہ کو توڑ کر آئے ہیں۔ کیا یہ بات ان کی اپنی یا ان کی حکومت کی شہرت کا موجب ہوگی؟ (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا خطبہ۔ مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۳ نمبر ۲۶ مورخہ ۱۳ جولائی ۱۹۳۵ء)۔

(۱۲) **عہدوں کی تقسیم**

ان الفاظ کے معنی یہ ہیں کہ ہم جماعت احمدیہ کی وفاداری کے بدلے اسے عہدے نہیں دے سکتے۔ یہ ایسی غلطی ہے جو کئی انگریز افسروں کو لگی ہوئی ہے۔ وہ ایسے وقت جبکہ انہیں کسی وفادار جماعت کی ضرورت ہو، جماعت احمدیہ کو مدد کے لیے بلاتے ہیں۔ مگر جب عہدے دینے کا سوال ہو تو کانگرسیوں کو دے دیتے ہیں مگر اس کا خمیازہ بھی گورنمنٹ بھگت رہی ہے اور اب یہ حالت ہے کہ حکومت کے اپنے راز بھی محفوظ نہیں۔

ایک دفعہ گورنمنٹ کے ایک سیکرٹری شملہ میں چائے پر میرے پاس آئے میں نے انہیں کہا کہ آپ کی ہر بات کانگرس کے پاس پہنچتی رہتی ہے۔ آپ کو بھی کوئی ایسا انتظام کرنا چاہیئے کہ ان کی باتیں ہمیں معلوم ہوتی رہیں - یہ حالت اس لیے ہوتی ہے کہ گورنمنٹ خیال نہیں رکھتی کہ وفادار جماعتوں کو اعلیٰ عہدوں پر پہنچائے۔ اگر اعلیٰ عہدوں پر اس کی وفادار جماعت کے ارکان ہوں تو اس کے راز مخفی رہیں اور کبھی بھی وہ حالت نہ ہو جو آجکل ہے۔ (خطبہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان۔ مندرجہ اخبار الفضل جلد ۲۲ نمبر ۶۳ مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۳۴ء)۔

(۱۳) **ایک خط**

اس دوران مجھے ایک خط ملا۔ اس کے لحاظ سے ممکن ہے کہ اس قسم کے خیالات رکھنے والے لوگ بھی جماعت میں موجود ہوں۔ جس خط کا میں نے ذکر کیا ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ ہم دیر سے محسوس کر رہے ہیں کہ انگریز لوگ بغیر شورش اور فساد کے کوئی بات نہیں مانا کرتے اور یہ کہ (اس دوست کے نزدیک) اب وقت آگیا ہے کہ ہم گورنمنٹ کے متعلق اس وفاداری کی تعلیم پر جو ہمارے سلسلہ میں موجود ہے دوبارہ غور کریں اور سوچیں کہ کیا اس کی تشریح حد سے بڑھی ہوئی تو نہیں اور کیا وفاداری کا جو مفہوم ہم سمجھتے چلے آئے ہیں وہ خوشامد اور نکماپن تو نہیں۔

اس دوست نے اپنے خط میں ایک واقعہ بھی پیش کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ ایک دفعہ پبلک پراسیکیوٹر کے سلسلہ میں سب انسپکٹری کے لیے بطور امیدوار پیش تھے۔ لاہور کے سینیئر سپرنٹنڈنٹ مسٹر ہارڈنگ کے سامنے جب انہوں نے اپنے آپ کو پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں جماعت احمدیہ سے ہوں، اور احمدیہ جماعت وہ ہے، جو حکومت برطانیہ کی ہمیشہ

وفادار رہی ہے، تو مسٹر ہارڈنگ نے کہا کہ میں احمدیہ جماعت کی وفاداری کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتا۔ وہ دوست لکھتے ہیں کہ جب ہماری جماعت کی وفاداری کے کوئی معنی ہی نہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم لاکھوں روپیہ حکومت کی بہبودی کے لیے خرچ کریں اور اپنی سینکڑوں قیمتی جانوں کو خطرات میں ڈالیں، اور حکومت کی وفاداری ان معنوں میں کرنے چلے جائیں کہ نازک اور مشکل مواقع پر اس کی حمایت کریں۔ (خطبہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۲ نمبر ۲۸ مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۳۴ء)۔

(۱۴) قادیانی مشین

بعض حکام کے افعال نے جماعت احمدیہ کو ایک مشین بنا دیا ہے، جو قانون کی پابندی کرتی ہے اور کرے گی۔ لیکن مشین اپنا راستہ چھوڑ کر آقا کی خدمت نہیں کر سکتی۔ ایک پانچ روپیہ کا نوکر اپنا رستہ چھوڑ کر بھی دیکھے گا کہ مالک کا نقصان نہ ہو، مگر دس لاکھ کی مشین اس کا کوئی خیال نہیں رکھ سکتی، بلکہ وہ اپنے رستہ پر چلی جائے گی۔ تو ان حکام نے جماعت کو ایک مشین بنا دیا ہے۔ پہلے وہ اپنا راستہ چھوڑ کر بھی اس امر کا خیال رکھتی تھی کہ حکومت برطانیہ پر کوئی حرف نہ آئے، مگر اب وہ ایسا کہاں کرے گی؟ جب تک حکومت کی طرف سے اس ہتک کا ازالہ نہ کیا جائے اور ان حالات کے ذمہ دار حکام کو سزا نہ دی جائے۔ (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل جلد ۲۳ نمبر ۳۳ مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۳۵ء)

(۱۵) ناقدری کا راز

میں نے پہلے ہی لکھا تھا کہ جس وقت سے ملک میں حکومتِ خود اختیاری کا سوال پیدا ہوا ہے حکومت ہمیشہ زبردست کا ساتھ دینے کی کوشش کرتی ہے، کیونکہ خواہ کوئی کتنا ہی دیانتدار ہو، اگر اس میں دیانتداری اور روحانیت نہیں، تو وہ قومی مفاد کے مقابلہ میں دیانتداری کی کوئی پروا نہیں کرتا۔ جس کے اخلاق کیسے ہوں، وہ جہاں بھی قومی سوال پیدا ہوگا، انہیں خیرباد کہہ دے گا۔ اس لیے میں نے پہلے بھی کئی بار کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ جوں جوں ہندوستان میں حکومتِ خود اختیاری کا سوال زور پکڑتا جائے گا، انگریز زبردست کی طرف جھکتے جائیں گے، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں زبردست کی حمایت کے بغیر ہم یہاں نہیں رہ سکتے۔

آئرلینڈ میں دیکھو تو کیا ہوا۔ جن لوگوں نے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر حکومت کا ساتھ دیا تھا، حکومت نے جب دیکھا کہ ملک میں مخالفت بڑھ گئی ہے، تو اس نے ان جانبازوں کا ساتھ چھوڑ دیا اور ایسے ایسے قوانین پاس کر دیئے جنہیں ان بہادروں نے اپنی حق تلفی سمجھا۔ وہ لوگ ان کے ہم مذہب، ہم قوم اور وفادار تھے، لیکن ان تعلقات کے ہوتے ہوئے جب زبردست کے مقابلہ میں ان کی پروا نہیں کی گئی، تو صرف وفاداروں (مثلاً قادیانیوں) کا جو نہ ان کے ہم مذہب ہیں اور نہ ہم قوم، ساتھ چھوڑ دینا کونسی اچنبھے کی بات ہے۔ (ارشاد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء)۔

(۱۶) وفاداری کا سودا

افسروں نے ثابت کرنا چاہا کہ ہم نے کانگرس کو دبا لیا ہے، باغی جماعتوں کو توڑ دیا ہے اور اب ہم تمہیں بتلاتے ہیں کہ ہمیں وفاداروں کی بھی ضرورت نہیں اور جب یہ بات دنیا کے سامنے آئے گی، تو ہر وہ شخص جس کے دماغ میں عقل ہے یہی سمجھنے پر مجبور ہوگا کہ اس حکومت کے پاس جانا خطرناک ہے۔ یہ دوست کو چھوڑتی ہے نہ دشمن کو، سب کو مارتی ہے۔ (خطبہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۲ نمبر ۵۴ مورخہ یکم نومبر ۱۹۳۴ء)۔

میں اس امر کے آثار دیکھتا ہوں کہ حکومت کو جلد وفادار جماعتوں کی امداد کی پھر ضرورت پیش آئے گی۔ میں یہ کسی الہام کی بنا پر نہیں کہتا، بلکہ زمانہ کے حالات کو دیکھ کر عقل کی بنا پر کہتا ہوں۔ میں نے کانگرس کی تحریک کو خوب غور سے دیکھا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اب کانگرس ایک ایسی سکیم تیار کر رہی ہے جس سے گو بظاہر سمجھا جاتا ہے کہ وہ میدان سے ہٹ گئی، مگر

عنقریب وہ گورنمنٹ کو ایسی مشکلات میں ڈال دے گی جس کے لیے پھر اسے وفاداروں کی ضرورت محسوس ہوگی اور ہم پھر اپنے جھگڑے کو ایک طرف رکھ کر اس کی مدد کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ مگر حکومت نے ہمیں سبق دے دیا ہے کہ سودا لیے بغیر تعلق نہیں رکھنا چاہیئے۔ ہم خود بھی آیندہ حکومت سے سودا کریں گے اور دوسروں کو بھی سودا کرنے کا سبق پڑھائیں گے سوائے اس صورت کے کہ حکومت ہم پر جو ظلم ہوا ہے اسے دُور کر دے۔ تب ہمارے تعلقات پہلے کی طرح ہو جائیں گے لیکن اگر ایسا نہ ہوا، تو ہماری مدد سودا کرنے کے بعد ہوگی اور ہم اپنی خدمات کا معاوضہ طلب کریں گے۔ (خطبہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۲ نمبر ۵۸ مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۳۴ء)۔

(۱۷) قادیان تا انگلستان پُرانے قدر دان

جُوں جُوں انگلستان کے لوگ ان کارروائیوں سے اطلاع پا رہے ہیں، جو احرار اور ان کے بعض دوست حکام کی طرف سے احمدیوں کے خلاف ہو رہی ہیں، وہاں کے سنجیدہ طبقہ میں اس پر حیرت کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ ایک سابق گورنر نے حالات سُن کر کہا کہ آخر میرے زمانہ میں بھی تو احرار موجود تھے، اس وقت کیوں ان لوگوں کو یہ جرأت نہ ہوئی، میں ہمیشہ افسروں سے کہا کرتا تھا کہ خطرناک لوگ ہیں، ان کے فریب میں نہ آنا۔

اخبار آبزرور لکھتا ہے کہ ۵ جولائی کو سہ پہر کے وقت امپائر ورکرز کونسل کے ان ممبروں کے جلسہ میں، جو مغربی لندن سے تعلق رکھنے والے ہیں، میٹنگ کے ختم ہونے پر کونسل کے سیکرٹری مسٹر چارلس فلر نے کہا کہ اس قوم (یعنی قادیانی جماعت) کا صرف یہ قصور ہے کہ وہ قانون شکنی کے مخالف ہیں اور حکومت کی اطاعت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ یہ حملہ کرنے والے چند ہندو اور جماعت احرار کے لوگ ہیں، جو انتہا پسند کانگرسی ہیں۔

جلسہ کے اختتام پر بغیر کسی مخالفت کے بالاتفاق یہ ریزولیشن پاس ہوا۔ "ان مظالم کے خلاف، جو احمدیہ جماعت قادیان پر بعض ہندوؤں اور جماعت احرار کی طرف سے (جو کہ ایک پیشہ ور ایجی ٹیٹر اور سُدیش پھیلانے والوں کی جماعت ہے) ہو رہے ہیں، امپائر ورکرز کونسل کا یہ جلسہ بڑے شدومد سے احتجاج کرتا ہے۔"

اسی سلسلہ میں معلوم ہوا ہے کہ پارلیمنٹ کی ایک پارٹی کے بعض ذمہ دار افسر ایک نوٹ تیار کروا رہے ہیں، جو غور کرنے کے لیے پارٹی کے لیڈروں کے سامنے پیش ہوگا۔ اُمید کی جاتی ہے کہ حالات کا پورا مطالعہ کرنے کے بعد پارلیمنٹ کی ایک باا‌ثر پارٹی اس سوال کو خاص طور پر اپنے ہاتھ میں لے لے گی۔ (اخبار الفضل مورخہ ۳۰ جولائی ۱۹۳۵ء)۔

(۱۸) ولایت کی تحریریں

پھر چونکہ ہماری جماعت انگلستان میں بھی موجود ہے، اس لیے جب پنجاب کی خبریں انگلستان جاتی ہیں اور وہ ہمارے آدمیوں کو دیکھتے ہیں، تو وہاں کے افسر حیران ہوتے ہیں کہ یہ تو ہمارے دوست ہیں، ہم سے ملنے جُلنے والے ہیں، ہم جانتے ہیں کہ یہ گورنمنٹ کے بدخواہ نہیں، بلکہ وفادار ہیں۔ پھر پنجاب کے بعض افسروں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایک پُرامن اور اطاعت شعار جماعت کے خلاف ہوا کرتی تھیں۔ مگر ہم تجربہ سے کہہ سکتے ہیں کہ صرف دشمن اس جماعت کو بدنام کرنے کی کوشش کرتا تھا اور اب دوستوں کا یہ برتاؤ ہے۔ مقامِ حیرت ہے مؤلف)۔ (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا خطبہ مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۱ جنوری ۱۹۳۶ء)۔

(۱۹) سوال و جواب

پچھلے دنوں جب حکومت کے بعض افسروں نے ہمارے متعلق یہ کہنا شروع کیا کہ یہ حکومت کے غدار ہیں، تو ہم نے اس کے متعلق ولایت میں ان پرانے افسروں کے پاس ذکر کیا، جو ہمیں جانتے اور ہم سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اس پر پارلیمنٹ کے بعض ممبروں نے وزراء سے سوال کیے اور انہوں نے یہاں سے دریافت کرایا، تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں ہم تو انہیں بڑا وفادار سمجھتے ہیں (غداری اور وفاداری کے نشیب و فراز قابلِ عبرت ہیں۔ مؤلف)۔ (اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۷ اپریل ۱۹۳۸ء)۔

(۲۰) سلطنتِ برطانیہ کا زوال

حضرت مرزا صاحب نے وہ کام تو کر دیا ہے، جو آنے والے مسیح کے لیے مقرر تھا۔ اب آنے والے کے لیے کوئی اور کام باقی نہیں اور اس لیے کسی اور کے آنے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہی۔ یہ بات بالکل عقل کے خلاف ہے کہ کسی کے لیے خدا تعالیٰ نے کوئی کام مقرر کیا ہو اور اسے دوسرا آ کر کر جائے۔ عیسائیت میں بھی تنزل کے آثار شروع ہو چکے ہیں اور عیسائیوں کا غلبہ مٹ رہا ہے۔ آج سے پچاس سال قبل کسی کو یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ انگریز ہندوستان کو حقوق دے دیں گے۔ لیکن اب وہ آہستہ آہستہ دے رہے ہیں۔ پھر ان کی تجارتی طاقت ٹوٹ رہی ہے۔ کوئی زمانہ تھا کہ انگریز کہتے تھے ہم یورپ کی دو بڑی ہی طاقتوں سے دوگنا بحری بیڑہ رکھیں گے۔ اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب نے پیشگوئی فرمائی ؎

سلطنت برطانیہ تا ہشت سال — بعد ازاں آثارِ ضعف و اختلال

اس کے کچھ عرصہ بعد جب ملکہ وکٹوریہ فوت ہوئیں تو اس سلطنت میں آثارِ ضعف شروع ہو گئے۔ ہندوستان میں جو رَو آج نظر آ رہی ہے، یہ دراصل جنگ ٹرانسوال کے زمانہ ہی میں شروع ہو گئی تھی۔ اس وقت ہندوستانیوں نے خیال کیا کہ اگر یہ تیس لاکھ انسان انگریزوں کو تنگ کر سکتے ہیں، تو ہم کیوں نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اسی وقت سے یہ کشمکش شروع ہوئی اور پھر روز بروز ضعف زیادہ ہی ہوتا چلا گیا۔ (ارشاد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل ۷، مارچ ۱۹۳۰ء)۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس مجلس میں جس میں حاجی عبد المجید صاحب نے یہ روایت بیان کی۔ میاں عبد اللہ صاحب سنوری نے بیان کیا کہ میرے خیال میں یہ الہام اس زمانہ سے بھی پرانا ہے۔ حضرت صاحب نے خود مجھے اور حافظ حامد علی کو یہ الہام سنایا تھا، اور مجھے یہ الہام اس طرح پر یاد ہے ؎

سلطنت برطانیہ تا ہفت سال — بعد ازاں باشد خلاف و اختلال

میاں عبد اللہ صاحب بیان کرتے تھے کہ دوسرا مصرع تو مجھے پتھر کی لکیر کی طرح یاد ہے کہ یہی تھا اور ہفت کا لفظ بھی یاد ہے۔ جب یہ الہام ہمیں حضرت (مرزا) صاحب نے سنایا، تو اس وقت مولوی محمد حسین بٹالوی مخالف نہیں تھا۔ شیخ حامد علی نے اسے بھی جا سنایا۔ پھر جب وہ مخالف ہوا تو اس نے حضرت صاحب کے خلاف گورنمنٹ کو بدظن کرنے کے لیے اپنے رسالہ میں شائع کیا کہ مرزا صاحب نے یہ الہام شائع کیا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس الہام کے مختلف معنی کیے گئے ہیں بعضوں نے تاریخ الہام سے میعاد شمار کی ہے۔ بعضوں نے کہا ہے، ملکہ وکٹوریہ کی وفات کے بعد سے اس کی میعاد شروع ہوتی ہے کیونکہ ملکہ کے لیے حضرت نے بہت دعائیں کی تھیں بعض اور معنی کرتے ہیں۔ میاں عبد اللہ صاحب کہتے تھے کہ میرے نزدیک آغاز صدی بیسویں سے اس کی میعاد شروع ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ کہتے تھے کہ واقعات اس کی تصدیق کرتے ہیں اور واقعات کے ظہور کے بعد ہی میں نے اس کے یہ معنے سمجھے ہیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میرے نزدیک یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ حضرت صاحب کی وفات سے اس کی میعاد شروع کی جاوے۔ کیونکہ حضرت صاحب نے اپنی ذات کو گورنمنٹ برطانیہ کے لیے بطور حرز کے بیان کیا ہے۔ پس حرز کی موجودگی میں میعاد کا شمار کرنا میرے خیال میں درست نہیں۔ اس طرح جنگِ عظیم کی ابتدا اور ہفت یا ہشت سالہ میعاد کا اختتام آپس میں مل جاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کے ہم لوگوں پر بڑے احسانات ہیں۔ ہمیں دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ اسے فتنوں سے محفوظ رکھے۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۹۱ مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی)۔

(۲۱) نیشنل لیگ قادیان

اس زمانہ میں کامیابی کا رستہ حضرت مسیح علیہ السلام کی طرح سولی پر چڑھنے کا رستہ ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم میں سے جو لوگ دعوے کرتے ہیں کیا وہ سُولی پر چڑھنے کو تیار بھی ہو سکتے ہیں؟ قید وبند کے مصائب جھیل سکتے ہیں؟ ماریں اور جوتیاں کھا سکتے ہیں؟ گالیاں سُن سکتے ہیں؟ لٹھ کھانے کے لیے تیار ہیں؟ یا اور کسی رنگ کے مصائب جو ان کے لیے مقدر ہیں، اٹھانے کو تیار ہیں؟ اگر تیار ہیں تو ان کے لیے کامیابی بھی یقینی ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کسی اور جماعت کو کھڑا کر دے گا۔ تم میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ وہ اپنے وطن اور اپنی جان مال کی قربانی کے لیے ہر وقت تیار رہے، کیونکہ یہی وہ چیز ہے، جس سے وہ اللہ تعالیٰ کامیابی کا رستہ کھولتا ہے اور اگر جماعت ان چیزوں کے لیے تیار نہیں، تو وہ کبھی بھی کامیابی کا مُنہ نہیں دیکھ سکتی۔ خواہ لاکھ ریزولیوشن پاس کرتی رہے۔ ریزولیوشن سے نہ خدا خوش ہو سکتا ہے اور نہ اس کے بندے اور نہ کوئی معقول انسان انہیں مفید سمجھ سکتا ہے۔ اسی لیے میں نے توجہ دلائی تھی کہ دھواں دھار تقریروں کے بجائے اپنے آپ کو منظم کریں۔ میں نے ایک رستہ بتایا تھا، اور وہ نیشنل لیگ کا رستہ ہے۔ جن لوگوں کو قانونی لحاظ سے نیشنل لیگ میں شامل ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں، وہ اپنے نام لکھوا دیں۔ اس کے بعد اپنے اپنے ہاں سیاسی انجمنیں اور مرکزی جماعت سے ان کا الحاق کریں اور اس کے بعد جو میں پہلے بیان کر چکا ہوں، اُن پر عمل کریں۔ (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیاں کی تقریر مندرجہ اخبار الفضل قادیاں ۱۶ اگست ۱۹۳۵ء)۔

(۲۲) کابلی کارنامہ

گورنمنٹ بھی اچھی طرح جانتی ہے کہ ہم بزدل نہیں ہیں۔ اسے خوب معلوم ہے کہ کس طرح ہمارے آدمیوں نے کابل میں جانیں دی ہیں۔ کیا ان واقعات کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ ہم موت سے ڈرتے ہیں (سچ ہے، ڈرتے تو ایسے کام کیوں کرتے۔ للمؤلف) ایک یورپین کی کتاب میں لکھا ہے، جو اس زمانہ میں وہاں (افغانستان میں) اٹلی کا انجنیئر تھا کہ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کو صرف اس لیے سنگسار کیا گیا تھا کہ وہ جہاد کے مخالف ہیں اور اس طرح گویا انگریزی حکومت کو طاقت پہنچاتے ہیں۔ پس قوم کے افراد انگریزوں کے لیے جانیں دے سکتے ہیں، کیا وہ دین کے خاطر نہیں دے سکتے (سخن دریں است۔ للمؤلف)۔ (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیاں کی تقریر مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۳۵ء)۔

ہمارے آدمی کابل میں مارے گئے، محض اس لیے کہ وہ جہاد کرنے کے مخالف تھے۔ اٹلی کے ایک انجنیئر نے جو حکومتِ افغانستان کا ملازم تھا، صاف لکھا ہے کہ امیر حبیب اللہ خاں نے صاحبزادہ سید عبداللطیف کو اس لیے مروا دیا کہ وہ جہاد کے خلاف تعلیم دے کر مسلمانوں کے شیرازہ کو بکھیر رہا تھا۔ پس ہم نے اپنی جانیں اس لیے قربان کیں کہ انگریزوں کی جانیں بچیں۔ مگر آج بعض حکام سے ہمیں یہ بدلہ ملا ہے کہ ہم سے باغی اور شورش والا سلوک روا رکھا گیا۔ (خطبہ جمعہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیاں مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ یکم نومبر ۱۹۳۴ء)

جماعت احمدیہ کلکتہ نے یہ خبر نہایت دُکھ اور تکلیف سے سُنی ہے کہ دو احمدی کابل میں محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے سنگسار کر دیے گئے۔ تین اور زیر حراست ہیں، جو کہ اپنی بے رحم موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہم حضور وائسرائے سے اپیل کرتے ہیں کہ آپ افغانستان کے اس وحشیانہ فعل پر مداخلت فرمادیں۔ اسلام ہرگز ایسی خلاف انسانیت باتوں کی اجازت نہیں دیتا۔ اگر انسانی ضمیر کی آزادی کی حفاظت افغانستان میں نہ کی گئی، تو یقیناً ایسے ہی ظالمانہ اور وحشیانہ افعال کا اس کے ہمسایہ ملک ہندوستان میں بھی ہونے کا ڈر ہے۔ (اخبار الفضل قادیاں مورخہ ۵ مارچ ۱۹۲۰ء)۔

(۲۳) قدرتی بات

یہ قدرتی بات ہے کہ وعظوں، لیکچروں، کتابوں، اخباروں اور رسالوں میں چونکہ بار بار یہ ذکر آتا ہے کہ انگریز عادل و منصف ہیں اور وہ اپنی رعایا کے تمام فرقوں سے حُسنِ سلوک کرتے ہیں

اور امن قائم رکھتے ہیں، اس لیے غیر ممالک کے احمدی بھی ہمارے لٹریچر سے متاثر ہو کر کہتے ہیں کہ ہم انگریزوں کے ماتحت نہیں لیکن چونکہ ہمارا مرکز ان کی تعریف کرتا ہے اس لیے وہ بُرے نہیں، بلکہ منصف مزاج حکمران ہیں۔ اس ذریعہ سے ہزاروں آدمی امریکہ میں، ہزاروں آدمی ڈچ انڈیز میں اور ہزاروں آدمی باقی غیر ممالک میں ایسے تھے، جو گو اپنی اپنی حکومتوں کے وفادار تھے، مگر انگریزوں کے متعلق بھی کلمۃ الخیر کہا کرتے تھے۔ امریکہ جیسے کسی وقت جرمن ایجنٹوں نے انگریزی گورنمنٹ کے خلاف کرنے کے لیے اپنی تمام کوششیں صرف کر دی تھیں، وہاں احمدی ہی تھے، جو اپنی جماعت کا لٹریچر پڑھنے سے جس میں انگریزوں کی تعریف ہوتی، آپ ہی آپ ان خیالات کا ازالہ کرتے تھے۔ (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۴ اگست ۱۹۳۵ء)۔

(۲۴) ایجنٹ

ایسی حالت میں جب لوگوں پر یہ اثر تھا کہ احمدی انگریزی قوم کے ایجنٹ ہیں، تو تعلیم یافتہ طبقہ کی اکثریت ہماری باتیں سُننے کے لیے تیار نہ تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ گو یہ مذہب کے نام سے تبلیغ کرتے ہیں، مگر در اصل انگریزوں کے ایجنٹ ہیں۔ (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیاں کا خطبہ مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۳۵ء)۔

دنیا ہمیں انگریزوں کا ایجنٹ سمجھتی ہے۔ چنانچہ جب جرمنی میں احمدیہ عمارت کے افتتاح کی تقریب میں ایک جرمن وزیر نے شمولیت کی، تو حکومت نے اس سے جواب طلب کیا کہ کیوں تم ایسی جماعت کی کسی تقریب میں شامل ہوئے، جو انگریزوں کی ایجنٹ ہے۔ لیکن دوسری طرف حکومت ہم سے یہ سلوک کرتی ہے کہ کہتی ہے تم (مرزا محمود احمد) سول نافرمانی کرنے والے ہو اور جب یہ واقعات کسی عقلمند کے سامنے پیش ہوں گے، تو وہ تسلیم کرے گا کہ حکومت کا یہ رویہ صحیح نہیں۔ (خطبہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیاں مندرجہ اخبار الفضل مورخہ یکم نومبر ۱۹۳۴ء)۔

(۲۵) پنڈت جواہرلال نہرو

پھر یہ خیال کہ جماعت احمدیہ انگریزوں کی ایجنٹ ہے، لوگوں کے دلوں میں اس قدر راسخ تھا کہ بعض بڑے بڑے سیاسی لیڈروں نے مجھ سے سوال کیا کہ ہم علیحدگی میں آپ سے پوچھتے ہیں کیا یہ صحیح ہے کہ آپ کا انگریزی حکومت سے اس قسم کا تعلق ہے؟

ڈاکٹر سید محمود جو اس وقت کانگرس کے سیکرٹری ہیں، ایک دفعہ قادیان آئے اور انہوں نے بتایا کہ پنڈت جواہرلال صاحب نہرو جب یورپ کے سفر سے واپس آئے تو انہوں نے سٹیشن پر اُتر کر جو باتیں سب سے پہلے کیں، ان میں سے ایک یہ بھی کہ مَیں نے اس سفر یورپ میں یہ سبق حاصل کیا ہے کہ اگر انگریزی حکومت کو ہم کمزور کرنا چاہتے ہیں، تو ضروری ہے کہ اس سے پہلے جماعت احمدیہ کو کمزور کیا جائے، جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر شخص کا یہ خیال تھا کہ احمدی جماعت انگریزوں کی نمائندہ اور ان کی ایجنٹ ہے۔ (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۱۶ اگست ۱۹۳۵ء)۔

(۲۶) انقلاب

موجودہ زمانہ کو انقلاب کا دور کہا جاتا ہے۔ سُورج ہر روز ایک نئے انقلاب کی خبر لے کر طلوع ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود بعض انقلابات ایسے ہوتے ہیں جو دنیا کو محوِ حیرت کر دیتے ہیں۔ گزشتہ ماہ لاہور میں پنڈت جواہرلال نہرو کا قادیانی استقبال اسی قسم کا حیرت انگیز واقعہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲۹ مئی کو جب پنڈت جواہرلال نہرو صدر کانگرس لاہور تشریف لائے، تو قادیانی جماعت کی طرف سے ان کا شاندار استقبال ہوا۔ الفضل میں اس کی تفصیل بصد فخر نمایاں طریق پر "فخرِ وطن پنڈت جواہرلال نہرو کا لاہور میں شاندار استقبال" کے عنوان سے شائع کی گئی۔ (لاہوری جماعت کا اخبار پیغام صلح مورخہ ۲۳ جون ۱۹۳۶ء)۔

(۲۷) قادیانی بے وقعتی

معزز معاصر پارس (۲۷ ستمبر ۱۹۴۱ء لاہور) ڈلہوزی کے اس واقعہ کے متعلق جس میں مسلح پولیس نے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی کوٹھی پر کئی گھنٹے تک قبضہ کیے رکھا، لکھتا ہے:

"مرزا البشیر الدین محمود احمد صاحب (امیر جماعت احمدیہ) تبدیل آب و ہوا کے لیے ڈلہوزی میں تشریف فرما تھے کہ پچھلے دنوں ان کے ساتھ ایک حد درجہ رنجدہ اور افسوس ناک واقعہ پیش آیا۔ مرزا صاحب موصوف نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ ستمبر ۱۹۴۱ء میں واقعہ مذکور کی جو تفصیل بیان کی ہے اس کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ڈلہوزی کی پولیس نے انتہائی غیر ذمہ داری کا ثبوت دیتے ہوئے تقریباً سات گھنٹے تک خلیفہ صاحب کے بنگلہ کا نہ صرف خلاف قانون محاصرہ کیے رکھا، بلکہ چند سپاہی ان کے مکان کے اندر داخل ہو کر ڈرائینگ روم اور برآمدے میں ڈیرہ ڈالے پڑے رہے۔ حتیٰ کہ مرزا صاحب کے بیان کے مطابق ایک سپاہی نے زنانہ کمرہ میں گھسنے کی کوشش کی لیکن پولیس کے اشتعال انگیز رویّہ کے باوجود مرزا صاحب کے ذاتی اثر کی بدولت کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔

ایک مذہبی پیشوا کی حیثیت سے مرزا البشیر الدین محمود احمد صاحب کو ملک میں جو قابل رشک پوزیشن حاصل ہے اس سے ہر شخص واقف ہے۔ جماعت احمدیہ کے ہر فرد کے لیے ان کا لفظ حکم کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ ایک ایسی جماعت کے امیر ہیں جس کے بانی نے (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) بادشاہ وقت کی اطاعت کو ایک اصول کا درجہ دیا۔ حکومت برطانیہ کی وفاداری اور اس سے دوستی کو جماعت مذکور نے اپنا فرض قرار دیا جس کے لیے اسے اپنے ہم وطنوں کے طعن و تشنیع برداشت کرنے پڑے۔ (ایں ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر۔ للمؤلف)۔

گزشتہ اور موجودہ جنگ میں مرزا صاحب اور ان کے پیروکاروں نے حکومت کی مالی اور بھرتی کے سلسلے میں جو مدد کی، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں لیکن ان کے ساتھ حکومت کے کارندوں کی طرف سے جو نامناسب سلوک روا رکھا گیا ہے، وہ اس قابل نہیں کہ جسے آسانی سے نظر انداز کیا جا سکے۔ (نیاز مند جو ممنون احسان ہوں، ان کو شکوہ شکایت کا حق کم رہتا ہے۔ للمؤلف)

مضمون مندرجہ اخبار الفضل قادیان نمبر ۲۲۴، جلد ۲۹ مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۴۱ء)۔

۱۔ نیا فرقہ

چونکہ مسلمانوں کا ایک فرقہ جس کا پیشوا اور امام اور پیر یہ راقم ہے۔ پنجاب اور ہندوستان کے اکثر میں زور سے پھیلتا جاتا ہے اور بڑے بڑے تعلیم یافتہ مہذب اور معزز عہدہ دار اور نیک نام رئیس اور تاجر پنجاب ہندوستان کے اس فرقہ میں داخل ہوتے جاتے ہیں اور عموماً پنجاب کے شریف مسلمانوں کے نو تعلیم یافتہ جیسے بی اے اور ایم اے اس فرقہ میں داخل ہیں اور داخل ہو رہے اور یہ گروہ کثیر ہو گیا ہے، اس لیے میں نے قرین مصلحت سمجھا کہ اس فرقہ جدید اور نیز اپنے تمام حالات سے، جو اس فرقہ کے پیشوا ہوں حضور لفٹنٹ گورنر بہادر کو آگاہ کروں۔ (ص ۷)

میں زور سے کہتا ہوں اور دعوے سے گورنمنٹ کی خدمت میں اعلان دیتا ہوں کہ باعتبار مذہبی اصول کے مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے گورنمنٹ کا اوّل درجہ کا وفادار اور جان نثار یہی نیا فرقہ ہے، جن کے اصولوں میں سے کوئی اصول گورنمنٹ کے لیے خطرناک نہیں (ص ۱۳)

میں گورنمنٹ عالیہ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ فرقہ جدید جو برٹش انڈیا کے اکثر مقامات میں پھیل گیا ہے، جس کا میں پیشوا اور امام ہوں گورنمنٹ کے لیے ہرگز خطرناک نہیں ہے اور اس کے اصول ایسے پاک اور صاف اور امن بخش اور صلح کاری کے ہیں کہ تمام اسلام کے موجودہ فرقوں میں اس کی نظیر گورنمنٹ کو نہیں ملے گی۔ میرے اصولوں اور اعتقادوں اور ہدایتوں میں کوئی امر جنگ جوئی اور فساد کا نہیں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔

(ص ۱۶، ۱۷)

چوتھی گزارش یہ ہے کہ جس قدر لوگ میری جماعت میں داخل ہیں اکثر ان میں سے سرکار انگریزی کے معزز عہدوں پر ممتاز اور یا اس ملک کے نیک نام رئیس اور ان کے خدام اور احباب اور یا تاجر اور یا وکلاء اور یا نو تعلیم یافتہ انگریزی خواں اور یا ایسے نیک نام علماء اور فضلاء اور دیگر شرفاء ہیں جو کسی وقت سرکار انگریزی کی نوکری کر چکے ہیں یا اب نوکری پر ہیں یا اب ان کے رشتہ دار اور دوست ہیں، جو اپنے بزرگ مخدوموں سے اثر پذیر ہیں اور یا سجادہ نشینان غریب طبع)

غرض یہ ایک ایسی جماعت ہے، جو سرکار انگریزی کی نمک پروردہ اور نیک نامی حاصل کردہ اور مورد مراحم گورنمنٹ ہیں اور یا وہ لوگ جو میرے اقارب یا خدام میں سے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد علماء کی ہے۔ جنہوں نے میری اتباع میں اپنے وعظوں سے ہزاروں دلوں میں گورنمنٹ کے احسانات جما دیئے ہیں، اور میں مناسب دیکھتا ہوں کہ ان میں سے اپنے مریدوں کے نام بطور نمونہ آپ کے ملاحظہ کے ذیل میں لکھ دوں ص ۱۸ ۔ (درخواست بحضور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر دام اقبالہ منجانب خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان مؤرخہ ۲۴ فروری ۹۸ء ؛ مورخہ تبلیغ رسالت جلد ہفتم مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی)

۲۔ خود کاشتہ پودہ | میرا اس درخواست سے جو حضور کی خدمت میں مع اسماء مریدین روانہ کرتا ہوں مدعا یہ ہے کہ اگرچہ میں ان خدمات خاصہ کے لحاظ سے جو میں نے اور میرے بزرگوں نے محض صدق دل اور اخلاق اور جوش وفاداری سے سرکار انگریزی کی خوشنودی کے لیے کی ہے۔ عنایت خاص کا مستحق ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار ایمان نثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چیٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے۔ لہٰذا ہمارا حق ہے کہ ہم خدمات گذشتہ کے لحاظ سے سرکار دولت مدار کی عنایات اور خصوصیت توجہ کی درخواست کریں تاکہ ہر ایک شخص بے وجہ ہماری آبروریزی کے لیے دلیری نہ کر سکے۔

اب کسی قدر اپنی جماعت کے نام ذیل میں لکھتا ہوں۔

(۱) خان صاحب نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ جن کے خاندان کی حکومت گورنمنٹ عالیہ کو معلوم ہیں وغیرہ اس فہرست میں ۳۱۶ مریدوں کے نام درج ہیں (ملخصاً) (درخواست بحضور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر دام اقبالہ منجانب خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ہفتم مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی)

۳۔ یاد رہے | یاد رہے کہ مسلمانوں کے فرقوں میں سے یہ فرقہ جس کا خدا نے مجھے امام اور پیشوا اور رہبر مقرر فرمایا ہے، ایک بڑا امتیازی نشان اپنے ساتھ رکھتا ہے اور وہ یہ کہ اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں اور نہ اس کی انتظار ہے بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو ہرگز جائز نہیں سمجھتا۔ (مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت جلد نہم ص ۸۲ ، مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی)

اس جہاد کے برخلاف نہایت سرگرمی سے میرے پیرو فاضل مولویوں نے ہزاروں آدمیوں میں تعلیم کی ہے

باعث کر رہے ہیں، جس کا بہت بڑا اثر ہوا ہے۔ (درخواست بحضور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر دام اقبالہ منجانب خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ہفتم حاشیہ ص ۱۸ مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی)

میں نے صدہا کتابیں جہاد کے مخالف تحریر کر کے عرب اور مصر اور بلاد شام اور افغانستان میں گورنمنٹ کی تائید شائع کی ہیں۔ کیا آپ نے بھی ان ملکوں میں کوئی ایسی کتاب شائع کی باوجود اس کے میری یہ خواہش نہیں کہ اس خدمت گزاری کی گورنمنٹ کو اطلاع کروں یا اس سے کچھ صلہ مانگوں، جو انصاف کی رو سے اعتقاد تھا وہ ظاہر کر دیا۔ (مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت جلد چہارم حاشیہ ۱۹۴ مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی)

۴۔ یہ تو سوچو

میں اس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا جیسا کہ نادان لوگ خیال کرتے ہیں نہ اس سے کوئی صلہ چاہتا ہوں بلکہ میں ایمان اور انصاف کی رو سے اپنا فرض دیکھتا ہوں کہ اس گورنمنٹ کی شکر گزاری کروں اور اپنی جماعت کو اطاعت کے لیے نصیحت کرتا ہوں۔ سو یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ ایسا شخص میری جماعت میں نہیں رہ سکتا، جو اس گورنمنٹ کے ذریعے سے ہم ظالموں کے پنجے سے بچائے جاتے ہیں اور اس کے زیر سایہ ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے۔ اس کے احسان کے ہم شکر گزار نہ ہوں۔۔۔۔ یہ تو سوچو کہ اگر تم اس گورنمنٹ کے سایہ سے باہر نکل جاؤ تو پھر تمہارا ٹھکانہ کہاں ہے، ایسی سلطنت کا بھلا نام تو لو، جو تمہیں اپنی پناہ میں لے لے گی۔ ہر ایک اسلامی سلطنت تمہارے قتل کرنے کے لیے دانت پیس رہی ہے، کیونکہ ان کی نگاہ میں تم کافر اور مرتد ٹھہر چکے ہو۔ سو تم اس خداداد نعمت کی قدر کرو اور تم یقیناً سمجھ لو کہ خدا تعالیٰ نے سلطنت انگریزی تمہاری بھلائی کے لیے ہی اس ملک میں قائم کی ہے اور اگر اس سلطنت پر کوئی آفت آئے تو وہ آفت بھی تمہیں نابود کر دے گی۔ یہ مسلمان لوگ، جو اس فرقہ احمدیہ کے مخالف ہیں، تم ان کے علماء کے فتوے سن چکے ہو۔ یعنی یہ کہ تم ان کے نزدیک واجب القتل ہو۔۔۔ اور ان کی آنکھ میں ایک کتا بھی رحم کے لائق ہے، مگر تم نہیں تمام پنجاب اور ہندوستان کے فتوے بلکہ تمام ممالک اسلامیہ کے فتوے تمہاری نسبت یہ ہیں کہ تم واجب القتل ہو۔۔۔ سو یہی انگریز ہیں۔ جن کو لوگ کافر کہتے ہیں، جو تمہیں ان خونخوار دشمنوں سے بچاتے ہیں اور ان کی تلوار کی خوف سے تم قتل کیے جانے سے بچے ہوئے ہو ذرا کسی اور سلطنت کے زیر سایہ رہ کر دیکھ لو کہ تم سے کیا سلوک کیا جاتا ہے سنو انگریزی سلطنت تمہارے لیے ایک رحمت ہے، تمہارے لیے ایک برکت ہے اور خدا کی طرف سے تمہاری وہ سپر ہے، پس تم دل و جان سے اس سپر کی قدر کرو اور ہمارے مخالف، جو مسلمان ہیں۔ ہزار ہا درجہ ان سے انگریز بہتر ہیں، کیونکہ وہ ہمیں واجب القتل نہیں سمجھتے وہ تمہیں بے عزت کرنا نہیں چاہتے (اپنی جماعت کے لیے ضروری نصیحت اشتہار منجانب مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دہم ص ۱۲۳ مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی)

۵۔ زمانہ کی نزاکت

اس کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے اس ارشاد پر بھی خاص طور پر دھیان دیا جائے جو حضور نے زمانہ کی نزاکت اور حالات کی رو کو دیکھتے ہوئے مجلس مشاورت پر فرمایا تھا یعنی یہ کہ "جو احباب بندوق کا لائسنس حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ لائسنس حاصل کریں اور جہاں جہاں تلوار رکھنے کی اجازت ہے وہ تلوار رکھیں۔ لیکن جہاں اس کی اجازت نہ ہو وہاں لاٹھی ضرور رکھی جائے اور پھر جہاں تک ممکن ہو ان ہتھیاروں کا بھی سیکھنا چاہیے اور اس کے علاوہ دیگر فنونِ جنگ بھی جو قانوناً ممنوع نہ ہوں۔ پوری توجہ اور دلی انہماک سے سیکھنے چاہئیں۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۱۸ نمبر ۱ مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۳۰ء)

(ب) ہندوستان

۶۔ خیرخواہی

چونکہ قرین مصلحت ہے کہ سرکار انگریزی کی خیرخواہی کے لیے نافہم مسلمانوں کے نام بھی نقشہ جات میں درج کیے جائیں جو درپردہ اپنے دلوں میں برٹش انڈیا کو دارالحرب قرار دیتے ہیں ..... لہذا یہ نقشہ اسی غرض کے لیے تجویز کیا گیا تاکہ اس میں ان ناحق شناس لوگوں کے نام محفوظ رہیں جو ایسی باغیانہ سرشت کے آدمی ہیں، اگرچہ گورنمنٹ کی خوش قسمتی سے برٹش انڈیا میں مسلمانوں میں ایسے لوگ معلوم ہو سکتے ہیں، جن کے نہایت مخفی ارادے گورنمنٹ کے خلاف ہیں۔ اس لیے ہم نے اپنے محسن گورنمنٹ کی پولیٹیکل خیرخواہی کی نیت سے اس مبارک تقریب پر یہ چاہا کہ جہاں تک ممکن ہو ان شریر لوگوں کے نام ضبط کیے جائیں۔ جو اپنے عقیدہ سے اپنی مفسدانہ حالتیں ثابت کرتے ہیں ..... لیکن ہم گورنمنٹ میں بادب اطلاع کرتے ہیں کہ ایسے نقشے ایک پولیٹیکل راز کی طرح اس وقت تک ہمارے پاس محفوظ رہیں گے، جب تک گورنمنٹ ہم سے طلب کرے اور ہم اُمید رکھتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ حکیم مزاج بھی ان نقشوں کو ایک ملکی راز کی طرح اپنے کسی دفتر میں محفوظ رکھے گی ... ایسے لوگوں کے نام معہ پتہ یہ ہیں (مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کی تحریک بعنوان قابل توجہ گورنمنٹ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد پنجم ص۱۱ مولفہ میر قاسم علی صاحب)

۷۔ شکایت و عنایت

اب میں اس گورنمنٹ محسنہ کے زیر سایہ ہر طرح سے ہوں صرف ایک رنج اور درد و غم ہر وقت مجھے لاحق حال ہے، جس کا استغاثہ پیش کرنے کے لیے اپنی محسن گورنمنٹ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ملک کے مولوی مسلمان اور ان کی جماعتوں کے لوگ حد سے زیادہ مجھے ستاتے اور دکھ دیتے ہیں میرے قتل کے لیے ان لوگوں نے فتوے دیتے ہیں۔ مجھے کافر اور بے ایمان ٹھہرایا ہے اور بعض ان میں سے حیا اور شرم کو ترک کر کے اس قسم کے اشتہار میرے مقابل پر شائع کرتے ہیں کہ یہ شخص اس وجہ سے بھی کافر ہے کہ اس نے سلطنت انگریزی کو سلطنت روم پر ترجیح دی ہے اور ہمیشہ سلطنت انگریزی کی تعریف کرتا ہے۔ (حضور گورنمنٹ عالیہ میں (مرزا صاحب کی) ایک عاجزانہ درخواست" مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ہشتم ص ۵۲)

۸۔ مسلمان اور قادیانی صاحبان

آج سے چھ سال پہلے مسلمانوں میں سے وہ طبقہ جو علماء کے قبضہ میں تھا گو وہ عملاً امن پسند تھا اور گورنمنٹ کے راستہ میں کسی قسم کی رکاوٹیں نہ ڈالتا تھا، مگر علماء کی تعلیم کے ماتحت وہ اس امر کو بالکل پسند نہیں کرتا تھا کہ کوئی شخص عقیدۃً اس امر کو تسلیم کرے کہ کسی غیر مذہب کی حکومت کے نیچے مسلمان اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ رہ سکتے ہیں اور یہ جماعت (قادیانی) نہ صرف عملاً ہر قسم کے فساد کے طریقوں سے دور رہتی ہے۔ بلکہ عقیدۃً بھی حکومت وقت کی فرمانبرداری کو ضروری جانتی ہے اور دوسروں کو بھی یہی تعلیم دیتی ہے۔ (تحفہ شہزادہ ویلز صفحہ مصنفہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیانی جو ۲۷، فروری ۱۹۲۲ء کو شہزادہ پرنس آف ویلز کی خدمت میں خلیفہ صاحب نے بمقام لاہور پیش کیا۔

۹۔ جذبات محبت

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی امن پسند تعلیم اور احمدیوں کا عملاً برطانیہ کے ساتھ اظہار خلوص اور وفاداری کرنا بعض حکام کے دلوں میں جذبات محبت پیدا کر رہا ہے اور یہ حالت ہندوستان تک ہی محدود نہیں، بلکہ ہندوستان کے باہر بھی یہی حالت ہے، چنانچہ ایک دوست لکھتے

ہیں کہ ایک شخص جو کچھ مدت ایک احمدی کے پاس رہتا تھا۔ ملازمت کے لیے ایک برطانوی افسر کے پاس گیا جب افسر مذکور نے درخواست کنندہ کے حالات دریافت کیے اور پوچھا کہ کہاں رہتے ہو تو اُس نے جواب دیا کہ فلاں احمدی کے پاس اس پر ذیل کا مکالمہ ہوا۔

افسر۔ کیا تم بھی احمدی ہو۔

امیدوار۔ نہیں صاحب۔

افسر۔ افسوس تو اتنی دیر احمدی کے پاس رہا مگر سچائی کو اختیار نہیں کیا۔ جاؤ پہلے احمدی بنو پھر فلاں تاریخ کو آنا
ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ بعض حکام احمدیوں کو دیانت اور جذبات وفاداری کا احساس کرتے ہیں۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۶ نمبر ۹۲ - ۹۳ مورخہ ۳ - ۷ جون ۱۹۱۹ء)

۱۰۔ تازہ ترمثال تازہ ترمثال جس نے احمدی جماعت کو برٹش گورنمنٹ کے اور بھی قریب کر دیا ہے۔ وہ احمدیان مالابار کی مصیبت میں اس کا مدد کرنا ہے۔ ہم مختلف موقعوں پر احمدیان مالابار کی تکالیف سے جماعت کو آگاہ کر چکے ہیں اور اس بات کی بھی اطلاع دے چلے ہیں کہ گورنمنٹ برطانیہ کے مقامی حکام نے فوراً احمدیوں کی تکلیف دُور کرنے کی طرف توجہ کی اور ایک زمین بقرہ اور مسجد کے لیے دے دی ہے اس کے بعد جو تازہ حالات ہمیں معلوم ہوئے ہیں۔ ان سے پتہ لگتا ہے کہ میونسپل کمیٹی کے ایک خاص جلسہ میں ڈویژنل مجسٹریٹ نے احمدیوں کے سپرد وہ جگہ کر دی اور یہ بھی فرمایا "گو یہ جگہ شہر سے کسی قدر دُور ہے۔ لیکن اس وقت اسی کا انتظام ہو سکتا ہے اور آئندہ پھر توجہ کی جائے گی اور چیئرمین کمیٹی نے احمدیوں سے کہا کہ جب تم لوگوں کی زیادہ تعداد ہو جائے گی۔ تو پھر اس کے ساتھ کی زمین بھی احمدیوں کو دے دی جائے گی تاکہ اپنی مسجد کو وسیع تر کر لیں۔

یہ جو کچھ سلوک احمدیان مالابار سے گورنمنٹ برطانیہ نے کیا اس کا شکریہ ہمارے الفاظ ادا نہیں کر سکتے ہمارے دل اس کا شکریہ دعاؤں کے ذریعے سے کرتے ہیں اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ جس کے محتاج امیر و غریب سب ہیں۔ اس محسن گورنمنٹ کو ان احسانات کا بدلہ اپنے وسیع خزانہ سے دے اور اس کی شان و شوکت کو بڑھائے۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۳ نمبر ۵۱ مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۵ء)

(ج) اسلامی ممالک

۱۱۔ سترہ برس پھر میں اپنے والد اور بھائی کی وفات کے بعد ایک گوشہ نشین آدمی تھا۔ تاہم سترہ برس سے سرکار انگریزی کی امداد اور تائید میں اپنی قلم سے کام لیتا ہوں اس سترہ برس کی مدت میں جس قدر میں نے کتابیں تالیف کیں ان سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لیے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت مؤثر تقریریں لکھیں اور پھر میں نے قرین مصلحت سمجھ کر اسی امر ممانعت جہاد کو عام ملکوں میں پھیلانے کے لیے عربی اور فارسی میں کتابیں تالیف کیں جن کی چھپوائی اور اشاعت پر ہزارہا روپیہ خرچ ہوا اور وہ تمام کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم اور مصر اور بغداد اور افغانستان میں شائع کی گئیں میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت ان کا اثر ہوگا۔

یہ سلسلہ ایک دو دن کا نہیں، بلکہ برابر سترہ سال کا ہے اور اپنی کتابوں اور رسالوں کے جن مقامات میں میں نے یہ تحریریں لکھی ہیں۔ ان کتابوں کے نام مع ان کے نمبر صفحوں کے یہ ہیں، جن میں سرکار انگریزی کی خیر خواہی اور اطاعت کا

ذکر ہے (اس کے ذیل میں مرزا صاحب نے اپنی (۲۴) کتابوں اور رسالوں کی فہرست درج کی ہے) للمؤلف۔
اشتہار واجب الاظہار جو خاص اس غرض سے شائع کیا جاتا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ قیصر ہند توجہ ہے اس کو ملاحظہ فرمائیے۔ "منجانب مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ششم ص ۱۹۰ مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی)

۱۲۔ مخفی سبب

گورنمنٹ تحقیق کرے کہ کیا یہ سچ نہیں کہ ہزارہا مسلمانوں نے جو مجھے کافر قرار دیا اور مجھے اور میری جماعت کو جو ایک گروہ کثیر پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہے، ہر ایک طور کی بد گوئی اور بد اندیشی سے ایذا دینا اپنا فرض سمجھا اس تکفیر اور ایذا کا ایک مخفی سبب یہ ہے کہ ان نادان مسلمانوں کے پوشیدہ خیالات کے برخلاف دل و جان سے گورنمنٹ انگلشیہ کی شکرگزاری کے لیے ہزارہا اشتہار شائع کیے گیے اور ایسی کتابیں بلاد عرب و شام وغیرہ تک پہنچائی گئیں یہ باتیں بے ثبوت نہیں، اگر گورنمنٹ توجہ فرمائے تو نہایت بدیہی ثبوت میرے پاس ہیں۔ (درخواست بحضور نواب لفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ منجانب خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ہفتم ص ۱۴ مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی)

۱۳۔ حکمت و مصلحت

خدا تعالیٰ کی حکمت و مصلحت ہے کہ اس نے اس گورنمنٹ کو اس بات کے لیے چن لیا تاکہ یہ فرقہ احمدیہ اس کے زیر سایہ ہو کر ظالموں کے خونخوار حملوں سے اپنے تئیں بچاوے اور ترقی کرے۔ کیا تم کیا خیال کر سکتے ہو کہ تم سلطان روم کی عمل داری میں رہ کر یا مکہ اور مدینہ ہی میں اپنا گھر بنا کر شریر لوگوں کے حملوں سے بچ سکتے ہو نہیں۔ ہرگز نہیں! بلکہ ایک ہفتہ ہی میں تم تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے کیے جاؤ تم سن چکے ہو کہ کس طرح صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف جو ریاست کابل کے معزز اور بزرگوار اور نامور رئیس تھے۔ جن کے مرید پچاس ہزار کے قریب تھے۔ وہ جب میری جماعت میں داخل ہوئے تو محض اس تصور سے کہ میری تعلیم کے موافق جہاد کے مخالف ہو گئے تھے۔ امیر حبیب اللہ خاں نے نہایت بے رحمی سے ان کو سنگسار کرا دیا پس کیا تمہیں کچھ توقع ہے کہ تمہیں اسلامی سلطنتوں کے ماتحت کوئی خوشحالی میسر آئے گی، بلکہ تم تمام اسلامی سلطنت مخالف علماء کے فتوؤں کی رو سے واجب القتل ٹھہر چکے ہو۔ (مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کا اعلان اپنی جماعت کے نام مورخہ ۷ مئی ۱۹۰۷ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دہم ص ۱۲۳ مؤلفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی)

۱۴۔ قادیانی قاصد

چونکہ میں نے دیکھا کہ بلاد اسلامی روم و مصر وغیرہ کے لوگ ہمارے واقعات سے مفصل طور پر آگاہ نہیں ہیں اور جس قدر ہم نے اس گورنمنٹ سے آرام پایا اور اس کے عدل و رحم سے فائدہ اٹھایا وہ اس سے بے خبر ہیں۔ (ورنہ غالباً وہ بھی اس کے خواہشمند ہوتے للمؤلف) اس لیے میں نے عربی اور فارسی میں بعض رسائل تالیف کر کے بلاد شام و روم اور مصر اور بخارا وغیرہ کی طرف روانہ کیے اور ان میں اس گورنمنٹ کے تمام اوصاف حمیدہ درج کیے اور بخوبی ظاہر کر دیا کہ اس محسن گورنمنٹ کے ساتھ جہاد قطعاً حرام ہے اور ہزار ہا روپیہ خرچ کر کے وہ کتابیں مفت تقسیم کیں اور بعض شریف عربوں کو وہ کتابیں دے کر بلاد شام و روم کی طرف روانہ کیا اور بعض عربوں کو مکہ اور مدینہ کی طرف بھیجا اور بعض بلاد فارس کی طرف بھیجے گئے اور اسی طرح مصر میں بھی کتابیں بھیجیں اور یہ ہزار ہا روپیہ کا خرچ تھا جو محض نیک نیتی سے کیا گیا (نیک نیتی تو صاف ظاہر ہے۔ جتلانے کی کیا ضرورت ہے للمؤلف) شاید اس جگہ ایک نادان سوال کرے گا کہ اس قدر خیر خواہی غیر ممکن ہے کہ ہزار ہا روپیہ اپنی گرہ سے خرچ کر کے اس گورنمنٹ کی خوبیوں کو تمام ملکوں میں پھیلایا جائے، لیکن ایک عقلمند جانتا ہے کہ احسان ایک ایسی چیز ہے کہ جب ایک شریف اور ایماندار آدمی اس سے تمتع اٹھاتا ہے تو بالطبع اس میں عشق و محبت کے رنگ میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے کہ احسان کا معاوضہ دے۔ ہاں کمینہ آدمی اس طرف التفات نہیں کرتا، پس مجھے

طبعی جوش نے ان کارروائیوں کے لیے مجبور کیا۔ (اشتہار لائق توجہ گورنمنٹ جو جناب ملکہ معظمہ قیصر ہند اور جناب گورنر جنرل ہند اور لیفٹیننٹ گورنر پنجاب اور دیگر معزز حکام کے ملاحظہ کے لیے شائع کیا گیا منجانب خاکسار مرزا غلام احمد قادیانی مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۸۹۴ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد سوم ص ۱۹۶ مولفہ میر قاسم علی صاحب قادیانی)

۱۵۔ یہ کام کیوں کیے

سو میں نے اس مضمون کی کتابوں کو شائع کیا ہے اور تمام ملکوں اور تمام لوگوں میں ان کو شہرت دی ہے اور ان کتابوں کو میں نے دور دور کی ولایتوں میں بھیجا ہے، جن میں سے عرب اور عجم اور دوسرے ملک ہیں۔ تاکہ کج طبیعتیں ان نصیحتوں سے براہ راست آجائیں اور تاکہ وہ طبیعتیں اس گورنمنٹ کا شکر کرنے اور اس کی فرمانبرداری کے لیے صلاحیت پیدا کریں اور مفسدوں کی بلائیں کم ہو جائیں اور تاکہ وہ لوگ جانیں کہ یہ گورنمنٹ ان کی محسن ہے اور محبت سے اس کی اطاعت کریں ..... میں نے اس گورنمنٹ کا شکر کیا اور جہاں تک بن پڑا اس کی مدد کی اور اس کے احسانوں کو ملک ہند سے بلاد عرب اور روم تک شائع کیا اور لوگوں کو اٹھایا تا اس کی فرمانبرداری کریں اور جس کو شک ہو وہ میری کتاب براہین احمدیہ کی طرف رجوع کرے اور اگر وہ اس شک کے دور کرنے کے لیے کافی نہ ہو تو پھر میری کتاب تبلیغ کا مطالعہ کرے اور اگر اس سے بھی مطمئن نہ ہو تو میری کتاب حمامۃ البشریٰ کو پڑھے اور اگر پھر بھی کچھ شک رہ جائے تو پھر میری کتاب شہادۃ القرآن میں غور کرے اور اس پر حرام نہیں کہ اس رسالہ کو بھی دیکھے۔ تا کہ اس پر کھل جائے کہ میں نے کیونکر بلند آواز سے کہہ دیا ہے کہ اس گورنمنٹ سے جہاد حرام ہے اور جو لوگ ایسا خیال کرتے ہیں وہ خطا پر ہیں.......

پس اے آنکھوں والو! تم سوچو کہ میں نے یہ کام کیوں کئے اور کیوں یہ کتابیں جن میں جہاد کی سخت ممانعت لکھی ہے۔ ملک عرب اور دوسرے اسلامی ملکوں میں بھیجیں، کیا میں ان تحریروں سے ان لوگوں کے انعام کی اُمید رکھتا تھا.... سو اس کے بعد کس غرض نے مجھ کو اس کام پر آمادہ کیا کہ میرے لیے ان کتابوں کی ایسے ملکوں میں بھیجنے میں، جو حکومت انگریزی میں داخل نہیں تھے، بلکہ وہ اسلامی ملک تھے اور ان کے خیال بھی اور تھے کچھ اور فائدہ تھا... اور میرا عربی کتابوں تالیف کرنا تو انہیں عظیم الشان غرضوں کے لیے تھا اور میری کتابیں عرب کے لوگوں کو پے در پے پہنچتی رہیں، یہاں تک کہ میں نے ان میں تاثیر کے نشان پائے اور بعض عرب میرے پاس آئے اور بعضوں نے خط و کتابت کی اور بعضوں نے بدگوئی کی اور بعض صلاحیت پر آگئے اور موافق ہو گئے جیسا کہ حق کے طالبوں کا کام ہے اور میں نے ان امدادوں میں ایک زمانہ طویل صرف کیا ہے یہاں تک کہ گیارہ برس ان ہی اشاعتوں میں گزر گئے اور میں نے کچھ کوتاہی نہیں کی۔ (نور الحق حصہ اول ۲۱۔ ۲۲ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

۱۶۔ یکتا و یگانہ (ج)

پس میں یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ ان خدمات میں یکتا ہوں اور کہہ سکتا ہوں کہ میں ان تائیدات میں یگانہ ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں اس گورنمنٹ کے لیے بطور ایک تعویذ کے ہوں اور بطور ایک پناہ کے ہوں، جو آفتوں سے بچا دے اور خدا نے مجھے بشارت دی اور کہا کہ خدا ایسا نہیں کہ ان کو دکھ پہنچا دے اور تو ان میں ہو۔ پس اس گورنمنٹ کی خیر خواہی اور مدد میں کوئی دوسرا شخص میری نظیر اور مثیل نہیں اور عنقریب یہ گورنمنٹ جان لے گی، اگر مردم شناسی کا آپ میں مادہ ہے۔ (نور الحق ص ۳۳ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

۱۷۔ غیر معمولی اعانت

جناب عالی دنیا کی اس مذہبی خدمت سے ذکر کرنے کا یہ موقعہ نہیں جو ہمارے سلسلہ کے بانی (مرزا غلام احمد قادیانی صاحب) نے کی ہے۔ مگر ہم سمجھتے ہیں کہ جناب اس خدمت کو معلوم کر کے خوش ہوں گے، جو انہوں نے دنیا کے امن کے قیام کے لیے کی ہے۔ جس وقت آپ نے دعویٰ کیا ہے۔ اس وقت تمام عالم اسلامی جہاد کے خیالات سے گونج رہا تھا اور عالم اسلامی

کی ایسی حالت تھی کہ وہ پیٹرول کے پیپے کی طرح بھڑکنے کے لیے صرف ایک دیا سلائی کا محتاج تھا، مگر بانی سلسلہ نے اس خیال کی لغویت اور خلاف اسلام ا۔ خلاف امن ہونے کے خلاف اس قدر زور سے تحریک شروع کی کہ ابھی چند سال نہیں گزرے تھے کہ گورنمنٹ کو اپنے دل میں اقرار کرنا پڑا کہ وہ سلسلہ جسے وہ امن کے لیے خطرہ کا موجب خیال کر رہی تھی۔ اس کے لیے ایک غیر معمولی اعانت کا موجب تھی۔ (قادیانی جماعت کا ایڈریس بخدمت ہز ایکسلنسی لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند مندرجہ اخبار الفضل قادیانی جلد ۹ ص۱۰ مورخہ ۴ جولائی ۱۹۲۱ء)

۱۸۔ قادیانی مشن

حضرت مسیح موعود علیہ السلام (یعنی مرزا صاحب) نے سلطنت برطانیہ کی بے انتہا خوبیوں اور بے شمار مہربانیوں کے شکریہ میں بڑی کثرت کے ساتھ کتابیں، رسالہ جات، اشتہارات، بزبان عربی۔ انگریزی، فارسی، اردو تالیف کر کے مصر، روم، ایران، افغانستان، یورپ وغیرہ ممالک میں بھیجے اور آپ نے اس مبارک گورنمنٹ کو تمام جہان کی دیگر سلطنتوں پر ترجیح دے کر یہ صاف لکھ دیا کہ عرب اور روم اور مصر اور افغانستان میں مذہبی اشاعت کے لیے ہرگز ہرگز ایسی آزادی حاصل نہیں جیسی کہ اس انصاف مجسم گورنمنٹ میں ہم کو میسر ہے اور جیسی امن اور آسائش کی سلطنت انگلشیہ کی بدولت نصیب ہو رہی ہے اس کی نظیر کسی جگہ بھی پائی نہیں جاتی۔

آپ نے اس زمانہ کے مولویوں اور عام مسلمانوں کی ذرا بھی پرواہ نہ کر کے بڑی مدلل اور پُرزور تحریروں سے اس بات کا ثبوت دے دیا ہے۔ کہ ایسی محسن گورنمنٹ کی نسبت بغاوت کا خیال رکھنا اور اس سے جہاد کرنا سخت بے ایمانی ہے چنانچہ آپ کی پاک تعلیم کے اثر سے آپ کے تمام مرید جو ہزاروں بندگان خدا ہندوستان میں ہیں اپنی محسن گورنمنٹ کی نسبت بھی خیر خواہی کا جوش اپنے اندر رکھتے ہیں اور اس گورنمنٹ عالیہ کی نمک حلال اور اطاعت کا مادہ ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گیا ہے۔ اور وہ دن جلد آنے والے ہیں کہ گورنمنٹ لاکھوں اور کروڑوں ایسے انسانوں کو اپنی رعایا میں پاوے گی جو محض حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے مرید ہو جانے کے سبب سے گورنمنٹ کے باوفا اور دلی جان نثار ہو گئے ہیں۔

(مہربان گورنمنٹ قدردان گورنمنٹ کو خدا ہمیشہ کے لیے سلامت رکھے انوار احمدی سرورق صفحہ ۲ ملفوظ شہزادہ حاجی عبدالمجید صاحب قادیانی)

(۱۹) تمام سچے احمدی

ایرانی گورنمنٹ نے جو سلوک مرزا علی محمد باب بانی فرقہ بابیہ اور اس کے بیکس مریدوں کے ساتھ محض مذہبی اختلاف کی وجہ سے کیا ہے۔ اور جو ستم اس فرقہ پر توڑے گئے وہ ان دانش مند لوگوں پر مخفی نہیں ہیں جو قوموں کی تاریخ پڑھنے کے عادی ہیں۔ اور پھر سلطنت ٹرکی نے جو ایک یورپ کی سلطنت کہلاتی ہے۔ جو برتاؤ بہاء اللہ بانی فرقہ بابیہ بہائیہ اور اس کے جلا وطن شدہ پیروؤں سے ۱۸۶۳ء سے لے کر ۱۸۹۲ء تک پہلے قسطنطنیہ پھر ایڈریانوپل اور بعد ازاں عکہ کے جیل خانہ میں کیا وہ بھی دنیا کے اہم واقعات پر اطلاع رکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔

دنیا میں تین ہی بڑی سلطنتیں کہلاتی ہیں اور تینوں نے جو تنگ دلی اور تعصب کا نمونہ اس شائستگی کے زمانہ میں دکھایا وہ احمدی قوم کو یہ یقین دلائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ احمدیوں کی آزادی تاج برطانیہ کے ساتھ وابستہ ہے اور جوں کہ خدا نے برٹش راج میں سلامتی کے شہزادہ (مرزا صاحب) کو دنیا کی رہنمائی کے لیے بھیجا۔ گویا خدا نے تمام دنیا کی حکومتوں پر بلحاظ فیاضی فراخ دلی اور بے تعصبی کے برٹش گورنمنٹ کو ترجیح دی لہٰذا تمام سچے احمدی جو حضرت مرزا صاحب کو مامور من اللہ اور ایک مقدس انسان تصور کرتے ہیں بدوں کسی خوشامد اور چاپلوسی کے دل سے یقین کرتے ہیں کہ برٹش گورنمنٹ ان کے لیے فضل ایزدی اور سایہ رحمت ہے اور اس کی ہستی کو دعا اپنی

ہستی عیال کرتے ہیں۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۲ نمبر ۴۸ مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۱۴ء)

(۳۰) سیاسی فلسفہ | ہم نے مصطفیٰ کمال پاشا کی بغاوت کو بھی بغاوت قرار دیا۔ رضا خاں کی بغاوت کو بھی بغاوت قرار دیا۔ اور اب بچہ سقہ کی بغاوت کو بھی بغاوت ہی کہتے ہیں۔ ہم ان تینوں کو غلطی پر سمجھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے اپنے زمانہ میں غلطی کی۔ اپنے اپنے زمانہ سے میری یہ مراد ہے۔ کہ بعض اوقات بغاوت کرنے والا ہی بادشاہ ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت اس کی اطاعت ضروری ہوتی ہے۔ جب بغاوت کرنے والا ملک پر پوری طرح قابض اور متسلط ہو جائے تو پھر اس کی اطاعت کرنی چاہیئے اس وقت اس کی اطاعت اس طرح فرض ہو جاتی ہے جیسے پہلے بادشاہ کی۔ مثلاً اگر بچہ سقہ افغانستان پر اسی طرح قابض ہو جائے۔ جیسے مصطفیٰ کمال پاشا ترکی پر قابض ہو گئے تھے۔ یا رضا شاہ ایران پر۔ تو پھر اس کے خلاف اُٹھنے کو بھی ہم بغاوت ہی قرار دیں گے۔ یہی حال ہندوستان کا ہے۔ اگر کوئی قوم انگریزوں کے خلاف جنگ کرے گی تو اس جنگ کو ہم بغاوت قرار دیں گے لیکن اگر انگریز ہتھیار ڈال دیں اور اطاعت قبول کر لیں تو پھر جو قوم حکمران ہو گی اس کی اطاعت ضروری سمجھیں گے۔

(خطبہ جمعہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل جلد ۱۶ نمبر ۶۱ مورخہ یکم فروری ۱۹۲۹ء)

(د) سرحد

سرحدی قبائل کی اصلاح

سرحدی قبائل کی شورشیں اور اُن کا سبب اور علاج

(عنوان مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۱ء)

لہٰذا ہماری رائے میں ہمعصر پایونیر ہو یا دیگر امن دوست ملکی و قومی اخبارات یا خود عمال سلطنت ہوں جس کسی کی بھی آج یہ خواہش ہو کہ ابناء ملک و ملت میں صلح کاری و نیک کرداری پھیلے اور وہ مفسدہ پردازی کے خطرناک خیالات سے پاک رہیں۔ اس کا فرض اولین یہ ہے کہ مہدی موعود کے متعلق جو غلط عقیدہ لوگوں کے دلوں میں جما ہوا ہے۔ اس کی اصلاح میں سلسلہ احمدیہ کا ہاتھ بٹائے جس کے بنیادی اُصولوں میں سے ہے۔ کہ اسلام ایسے مہدی کی کہیں توقع نہیں دلاتا جس کا مشن امن شکن ہو نیز یہ کہ فرمانروائے وقت کی اطاعت رعایا کا فرض ہے۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۳ نمبر ۴۹ مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۵ء)

یہ صورت حالات دیکھ کر حکومت صوبہ سرحد نے نہایت ہوشمندی سے کام لیا اور ایسے لوگ جو صوبہ کے امن کو برباد کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اور جو قلیل التعداد احمدیوں پر طرح طرح کے ظلم کرنے کے لیے عوام کو اشتعال دلا رہے تھے۔ ان کے متعلق اپنے فرض کو محسوس کرتے ہوئے حفظ امن کے انتظامات کرنے کی طرف توجہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اس قسم کے مظالم سے جو پنجاب میں احرار کی طرف سے احمدیوں پر کئے جا رہے ہیں صوبہ سرحد بڑی حد تک پاک رہا۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۲۳ نمبر ۱۸۶ مورخہ ۱۱ فروری ۱۹۳۶ء)

(ہ) افغانستان

(۳۲) شہادت کی وجہ | ہمیں یہ معلوم نہ تھا۔ کہ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید کی شہادت کی وجہ کیا تھی۔ اس کے متعلق ہم نے مختلف افواہیں سنیں مگر کوئی یقینی اطلاع نہ ملی تھی۔

ایک عرصہ دراز کے بعد اتفاقاً ایک لائبریری میں ایک کتاب ملی جو چھپ کر نایاب بھی ہو گئی تھی اس کتاب کا مصنف ایک اطالوی انجینئر ہے۔ جو افغانستان میں ایک ذمہ دار عہدہ پر فائز تھا۔ وہ لکھتا ہے کہ صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کو اس لیے شہید کیا گیا کہ وہ جہاد کے خلاف تعلیم دیتے تھے اور حکومت افغانستان کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔ کہ اس سے افغانوں کا جذبۂ حریت کمزور ہو جائے گا اور ان پر انگریزوں کا اقتدار چھا جائے گا...... اس کتاب کے مصنف کی یہ بات اس لیے بھی یقینی ہے کہ وہ شاہ افغانستان کا درباری تھا اور اس لیے بھی کہ وہ اکثر باتیں خود وزراء اور شہزادوں سے سن کر لکھتا ہے ایسے معتبر راوی کی روایت سے یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچتا ہے کہ اگر صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید خاموشی سے بیٹھے رہتے اور جہاد کے خلاف کوئی لفظ بھی نہ کہتے تو حکومت افغانستان کو انہیں شہید کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔

(میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۲ نمبر ۲۱ مورخہ ۶ اگست ۱۹۳۵ء)

اگر ہمارے آدمی افغانستان میں خاموش رہتے اور وہ جہاد کے باب میں جماعت احمدیہ کے مسلک کو بیان نہ کرتے تو شرعی طور پر ان پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ مگر وہ اس بڑھے ہوئے جوش کا شکار ہو گئے جو انہیں حکومت برطانیہ کے متعلق تھا اور وہ اس ہمدردی کی وجہ سے مستحق سزا ہو گئے۔ جو قادیان سے لے کر گئے تھے۔

(میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا خطبہ جمعہ مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۲ نمبر ۲۱ مورخہ ۶ اگست ۱۹۳۵ء

(۲۳) سازشی خطوط

افغان گورنمنٹ کے وزیر داخلہ نے مندرجہ ذیل اعلان شائع کیا ہے:۔ کابل کے دو اشخاص ملا عبدالحلیم چہار آسیائی و ملا نور علی دوکاندار قادیانی عقائد کے گرویدہ ہو چکے تھے۔ اور لوگوں کو اس عقیدہ کی تلقین کر کے انہیں صلاح کی راہ سے بھٹکا رہے تھے۔ جمہوریہ نے ان کی اس حرکت سے مشتعل ہو کر ان کے خلاف دعوے دائر کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجرم ثابت ہو کر عوام کے ہاتھوں پنجشنبہ ۱۱ رجب کو عدم آباد پہنچائے گئے ان کے خلاف مدت سے ایک اور دعویٰ دائر ہو چکا تھا۔ اور مملکت افغانیہ کے مصالح کے خلاف غیر ملکی لوگوں کے سازشی خطوط ان کے قبضے سے پائے گئے۔ جن سے پایا جاتا ہے کہ وہ افغانستان کے دشمنوں کے ہاتھ بک چکے تھے۔ اس واقعہ کی تفصیل مزید تفتیش کے بعد شائع کی جائے گی۔ (اخبار امان افغان)

(اخبار الفضل قادیان جلد ۱۲ نمبر ۹۶ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۲۵ء)

معزز ہم عصر (اخبار) تیج ۲۶ فروری ۱۹۲۵ء کے اشو میں رقمطراز ہے۔ جنیوا کی اطلاع مظہر ہے۔ کہ احمدیہ فرقہ کے امیر مرزا بشیر الدین محمود احمد نے لیگ آف نیشنز سے درخواست کی ہے کہ وہ کابل کے دو احمدیوں کی سنگساری کے بارے میں افغانستان کی گورنمنٹ سے باز پرس کرے۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۱۲ نمبر ۹۷ مورخہ ۵ مارچ ۱۹۲۵ء)

دیکھ لو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رستہ میں جو سلطنتیں آئیں اور انہوں نے احمدیت کی اشاعت میں کسی نہ کسی طرح کی روک پیدا کی وہ کس طرح تباہ کر دی گئیں۔

پھر کابل کی حکومت بھی مسیح موعود کے رستہ میں روک تھی اور وہاں پر نہ صرف یہ کہ احمدیت کی تبلیغ منع تھی۔ بلکہ احمدیت کا اظہار بھی ممنوع تھا۔ اور مسیح موعود کو وہاں جانے کا ڈر دیا جاتا تھا۔ خدا نے اس کے تباہ کرنے کے بھی سامان پیدا کیے۔

(خطبہ جمعہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۶ نمبر ۹۴ مورخہ ۱۰ جون ۱۹۱۹ء)

(۲۶) کابل

اب تو قسطنطنیہ بھی مفتوح ہوگیا پھر حضرت مسیح موعود کے مخالف آپ کو اکثر کہا کرتے تھے کہ کابل میں چلو تو پھر دیکھو تمہارے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔ اب ایسے سامان پیدا ہو رہے ہیں کہ عنقریب انشاء اللہ ہم کابل میں جائیں گے۔ اور ان کو دکھاویں گے کہ جس کو وہ قتل کرنا چاہتے تھے۔ اس کے (مرزا صاحب کے) خدام خدا کے فضل سے صحیح سلامت رہیں گے۔.......

اس وقت (ولیعہد شاہ امان اللہ خاں) جو کابل نے گورنمنٹ انگریزی سے نادانی سے جنگ شروع کردی ہے۔ احمدیوں کا فرض ہے۔ کہ گورنمنٹ کی خدمت کریں کیونکہ گورنمنٹ کی اطاعت ہمارا فرض ہے۔ لیکن افغانستان کی جنگ احمدیوں کے لیے ایک نئی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ کابل وہ زمین ہے۔ جہاں ہمارے نہایت ہی قیمتی وجود مارے گئے اور ظلم سے مارے گئے اور بے سبب اور بلا وجہ مارے گئے۔ پس کابل وہ جگہ ہے جہاں احمدیت کی تبلیغ منع ہے اور اس پر صداقت کے دروازے بند ہیں اس لیے صداقت کے قیام کے لیے گورنمنٹ کی فوج میں شامل ہو کر ان ظالمانہ روکوں کو دفع کرنے کے لیے گورنمنٹ کی مدد کرنا احمدیوں کا مذہبی فرض ہے۔ پس کوشش کرو تا تمہارے ذریعہ وہ شاخیں پیدا ہوں۔ جن کی حضرت مسیح موعود نے اطلاع دی ہے۔

(خطبہ جمعہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد نمبر ۶ نمبر ۹۰ مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۱۹ء)

(۲۷) جنگ کابل

جب کابل کے ساتھ جنگ ہوئی ہے تب بھی ہماری جماعت نے اپنی طاقت سے بڑھکر مدد دی اور علاوہ اور کئی قسم کی خدمات کے ایک ڈبل کمپنی پیش کی جس کی بھرتی بوجہ جنگ کے بند ہو جانے کے رک گئی ورنہ ایک ہزار سے زائد آدمی اس کے لیے نام لکھوا چکے تھے اور خود ہمارے سلسلہ کے بانی کے چھوٹے صاحبزادہ اور ہمارے موجودہ امام کے چھوٹے بھائی نے اپنی خدمات پیش کیں۔ اور چھ ماہ تک ٹرانسپورٹ کور میں آنریری طور پر کام کرتے رہے۔

(قادیانی جماعت کا ایڈریس بخدمت ہز ایکسلنسی لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۴ جولائی ۱۹۲۱ء جلد نمبر ۹)

(۲۸) دنیا کا چارج

وہی افغانستان جہاں سید عبداللطیف صاحب (قادیانی) شہید ہوئے تھے۔ وہاں اب امیر نے کہا ہے۔ کہ کسی احمدی کو مذہب کی خاطر قید نہیں کرنا چاہیئے..... دیکھو ہم نہیں جانتے کہ وہاں کے لیے ہمیں کیا طریق عمل اختیار کرنا پڑتا۔ شاید کابل کے لیے کسی وقت جہاد ہی کرنا پڑ جاتا مگر اب دیکھو کتنا تغیر آگیا۔ وہاں کے بادشاہ نے کہہ دیا کہ قیدی احمدیوں کو چھوڑ دو۔ پس نہیں معلوم ہمیں کب خدا کی طرف سے دنیا کا چارج سپرد کیا جاتا ہے۔ ہمیں اپنی طرف سے تیار رہنا چاہیئے۔ کہ دنیا کو سنبھال سکیں تم نے دنیا کو ادھر نہیں لانا بلکہ لانے والا خدا ہے اس لیے تمہیں آنے والوں کے معلم بننے کے لیے ابھی سے کوشش کرنی چاہیئے۔

(خطبہ جمعہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۷ فروری و ۲ مارچ ۱۹۲۲ء جلد ۹ نمبر ۹۷/۹۸)

(۲۹) اس لیے

ہمارے آدمی کابل میں مارے گئے محض اس لیے کہ وہ جہاد کرنے کے مخالف تھے۔ اٹلی کے ایک انجینئر نے جو حکومت افغانستان کا ملازم تھا۔ لکھا ہے۔ کہ امیر حبیب اللہ خان نے صاحبزادہ سید عبداللطیف کو اسی لیے مروا دیا۔ کہ وہ جہاد کے خلاف تعلیم دے کر مسلمانوں کا شیرازہ بکھیرتا تھا پس ہم نے اپنی جانیں اس لیے قربان کی کہ انگریزوں کی جانیں بچیں مگر آج بعض حکام سے ہمیں یہ بدلہ ملا ہے۔ کہ ہم سب سے باغی اور شورش پسند والا سلوک روا رکھا گیا۔

(خطبہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد نمبر ۲۲ نمبر ۶۵ مورخہ یکم نومبر ۱۹۳۴ء)

(و) عراق

(۳۰) عمدہ نتائج لارڈ ہارڈنگ کا یہ سفر (سفر عراق) سابق وائسرائے لارڈ کرزن کے سفر خلیج فارس سے زیادہ اہم اور زیادہ اچھے نتائج کی اُمید دلاتا ہے۔ ہم اس وقت اس سفر کے نتائج اس کی اہمیت کا صحیح اندازہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔

یقیناً اس نیک دل افسر (لارڈ ہارڈنگ) کا عراق میں جانا عمدہ نتائج پیدا کرے گا۔ ہم ان نتائج پر خوش ہیں کیونکہ ۔۔۔۔۔ خدا ملک گیری اور جہاں بانی اسی کے سپرد کرتا ہے۔ جو اس کی مخلوق کی بہتری چاہتا ہے اور اسی کو زمین پر حکمران بناتا ہے جو اس کا اہل ہوتا ہے پس ہم پھر کہتے ہیں کہ ہم خوش ہیں کیونکہ ہمارے خدا کی بات پوری ہوتی ہے اور ہمیں اُمید ہے کہ برٹش حکومت کی توسیع کے ساتھ ہمارے لیے اشاعت اسلام کا میدان بھی وسیع ہو جائے گا۔ اور غیر مسلم کو مسلم بنانے کیساتھ ہم مسلمان کو پھر مسلمان کریں گے۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۲ نمبر ۱۰۳ مورخہ ۱۱ فروری ۱۹۱۵ء)

(۳۱) فتح بغداد حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) فرماتے ہیں کہ میں وہ مہدی معہود ہوں اور گورنمنٹ برطانیہ میری وہ تلوار ہے جس کے مقابلہ میں ان علماء کی کچھ پیش نہیں جاتی اب غور کرنے کا مقام ہے کہ پھر ہم احمدیوں کو اس فتح سے کیوں خوشی نہ ہو عراق عرب ہو یا شام ہم ہر جگہ اپنی تلوار کی چمک دیکھنا چاہتے ہیں۔

فتح بغداد کے وقت ہماری فوجیں مشرق سے داخل ہوئیں دیکھئے کس زمانہ میں اس فتح کی خبر دی گئی ہماری گورنمنٹ برطانیہ نے جو بصرہ کی طرف چڑھائی کی اور تمام اقوام سے لوگوں کو جمع کر کے اس طرف بھیجا دراصل اس کے محرک خدا تعالیٰ کے وہ فرشتے تھے۔ جن کو اس گورنمنٹ کی مدد کے لیے اس نے اپنے وقت پر اتارا تا کہ وہ لوگوں کے دلوں کو اس طرف مائل کر کے ہر قسم کی مدد کے لیے تیار کریں۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۶ نمبر ۴۲ مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۱۸ء)

(۳۲) عراق کی فتح عراق کے فتح کرنے میں احمدیوں نے خون بہائے اور میری تحریک پر سینکڑوں آدمی بھرتی ہو کر چلے گئے لیکن جب وہاں حکومت قائم ہو گئی تو گورنمنٹ نے یہ شرط کروائی کہ پادریوں کو عیسائیت کی اشاعت کرنے میں کوئی روک نہ ہوگی مگر احمدیوں کے لیے نہ صرف اس قسم کی کوئی شرط نہ رکھی بلکہ احمدی اگر اپنی تکالیف پیش کرتے ہیں تو بھی عراق کے ہائی کمشنر اس میں دخل دینے کو اپنی شان سے بالا سمجھتے ہیں۔

(خطبہ جمعہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۱ ۱۷ مورخہ ۳۱ اگست ۱۹۲۳ء)

(۳۲ الف) عراق کی آزادی انگریزی افواج کی کوچ کا اثر انگیز منظارہ بغداد سے ایک سرکاری پیغام شائع کیا گیا ہے جس میں یہ کی گئی ہے ۱۹۳۰ء کے معاہدہ کے ماتحت عراق مکمل طور پر آزاد ہو گیا ہے۔

وہ نظارہ بہت ہی اثر انگیز تھا۔ جب آخری عراق چھاؤنی سے مارشل گارتی (افسر اعلیٰ برطانوی شاہی افواج) نے اپنی عراقی فوج کے آخری دستہ کو کوچ کا حکم دیا گوروں نے عراق کے نخلستانوں پر حیرت کی نظر ڈالی انگریزی فوج تیز قدمی کے ساتھ عراق میں داخل ہوئی تھی مگر آخری دستہ کے فوجی ہلکی رفتار سے رخصت ہو رہے تھے۔ جب فوجوں نے انگلستان کا رخ کر کے ایک ساتھ قدم اٹھائے تو پھر انہوں نے مڑ کر اس منظر کو نہیں دیکھا جو ان کے جانے سے رونما ہو رہا تھا۔ تو اس وقت ابن پاشا امیر الملوا افواج عراق وہاں موجود تھے تا رشل گارٹی نے

اعلان کیا:۔

"ہم یہ فوجی علاقہ جو ہمارے قبضہ میں تھا حکومت برطانیہ کی طرف سے عراق کو واپس کرتے ہیں"

امین پاشا نے فوراً ہاتھ بڑھایا اور مارشل کے ہاتھ سے فوجی بارکوں کے تمام نقشے اپنے قبضہ میں لے لیے صلیبی علم چھاؤنی کی بلند عمارتوں سے اُتارا گیا ہے اور مارشل گارنٹی کی آنکھوں کے سامنے اسلامی علم لہرادیا گیا۔ اس علم پر ایک ہلال اور ایک ستارہ موجود ہے۔ جو عراق کے مستقبل کی باتیں آسمان سے کر رہا ہے۔ (قادیانیوں کو کیسی عبرت اور ندامت ہوئی ہوگی کہ ان کے سرپرست انگریز آنکھوں دیکھتے رفوچکر ہوگئے۔ مؤلف برنی)

(روزنامہ پیام حیدر آباد دکن مورخہ ، محرم ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۰ مارچ ۱۹۳۷ء)

(ز) عرب

(۴۳) کیا فائدہ آج سے کئی سال پہلے جب لارڈ چیمسفورڈ ہندوستان کے وائسرائے تھے۔ مسلمانوں میں شور پیدا ہوا کہ انگریز بعض عرب رؤسا کو مالی مدد دیکر انہیں اپنے زیر اثر لانا چاہتے ہیں۔ یہ شور جب زیادہ بلند ہوا تو حکومت ہند کی طرف سے اعلان کیا گیا۔ کہ ہم رؤسا کو کوئی مالی مدد نہیں دیتے مسلمان اس پر خوش ہوگئے کہ چلو خبر کی تردید ہوگئی لیکن میں نے واقعات کی تحقیقات کی تو مجھے معلوم ہوا کہ گو ہندوستان کی حکومت بعض عرب رؤسا کو مدد نہیں دیتی مگر حکومت برطانیہ اس قسم کی مدد ضرور دیتی ہے۔ چنانچہ ساٹھ ہزار پونڈ ابن سعود کو ملا کرتے تھے اور کچھ رقم شریف حسین کو ملتی تھی جب مجھے اس کا علم ہوا تو میں نے لارڈ چیمسفورڈ کو لکھا کہ گو لفظی طور پر آپ کا اعلان صحیح ہے مگر حقیقی طور پر صحیح نہیں کیونکہ حکومت برطانیہ کی طرف سے شریف حسین کو اس قدر مدد ملتی ہے اور اس میں ذرہ بھر بھی شبہ کی گنجائش نہیں کہ مسلمان عرب پر انگریزی حکومت کا تسلط کسی رنگ میں بھی پسند نہیں کر سکتے۔ ان کا جواب میں مجھے خط آیا (وہ بہت ہی شریف طبیعت رکھتے تھے) کہ یہ واقعہ صحیح ہے۔ مگر اس کا کیا فائدہ کہ اس قسم کا اعلان کر کے فساد پھیلایا جائے ہاں ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ گورنمنٹ انگریزی کا یہ ہرگز منشا نہیں کہ عرب کو اپنے زیر اثر لائے۔

(میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کی تقریر مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲۴ ص۵ مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۳۵ء)

(ح) فلسطین

(۴۴) قادیانی مضمون کا شکریہ بیت المقدس کے داخلہ پر اس ملک (انگلستان) میں بہت خوشیاں منائی جارہی ہیں۔ میں نے ایک یہاں کے اخبار میں اس پر ایک آرٹیکل دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ یہ وعدہ کی زمین ہے جو یہود کو عطا کی گئی تھی مگر نبیوں کے انکار اور بالآخر مسیح کی عداوت نے یہود کو ہمیشہ کے واسطے وہاں کی حکومت سے محروم کر دیا۔ اور یہود کو سزا کے طور پر حکومت رومیوں کو دی گئی جو بت پرست قوم تھی بعد میں عیسائیوں کو ملی پھر مسلمانوں کو جن کے پاس ایک لمبے عرصہ تک رہی اب اگر مسلمانوں کے ہاتھ سے وہ زمین نکلی ہے۔ تو پھر اس کا سبب تلاش کرنا چاہیئے کیا مسلمانوں نے کسی نبی کا انکار تو نہیں کیا؟ ... سلطنت برطانیہ کے انصاف اور امن اور آزادی مذہب کو ہم دیکھ چکے آزما چکے ہیں اور آرام پارہے ہیں اس سے بہتر کوئی حکومت مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔ اس زمانہ میں کوئی مذہبی جنگ نہیں ہاں ہم اپنے نیک نمونے اور دُعائی کشش سے یورپ کو مسلمان بنالیں۔ تو پھر ساری حکومتیں ہماری ہی ہیں۔ اور اس میں اسلام کی آئندہ بہتری کی اُمیدیں ہیں

بیت المقدس کے متعلق جو میرا مضمون یہاں (انگلستان) کے اخبار میں شائع ہوا ہے اس کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں۔ اس کے متعلق وزیرِاعظم برطانیہ کی طرف سے ان کے سیکرٹری نے شکریہ کا خط لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مسٹر لائڈ جارج اس مضمون کی بہت قدر کرتے ہیں۔

(قادیانی مبلغ کا خط مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۵ نمبر ۷۵ مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۱۸ء)

(۳۴) الف درخواست دعا (ج)

اخبار بین اصحاب جانتے ہیں کہ آجکل فلسطین میں سخت شورش بپا ہے حکومت اور یہود عربوں پر تشدد کر رہے ہیں۔ بلکہ خود عرب ایک دوسرے کی جان کے دشمن ہو رہے ہیں۔ اسی سرزمین میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کے نام لیواؤں کی بھی ایک جماعت ہے۔ تازہ خطوط سے معلوم ہوا ہے کہ احباب جماعت کے لیے یہ دن سخت مشکلات کے ہیں۔ مالی تنگی کے علاوہ خطرہ جان بھی ہے۔ اس بلے میں تمام احباب سے دردمندوں کے ساتھ درخواست کرتا ہوں کہ اپنے ان دور افتادہ بھائیوں کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر فضل نازل کرے اور انہیں ترقی دے کر احمدیت کے خادم بنائے آمین مولوی محمد صدیق صاحب مجاہد تحریک جدید ان دنوں وہاں ہیں۔ ان کے لیے بھی دعا فرمائی جائے۔

خاکسار ابوالعطا جالندھری قادیان۔

(اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲ راگست ۱۹۳۸ء جلد ۲۶ ص۱۸)

(ط) ترکی

(۳۵) ترک

ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ مذہباً ہمارا ترکوں سے کوئی تعلق نہیں ہم اپنے مذہبی نقطۂ خیال سے اس امر کے پابند ہیں کہ اس شخص کو اپنا مذہبی پیشوا سمجھیں جو حضرت مسیح موعود کا جانشین ہو۔ اور دنیاوی لحاظ سے اسی کو اپنا سلطان و بادشاہ یقین کریں جس کی حکومت کے نیچے ہم رہتے ہوں پس ہمارے خلیفہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے خلیفہ ثانی ہیں اور ہمارے سلطان اور بادشاہ حضور ملک معظم۔

(قادیانی جماعت کا ایڈریس بحضور سر ایڈورڈ میکلیگن لفٹننٹ گورنر پنجاب مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۷، ۴۸ مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۱۹ء)

(۳۶) سُلطان اور خلیفہ

حضرت خلیفۃ المسیح (میاں محمود احمد صاحب) ایدہ اللہ نے اپنے مضمون معاہدۂ ترکی میں جو یہ تحریر فرمایا کہ،۔

جماعت احمدیہ کے نزدیک ہمارے سلطان ملک معظم جارج خامس فرمان روائے حکومتِ برطانیہ ہیں اور خلیفہ وقت حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کا صحیح جانشین یعنی یہ عاجز (میاں محمود احمد صاحب مگر باوجود اس کے جماعت احمدیہ اس وقت جب کہ برطانیہ کے مفاد اور اس کی عزت کے خلاف کوئی امر نہ ہو ترکوں کی سلطنت سے ہر طرح ہمدردی رکھتی ہے۔

اس پر کوڑھ مغز ایڈیٹر پیغام صلح نے جو دُر افشانی کی ہے وہ حسب ذیل ہے۔

کوئی سمجھے خلافت ان کے (میاں محمود احمد صاحب کے) نام عرش معلیٰ پر رجسٹر ہو چکی ہے کہ اب ان کے مقابل کوئی کسی قسم کا بھی خلیفہ کہلانے کا مستحق نہیں۔

"آپ (میاں محمود احمد صاحب) کی محولہ بالا عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ سلطان المعظم جارج پنجم کی خلافت کے قائل ہیں اور اسی لیے آپ کے سلطنت برطانیہ کے مفاد اور اس کی عزت کو ترکوں کے مفاد اور ان کی عزت پر مقدم رکھا ہے ...... ایسی مسلمانی پر (اخبار الفضل قادیان جلد ۸ ص ۸ مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۲۰ء)

(۳۷) سُلطان ٹرکی

اخبار لیڈر الٰہ آباد مجریہ ۱۲ جنوری ۱۹۲۰ء میں خلافت کانفرنس کا ایڈریس بخدمت جناب وائسرائے شائع کیا گیا ہے۔ فہرست دستخط کنندگان میں مولوی ثناء اللہ امرتسری کے نام سے پہلے کسی شخص مولوی محمد علی قادیانی کا نام درج ہے۔ مولوی محمد علی کے نام کے ساتھ قادیانی کا لفظ محض لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے لکھا گیا ہے۔ ورنہ قادیان یا قادیان سے کوئی تعلق رکھنے والا احمدی نہیں ہے۔ جو سلطان ٹرکی کو خلیفۃ المسلمین تسلیم کرتا ہو۔

معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ مولوی محمد علی صاحب لاہوری سرگروہ غیر مبایع ہیں لیکن وہ لفظ قادیانی کے ساتھ لکھنے کے ہرگز مستحق نہیں ہیں نہ اس لیے کہ وہ قادیان کے باشندے ہیں اور نہ اس لیے کہ وہ مرکز قادیان سے تعلق رکھتے ہیں۔

اگر ان کے عقیدہ کے مطابق سُلطان ٹرکی خلیفۃ المسلمین ہے۔ تو اس عقیدہ کو ظاہر کرنے کے لیے قادیاں کی آڑ کیوں لیتے ہیں۔ لہٰذا بذریعہ اس اعلان کے پبلک کو مطلع کیا جاتا ہے کہ قادیان سے تعلق رکھنے والے کسی احمدی کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ سلطان ٹرکی خلیفۃ المسلمین ہے۔

(صیغہ امور عامہ قادیان کا اعلان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۷ ۱۶ مورخہ ۶ ؍ فروری ۱۹۲۰ء)

(۳۸) قادیانی خلافت

ہمارے نزدیک اگر ترکوں کے بادشاہ خلیفہ تھے بھی تو جس وقت مسیح موعود کو خدا تعالیٰ نے مامور کیا اسی وقت سے ان کی خلافت باطل ہوگئی جب کوئی انسان مامور ہو کر آئے تو پھر وہی خلیفہ ہوتا ہے کہ کوئی اور اس کی خلافت کے مقابلہ میں اور کسی انسان کی خلافت نہیں چل سکتی اسی طرح حضرت مسیح موعود کے بعد خلیفہ وہی ہو سکتا ہے۔ جو آپ کے پیروان میں سے ہو اور دوسرے مسیح موعود کی آمد کے ساتھ ہی خلافت کے طریق میں بھی فرق آگیا کیونکہ مسیح موعود صرف رُوحانی خلیفہ تھا بادشاہ نہ تھا۔ پس اس کے خلفاء کا بھی وہی رنگ ہوگا۔ جو اس کا رنگ تھا۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۲ ۶۹ مورخہ ۲۲ نومبر ۱۹۱۴ء)

(۳۹) مٹنے دو

ان حالات کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے۔ کہ آل عثمان کی سلطنت زندہ یا زندہ رہنے کے قابل ہے پس یہ سمجھنا غلطی ہے۔ کہ ہم ترکوں کے دُشمن ہیں ہم جو کچھ لکھتے ہیں واقعات کی بناء پر اور مسلمانوں کی ہمدردی کے لیے لکھتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں معلوم ہے۔ کہ موجودہ ترکی حکومت اسلام کے لیے مفید ثابت ہونے کی بجائے مضر ثابت ہوئی ہے۔ اگر وہ اپنی بداعمالی اور بدکرداری کے باعث مٹتی ہے تو مٹنے دو اور یاد رکھو کہ ترک اسلام نہیں اسلام وہ طاقت ہے۔ جس نے فاتح ترک کو مغلوب کیا تھا اور اب بھی تاریخ اپنا اعادہ کر سکتی ہے مگر اس کے لیے اندرونی حالت میں تغیر ضروری ہے۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۲ ۱۱۲ مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۱۵ء)

(۴۰) قادیانی خواہش

بہر حال واقعات اب بتلاتے ہیں کہ (ترکان) آل عثمان کا ستارہ اقبال اب غروب ہونے کے قریب ہے۔ اسلامیوں پر اب کوئی نیا تغیر آنے والا ہے........

ہماری خواہش ہے۔ کہ اگر بہادر عثمانی (ترک) یا صوفیہ کی متبرک عبادت گاہ ایوب انصاری کی قابل احترام زمین خواب گاہ یا اسلامی آثار قدیمہ کی حفاظت سے دست بردار ہونے پر مجبور ہوں تو پھر یہ منصب برطانیہ کے حریت پسند صداقت شعار فرزندوں کے ہاتھ آئے اور خدا کرے وہ دین میں بھی ترک سے ایک قدم بڑھ کر اسلام کے خادم ہو جاویں۔ اور قسطنطنیہ پھر بھی اسلام بول ہی رہے۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۲ نمبر ۱۱۴ مورخہ ۱۶ مارچ ۱۹۱۵ء)

(۴۱) قادیانی رضامندی

تازہ آمدہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ روسی برابر ترکی علاقہ میں گھستے جاتے ہیں اور ترک برابر شکست کھا رہے ہیں چاروں طرف سے مسلمان ان کے خلاف نفرت کے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں اور ترکوں کی بداعمالی اور دین سے بے توجہی آج ان کے لیے وبال جان ہو رہی ہے۔ انگلستان کے وزیر اعظم مسٹر اسکوئتھ نے ایک تقریر کے دوران میں صاف کہہ دیا ہے کہ اب ترکی حکومت دنیا میں قائم نہیں رکھی جا سکتی۔ جنگ کے بعد اس کے حصص کو بالکل ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا اور تقسیم کر دی جائے گی۔ یہ ایک فتویٰ ہے جو انگلستان کے ایک نہایت ذمہ دار انسان کے منہ سے نکلا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وزیر اعظم ایسی بات اس وقت تک منہ سے نہیں نکال سکتے ہیں۔ جب تک کوئی قطعی فیصلہ نہ ہو جاتا اور جب انہوں نے جلسہ عام میں ایسے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ قطعی فیصلہ ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالم نہیں اس کا فیصلہ بالکل درست ہے اور راست ہے اور ہم اس کے فیصلہ پر رضامند ہیں افسوس ترکوں نے اسلام کو چھوڑ کر کامیاب ہونا چاہا تھا آخر یہ دن دیکھا۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۲ نمبر ۶۹ مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۹۱۴ء)

(۴۲) قادیاں میں چراغاں

۲۷ ماہ نومبر کو انجمن احمدیہ برائے امداد جنگ کے زیر انتظام حسب ہدایات حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ (میاں محمود احمد صاحب) گورنمنٹ برطانیہ کی شاندار اور عظیم الشان فتح کی خوشی میں ایک قابل یادگار جشن منایا گیا۔۔۔۔۔ نماز مغرب کے بعد دار العلوم اور اندرون قصبہ میں روشنی اور چراغاں کیا گیا جو بہت خوبصورت اور دلکش تھا۔ اندرون قصبہ میں احمدیہ بازار کے دونوں طرف مدرسہ احمدیہ اور بورڈنگ مدرسہ احمدیہ کی عمارتوں پر بے شمار چراغاں جلائے گئے اور منارۃ المسیح پر گیس کی روشنی کی گئی جس کا نظارہ بہت دلفریب تھا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی اور خاندان مسیح موعود کے مکانات پر بھی چراغ روشن کئے گئے اس کے علاوہ تمام احمدی اصحاب نے اپنے اپنے مکانات پر خوب روشنی کی جس سے محلوں میں خاص رونق اور خوشنمائی پیدا ہو گئی دار العلوم میں بورڈنگ ہاؤس اور ہائی اسکول کی شاندار عمارت کے بلند ترین پیش طاق کو چراغوں سے نہایت عمدگی سے سجایا گیا۔ اور ساری عمارت کے طول اور عرض کو بہت خوبی کے ساتھ روشن کیا گیا دوسرے مکانات پر بھی روشنی کا عمدہ انتظام تھا غرض کہ احمدیوں کا کوئی مکان اور کوئی عمارت ایسی نہ تھی جس پر روشنی نہ کی گئی ہو پر لطف اور مسرت انگیز نظارہ بہت مؤثر اور خوشنما تھا۔ اور اس سے احمدیہ پبلک کی اس عقیدت پر خوب روشنی پڑتی تھی۔ جو اسے گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ہے کیونکہ روشنی کے ذریعہ خوشی کا اظہار کرنے میں ایسے لوگوں نے بھی بخوشی حصہ لیا۔ جو موجودہ گرانی اور قحط سالی کے موسم میں نہایت تنگدستی سے گزر اوقات کرتے ہیں۔ روشنی رات کے ایک بڑے حصے تک ہوتی رہی جس کی رونق لوگوں کی چہل پہل سے دوبالا تھی۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۶ نمبر ۴۱ مورخہ ۳ر دسمبر ۱۹۱۸ء)

ایک دوست نے دریافت کیا کہ ترکوں کی یونانیوں کے مقابلہ میں فتح کی خوشی میں روشنی وغیرہ کے لیے چندہ دینے کے متعلق کیا حکم ہے۔

(میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے) فرمایا روشنی وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

(ڈائری میاں محمود احمد صاحب مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴۵ مورخہ ۷ر دسمبر ۱۹۲۲ء)

اب بھی اگر بادشاہ یا حکومت کی کوئی تقریب ہو اور وہ کہے کہ چراغاں کرو تو ہم کریں گے کیونکہ حکومت کی عزت

ہم پر خدا تعالیٰ کی طرف سے واجب ہے، اور ایسا کر دینے سے ہمارا خدا بھی خوش ہوگا اور حکومت بھی۔

(ی) دیگر ممالک

(۴۳) بے شک بے شک ہمارا یہ فرض ہے۔ کہ ہم اس گورنمنٹ محسنہ کے سچے دل سے خیر خواہ ہوں۔ اور ضرورت کے وقت جان فدا کرنے کو بھی تیار ہوں۔ لیکن ہم اس طرح پر بھی غیر قوموں اور غیر ملکوں میں اپنی محسن گورنمنٹ کی نیک نامی پھیلانا چاہتے ہیں کہ کس طرح اس عادل گورنمنٹ نے دینی امور میں ہمیں پوری آزادی دی ہے عملی نمونے ہزاروں کوسوں تک چلے جاتے ہیں اور دلوں پر ایک عجیب اثر ڈالتے ہیں اور صدہا نادانوں کے ان سے وسوسے دُور ہو جاتے ہیں یہ مذہبی آزادی ایسی پیاری چیز ہے۔ کہ اس کی خبر پا کر بہت سے اور ملک بھی چاہتے ہیں کہ اس مبارک گورنمنٹ کا ہم تک قدم پہنچے...... کیونکہ جس طرح اچھے دکاندار کا نام سُن کر اسی طرف خریدار دوڑتے ہیں۔ اسی طرح جس گورنمنٹ کے ایسے بے تعصب اور آزادانہ اصول ہوں۔ وہ گورنمنٹ خواہ مخواہ پیاری اور ہر دلعزیز معلوم ہوتی ہے۔ اور بہت سے غیر ملکوں کے لوگ حسرت کرتے ہیں کہ کاش ہم بھی اس کے ماتحت ہوتے۔ پس کیا آپ لوگ چاہتے نہیں .... کہ اس محسن گورنمنٹ کا ان تمام تعریفوں کے ساتھ دنیا میں نام پھیلے اور اس کی محبت دُور دُور تک دلوں میں جاگزیں ہو۔

(البلاغ مسمّٰی بہ فریاد ص ۳۳ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

(۴۴) قادیانی مجاہد چونکہ برادرم محمد امین خاں صاحب (قادیانی) کے پاس پاسپورٹ تھا۔ اس لیے وہ روس میں داخل ہوتے ہی روس کے پہلے ریلوے اسٹیشن قبضہ پر انگریزی جاسوس قرار دیئے جا کر گرفتار کئے گئے کپڑے اور کتابیں اور جو کچھ پاس تھا۔ وہ ضبط کر لیا گیا اور ایک مہینہ تک آپ کو وہاں رکھا گیا اس کے بعد آپ کو عشق آباد کے قید خانہ میں تبدیل کیا گیا وہاں سے مسلم روسی پولیس کی حراست میں آپ کو براستہ سمرقند تاشقند بھیجا گیا اور وہاں دو ماہ تک قید رکھا گیا اور بار بار آپ سے بیانات لیے گئے تا یہ ثابت ہو جائے کہ آپ انگریزی حکومت کے جاسوس ہیں اور جب بیانات سے کام نہ چلا تو قسم قسم کی لالچوں اور دھمکیوں سے کام لیا اور فوٹو لئے گئے تا عکس محفوظ رہے اور آئندہ گرفتاری میں آسانی ہو اور اس کے بعد کوشگی سرحد افغانستان پر لے جایا گیا۔ اور وہاں سے ہرات افغانستان کی طرف اخراج کا حکم دیا گیا۔ مگر چونکہ یہ مجاہد گھر سے اس امر کا عزم کر کے نکلا تھا۔ کہ میں نے اسی علاقہ میں حق کی تبلیغ کرنی ہے۔ اس لیے واپس آنے کو اپنے لیے موت سمجھا۔ اور روسی پولیس کی حراست سے بھاگ نکلا اور بھاگ کر بخارا جا پہنچا دو ماہ تک آپ وہاں آزاد رہے۔ لیکن دو ماہ کے بعد پھر انگریزی جاسوس کے شبہ میں گرفتار کئے گئے اور تین ماہ تک نہایت سخت اور دل ہلا دینے والے مظالم آپ پر کئے گئے اور قید میں رکھا گیا۔ اور بخارا سے مسلم رُوسی پولیس کی حراست میں سرحد ایران کی طرف واپس بھیجا گیا۔

اللہ تعالیٰ اس مجاہد کی ہمت اور اخلاص اور تقویٰ میں برکت دے چونکہ ابھی اس کی پیاس نہ بجھی تھی۔ اس لیے پھر کاکان کے ریلوے اسٹیشن سے روسی مسلم پولیس کی حراست سے بھاگ نکلا اور پیادہ بخارا پہنچا۔ بخارا میں ایک ہفتہ کے بعد پھر ان کو گرفتار کیا گیا اور بدستور سابق پھر کاکان کی طرف لایا گیا۔ اور وہاں سے سمرقند پہنچایا گیا وہاں سے آپ پھر چھوٹ کر بھاگے اور بخارا پہنچے۔

(اعلان میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۱ ۱۲ مورخہ ۶ اگست ۱۹۲۳ء)

(۴۵) **تبلیغ اسلام** ہمارے برادر محترم خان محمد امین خاں صاحب جنہیں روس کے علاقہ میں حضرت امیر جماعت احمدیہ نے تبلیغ اسلام کے لیے بھیجا گیا۔ بغیر کسی اطلاع کے آج ۲۵ ر جون وارد قادیان ہوئے جنہیں اچانک اپنے اندر دیکھ کر اہل قادیان خوشی اور مسرت کے جذبات سے بھر پور ہو گئے۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۱۴ نمبر ۱۰۱ مورخہ ۲۸ ر جون ۱۹۲۷ء)

(۴۶) **تبلیغ احمدیت** روسیہ میں اگرچہ تبلیغ احمدیت کے لیے گیا تھا۔ لیکن چونکہ سلسلہ احمدیہ اور برٹش حکومت کے باہمی مفاد ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ اس لیے جہاں میں اپنے سلسلہ کی تبلیغ کرتا تھا وہاں لازماً مجھے گورنمنٹ انگریزی کی خدمت گزاری کرنی پڑتی تھی۔ کیونکہ ہمارے سلسلہ کا مرکز ہندوستان میں ہے تو ساتھ ہی ہندوستانی حکومت کے احسانات اور مذہبی آزادی کا ذکر لوگوں کے سامنے کرنا پڑتا تھا۔

(محمد امین صاحب قادیانی مبلغ کا مکتوب مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۱ ۲۵ مورخہ ۲۸ ر ستمبر ۱۹۲۳ء)

(ل ۴) خلاصہ

(۴۷) **سیاسیات سے پرہیز** احمدی مبلغ کا فرض ہے کہ وہ اس مرض سے اپنے تئیں بچائے جو سیاست کے نام سے موسوم ہے۔ اور جس کا مریض بہ مشکل اپنی اصل صحت کی طرف عود کرتا ہے۔

اس خوفناک مرض کا نتیجہ ابتداً قانون حکومت سے اور بعد میں قانون شریعت سے سرکشی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس احمدی مبلغ اپنے امام پاک اس کے خلفائے صادق کی ہدایت کے ماتحت سیاسیات سے کلیتہً پرہیز کرے اس سے اگر ہو سکے تو محض رضائے مولے کے لیے ایسے غلط خوردہ لوگوں کو وعظ کرے جو برائے نام مسلمان کہلا کر سیاسیات میں دخل دیتے یا دینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے خلیفہ ثانی کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے اور قادیان سے حقیقی تعلق رکھنے والے احمدی کا فرض ہے کہ وہ سیاسیات سے بعینہ اسی طرح بچے جس طرح خدا کے مسیح نے فرمایا ہے۔ چونکہ ہم غیر مبائیین لوگوں (لاہوری جماعت) کے اقوال و خیالات سے اسی طرح بری الزمہ ہیں جس طرح ہم غیر احمدی مسلمانوں کے سیاسی گروہ کے سیاسی دستورالعمل سے بے تعلق ہیں۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۳ ۸۷ مورخہ ۸ ر جنوری ۱۹۱۶ء)

(۴۸) **مسلم لیگ** ہمیں یاد ہے کہ مسلمانوں کے مصلح حقیقی اور دنیا کے سچے ہادی حضرت مسیح موعود و مہدی آخرالزمان علیہ السلام کے حضور جب اس مسلم لیگ کا ذکر آیا۔ تو حضور (مرزا صاحب) نے اس کی نسبت ناپسندیدگی ظاہر فرمائی تھی۔ پس کیا کوئی ایسا کام جسے خدا کا برگزیدہ مامور ناپسند فرمائے مسلمانوں کے حق میں سازگار و بابرکت ہو سکتا ہے، ہر گز نہیں۔ اب بھی اگر مسلمانوں کو اپنے حقیقی نفع و ضرر کی کچھ ہے تو ایسے فضول مشاغل سے باز رہیں جن کے نتائج نہ ان کو دنیا میں فائدہ دے سکتے ہیں۔ نہ دین کا۔ ہم یہ پوچھتے ہیں کہ کئی سال سے یہ نیشنل کانگریس کی نقل ہوتی ہے۔ اس لیے مسلمانوں نے کیا کچھ حاصل کیا۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۲ نمبر ۸۷ مورخہ یکم جنوری ۱۹۱۴ء)







انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

کفریات

کہاں پنجاب میں اسلام! تیری اُٹھ گئی غیرت
بٹھایا کفر کو لا کر نبیؐ کے ہم نشینوں میں
حدیث اسمہ احمد غلام احمد پر چسپاں ہیں
پڑے خاک اس سلیقے پر، لگے آگ ان قرینوں میں
کھلونا قادیاں کا بن گئی وہ سطوتِ کبریٰ
ہے اب تک شور جس کا آسمانوں اور زمینوں میں

○

اَکْمَلْتُ لَکُمْ پڑھ کے زبانِ عربی میں
ظلّی و بروزی کی نبوّت کو مٹا دوں
ہے جن کو محمدؐ کی مساوات کا دعویٰ
مَثْوٰہُ جَہَنَّمُ کی وعید ان کو سنا دوں
کچھ فرق بروز اور تناسخ میں نہیں ہے
انکار ہو جن کو انہیں اقرار کرا دوں
اسلام سے جس قوم کو ہے کچھ بھی محبت
میں اس کے لیے راہ میں آنکھوں کو بچھا دوں

(مولانا ظفر علیخانؒ)

قادیانیت

اشاعت خاص

جو مسلمان مجھے پیغمبر نہیں مانتا، وہ کافر ہے۔ نہ اُس کا جنازہ پڑھو۔ نہ اُس سے رشتہ جوڑو۔

۱۔ مسلمانوں سے اختلاف

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مُنہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفاتِ مسیح یا اور چند مسائل میں ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔"

(خطبہ جمعہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیاں مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۹ نمبر ۱۳ مورخہ ۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء)

۲۔ کون سا اسلام

"تم اپنے امتیازی نشانوں کو کیوں چھوڑتے ہو۔ تم ایک برگزیدہ نبی (مرزا صاحب) کو مانتے ہو اور تمہارے مخالف اس کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت (مرزا صاحب کے زمانہ میں ایک تجویز ہوئی کہ احمدی غیر احمدی مل کر تبلیغ کریں مگر حضرت (مرزا صاحب) نے فرمایا کہ تم کون سا اسلام پیش کرو گے جو تمہیں خدا نے نشان دیے، جو انعام تم پر کیا، وہ چھپاؤ گے۔" تقریر میاں محمود احمد مندرجہ اخبار بدر مورخہ ۱۹ جنوری ۱۹۱۱ء آئینہ صداقت ص۵۳ مصنفہ میاں صاحب موصوف)

۳۔ قادیانی اسلام

"عبداللہ کوئیلیم نے حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ایک مشن قائم کیا۔ بہت سے لوگ مسلمان ہوئے مسٹر ویب نے امریکہ میں ایسی اشاعت شروع کی مگر آپ نے (مرزا صاحب) مطلق ان کو ایک پائی کی مدد نہ کی۔ اس کی وجہ یہ کہ جس اسلام میں آپ پر ایمان لانے کی شرط نہ ہو اور آپ نے سلسلہ کا ذکر نہیں کیا، اُسے آپ اسلام ہی نہیں سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ حضرت خلیفہ اوّل نے اعلان کیا تھا کہ ان کا (مسلمانوں کا) اسلام اور ہمارا (قادیانیوں کا) اسلام اور ہے۔" اخبار الفضل قادیاں جلد ۲ نمبر ۸۵ مورخہ ۳۱ دسمبر ۱۹۱۴ء

۴۔ احمدیت

"کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کام صرف اشاعت اسلام تھا اور اس کے لیے لوگوں کو تیار کرنا تھا اور یہی احمدیت ہے۔ اگر یہی احمدیت تھی تو اور لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں اشاعت اسلام کے لیے اٹھے تھے، ان کے لیے حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کو خوشی کا اظہار کرنا چاہیے تھا اور ...... آپ ان کی انجمنوں میں شریک ہوتے۔ انہیں چندہ دیتے مگر آپ نے مرزا صاحب نے کبھی اس طرح نہیں کیا۔" (خطبہ سید سرور شاہ صاحب قادیانی مندرجہ الفضل قادیان جلد ۲ نمبر ۹۷ مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۱۵ء)

۵۔ میری تبلیغ

"ہندوستان سے باہر ہر ایک ملک میں ہم اپنے واعظ بھیجیں، مگر میں اس بات کے کہنے سے نہیں ڈرتا کہ اس تبلیغ سے ہماری غرض سلسلہ احمدیہ کی صورت میں اسلام کی تبلیغ ہو۔ میرا یہی مذہب ہے اور حضرت مسیح کے پاس زندہ رہ کر اندر باہر ان سے بھی یہی سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ اسلام کی تبلیغ یہی میری تبلیغ ہے۔ پس اس اسلام کی تبلیغ کرو، جو مسیح موعود لایا۔" (منصب خلافت تقریر میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان صہ۳)

۶۔ مُردہ اسلام

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا صاحب) کی زندگی میں مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کی تجویز پر ۱۹۰۵ء میں ایڈیٹر صاحب اخبار وطن نے ایک فنڈ اس غرض سے شروع کیا تھا کہ اس سے (رسالہ) ریویو آف ریلیجنز (قادیان) کی کاپیاں بیرونی ممالک میں بھیجی جائیں۔ بشرطیکہ اس میں حضرت مسیح موعود کا نام نہ ہو مگر حضرت اقدس نے (مرزا صاحب) اس تجویز کو اس بنا پر رد کر دیا مجھ کو چھوڑ کر کیا مُردہ اسلام پیش کرو گے اس پر ایڈیٹر صاحب وطن نے اس چندہ کے بند کرنے کا اعلان کر دیا۔"

(اخبار الفضل قادیان جلد ۱۲ نمبر ۳۲ مورخہ ۱۹ر اکتوبر ۱۹۲۵ء)

۷۔ اسلام کی آواز

"جب کوئی مصلح آیا تو اس کے ماننے والوں کو نہ ماننے والوں سے علیحدہ ہونا پڑا۔ اگر تمام انبیاء ماسبق کا یہ فعل قابلِ ملامت نہیں اور ہرگز نہیں تو مرزا غلام احمد کو الزام دینے والے انصاف کریں کہ اس مقدس ذات پر الزام کس لیے، پس جس طرح حضرت موسیٰ کے وقت میں موسیٰ کی آواز اسلام کی آواز تھی اور حضرت عیسیٰ کے وقت میں عیسیٰ کی اور سیدنا و مولانا حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز اسلام کا صور تھا اسی طرح آج قادیان سے بلند ہونے والی آواز اسلام کی آواز ہے۔" (اخبار الفضل قادیان جلد ۷ نمبر ۹۰ مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۲۰ء)

۸۔ مرزا ساحر

"ساحروں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انسانوں کو بندر بنا دیتے ہیں، لیکن حضرت مرزا صاحب ایسے ساحر تھے کہ ان لوگوں کو جو یہودی صفت ہو کر بندروں سے مشابہ ہو چکے تھے، انسان بنا دیتے تھے۔" (اخبار الفضل قادیان جلد ۷ نمبر ۴ مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۱۹ء)

۹۔ ایک فرقہ

براہین احمدیہ حصہ پنجم صہ۸۲ میں آپ (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"ان ہی دنوں میں سے ایک فرقہ کی بنیاد ڈالی جائے گی اور خدا اپنے منہ سے اس فرقہ کی حمایت کے لیے ایک قرنا بجائے گا اور اس قرنا کی آواز پر ہر ایک سعید اس فرقہ کی طرف کھینچ آئے گا۔ بجز ان لوگوں کے جو شقی ازلی ہیں، جو دوزخ کے بھرنے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں:۔

"خدا نے یہ ہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمان مجھ سے الگ رہے گا۔ وہ کاٹا جائے گا۔"

پھر ایک حضرت مسیح موعود کا الہام ہے۔ جو آپ نے اشتہار معیار الاخیار مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء صفحہ ۸، پر درج کیا ہے اور وہ یہ ہے۔

"جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا۔ وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔"

اختصار کے طور پر اتنے حوالے دیئے جاتے ہیں ورنہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) نے بیسیوں جگہ اس مضمون کو ادا کیا ہے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل (حکیم نور الدین صاحب) کا بھی یہی عقیدہ تھا چنانچہ جب ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ حضرت مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات ہے یا نہیں تو آپ نے فرمایا:

"اگر خدا کا کلام سچ ہے تو مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی۔" (دیکھو اخبار بدر نمبر ۲، جلد ۱۲، مورخہ ۱۱، جولائی ۱۹۱۲ء)

اب جبکہ یہ مسئلہ بالکل صاف ہے کہ مسیح موعود کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی تو کیوں خواہ مخواہ غیر احمدیوں کو مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

کلمۃ الفصل مصنف صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی (ریویو آف ریلیجنز صفحہ ۱۲۹ نمبر ۳ جلد ۱۴)

۱۰۔ غیروں سے الگ

"کیا مسیح ناصری نے اپنے پیروؤں کو یہود سے الگ نہیں کیا، کیا وہ انبیاء جن کی سوانح کا علم ہم تک پہنچا ہے اور ہمیں ان کے ساتھ جماعتیں بھی نظر آتی ہیں، انہوں نے اپنی ان جماعتوں کو غیروں سے الگ نہیں کر دیا؟ ہر ایک شخص کو ماننا پڑے گا۔ بیشک کیا ہے۔ پس اگر حضرت مرزا صاحب

مرزا صاحب کا احساسِ برتری

نبوت اور کمالاتِ نبوت کے بارے میں مرزا صاحب کا احساس برتری جو ایک خاص نفسیاتی کیفیت ہے، اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اوّل تو وہ اپنے آپ کو تمام انبیاء کا ہم پلہ اور ہم چشم سمجھتے تھے۔

نزول المسیح میں فرماتے ہیں:

آنچہ داد است ہر نبی را جام   داد آں جام را مرا بہ تمام

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں،

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے   من بہ عرفان نہ کمترم زکسے

پھر اس سے آگے بڑھ کر وہ اپنے کو جامع کمالات انبیاء سمجھتے ہیں۔ اسی کتاب میں فرماتے ہیں:

آدمم نیز احمد مختار   در برم جامۂ ہمہ ابرار

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں،

زندہ شد ہر نبی بآمدنم   ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم

اتنا ہی نہیں بلکہ ان کا عقیدہ اور اعلان ہے کہ ان سے نسلِ آدم کی تکمیل ہوئی ہے، اور ان کے بغیر یہ گلشنِ انسانیت ناتمام ہے۔ ان کا شعر ہے:

روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک   میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار

(ابوالحسن علی ندوی)

بھی جو کہ نبی اور رسول ہیں، اپنی جماعت کو منہاج نبوت کے مطابق غیروں سے الگ کر دیا تو نئی اور انوکھی بات کونسی کی ہے"
(اخبار الفضل قادیان جلد ۵ نمبر ۶۹ مورخہ ۲۶ جنوری ۰

۱۱۔ حضرت مسیح موعود کو مسلمان کہنا مسلمان بننے کے لیے کافی ہیں

(عنوان مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۹۱۰ء)

"آپ کے (مرزا صاحب) مبعوث کیے جانے کی غرض یہ نہ تھی کہ لوگ آپ کو مسلمان سمجھ لیں، اور بس۔ بلکہ یہ تھی کہ آپ کو قبول کریں اور آپ مسلمان را مسلمان باز کردند کے مطابق مسلمان کہلاتے والوں کو سچے اور حقیقی مسلمان بنائیں۔ پس حضرت مرزا صاحب نے یہ کبھی نہیں کہا کہ جو مجھے مسلمان کہہ دے وہ پکا مسلمان ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہی کہا کہ جو مجھے ملنے گا اور قبول کرے گا وہی مسلمان ہوگا"
(اخبار الفضل قادیان جلد ۶ نمبر ۴۶ مورخہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۸ء)

مُسلمان

۱۲۔ مسلمان مسلمان نہیں

"چو دورِ خسروی آغاز کردند
مسلمان را مسلمان باز کردند

اس الہامی شعر میں اللہ تعالیٰ نے مسئلہ کفر و اسلام کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اس میں خدا نے غیر احمدیوں کو بھی مسلمان کہا ہے اور پھر ان کے اسلام کا انکار بھی کیا ہے۔ مسلمان تو اس لیے کہا ہے کہ وہ مسلمان کے نام سے پکارے جاتے ہیں اور جب تک یہ لفظ استعمال نہ کیا جاوے، لوگوں کو پتہ نہیں چلتا کہ کون مراد ہے۔ مگر ان کے اسلام کا اس لیے انکار کیا گیا ہے کہ وہ اب خدا کے نزدیک مسلمان نہیں ہیں۔ بلکہ ضرورت ہے کہ ان کو پھر سے سرے سے مسلمان کیا جائے۔" (کلمۃ الفصل مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجز صـ۱۴۳ نمبر ۲ جلد ۱۴)

۱۳۔ مسلمان کا لفظ

"اس جگہ ایک اور شبہ بھی پڑتا ہے اور وہ یہ کہ جب حضرت مسیح موعود (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی صاحب) اپنے منکروں کو حسبِ حکمِ الٰہی اسلام سے خارج سمجھتے تھے تو آپ نے ان کے لیے اپنی بعض آخری کتابوں میں مسلمان کا لفظ کیوں استعمال فرمایا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ... کیا قرآن شریف میں عیسٰی کی طرف منسوب ہونے والی قوم کو نصاریٰ کے نام سے یاد نہیں کیا گیا۔ ضرور کیا گیا اور بہت دفعہ کیا گیا مگر وہاں معترض نے اعتراض نہ کیا کہ جب وہ عیسٰی کی تعلیم سے دور جا پڑے ہیں تو ان کو نصاریٰ کیوں کہا جاتا ہے، پھر اب یہاں اعتراض کیا؟ اصل میں بات یہ ہے کہ عرف عام کی وجہ سے ایک نام کو اختیار کرنا پڑتا ہے، لیکن اس کا مطلب نہیں ہوتا۔ کہ وہ چیز اسم با مسمّٰی ہو گئی۔ مثلاً دیکھو اگر ایک شخص سراج دین مسلمان سے عیسائی ہو جاوے تو اسے پھر سراج دین ہی کہیں گے، حالانکہ عیسائی ہو جانے کی وجہ سے وہ اب سراج دین نہیں رہا بلکہ کچھ اور بن گیا۔ لیکن عرف عام کی وجہ سے اسے اس نام سے پکارا جائے گا، معلوم ہوتا ہے حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کو بھی بعض وقت اس بات کا خیال آیا کہ کہیں میری تحریروں میں غیر احمدیوں کے متعلق مسلمان کا لفظ دیکھ کر دھوکا نہ کھائیں۔ اس لیے آپ نے کہیں کہیں بطور ازالہ کے غیر احمدیوں کے متعلق ایسے الفاظ بھی لکھ دیئے ہیں کہ "وہ لوگ جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں" تا جہاں کہیں بھی مسلمان کا لفظ ہو اس سے مدعی اسلام سمجھا جائے نہ کہ حقیقی مسلمان ..... پس یہ ایک یقینی بات ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے جہاں کہیں بھی

غیر احمدیوں کو مسلمان کہہ کر پکارا ہے وہاں صرف یہ مطلب ہے کہ وہ اسلام کا دعوےٰ کرتے ہیں ورنہ آپ حسب حکم الٰہی اپنے منکروں کو مسلمان نہ سمجھتے تھے۔"

(کلمۃ الفصل مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجز صفحہ ۱۲۶ نمبر ۳ جلد ۱۴)

"یاد رکھنا چاہیے کہ ہم جہاں غیر احمدیوں کے لیے مسلمان کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس سے مراد حسب پیشگوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسمی ورسمی ہوتی ہے کیونکہ آخر وہ نہ تو ہندو ہیں نہ عیسائی، بلکہ کلمہ پڑھتے ہیں اور قرآن شریف پر عمل کے مدعی ضرور ہے کہ ہم انہیں اسی نام سے پکاریں، جس کا وہ اپنے آپ کو مستحق سمجھتے ہیں۔ یہودیوں کے لیے الذین ھادو قرآن مجید میں آتا ہے اور عیسائی کے لیے نصاریٰ اور بعض اوقات عیسائی اور موسائی بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ نہ ہدایت یافتہ نہ حضرت عیسیٰ وموسیٰ کے متبعین۔ پس مسلمان کا لفظ بہ لحاظ قوم ہے اور شرعی فتویٰ جو کسی نبی کے انکار سے لازم آتا ہے وہ اور بات ہے۔" (اخبار الفضل قادیان جلد ۱۲ نمبر ۱۲۵ مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۲۵ء)

۱۴۔ سلام مسنون

"لیکن ہم پوچھتے ہیں، اگر سلام مسنون نہ کہنے سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ مخاطب کرنے والے کے نزدیک مخاطبین مسلمان نہ تھے، بلکہ کافر تھے تو کیا اسی قسم کی مثال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیش کی جائے تو پیغام اور اس کا امیر (مولوی محمد علی صاحب قادیانی لاہوری) تسلیم کرلیں گے کہ مسیح موعود بھی ان لوگوں کو جنہیں آپ نے بغیر سلام مسنون مخاطب کیا مسلمان نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ کافر قرار دیتے تھے۔ دیکھیے حضرت مسیح موعود نے آئینہ کمالات اسلام میں ایک مکتوب بزبان عربی لکھا۔۔۔ یہ عربی خط ہندوستان کے مسلمانوں کی طرف ہی نہیں لکھا گیا، بلکہ اس کے مخاطب مشائخ ہند اور زہاد اور صوفیاً مصر وشام وغیرہ اسلامی ممالک بھی ہیں، مگر جب ہم خط کو دیکھتے ہیں تو وہ بغیر سلام مسنون بسم اللہ کے بعد اس طرح شروع ہوتا ہے۔

الی مشایخ الہند ومتصوفۃ افغانستان ومصر وغیرھا من الممالک اما بعد فاعلموا ایھا الفقراء والمو، ومشائخ الھند وغیرھا من البلاد الذین وحقوا فی البدعات والفساد

اور دیکھیے ۱۹۰۲ء میں جب علماء ندوہ کا جلسہ امرتسر میں ہوا تو اس وقت حضرت مسیح موعود کے متعلق ایک اشتہار شائع ہوا، جس کے جواب میں آپ نے (مرزا صاحب) ایک ہی دن میں دعوۃ الندوہ کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں بغیر سلام مسنون کے التبلیغ کے عنوان سے علمائے ندوہ کو یوں مخاطب فرمایا" یا اھل دار الندوہ تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نحکم الا القرآن پس اگر حضرت خلیفہ ثانی (میاں محمود احمد صاحب) کے سلام مسنون نہ لکھنے کا مطلب ہے کہ آپ نے اس مجمع کو مسلمانوں کا مجمع نہ سمجھا تو حضرت مسیح موعود نے جو عام مسلمانوں کے مجمعوں کو نہیں، بلکہ علماء اور فضلاء کے مجمعوں کو بغیر سلام مسنون مخاطب فرمایا ہے، اس سے یہ درجۂ اولیٰ ثابت ہوا کہ آپ بھی ان کو مسلمان نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ کافر قرار دیں ان کو کافر سمجھنا ہر ایک شخص کا فرض ہے، جو آپ کو راستباز اور خدا کا برگزیدہ سمجھتا ہو۔" (اخبار الفضل قادیان جلد ۸ نمبر ۴ مورخہ ۲۲ جولائی ۱۹۲۰)

۱۵۔ زبانی دعویٰ

"لہٰذا یقینی اور قطعی طور پر یقینی ہے کہ اگر اس زمانہ کے یہودی صفت مسلمان نبی کریم کے وقت میں پیدا کیے جاتے تو آپ کے ساتھ بھی وہی سلوک کرتے، جو انہوں نے اس زمانہ کے رسول (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) کے ساتھ کیا اور اگر وہ موسیٰ اور عیسیٰ کا زمانہ پاتے تو ان کا بھی اسی طرح انکار کرتے کیونکہ مسیح موعود (مرزا صاحب) اللہ تعالیٰ کا ایک نور ہے اور وہ آنکھ جو اس نور کو ہی نہیں دیکھ سکتی، وہ اندھی ہے کسی اور نور کو بھی نہیں دیکھ سکتی۔ حضرت مسیح موعود نے بھی اس اصل کو بیان فرمایا ہے جیسا کہ آپ مخالفوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایسا شخص اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پاتا تو آپ کو بھی نہ مانتا اور اگر حضرت عیسیٰ کے زمانے میں ہوتا تو ان کو قبول نہ کرتا۔" پس مخالفین کا یہ دعوےٰ کہ ہم مسلمان ہیں ایک زبانی دعویٰ ہے۔" (کلمۃ الفصل مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی مندرجہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز صـ۱۰۳ نمبر ۳ جلد ۱۴)

۱۶۔ خبیث عقیدہ

"حضرت مسیح موعود (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی صاحب) کی اس تحریر سے بہت سی باتیں حل ہو جاتی ہیں اوّل یہ کہ حضرت صاحب کو اللہ نے الہام کے ذریعہ اطلاع دی کہ تیرا انکار کرنے والا مسلمان نہیں اور نہ صرف یہ اطلاع دی کہ بلکہ حکم دیا کہ تو اپنے منکروں کو مسلمان نہ سمجھ اور دوسرے یہ کہ حضرت صاحب نے عبدالحکیم خاں کو جماعت سے اس واسطے خارج کیا کہ وہ غیر احمدیوں کو مسلمان کہتا تھا تیسرے یہ کہ مسیح موعود کے منکروں کو مسلمان کہنے کا عقیدہ ایک خبیث عقیدہ ہے۔ چوتھے یہ کہ جو ایسا عقیدہ رکھے اس کے لیے رحمت الٰہی کا دروازہ بند ہے پانچویں یہ کہ جو شخص مسیح موعود کی دعوت کو رد کرتا ہے، وہ قرآن شریف کی نصوص صریحہ کو چھوڑتا ہے اور خدا کے کھلے نشانات سے منہ پھیرتا ہے۔ چھٹے یہ کہ جو مسیح موعود کے منکروں کو راستباز قرار دیتا ہے اس کا دل شیطان کے پنجے میں گرفتار ہے۔"

(کلمۃ الفصل مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز صـ۱۲۵ نمبر ۳ جلد ۱۴)

۱۷۔ دجالی طلسم

"اس تحریر سے ہم کو آتنی باتوں کا پتہ لگتا ہے۔ اوّل یہ کہ حضرت مولوی صاحب یعنی حکیم نورالدین صاحب خلیفہ اوّل) کا یہ عقیدہ تھا کہ مسلمان کہلانے کے لیے ایمان بالرسل ضروری ہے۔ دوسرے یہ کہ رسل کے مفہوم میں سارے رسول شامل ہیں۔ خواہ کوئی رسول نبی کریم صلعم سے پہلے آئے یا بعد میں ہندوستان میں یا کسی اور ملک میں تیسرے یہ کہ حضرت مسیح موعود بھی اللہ تعالیٰ کے ایک رسول تھے اور ایمان بالرسل میں آپ پر ایمان لانا بھی شامل ہے چوتھے یہ کہ جو مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ اللہ کے رسولوں میں تفرقہ کرتا ہے اس لیے وہ کافر ہے۔ اب کہاں وہ لوگ، جو کہتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحب غیر احمدیوں کو مسلمان سمجھا کرتے تھے۔ وہ دیکھیں کہ مذکورہ بالا تحریر ان کے سارے دجالی طلسم کو پاش پاش کر دیتی ہے۔"

(کلمۃ الفصل مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز صـ۱۲۲ نمبر ۳ جلد ۱۴)

۱۸۔ فیصلہ

"اب مسیح موعود کے اس فیصلہ کے بعد ہم کسی ایسے شخص کی بات کو پرِ پشہ کے برابر بھی وقعت نہیں دیتے، جو احمدی کہلا کر غیر احمدیوں کو مسلمان جانتا ہے۔ ہم مجبور ہیں ہم نے مسیح موعود کو مصلحت وقت کے لیے نہیں، بلکہ خدا کی طرف سے اسے واقعی حکم سمجھ کر مانا ہے۔ اور اس کی ہر بات کو سچا پایا ہے پس جب مسیح موعود (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی صاحب) کہتا ہے کہ اس کے منکروں کو خدا مسلمان نہیں جانتا تو ہم کون ہیں کہ اس بات کا انکار کریں؟"

(کلمۃ الفصل مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد قادیانی مندرجہ رسالہ آف ریلیجنز صـ۱۳۱ نمبر ۳ جلد ۳)

تکفیر

تکفیر کی توسیع

"ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔ ہاں ضال اور جادۂ صواب سے منحرف ضرور ہو گا اور میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا" (متن کتاب)

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے، جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدید لاتے ہیں، لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں، گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں، ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن سکتا" (حاشیہ) تریاق القلوب صـ۱۳۰ متن و حاشیہ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

"دیکھیے جس طرح جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور اس کی کتاب کو ماننے کا دعویٰ کر کے ان کے احکام کی تفصیلات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تقوے شہادت کو بیجانہ لائے اور ان احکام کو جو تزکیہ نفس، ترک شر اور حصول خیر کے متعلق نافذ ہوئے ہیں چھوڑ دے، وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے اور اس پر ایمان کے زیور سے آراستہ ہونے کا اطلاق نہیں آسکتا۔ اسی طرح سے جو شخص مسیح موعود کو نہیں مانتا یا ماننے کی ضرورت نہیں سمجھتا وہ بھی حقیقت اسلام اور غائت نبوت اور غرض رسالت سے بے خبر محض ہے اور وہ اس بات کا حق دار نہیں ہے کہ اس کو سچا مسلمان خدا اور اس کے رسول کا سچا تابعدار اور فرمانبردار کہہ سکیں کیونکہ جس طرح سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے قرآن شریف میں اور احکام دیئے ہیں اسی طرح سے آخری زمانہ میں ایک آخری خلیفہ کے آنے کی پیشگوئی بڑے زور سے بیان فرمائی ہے اور اس کے نہ ماننے والوں اور اس سے انحراف کرنے والوں کا نام فاسق رکھا ہے۔

(حجۃ اللہ تقریر لاہور از مرزا غلام احمد قادیانی صاحب منقول از النبوۃ فی الاسلام صد ۲۱۱ مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور)

"میں خدا کا ظلی اور بروزی طور پر نبی ہوں اور ہر ایک مسلمان کو دینی امور میں میری اطاعت واجب ہے اور مسیح موعود ماننا واجب ہے اور ہر ایک جس کو میری تبلیغ پہنچ گئی ہے گو وہ مسلمان ہے مگر مجھے اپنا حکم نہیں ٹھہراتا اور نہ مجھے مسیح موعود مانتا ہے اور نہ میری وحی کو خدا کی طرف سے جانتا ہے، وہ آسمان پر قابل مواخذہ ہے کیونکہ جس امر کو اس نے اپنے وقت پر قبول کرنا تھا، اس کو رد کر دیا۔"

(تحفۃ الندوہ صد مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

"علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیشگوئی موجود ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ آخری زمانے میں میری امت میں سے ہی مسیح موعود آئے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی خبر دی تھی کہ میں معراج کی رات میں مسیح ابن مریم کو نبیوں میں دیکھ آیا ہوں جو اس دنیا سے گزر گئے ہیں اور یحییٰ شہید کے پاس دوسرے آسمان میں ان کو دیکھا ہے۔

اور خدا نے میری سچائی کی گواہی کے لیے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کیے اور آسمان پر خسوف کسوف رمضان میں ہوا اب جو شخص خدا اور رسول کے احکام کو نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عمداً خدا تعالیٰ کے نشانوں کو رد کرتا ہے اور مجھ کو باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے تو وہ مومن کیونکر ہوسکتا ہے اور اگر وہ مومن ہے تو بوجہ افترا کرنے کے کافر ٹھہرا کیوں کہ میں ان کی نظر میں مفتری ہوں۔"

(حقیقۃ الوحی صد ۱۷۹ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

"کفر دو طرح پر ہے ایک کفر یہ کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول نہیں مانتا دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے، جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے پس اس لیے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔"

(حقیقۃ الوحی صد ۱۷۹ مصنفہ مرزا قادیانی صاحب)

"خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔" (ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مندرجہ رسالہ الذکر الحکیم صاحب منقول از اخبار الفضل

مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۵ء)

"جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور تیرا مخالف رہے گا، وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔"

(الہام مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اشتہار معیار الاخبار مندرجہ تبلیغ رسالت جلد نہم ص۲۷ مجموعہ اشتہارات مرزا صاحب)

"آپ نے (مسیح موعود) اس شخص کو بھی جو آپ کو سچا جانتا ہے، مگر مزید اطمینان کے لیے اس بیعت میں توقف کرتا ہے، کافر ٹھہرایا ہے بلکہ اس کو بھی جو آپ کو دل میں سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا، لیکن ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف ہے، کافر ٹھہرایا ہے۔"

(ارشاد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ تشحیذ الاذہان جلد ۶، نمبر ۴، ۱۰ اپریل ۱۹۱۱ء منقول از عقائد احمدیہ (ص ۱۰۸ مولفہ میر مدثر شاہ صاحب قادیانی لاہوری)

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔"

(آئینہ صداقت ص ۳۵ مصنفہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان)

"یہ بات تو بالکل غلط ہے کہ ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان کوئی فروعی اختلاف ہے۔۔۔ کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں بتاؤ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا؟ قرآن مجید میں تو لکھا ہے لانفرق بین احد من رسولہ لیکن حضرت مسیح موعود کے انکار میں تو تفرقہ ہوتا ہے۔"

(نہج المصلے مجموعہ فتاوے احمدیہ ص۲۷۲ مولفہ محمد افضل خاں صاحب قادیانی)

"ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمد کو نہیں مانتا یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔"

(کلمۃ الفصل مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز ص۱۱۰ نمبر ۳ جلد ۱۴)

۲۰۔ اصولِ تکفیر

"ایک دن نماز عصر کے بعد خود جناب خلیفہ (میاں محمود احمد) صاحب سے اس بارہ میں میری گفتگو ہوئی کہ وہ غیر احمدیوں کی کیوں تکفیر کرتے ہیں؟ اس گفتگو کا خلاصہ میں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

خاکسار: کیا یہ صحیح ہے کہ آپ غیر احمدیوں کو کافر سمجھتے ہیں؟

خلیفہ صاحب: ہاں یہ درست ہے۔

خاکسار: اس تکفیر کی بنا کیا ہے؟ کیا وہ کلمہ گو نہیں ہیں؟

خلیفہ صاحب: بیشک وہ کلمہ گو ہیں لیکن ہمارا اور ان کا اختلاف فروعی نہیں اصولی ہے۔ مسلم کے لیے توحید پر تمام انبیاء پر، ملائکہ پر، کتب آسمانی پر ایمان لانا ضروری ہے اور جو ان میں سے ایک بھی نبی اللہ کا منکر ہو جائے، وہ کافر ہو جاتا ہے جیسا کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء کو مانتے ہیں، لیکن صرف رسول اکرم کی رسالت کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہیں اسی طرح قرآن کریم کے مطابق غیر احمدی مرزا صاحب کی نبوت سے منکر ہو کر کفار میں شامل ہیں۔ اللہ کی طرف سے ایک مامور آیا جس کو ہم نے مان لیا اور انہوں نے نہ مانا۔" (مضمون عبدالقادر صاحب متعلم جامعہ ملیہ مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۱ نمبر ۹۹ مورخہ ۱۲ جون ۱۹۲۳ء)

۲۱۔ جزوِ ایمان

ہمارے نزدیک مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا جزوِ ایمان ہے، کیونکہ آپ کے انکار کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار مستلزم ہے چنانچہ خود حضرت

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

"علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول اکرم کو بھی نہیں مانتا" (حقیقۃ الوحی صـ۱۶۳) پس جبکہ مسیح موعود کے انکار سے خدا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار لازم ہے تو لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ میں خود مسیح موعود کا اقرار آجاتا ہے اس لیے جو شخص مسیح موعود علیہ السلام کا منکر ہو کر منہ سے لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کہتا رہے وہ اسی طرح مسلمان نہیں ہو سکتا، جس طرح کوئی شخص کلمہ طیبہ کا اقرار کرتا رہے، مگر ساتھ ہی گزشتہ انبیاء علیہم السلام میں سے بعض یا تمام دیگر ایمانیات کا منکر ہے" (اخبار الفضل قادیاں مورخہ ۲۹ جون ۱۹۳۶ء نمبر ۱۲۳ جلد ۱۳)

۲۲۔ کیوں کافر اس کی وجہ کہ غیر احمدی کیوں کافر ہیں، قرآن کریم نے بیان کی ہے سو وہ اصل جو قرآن کریم نے بتایا ہے اس سب کا انکار یا اس کے کسی ایک حصہ کے نہ ماننے سے کافر ہو جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کا انکار کفر ہے۔ کتب الٰہی کا انکار کفر ہے۔ ملائکہ کے انکار سے انسان کافر ہو جاتا ہے، وغیرہ ہم چونکہ حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں اور غیر احمدی آپ کو نہیں مانا۔ اس لیے قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق کہ کسی ایک نبی کا انکار بھی کفر ہے غیر احمدی کافر ہیں" (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیاں کا بیان بہ اجلاس سب جج عدالت گورداسپور مندرجہ اخبار الفضل قادیاں مورخہ ۲۶/۲۹ جون ۱۹۲۲ء جلد ۹ نمبر ۹۹/۱۰۰)

۲۳۔ دو بڑے کافر "اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں دو شخصوں کو سب سے بڑا کافر بیان فرمایا ہے۔ اوّل وہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرتا ہے۔ مثلاً کہتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے الہام کیا ہے حالانکہ درحقیقت اسے کوئی الہام نہیں ہوا۔ دوسرے وہ جو خدا کے کلام کی تکذیب کرتا ہے۔ جیسے فرمایا۔ ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا اوکذب بایاتہٖ" اس آیت میں ظالم سے کافر مراد ہے اور حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) نے بھی ظالم کے یہ ہی معنی کیے ہیں (دیکھو حقیقۃ الوحی صـ۱۶۳ حاشیہ) اب مسیح موعود کا یہ دعوے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مامور ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے، دو حالتوں سے خالی نہیں یا تو وہ نعوذ باللہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اور محض افتریٰ علی اللہ کے طور پر دعوے کرتا ہے تو ایسی صورت میں نہ صرف وہ کافر بلکہ بڑا کافر ہے اور یا مسیح موعود اپنے دعوئے الہام میں سچا ہے اور خدا سچ مچ اس سے ہم کلام ہوتا تھا اور اس صورت میں بلاشبہ یہ کفر انکار کرنے والے پر پڑے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں خود فرمایا ہے پس اب تم کو اختیار ہے کہ یا مسیح موعود کے منکروں کو مسلمان کہہ کر مسیح موعود پر کفر کا فتوےٰ لگاؤ اور یا مسیح موعود کو سچا مان کر اس کے منکروں کو کافر جانو" (کلمۃ الفصل مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز صـ۱۲۳ نمبر ۲ جلد ۱۴)

۲۴۔ صاف ظاہر "پھر (مرزا صاحب کا) ایک اور الہام ہے جس میں انکار کی گنجائش باقی رہتی ہی نہیں سوائے اس کے کہ الہام کا انکار کر دیا جائے اور وہ الہام یہ ہے قل یاایھا الکفار انی من الصادقین (دیکھو حقیقۃ الوحی صـ۹۲)۔۔۔ خدا مسیح موعود (مرزا صاحب کو) حکم دیتا ہے کہ تو کہہ اے کافرو میں صادقین میں سے ہوں یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ اس الہام میں مخاطب ہر ایک ایسا شخص ہے جو حضرت مسیح موعود کو صادق نہیں سمجھتا کیونکہ فقرہ انی من الصادقین اس کی طرف صاف طور پر اشارہ کر رہا ہے پس ثابت ہوا کہ ہر ایک جو آپ کو (یعنی مرزا صاحب) کو صادق نہیں جانتا اور آپ کے دعاوی پر ایمان نہیں لاتا وہ کافر ہے" (کلمۃ الفصل مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیاں صـ۱۴۳ نمبر ۳ جلد ۱۴)

۲۵۔ آیت کے ماتحت "پس اس آیت میں ہر ایک شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے، مگر محمدؐ کو نہیں مانتا اور یا محمدؐ کو مانتا ہے پر مسیح موعود (مرزا غلام احمد

قادیانی صاحب) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور یہ فتوے ہماری طرف سے نہیں ہے بلکہ اس کی طرف سے ہے جس نے اپنے کلام میں ایسے لوگوں کے لیے اولٰئک ھم الکافرون حقاً فرمایا ہے (کلمۃ الفصل مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجز صفحہ ۱۰۰ نمبر ۳ جلد ۱۴)

"ہاں اگر اس بات کا ثبوت چاہو کہ حضرت مسیح موعود اپنے مخالفین کو اس آیت کے ماتحت سمجھتے تھے یا نہیں تو الحکم نمبر ۳۰ جلد ۴ سنہ ۱۹۰۰ء پڑھ تو ساری حقیقت کھل جائے گی وہاں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کا ایک خطبہ درج ہے۔ جو مولوی صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعود کے سامنے پڑھا مولوی صاحب موصوف نے اس خطبہ کو اولٰئک ھم الکافرون حقا والی آیت سے ہی شروع کیا اور احمدیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر تم مسیح موعود کو ہر ایک امر میں حکم نہیں ٹھہراؤ گے اور اس پر ایمان نہیں لاؤ گے، جیسے صحابہ نبی کریم پر لائے تو تم بھی ایک گونہ غیر احمدیوں کی طرح اللہ کے رسولوں میں تفریق کرنے والے ہوں گے۔ حضرت مولوی صاحب مرحوم نے اس خطبہ میں یہ بھی کہا کہ اگر میں اس خیال میں غلطی پر ہوں تو میں التجا کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود مجھے میری غلطی سے مطلع فرماویں۔ مگر حضرت صاحب نے ایسا نہیں کیا بلکہ جب مولوی صاحب آپ کو نماز جمعہ کے بعد ملنے کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے (یعنی مرزا صاحب نے) فرمایا کہ وہ یہ بالکل میرا مذہب ہے جو آپ نے بیان کیا" اور فرمایا کہ "یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ آپ معارف الہیہ کے بیان میں بلند چٹان پر قائم ہو گئے ہیں۔" (دیکھو اخبار الحکم قادیاں نمبر ۳۰ جلد ۴ سنہ ۱۹۰۰ء)
(کلمۃ الفصل مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجز: ص ۱۴۱/۱۶۷ نمبر ۳ جلد ۱۴)

۲۶۔ خدا کی قسم

"کیا خلیفہ اول (حکیم نور الدین صاحب) کو مہدی جاننے والے اپنے مہدی کی بات ماننے کو تیار ہیں۔ وہ سُنیں کہ میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کی جھوٹی قسم کھانا ایک لعنتی آدمی کا کام ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے حضرت خلیفۃ المسیح خلیفہ اول کو (اولٰئک ھم الکافرون حقا والی آیت کو غیر احمدیوں پر چسپاں کرتے ہوئے اور رسل کے لفظ میں حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی صاحب) کو شامل کرتے ہوئے سنا ہے۔
مجھے ایک عرصہ گزر جانے کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح اول کے الفاظ یاد نہیں ہیں مگر مجھے یہ اچھی طرح یاد ہے کہ آپ نے مذکورہ بالا آیت کو غیر احمدیوں پر چسپاں کیا بلکہ سننے والوں نے اس دن بھی تعجب کیا تھا کہ حضرت مولوی صاحب نے خلاف عادت صریح الفاظ میں مسئلہ کفر کی تصدیق فرمائی۔ ورنہ عام طور پر مولوی صاحب کی عادت تھی کہ اگر کوئی آپ سے اس مسئلے کے متعلق سوال کرتا تو آپ یہ کہہ کر ٹال دیا کرتے کہ تمہیں دوسرے کے کفر و اسلام سے کیا تم اپنی فکر کرو۔
(کلمۃ الفصل مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجز: ص ۱۴۲ نمبر ۳ جلد ۱۴)

۲۷۔ پھر کس طرح

"پھر ہم کس طرح مان لیں کہ خدا تو ایک شخص کو کہے کہ انت منی بمنزلۃ ولدی انت منی بمنزلۃ توحیدی و تفریدی لیکن وہ شخص ایسا معمولی ہو کہ اس کا ماننا اور نہ ماننا قریباً برابر ہو پھر ہم کس طرح مان لیں کہ ایک شخص کو اللہ تعالیٰ بار بار اپنے الہام میں رسول اور نبی کہہ کر پکارے لیکن وہ لانفرق بین احد من رسلہ کے لفظ رسل میں شامل نہ ہو اور اس کا منکر اولٰئک ھم الکافرون حقا سے باہر ہو۔" (کلمۃ الفصل مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجز ص ۱۴۲ نمبر ۳ جلد ۱۴)

۲۸۔ موٹی سی بات

"پس اب کوئی شخص مسیح موعود (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی صاحب) کی ظلی نبوت کا انکار کر دے۔ مگر آپ کو ظلی نبی مان کر پھر اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ آپ نے منکرین کی نسبت وہی فتویٰ دیا ہے، جو قرآن کریم نے انبیاء کے منکرین کے متعلق بیان فرمایا ہے یہ ایک موٹی سی بات ہے جب مسیح موعود (مرزا صاحب) خدا کا ایک رسول اور نبی ہے تو پھر اس کو وہ سارے حقوق حاصل ہیں جو اور نبیوں کو ہیں اور اس کا انکار ایسا ہی

ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کے کسی اور نبی کا انکار اب ظاہر ہے کہ جو شخص مسیح موعود (مرزا صاحب) کا انکار کرتا ہے ، وہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں تفریق کرتا ہے یعنی باقی رسولوں کو تو مانتا ہے مگر مسیح موعود (مرزا صاحب) کو نہیں مانتا اس لیے اس کی طرف یہ قول منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ لا نفرق بین احد من رسلہ۔ کیونکہ اس نے مسیح موعود کے انکار سے رسولوں میں تفریق کردی۔ پس اس لیے وہ حق نہیں رکھتا کہ اسے مومن کے نام سے پکارا جاوے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے دوسری جگہ ایسے لوگوں کو جو خدا کے بعض رسولوں کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے پکا کافر کہا۔ (کلمۃ الفصل مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز صفحہ ۱۲۹ نمبر ۳ جلد ۱۴)

۲۹۔ ہتک اور استہزاء

"آں حضرت کی بعثت اول میں آپ کے منکروں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا، لیکن آپ کی بعثت ثانی میں آپ کے منکروں کو داخل اسلام سمجھنا یہ آنحضرتؐ کی ہتک اور آیات اللہ سے استہزاء ہے حالانکہ خطبہ الہامیہ میں حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) نے آنحضرتؐ کی بعثت اول و ثانی کی باہمی نسبت کو ہلال اور بدر کی نسبت سے تعبیر فرمایا ہے جس سے لازم آتا ہے کہ بعثت ثانی کے کافر کفر میں بعثت اول کے کافروں سے بہت بڑھ کر ہیں۔" (اخبار الفضل قادیان جلد ۳ صفحہ ۱ مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۱۵ء)

"پس ان معنوں میں مسیح موعود (جو آنحضرت کے بعث ثانی کے ظہور کا ذریعہ ہے) کے احمد اور نبی اللہ ہونے سے انکار کرنا، گویا آنحضرت، کے احمد اور نبی اللہ ہونے سے انکار کرنا ہے، جو منکر کو دائرہ اسلام سے خارج اور پکا کافر بنا دینے والا ہے۔" (اخبار الفضل قادیان جلد ۲ صفحہ ۱۳ مورخہ ۲۹ جون ۱۹۱۵ء)

"خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مسیح موعود (یعنی مرزا صاحب) کا اللہ تعالیٰ نے بار بار اپنے الہام میں احمد نام رکھا ہے، اس لیے آپ کا منکر کافر ہے، کیونکہ احمد کے منکر کے لیے قرآن میں لکھا ہے۔ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون۔" (کلمۃ الفصل مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز صفحہ ۱۴۱ نمبر ۳ جلد ۱۴)

۳۰۔ برابری

"پھر اپنے رسالہ (کفر و اسلام) کے صفحہ ۶ پر مولوی محمد علی صاحب (قادیانی لاہوری) لکھتے ہیں "مسیح موعود کے نہ ماننے سے ایک شخص قابل مواخذہ ہے، مگر وہ دائرہ اسلام سے اس وقت تک خارج نہیں ہوتا جب تک لا الہ الا اللہ کا انکار نہ کرے اگر مولوی صاحب موصوف کا واقعی یہ ہی اعتقاد ہے تو پھر ان کے نزدیک یہ فقرہ بھی درست ہونا چاہیے کہ نبی کریم کے نہ ماننے سے ایک شخص قابل مواخذہ ہے مگر وہ دائرہ اسلام سے اس وقت تک خارج نہیں ہوتا جب تک کہ لا الہ الا اللہ کا انکار نہ کرے۔ (کلمۃ الفصل مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز صفحہ ۱۴۳ نمبر ۴ جلد ۱۴)

۳۱۔ ایک اولوالعزم نبی

"اگر یہودی اس لیے بیت المقدس کی تولیت کے مستحق نہیں کہ وہ جناب مسیح اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کے منکر ہیں اور عیسائی اس لیے غیر مستحق ہیں کہ انہوں نے خاتم النبیین کی رسالت و نبوت کا انکار کر دیا ہے تو یقیناً یقیناً غیر احمدی بھی مستحق تولیت بیت المقدس نہیں کیونکہ یہ بھی اس زمانہ میں مبعوث ہونے والے خدا کے ایک اولوالعزم نبی کے منکر اور مخالف ہیں اور اگر کہا جائے کہ حضرت مرزا صاحب کی نبوت ثابت نہیں تو سوال ہوگا کن کے نزدیک؟ اگر جواب یہ ہو کہ نہ ماننے والوں کے نزدیک تو اسی طرح یہود کے نزدیک مسیح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسیحیوں کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت بھی ثابت نہیں اگر منکرین کے فیصلہ سے ایک نبی غیر نبی ٹھہر جاتا ہے تو کروڑوں عیسائیوں اور یہودیوں کا اجماع ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم من جانب اللہ نبی اور رسول نہ تھے۔ پس اگر ہمارے غیر احمدی بھائیوں کا یہ اصل درست ہے کہ بیت المقدس کی تولیت کے مستحق تمام نبیوں کے ماننے والے ہی ہو سکتے ہیں تو ہم اعلان کرتے ہیں کہ

احمدیوں کے سوا خدا کے تمام نبیوں کا مومن اور کوئی نہیں ہے" اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲، نومبر ۱۹۲۱ء جلد ۹ نمبر ۳۶)

۳۲۔ عظیم الشان نبی اللہ رسول اللہ

"جری اللہ فی حلل الانبیاء سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت احمد علیہ السلام ایک عظیم الشان نبی اللہ اور رسول اللہ ہیں۔ اور ان کا انکار موجب غضب الٰہی اور کفر ہے۔" (رسالہ احمدی نمبر ۵، ۶، ۷، بابت ۱۹۱۹ء موسومہ النبوۃ فی الالہام ص۹ مؤلفہ قاضی محمد یوسف صاحب قادیانی۔

۳۳۔ لازمی شرط

"خدا تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو فرمایا کہ جس کو میرا محبوب بننا منظور اور مقصود ہو اس کو تیری اتباع کرنی اور تجھ پر ایمان لانا لازمی شرط ہے۔ ورنہ وہ میرا محبوب نہیں بن سکتا۔ اگر تیرے منکر اس تیرے فرمان کو قبول نہ کریں بلکہ شرارت اور تکذیب پر کمربستہ ہوں تو ہم سزا دہی کی طرف متوجہ ہوں گے۔ ان کافروں کے واسطے ہمارے پاس جہنم موجود ہے، جو قید خانہ کا کام دے گا۔
یہاں صرف حضرت احمد علیہ السلام کے منکر اور اطاعت و تبعیت میں نہ آنے والے گروہ کو کافر قرار دیا ہے اور جہنم ان کے لیے بطور قید خانہ قرار دیا ہے۔" (رسالہ احمدی نمبر ۵، ۶، ۷ بابت ۱۹۱۹ء موسومہ النبوۃ فی الالہام ص۲ مؤلفہ قاضی محمد یوسف صاحب قادیانی)

۳۴۔ حیران

"لکھنؤ میں ہم (یعنی میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان) ایک آدمی سے ملے جو بڑا عالم ہے۔ اس نے کہا کہ وہ آپ لوگوں کے بڑے دشمن ہیں، جو یہ مشہور کرتے پھرتے ہیں کہ آپ ہم لوگوں کو کافر کہتے ہیں۔ میں نہیں مان سکتا کہ آپ ایسا وسیع حوصلہ رکھنے والے ایسا کہتے ہوں۔ اس سے شیخ یعقوب علی باتیں کر رہے تھے میں نے ان کو کہا آپ کہہ دیں کہ واقع میں ہم آپ لوگوں کو کافر کہتے ہیں، یہ سن کر وہ حیران سا ہو گیا۔" (انوار خلافت ص۹۲ مصنفہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان)

۳۵۔ تعجب کی بات

"یہ تو احمدی غیر احمدی کا سوال ہوا، اب لیجیے۔ قادیانی احمدی ایسے احمدی کو جو ان کی جماعت سے نکل کر لاہوری جماعت میں شامل ہو جائے، مرتد کہتے ہیں، حالانکہ اصطلاحی لحاظ سے مرتد وہ ہوتا ہے جو اسلام چھوڑ دے۔
جب ایک ایسی جماعت کے ساتھ جو حضرت مسیح موعود کو بروزی اور ظلی نبی بھی مانتی ہے قادیانی احمدیوں کا یہ سلوک ہے تو ان کا سلوک غیر احمدیوں یا احرار کے ساتھ تو کہیں بدتر ہوگا اور اگر اس کے جواب میں احرار قادیانی حضرات (وہ تو لاہوریوں کو بھی اسی لپیٹ میں لاتے ہیں) کو کافر سمجھیں اور ان سے وہی سلوک روا رکھیں جو خود احرار سے رکھا جاتا ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا تعجب کی بات ہے۔" (قادیانی جماعت لاہور کا اخبار پیغام صلح جلد ۲۴ نمبر ۴۹ مورخہ ۱۲۔ اگست ۱۹۳۶ء)

۳۶۔ مفتی صاحب کا فتوےٰ

اخبار بدر پرچہ ۹، مارچ ۱۹۰۶ء میں مولا بخش آف گورالی کے اس سوال کا کہ کیا حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود نہ ماننے والے کو کافر نا چاہیے" حضرت مفتی (محمد صادق) صاحب (قادیانی) یہ جواب لکھتے ہیں:۔
خدا تعالیٰ کے تمام رسولوں پر ایمان لانا ہے، درمیان میں سے ایک رسول کو (بالفرض مسیح ابن مریم ہی کو سہی) نہیں مانتا ہے وہ تو کافر تھا۔ بتلاؤ وہ شخص یہودی کہلائے گا یا مسلمان حضرت مرزا صاحب بھی اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سے ایک رسول ہیں۔ جو خدا کے رسولوں میں سے ایک رسول کا انکار کرتا ہے، اس کا کیا حشر ہوگا آپ ہی بتلایئے! مگر انصاف شرط ہے کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی الفاظ اس بات کے ثبوت میں ہو سکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان (الفاظ کا) نویسندہ واقعی اور

حقیقی معنوں میں نبی اور رسول یقین کرتا ہے" از محمد اسماعیل صاحب قادیانی کا رسالہ العنوان مولوی محمد علی صاحب کے اپنی سابقہ تحریرات کے متعلق جوابات پر نظر صہ ۱۴۳)

۳۷۔ میرے نزدیک حق نہ تھا

"میرے نزدیک غیر احمدی کافر ہیں" میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیاں کا بیان با اجلاس سب جج عدالت گورداسپور مندرجہ اخبار الفضل قادیاں مورخہ ۲۶/۲۹ جون ۱۹۲۲ء جلد ۹ نمبر ۱۲/۱۶

"جن بعض لوگوں نے ہم پر کفر کا فتوے دیا ہے، وہ فتوے غلط ہے ان کو حق نہ تھا کہ وہ ہم کو کافر کہتے" (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیاں کا بیان اجلاس سب جج عدالت گورداسپور مندرجہ اخبار الفضل قادیاں۔ مورخہ ۲۶، ۲۹ جون ۱۹۲۲ء جلد ۹ نمبر ۱۰، ۱۰۲)

۳۸۔ ہم اور وہ

چودھری صاحب (ظفر اللہ خاں صاحب قادیانی) کی بحث تو صرف یہ تھی کہ ہم احمدی مسلمان ہیں۔ ہم کو کافر قرار دینا غلطی ہے باقی غیر احمدی کافر ہیں۔ یا نہیں اس کے متعلق عدالت ماتحت میں بھی احمدیوں کا یہی جواب تھا کہ ہم ان کو کافر کہتے ہیں اور ہائی کورٹ میں بھی چودھری نے اس کی تائید کی" (اخبار الفضل قادیاں جلد ۱۰ نمبر ۲۱ مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۲۲ء)

"میں نے بتا دیا کہ ہم حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں غیر احمدی نبی نہیں مانتے تو وہ ہمیں کافر محض جوش نفس سے کہتے ہیں" از میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیاں کا بیان اجلاس سب جج عدالت گورداسپور مندرجہ اخبار الفضل قادیاں۔ مورخہ ۲۶ / ۲۹ جون ۱۹۲۲ء جلد ۹ نمبر ۱۲/۱۶)

۳۹۔ چڑنے کا فلسفہ

"اگر ہم غیر احمدیوں کے نزدیک جھوٹے ہیں اور کسی کو کافر کہتے ہیں تو اسے برا کیوں لگتا ہے دیکھو عیسائی ہمیں کافر کہتے ہیں لیکن ہم ان کے اس کہنے سے نہیں چڑتے کیونکہ ہم انہیں سچا نہیں سمجھتے پس اگر غیر احمدی ہمارے کافر کہنے سے چڑتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہم کو سچا سمجھتے ہیں۔ ہم ان کو کہتے ہیں کہ جب وہی اسلام ہے جو ہمارے پاس ہے تو تم اسے قبول کر لو پھر ہم تمہیں کافر نہیں کہیں گے بلکہ اپنا بھائی سمجھیں گے (قادیانی صاحبان جو کافر کہلانے سے چڑتے ہیں خود بھی مسلمانوں کی سچائی تسلیم کرتے ہیں) از المؤلف (اخبار الفضل قادیاں جلد ۱۳ نمبر ۸۶ مورخہ ۵ فروری ۱۹۲۶ء)

نماز اور حج

۴۰۔ نماز کی ممانعت

"صبر کرو اور اپنی جماعت کے غیر کے پیچھے نماز مت پڑھو بہتری اور نیکی اس میں ہے اور اسی میں تمہاری نصرت اور فتح عظیم ہے اور یہی اس جماعت کی ترقی کا موجب ہے۔ دیکھو دنیا میں روٹھے ہوئے ایک دوسرے سے ناراض ہونے والے بھی اپنے دشمن کو چار دن منہ نہیں لگاتے اور تمہاری ناراضگی اور روٹھنا خدا کے لیے ہے تم اگر ان میں رلے جاتے ہو تو خدا تعالیٰ جو خاص نظر تم پر رکھتا ہے وہ نہیں رکھے گا۔ پاک جماعت جب الگ ہو تو پھر اس میں ترقی ہوتی ہے۔" (ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مندرجہ اخبار الحکم قادیان ۱۰ اگست ۱۹۰۱ء منقول کتاب منظور الٰہی۔ صہ ۲۶۵ مولفہ منظور الٰہی صاحب قادیانی لاہور)

"میرا مذہب وہی ہے جو میں ہمیشہ سے ظاہر کرتا ہوں کہ کسی غیر مبائع شخص کے پیچھے خواہ وہ کیسا ہی ہو اور لوگ اس کی کیسی ہی تعریف کرتے ہوں نماز نہ پڑھو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اللہ تعالیٰ ایسا ہی چاہتا ہے۔ اگر کوئی شخص متردد یا مذبذب

ہے تو وہ بھی مکذّب ہی ہے خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ اس طرح احمدی میں اور اس غیر میں تمیز اور تمیز کر دے۔
(ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مندرجہ اخبار الحکم قادیان جلد ۸ نمبر ۴۱۔۴۲، مورخہ ۳۰ نومبر ۱۰ دسمبر ۱۹۰۴ء۔ اخبار الفضل قادیان جلد ۵ نمبر ۱۷، مورخہ ۲۸ اگست ۱۹۱۷ء)

۴۱۔ یاد رکھو

پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے، کہ کسی مکفّر اور مکذّب یا متردّد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ اما مکم منکم یعنی جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعوے اسلام کرتے ہیں بکلّی ترک کرنا پڑے گا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ پس تم ایسا ہی کرو کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۴ حاشیہ مرزا غلام احمد قادیانی)

۴۲۔ حرام قطعی حرام

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے صاف اور صریح الفاظ میں لکھا ہے کہ آپ کو خدا نے بتایا ہے کہ احمدیوں پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفّر مکذّب اور متردّد کے پیچھے نماز پڑھیں۔ اگر کوئی احمدی ان تینوں قسم کے لوگوں میں سے کسی کے پیچھے نماز پڑھے گا تو اس کے عمل حبط ہو جائیں گے اور اس کو پتہ بھی نہیں لگے گا۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۸ نمبر ۲۱ مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۷ء)

۴۳۔ نہیں نہیں نہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے سختی سے تاکید فرمائی ہے کہ کسی احمدی کو غیر احمدی کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ باہر سے لوگ اس کے متعلق بار بار پوچھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں تم جتنی دفعہ بھی پوچھو گے، اتنی دفعہ ہی میں یہی جواب دوں گا کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں، جائز نہیں۔ (انوار خلافت مجموعہ تقاریر میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان صفحہ ۸۹)

۴۴۔ ہرگز نہیں

بہت سے غیر احمدی لوگ ہمارے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں احمدی (قادیانی) ہرگز غیر احمدی کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا بیان باجلاس سب جج عدالت گورداسپور مندرجہ اخبار الفضل قادیان (مورخہ ۲۶۔ ۲۹ جون ۱۹۲۲ء) جلد ۹ نمبر ۱۰۱۔ ۱۰۲

۴۵۔ سوال

(مرزا صاحب سے) سوال ہوا کہ اگر کسی جگہ امام نماز حضور کے حالات سے واقف نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھ لیں یا نہ پڑھیں، حضرت مسیح موعود (یعنی مرزا صاحب) نے فرمایا کہ پہلے تمہارا فرض ہے، اسے واقف کرو پھر اگر تصدیق نہ کرے نہ تکذیب تو وہ بھی منافق ہے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ (ملفوظات احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۱۴۶ مرتبہ محمد منظور الٰہی صاحب قادیانی لاہوری)

۴۶۔ فرض

ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں یہ دین کا معاملہ ہے۔ اس میں کسی کا اپنا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے۔ (انوار خلافت صفحہ ۹۰ مصنفہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان)

۴۷۔ کسی قسم کے

ان دونوں حوالوں سے ظاہر ہے کہ کسی قسم کے غیر احمدی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (منکرین خلافت کا انجام صفحہ ۸۳۔ مصنفہ جلال الدین شمس صاحب قادیانی)

۴۸۔ دکھاوے کی نماز

۱۹۱۲ء میں سید عبدالحی صاحب عرب مصر سے ہوتے ہوئے حج کو گئے قادیان سے میرے نانا صاحب میر ناصر نواب بھی براہ راست حج کو گئے۔ جدّہ میں ہم مل گئے۔ اور مکہ مکرمہ اکٹھے گئے۔ پہلے ہی دن طواف کے وقت مغرب کی نماز کا وقت آگیا۔ میں ہٹنے لگا۔ مگر راستے رُک گئے تھے۔

نماز شروع ہوگئی تھی۔ نانا صاحب جناب میر صاحب نے فرمایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح (حکیم نورالدین صاحب) کا حکم ہے کہ مکہ میں ان کے پیچھے نماز پڑھ لینی چاہیے۔ پر میں نے نماز شروع کردی پھر اسی جگہ ہمیں عشاء کا وقت آگیا۔ وہ نماز بھی ادا کی گھر جاکر میں نے عبدالحی صاحب عرب سے کہا کہ وہ نماز تو حضرت خلیفۃ المسیح کے حکم کی تھی اب آؤ خدا تعالیٰ کی نماز پڑھ لیں جو غیر احمدیوں کے پیچھے نہیں ہوتی اور ہم نے وہ دونوں نمازیں دہرالیں۔

اور بیس دن کے قریب جو ہم وہاں رہے یا گھر پر نماز پڑھتے رہے یا مسجد کعبہ میں الگ اپنی جماعت کرا کے اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ گو مسجد کعبہ میں چاروں مذہبوں کے سوا دوسروں کو الگ جماعت کی عام طور پر اجازت نہیں مگر ہمیں کسی نے کچھ نہیں کہا بلکہ پیچھے رہتے ہوئے لوگوں کے ساتھ مل جانے سے بعض دفعہ اچھی خاصی جماعت ہو جاتی تھی۔ کسی کو کیا معلوم کہ آپ مسلمانوں سے جدا ہو کر قادیانی نماز پڑھتے تھے۔ بڑی جماعت کے بعد عام طور پر نماز کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ خواہ فرداً فرداً خواہ چھوٹی چھوٹی جماعتوں کے ساتھ۔ تاہم قادیانی صاحبان اس کو بڑا فضل سمجھتے ہیں کہ وہاں کسی کو ان کا پتہ نہ لگا۔ (للمؤلف)

چونکہ جناب نانا صاحب کو خیال تھا کہ ان کے اس فعل سے (یعنی مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے، کوئی فتنہ ہوگا، انہوں نے قادیان آکر حضرت خلیفۃ المسیح کے سامنے یہ سوال پیش کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ . . . ایک صاحب حکیم محمد عمر نے یہ ذکر حضرت خلیفۃ المسیح کے پاس شروع کر دیا آپ نے فرمایا، ہم نے ایسا کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ ہماری یہ اجازت تو ان لوگوں کے لیے ہے، جو ڈرتے ہیں۔ اور جن کے ابتلاء کا ڈر ہے۔ وہ ایسا کر سکتے ہیں کہ اگر کسی جگہ گھر گئے ہوں تو غیر احمدیوں کے پیچھے نمازیں پڑھ لیں اور پھر آکر دہرالیں۔ سو الحمد اللہ کہ میرا فعل جس طرح حضرت مسیح موعود کے فتوے کے مطابق ہوا اسی طرح خلیفہ وقت کی منشا کے ماتحت ہوا (مکہ معظمہ تو کیا کہنا بعض سربر آوردہ قادیانی صاحبان کے متعلق تو معتبر روایت ہے کہ کوئی موقع پیش آئے تو وہ مکہ مسجد (حیدر آباد) میں بھی مسلمانوں کی نماز پڑھ لیتے ہیں، واقعی خلیفۃ المسیح کا فتوے بہت ضروری اور کارآمد ہے۔ (للمؤلف) آئینہ صداقت ص۹۱ مصنفہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان)

۹۴۔ حج باطل

مکرمی حضرت ابوبکر یوسف جمال جدہ کے ایک مشہور تاجر اور ہماری جماعت کے ایک مخلص بزرگ ہیں اور آج کل قادیان میں آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب مفتی جماعت احمدیہ کی خدمت میں ایک استفتاء پیش کیا اب وہ استفتا مع فتوے جناب مفتی صاحب بغرض اشاعت بھیجتے ہیں۔ اُمید ہے کہ احباب کے علم میں اس سے اضافہ ہوگا۔ (عرفانی)

سوال :۔ ایک مسلمان نے حج فرض ادا کر لیا ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی بیعت کی پھر دو بارہ حج کرنے کے لیے احرام باندھتا ہے یعنی بعد بیعت کے یہ دوبارہ حج کی نیت نفل کرے یا حج فرض کی۔

الجواب :۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دعوے سے پہلے جس نے حج فرض ادا کیا ہے اس کا فرض ادا ہوگیا اور اس شخص کے احمدی ہونے کے بعد اس پر حج فرض لازم نہیں آتا کیونکہ وہ ادا کر چکا ہے اور سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دعوے کے بعد ایک وہ ابتدائی زمانہ ہے کہ جس میں نہ تو دعوے کی پوری اشاعت ہوتی ہے اور نہ اپنے ملک کے لوگوں پر اتمام حجت ہوا ہے اور وہی زمانہ ہے کہ جس میں حضور نے غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع نہیں فرمایا اور نہ ہی ان کو کافر قرار دیا ہے تو اگر کسی نے اس ابتدائی زمانہ میں حج فرض ادا کیا ہے تو اس کا بھی حج فرض ادا ہوگیا۔ لیکن جس نے اس زمانے میں حج ادا کیا ہو کہ آپ کا دعوے پوری طرح شائع ہو چکا اور ملک کے لوگوں پر عموماً اتمام حجت کر دیا گیا اور حضور نے غیر احمدی امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرما دیا۔ تو پھر اس کا حج فرض ادا

نہیں ہوا لہٰذا احمدی ہونے کے بعد بھی اس کی حالت ایسی ہو کہ جس وجہ سے حج فرض ہوتا ہے۔ تو اس کو حج ادا کرنا چاہیے کیونکہ اس نے جو پہلے حج کیا ہے وہ ادا نہیں ہوا۔ (اخبار الحکم قادیان جلد ۳ نمبر۱۶ مورخہ ۷ مئی ۱۹۲۴ء)

جنازہ

۵۰- اوائل کی بات

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی کافر کا جنازہ پڑھا تو وہ ابتدائے زمانۂ اسلام کی بات تھی جب کہ تبلیغ پورے طور پر نہ ہو چکی تھی۔ بعد میں مشرکین کو حرم میں آنے کی بھی اجازت نہ رہی اگر حضرت موعود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے منکرین کے جنازہ کی اجازت دی تو وہ بھی اوائل کی بات تھی۔ بعد میں اگر کسی نے اس فتوے کو جاری سمجھا تو وہ اس کی اجتہادی غلطی تھی جس کو حضرت خلیفہ اوّل (حکیم نورالدین صاحب) نے صاف حکم کے ساتھ رد کر دیا کہ غیر احمدی کا جنازہ ہرگز جائز نہیں۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۳ نمبر ۱ مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۱۹ء)

۵۱- محض اس لیے

حضرت مرزا صاحب نے اپنے (فضل احمد صاحب) مرحوم کا جنازہ محض اس لیے نہیں پڑھا کہ وہ غیر احمدی تھا۔ (اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۵ دسمبر ۱۹۲۱ء جلد ۹ نمبر ۴۷)

۵۲- ایسی جگہ

اگر یہ کہا جائے کہ کسی ایسی جگہ جہاں تک تبلیغ نہیں پہنچی کوئی مرا ہوا ہو اور اس کے مر چکنے کے بعد وہاں کوئی احمدی پہنچے تو وہ جنازہ کے متعلق کیا کرے؟ اس کے متعلق یہ ہے کہ ہم تو ظاہر پر ہی نظر رکھتے ہیں چونکہ وہ ایسی حالت میں مرا کہ خدا تعالیٰ کے رسول اللہ اور نبی کی پہچان اسے نصیب نہیں ہوئی اس لیے ہم اس کا جنازہ نہیں پڑھیں گے۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۲ نمبر ۱۳۶ مورخہ ۶ مئی ۱۹۱۵ء)

۵۳- جو لوگ

میرا یہ عقیدہ ہے کہ جو لوگ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ان کا جنازہ جائز نہیں کیونکہ میرے نزدیک وہ احمدی نہیں ہیں اسی طرح جو لوگ غیر احمدیوں کو لڑکی دے دیں اور وہ اپنے اس فعل سے توبہ کیے بغیر فوت ہو جائیں ان کا جنازہ بھی جائز نہیں۔ غیر مبائعین (لاہوری جماعت) کے گروہ میں ایسے لوگ بھی ہیں، جو کہتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (مرزا صاحب) کو کسی قسم کی بھی نبوت حاصل نہیں تھی اور وہ نبوت کے معاملہ میں حضرت مسیح موعود کے الفاظ کو غلطی پر محمول کرتے ہیں ایسے لوگ بھی احمدی نہیں ہیں۔ ایسے لوگوں کا بھی جنازہ جائز نہیں۔ (میاں محمود احمد صاحب قادیانی خلیفہ قادیان کا مکتوب مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۲۶ء نمبر ۱۰۲ جلد ۳)

۵۴- دعائے مغفرت کی ممانعت

سوال :- کیا کسی شخص کی وفات پر جو، سلسلۂ احمدیہ میں داخل نہ ہو یہ کہنا جائز ہے کہ خدا مرحوم کو جنت نصیب کرے۔

جواب :- غیر احمدیوں کا کفر بینات سے ثابت ہے اور کفار کے لیے دعائے مغفرت جائز نہیں۔ (روشن علی مولوی قادیان) اخبار الفضل قادیان جلد ۸ نمبر ۵۹ مورخہ ۷ فروری ۱۹۲۱ء)

قانون یہ ہے کہ :- (۱) انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی کا بھی انکار کیا جائے تو انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

(۲) جو شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو بعد از موت اس کے لیے دعا و استغفار جائز نہیں، احمدیوں کی پوزیشن یہ ہے۔

(۱) وہ مرزا غلام احمد صاحب کو ایسا ہی نبی (بہ لحاظ حقیقت نبوت) مانتے ہیں، جیسے حضرت محمد مصطفےٰ صلعم نبی تھے۔

۲۔ اس لیے جو شخص حضرت مرزا صاحب کا انکار کرتا ہے، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اس لیے دعائے استغفار جائز نہیں۔ (اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۱ء جلد ۹ نمبر ۳۰)

۵۵۔ تین فتوے

ایک شخص کے خط کے جواب میں حضور (میاں محمود احمد صاحب) خلیفہ قادیان نے لکھوایا
(۱) تلاوتِ قرآن کا ثواب مُردہ کی روح کو نہیں پہنچتا۔
(۲) قبر پر قرآن پڑھنا بہ روایت و فتوے حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) بے فائدہ بلکہ ڈر ہے کہ بد نتیجہ پیدا کرے۔
(۳) غیر احمدی بچے کا جنازہ پڑھنا درست نہیں (اخبار الفضل قادیان جلد ۹ نمبر ۸۷ ۴ مئی ۱۹۲۲ء)

۵۶۔ معصوم بچہ

ایک صاحب نے عرض کیا کہ غیر مبایع (لاہوری جماعت) کہتے ہیں۔ غیر احمدی کے بچہ کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے، وہ تو معصوم ہوتا ہے اور کیا یہ ممکن نہیں وہ بچہ جوان ہو کر احمدی ہوتا۔

اس کے متعلق (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے) فرمایا جس طرح عیسائی بچے کا جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا، اگرچہ وہ معصوم ہی ہوتا ہے، اسی طرح ایک غیر احمدی کے بچے کا بھی جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا۔ (ڈائری میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۰ نمبر ۳۲ مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۲ء)

ایک اور سوال یہ رہ جاتا ہے کہ غیر احمدی تو حضرت مسیح موعود کے منکر ہوئے اس لئے ان کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیے، لیکن اگر کسی غیر احمدی کا چھوٹا بچہ مر جائے تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے وہ تو مسیح موعود کا مکفر نہیں ہیں یہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ بات درست ہے تو پھر ہندو اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا، کتنے لوگ ہیں جو ان کا جنازہ پڑھتے ہیں؟ اصل بات یہ ہے کہ جو ماں باپ کا مذہب ہوتا ہے، شریعت وہی مذہب ان کے بچے کا قرار دیتی ہے۔ پس غیر احمدی کا بچہ غیر احمدی ہوا۔ اس لیے اس کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیے پھر میں کہتا ہوں بچہ گنہگار نہیں ہوتا اس کو جنازے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ بچہ کا جنازہ تو دعا ہوتی ہے، اس کے پس ماندگان کے لیے اور اس کے پس ماندگان ہمارے نہیں بلکہ غیر احمدی ہوتے ہیں اس لیے بچے کا جنازہ بھی نہیں پڑھنا چاہیے باقی رہا کوئی ایسا شخص، جو حضرت (مرزا) صاحب کو تو سچا مانتا ہے لیکن ابھی اس نے بیعت نہیں کی یا احمدیت کے متعلق غور کر رہا ہے اور ایسی حالت میں مر گیا ہے اس کو ممکن ہے خدا تعالیٰ کوئی سزا نہ دے، لیکن شریعت کا فتوے ظاہری حالات کے مطابق ہوتا ہے اس لیے ہمیں اس کے متعلق بھی یہی کرنا چاہیے کہ اس کا جنازہ نہ پڑھیں۔

(انوار خلافت ص ۹۳ مصنفہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان)

۵۷۔ قبرستان کا قصہ

حضرت (مرزا) صاحب نے تو کفار کے بچوں کے متعلق یہ فرمایا تھا۔ مگر قادیانی مؤلف صاحب (یعنی محمد افضل خان صاحب قادیانی مؤلف نہج المصلی مجموعہ فتاویٰ احمدیہ) نے عنوان میں غیر احمدی خورد سال بچے سے لے کر دوسرے مسلمانان غیر از جماعت کے بچوں کو بھی اس میں شامل فرما لیا اور ایک لحاظ سے یہ درست بھی ہے کیونکہ غیر احمدی جب ان کے نزدیک سب بلا استثناء کافر ہیں تو ان کے سال چھ مہینے کے بچے بھی کافر ہوئے اور جب وہ کافر ہوئے تو ان کو اسلامی قبرستان یا احمدی قبرستان میں دفن کیسے کیا سکتا ہے اور اس کا دوسرا پہلو یہ ہوا کہ جب غیر احمدی (یعنی مسلمان) جواب میں احمدیوں (یعنی قادیانیوں) کافر سمجھتے ہیں تو وہ احمدی بچوں کو اسلامی قبرستان میں کیسے دفن کرنے دیں گے . . .

قادیانی بیشک تمام مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں ان کے بچوں کا جنازہ تک ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ اس کی کوئی مثال اس وقت تک سامنے نہیں تاہم وہ بھی اپنے قبرستان میں کسی مسلمان بچے کی نعش دفن کرنے کی اجازت دینے

کے لیے تیار نہ ہوں گے۔ (قادیانیوں کی لاہوری جماعت کا اخبار پیغام صلح جلد ۲۴ نمبر ۴۹ مورخہ ۳ اگست ۱۹۳۶ء)

۵۸۔ فکر پیدا ہوئی

برادرم نیاز محمد احمدی سیکرٹری انجمن احمدیہ منٹگمری لکھتے ہیں۔۔۔۔ میں نے اپنی ہمشیرہ سے کہا مسلمان بن جاؤ (خلیفہ ثانی (میاں محمود احمد صاحب) کے ہاتھ پر) ورنہ میں تو جنازہ بھی نہیں پڑھوں گا۔ تب اسے فکر پیدا ہوئی وہ سمجھانے پر سمجھ گئی اور اب وہ حضرت مرزا صاحب کو اس زمانے کا نبی اور رسول مانتی ہے اور بیعت کی درخواست کرتی ہے۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۲ نمبر ۲۹ مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۱۵ء) عنوان مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۶ اکتوبر ۱۹۱۰ء)

۵۹۔ احکام شرعی کا پاس

مجھے قادیان کی طرف آتے ہوئے چند دن بٹالہ میں بھائی فضل حق صاحب رئیس بٹالہ کے ہاں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ اتفاقاً ان ہی دنوں ان کے والد جو غیر احمدی تھے، اسہال کبدی سے بیمار ہو کر فوت ہو گئے۔ بھائی فضل حق خاں صاحب نے احمدی احباب کو ایسے موقع پر نہ بلایا تاہم ہم چار پانچ آدمی جنازہ کے موقع پر موجود تھے اور تنہا ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ غیر احمدیوں کی اچھی خاصی تعداد جنازہ کے لیے جمع ہو گئی تھی۔ اس مجمع میں سے بھائی فضل حق خاں صاحب کے چچا جو ان کے خسر بھی تھے، ان کے پاس آئے۔ انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ جنازہ نہ پڑھیں علیحدہ ہی پڑھ لیں اس پر انہوں نے جواب دیا کہ میں امام الوقت کے احکام کو بجا لاؤں گا۔ اور جنازہ نہیں پڑھوں گا میں نے ان کی زندگی ہی میں کہہ دیا تھا کہ اگر آپ احمدی نہ ہوں گے تو .... آپ کا جنازہ ہم میں سے کوئی بھی نہیں پڑھے گا۔ پھر فاتحہ خوانی کی رسم کو آپ نے بالکل ادا نہیں کیا بلکہ جو آیا اسے متانت سے سمجھاتے ہوئے منع کر دیا .... میں امید کرتا ہوں کہ اس قابل رشک نمونہ پر ہر ایک احمدی دوست عمل کر کے ثواب دارین حاصل کرے گا۔ (ایک قادیانی صاحب کی مراسلت مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۵ نمبر ۲۸ مورخہ ۹ اکتوبر ۱۹۱۷ء)

۶۰۔ زندہ باش

تعلیم الاسلام ہائی اسکول (قادیان) میں ایک لڑکا پڑھتا ہے۔ چراغ دین نام حال میں جب وہ اپنے وطن سیالکوٹ گیا تو اس کی والدہ صاحبہ فوت ہو گئیں۔ متوفیہ کو اپنے نوجوان بچے سے بہت محبت تھی، مگر سلسلے میں داخل نہ تھیں اس لیے چراغ الدین نے اس کا جنازہ نہ پڑھا۔ اپنے اصول اور مذہب پر قائم رہا۔ شاباش اے تعلیم الاسلام کے غیور فرزند کہ (قادیانی) قوم کو اس وقت تجھ سے غیور بچوں کی ضرورت ہے۔ زندہ باش۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۲ نمبر ۲۹ مورخہ ۲۰ اپریل ۱۹۱۵ء)

نکاح

۶۱۔ اعلان

یہ اعلان بغرض آگاہی عام شائع کیا جاتا ہے کہ احمدی لڑکیوں کے نکاح غیر احمدیوں سے کرنے ناجائز ہیں۔ آئندہ احتیاط کی جایا کرے (ناظر امور عامہ قادیان) اخبار الفضل قادیان جلد ۲۰ نمبر ۹۷ مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۳۳ء)

۶۲۔ زبردست حکم

حضرت مسیح موعود کا حکم اور زبردست حکم ہے کہ کوئی احمدی غیر احمدی کو اپنی لڑکی دے۔ اس کی تعمیل کرنا بھی ہر ایک احمدی کا فرض ہے۔ (برکات خلافت مجموعہ تقاریر میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان ص ۷۵)

۶۳۔ سخت ناراضگی

حضرت مسیح موعود نے اُس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے، جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے آپ سے ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا، لیکن آپ نے اُس کو یہی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو۔ لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو آپ کی وفات کے بعد اس نے غیر احمدیوں کو لڑکی دے دی تو حضرت خلیفہ اوّل حکیم نورالدین نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹا دیا اور جماعت سے خارج کر دیا اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی باوجودیکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا۔ (انوار خلافت صـ۹۳ مصنفہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان)

۶۴۔ ممانعت

غیر احمدی کو لڑکی دینے کی ممانعت حضرت خلیفۃ المسیح (میاں محمود احمد صاحب) نے نہیں کی۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح اسی کی پابندی کرانا چاہتے ہیں۔ اس لیے پیغام کا یہ الزام کہ آپ نے یہ نیا عقیدہ بنا لیا ہے، بالکل غلط ہے دیکھئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیسے صاف اور واضح الفاظ میں فرماتے ہیں۔

" اپنی لڑکی کسی غیر احمدی کو نہ دینی چاہیے اگر ملے تو بے شک لینے میں حرج نہیں اور دینے میں گناہ ہے۔"

(الحکم ۱۴ اپریل ۱۹۰۸ء)

ان الفاظ کو پڑھ کر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ غیر احمدیوں کو لڑکی نہ دینے کا عقیدہ حضرت خلیفۂ ثانی (میاں محمود صاحب) ایجاد کیا ہے۔ (اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۹ مئی و یکم جون ۱۹۲۲ء نمبر ۹۳، ۹۴ جلد ۹)

۶۵۔ سوال جواب

ایک شخص کے سوالات کیے۔ حضرت (میاں محمود احمد) صاحب نے مندرجہ ذیل جوابات لکھے۔

سوال ۔ کیا جو شخص احمدی کہلاتا ہے، چندہ بھی دیتا ہے، تبلیغ بھی کرتا ہے، لیکن حضرت مسیح موعود کے حکم صریح کے خلاف کہ غیر احمدی کو اپنی لڑکی نکاح میں دینا جائز نہیں اپنی لڑکی کا نکاح کر دیتا ہے۔ وہ ایک ہی حکم کے توڑنے سے مسیح موعود کے منکروں سے ہو سکتا ہے؟

جواب ۔ جو شخص اپنی لڑکی کا رشتہ غیر احمدی لڑکے کو دیتا ہے میرے نزدیک وہ احمدی نہیں کوئی شخص کسی کو غیر مسلم سمجھتے ہوئے اپنی لڑکی اس کے نکاح میں نہیں دے سکتا۔

سوال ۔ جو نکاح خواں ایسا نکاح پڑھا دے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب ۔ ایسے نکاح خواں کے متعلق ہم وہی فتوے دیں گے جو اس شخص کی نسبت دیا جا سکتا ہے، جس نے ایک مسلمان لڑکی کا نکاح ایک عیسائی یا ہندو لڑکے سے پڑھا دیا ہو۔

سوال ۔ کیا ایسا شخص جس نے غیر احمدیوں سے لڑکی کا رشتہ کیا ہے، دوسرے احمدیوں کو شادی میں مدعو کر سکتا ہے؟

جواب ۔ ایسی شادی میں شریک ہونا بھی جائز نہیں۔ (ڈائری میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۸ نمبر ۸۸ مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۲۱ء)

۶۶۔ تعلیم قرآن

غیر احمدی لڑکی کا نکاح (قادیانی) لڑکے سے تعلیم قرآن کے مطابق جائز ہے۔ جن بعض لوگوں نے ہم پر کفر کا فتوے دیا ہے وہ فتویٰ ہی غلط ہے۔ ان کو کوئی حق نہ تھا کہ وہ ہمیں کافر کہتے۔

احمدی (قادیانی) مردوں سے غیر احمدی عورتوں کا نکاح ہوا ہے۔ ہزاروں غیر احمدی عورتیں احمدیوں کے گھروں میں موجود ہیں۔

اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ غیر احمدی عورتوں کا اس حال میں نکاح ہوا کہ مرد احمدی (قادیانی تھا) اور عورت غیر احمدی۔

کسی احمدی نے احمدیت (قادیانیت) کی حالت میں غیر احمدی سے احمدی (قادیانی) لڑکی کا نکاح نہیں کیا اس سے مراد وہی ہے، جو حدیث میں آتا ہے۔ لا یزنی زان حین یزنی وھو مومن۔ بعض احکام ایسے ہوتے ہیں کہ جن کو کرتے وقت انسان ایمان۔ سے نکل جاتا ہے اور اسی طرح یہ ممکن نہیں کہ کوئی شخص احمدیت کو صحیح تسلیم کرتا ہو۔ اور پھر غیر احمدی کو اپنی لڑکی دے دے۔ (میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا بیان با جلاس سب جج عدالت گورداسپور مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۶، ۲۹ جون ۱۹۲۲ء جلد ۹ نمبر ۱۰۱-۱۰۲)

۶۷۔ اہلِ کتاب

غیر احمدیوں کی ہمارے مقابلہ میں وہی حیثیت ہے جو قرآن کریم ایک مومن کے مقابلہ میں اہلِ کتاب کی قرار دے کر یہ تعلیم دیتا ہے کہ ایک مومن اہلِ کتاب عورت کو بیاہ لا سکتا ہے مگر مومنہ عورت کو اہلِ کتاب سے نہیں بیاہ سکتا۔ اسی طرح ایک احمدی عورت کو اپنے حبالۂ عقد میں لا سکتا ہے۔ مگر احمدی عورت شریعتِ اسلام کے مطابق غیر احمدی مرد کے نکاح میں نہیں دی جا سکتی .... حضور (مرزا صاحب) فرماتے ہیں۔

غیر احمدی کی لڑکی لے لینے میں حرج نہیں ہے کیونکہ اہلِ کتاب عورتوں سے بھی نکاح جائز ہے، بلکہ اس میں فائدہ ہے کہ ایک اور انسان ہدایت پاتا ہے۔ اپنی لڑکی غیر احمدی کو نہ دینی چاہیے اگر ملے تو لے لے بیشک، لے لینے میں حرج نہیں اور دینے میں گناہ ہے (الحکم ۱۴ اپریل ۱۹۲۰ء) اخبار الفضل قادیان جلد ۸ نمبر ۴۵ مورخہ ۱۶ دسمبر ۱۹۲۰ء)

۶۸۔ نکاح جائز

(حضور میاں محمود احمد صاحب) نے جواب لکھوایا۔

آپ پروفیسر صاحب سے یہ کہیں کہ ہندوستان میں ایسی مشرکات جن سے نکاح ناجائز ہے، بہت کم ہیں۔ میجارٹی ایسے لوگوں کی ہے، جن کی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ اس لیے مسلمانوں کے لیے اس مسئلہ پر عمل کرنے میں زیادہ دقتیں نہیں سوائے سکھوں اور جینیوں کے عیسائیوں کی عورتوں اور ان لوگوں کی عورتوں سے جو وید پر ایمان رکھتے ہیں، نکاح جائز ہے۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۱۷ نمبر ۶۵ مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۳۰ء)

(میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے، فرمایا ہندو اہلِ کتاب ہیں اور سکھ بھی کیونکہ وہ مسلمان ہی کا بگڑا ہوا فرقہ ہیں۔
(ڈائری میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۰ نمبر ۵ مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۲۲ء)

۶۹۔ سادات کی قدر

حضرت مسیح موعود کو خدا تعالیٰ نے بڑی شان دی ہے اور موجودہ سادات کو آپ کی غلامی، بلکہ آپ کی خاک پا کو سرمہ بنانا بھی بہت بڑا فخر ہے اور ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ جو آپ کی غلامی میں داخل نہیں ہوں گے وہ کٹ جائیں گے اور سید نہ رہیں گے۔ مگر وہ عظمت اور وہ شان جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کے دل میں تھی اس کو مدِنظر رکھتے ہوئے آپ نے سادات سے تعلق کو بڑا افضل قرار دیا ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ جو زمین اچھی ہوگی۔ اس میں پھل بھی اچھے ہی پیدا ہوں گے، اگر خراب بھی ہو جائیں تو بھی نیک اور خدا رسیدہ انسان کے ساتھ تعلق ہو جائے تو وہ زیادہ ترقی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ خدا نے انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کی وجہ سے فطرت اچھی دی ہوئی ہے (خطبہ نکاح از مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب قادیانی مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۸، نمبر ۶۱ مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۲۱ء

۷۰۔ کفر کے فتوے

ایک خط کے جواب میں (میاں محمود احمد صاحب نے) لکھوایا، جو شخص اپنے آپ کو احمدی کہتا ہے اور ایسے کام جن کی وجہ سے انسان احمدیت سے خارج ہو جاتا ہے، وہ نہیں

کرنا تو اس کا جنازہ پڑھ لینے میں حرج نہیں ہے خارج از احمدیت ہونے سے میری مراد ایسے اموات ہیں کہ جن کی وجہ سے کفر کا فتویٰ لگ سکتا ہے۔ چنانچہ غیر احمدی کو لڑکی کا رشتہ دینا بھی اس قسم میں سے ہے (ڈائری میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۴ مئی ۱۹۲۲ء جلد ۹ نمبر ۸۶)

۷۱۔ فیصلہ کی تخصیص

اگر کوئی احمدی غیر احمدی کا جنازہ غیر احمدی امام کے پیچھے پڑھتا ہے اور غیر احمدی کو لڑکی دیتا ہے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ حضور (میاں محمود احمد صاحب) نے لکھوایا اُس کی رپورٹ ہمارے پاس کرنی چاہیے۔ فتوے یہ ہے کہ ایسا شخص احمدی نہیں ہو سکتا لیکن یہ فیصلہ کرنا ہمارا کام ہے آپ کا کام نہیں۔ (مکتوب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۷، ۲۰ اپریل ۱۹۲۲ء جلد ۹ نمبر ۸۱ - ۸۲)

۷۲۔ اخراج

چونکہ مندرجہ ذیل اصحاب نے اپنی اپنی لڑکیوں کے رشتے غیر احمدیوں کو دیئے ہیں اس لیے ان کو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی منظوری سے جماعت سے خارج کیا جاتا ہے اور وہاں کی جماعت کو ہدایت کی جاتی ہے کہ ان سے قطع تعلق رکھیں۔

۱۔ چودھری محمد دین صاحب ولد مراد قوم ارائیں سکنہ سید والا ضلع شیخوپورہ۔
۲۔ چودھری جھنڈا صاحب ولد چودھری جلال الدین صاحب ساکنان چندر کے منگولے ضلع سیالکوٹ۔
۳۔ میاں جیون صاحب علاقہ آنبہ ضلع شیخوپورہ۔
۴۔ میاں غلام نبی صاحب سکنہ چک نمبر ۱۱ ضلع شیخوپورہ۔
۵۔ چودھری علی بخش صاحب تلونڈی جھنگلاں ضلع گورداسپور۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۲۲ نمبر ۶۹ مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۳۴ء ناظر امور قادیان)

میل جول

۷۴۔ صُلح کُل کا انجام

جو شخص ظاہر کرتا ہے کہ میں نہ اِدھر کا ہوں نہ اُدھر کا ہوں، اصل میں وہ بھی ہمارا مکذب ہے اور جو ہمارا مصدق نہیں اور کہتا ہے کہ میں ان کو اچھا جانتا ہوں، وہ بھی مخالف ہے۔ (ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مندرجہ اخبار بدر قادیان ۲۴ اپریل ۱۹۰۳ء منقول از منکرین خلافت کا انجام صفحہ ۸۲ مصنفہ جلال الدین شمس صاحب قادیانی)

یہ جو کہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو نیک مانتے ہیں لیکن وہ اپنے دعوے میں جھوٹے تھے۔ یہ لوگ بڑے جھوٹے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ "ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب بالحق لما جاءہ" دُنیا میں سب سے بڑھ کر ظالم دو ہی ہیں۔ ایک وہ جو اللہ پر افترا کرتے ہیں، دوم وہ جو حق کی تکذیب کرے پس یہ کہنا کہ مرزا نیک ہے اور دعاوی میں جھوٹا گویا نور و ظلمت کو جمع کرنا ہے، جو ناممکن ہے۔" (حکیم نور الدین صاحب قادیانی خلیفہ اوّل کا مضمون مندرجہ اخبار بدر قادیان نمبر ۹ جلد ۱۱ مورخہ ۹ مارچ ۱۹۱۱ء)

ایک دوست کا خط حضرت (حکیم نور الدین صاحب قادیانی خلیفۂ اوّل) کی خدمت میں پیش ہوا کہ بعض غیر احمدی یہ لکھ دینے کو تیار ہیں کہ ہم مرزا غلام احمد (قادیانی) صاحب کو مسلمان مانتے ہیں۔ فرمایا پھر وہ مرزا صاحب کے دعویٰ اور الہام کے متعلق کیا کہیں گے مدعی وحی و الہام کے معاملہ میں دو ہی گروہ ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ اَلَيْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًی لِّلْكٰفِرِيْنَ

اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے، جو خدا پر افترا کرے اسے خدا کی طرف سے الہام نہ ہوا ہو اور کہے کہ مجھے ہوا ہے ایسا ہی اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اس حق کی تکذیب کرے یا تو مرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے تھے۔ ان کو ماننا چاہیے یا جھوٹے تھے ان کا انکار کرنا چاہیے اگر مرزا صاحب مسلمان تھے تو انہوں نے سچ بولا اور وہ فی الواقع مامور تھے اور اگر ان کا دعوے جھوٹا ہے تو پھر مسلمانی کیسی؟ (اخبار بدر قادیان نمبر ۲۸ جلد نمبر ۱۰ مورخہ ۱۵/اپریل ۱۹۱۱ء)

ایک احمدی کا خط پیش ہوا کہ مجھے آپ کے میموریل جمعہ کے ساتھ اتفاق ہے میں اپنے خیال کے مطابق کسی مسیح کی آمد کا منتظر نہیں ہوں اور نہ کسی کی ضرورت ہے اور (مرزا غلام احمد قادیانی) صاحب مرحوم اور جناب لعینی (حکیم نورالدین صاحب قادیانی خلیفہ اوّل) کی مثال جتنے بزرگ دنیا میں پیدا ہوں کم ہیں (حکیم نورالدین صاحب نے) فرمایا یہ مسئلہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے فقرات بولنے والے لوگ کیا مطلب اپنے الفاظ کا رکھتے ہیں۔ مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ مسیح ہوں، مہدی ہوں۔ خدا مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے وہ برابر اپنے الہام سناتے رہے۔ اب یا تو ایسا شخص اپنے دعوے میں سچا ہے اور اس قابل ہے کہ اسے مسیح مان لیا جاوے اور یا وہ خدا پر افترا کرتا ہے اور قرآن شریف میں لکھا ہے کہ مفتری سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں بدایں تو دو ہی ہیں معلوم نہیں کہ یہ تیسری راہ لوگوں نے کہاں سے فرض کر لی ہے۔ (اخبار بدر قادیان نمبر ۲ جلد ۱۰ مورخہ ۱۵/اکتوبر ۱۹۱۱ء)

ایک دوست نے خلیفہ ثانی (میاں محمود احمد صاحب) کی خدمت میں لکھا کہ جو شخص حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے سب دعاوی کا مصداق ہو مگر بیعت نہ کی ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے کہ نہیں جواب میں حضور (میاں محمود صاحب) نے لکھوایا غیر احمدی کے پیچھے جس نے اب تک سلسلہ میں باقاعدہ بیعت نہ کی ہو خواہ (مرزا) صاحب کے سب دعاوی کو بھی مانتا ہو نماز جائز نہیں اور ایسا شخص سب دعاوی کو مان بھی کس طرح سکتا ہے، جو حضرت صاحب بلکہ خدا کا صریح حکم ہوتے ہوئے آپ کی بیعت نہیں کرتا۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۳ نمبر ۱۹ مورخہ ۵/اگست ۱۹۱۵ء)

۷۵۔ قطع تعلق یہ جو ہم نے دوسرے مدعیان اسلام سے قطع تعلق کیا ہے اوّل تو یہ خدا تعالیٰ کے حکم سے تھا نہ اپنی طرف سے اور دوسرے وہ لوگ ریا پرستی اور طرح طرح کی خرابیوں میں سے حد سے بڑھ گئے ہیں اور ان لوگوں کو ان کی ایسی حالت کے ساتھ اپنی جماعت کے ساتھ ملانا یا ان سے تعلق رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عمدہ اور تازہ دودھ میں بگڑا ہوا دودھ ڈال دیں، جو سڑ گیا ہے اور اس میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔ اس وجہ سے ہماری جماعت کسی طرح ان سے تعلق نہیں رکھ سکتی اور نہ ہمیں ایسے تعلق کی حاجت ہے۔ (ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مندرجہ رسالہ تشحیذ الاذہان قادیان جلد ۶ نمبر ۸ صفحہ ۳۱۱)

۷۶۔ صاف حکم اس کے بعد حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) نے صاف حکم دیا کہ "غیر احمدیوں کے ساتھ ہمارے کوئی تعلقات ان کی غمی اور شادی کے معاملات میں نہ ہوں" جب کہ ان کے کام میں ہم نے شامل ہی نہیں ہونا تو پھر جنازہ کیسا۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۳ نمبر ۱۲۰ مورخہ ۱۸/جون ۱۹۱۶ء)

۷۷۔ دونوں حرام غیر احمدی سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا۔ ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ اب باقی کیا رہ گیا ہے جو ہم ان کے ساتھ مل کر کر سکتے ہیں۔ دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں ایک دینی دوسرے دنیوی دینی تعلق کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ و ناطہ ہے سو یہ دونوں ہمارے لیے حرام قرار دیے گئے۔ اگر کہو تو ہم کو ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے اور اگر یہ کہو کہ غیر احمدیوں کو سلام کیوں کہا جاتا ہے، تو اس کا

جواب یہ ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ بعض اوقات نبی کریم نے یہود تک کو سلام کا جواب دیا ہے ہاں اشدّ مخالفین کو حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) نے کبھی سلام نہیں کیا اور نہ ان کو سلام کہنا جائز ہے۔ غرض ہر ایک طریقہ سے ہم کو حضرت مسیح موعود نے غیروں سے الگ کیا ہے اور ایسا کوئی تعلق نہیں جو اسلام نے مسلمانوں کے ساتھ خاص کیا ہو اور پھر ہم کو اس سے نہ روکا گیا ہو۔ (کلمۃ الفصل مصنفہ صاحبزادہ بشیر احمد صاحب قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجز صـ۱۴۹ نمبر۴ جلد ۱۴)

۷۸۔ تین امور حضرت امام حکم و عدل (مرزا صاحب) علیہ السلام نے خصوصیات احمدیت میں ہر احمدی کے واسطے تین امور بطور فرمان عملی رکھے ہیں جن کی اتباع ہر احمدی پر فرض ہے اور جو حضرت مسیح موعود کے حکم اور فیصلے کے خلاف کرتا ہے وہ احمدی ہی نہیں خواہ کوئی کیوں نہ ہو۔

حضرت امام ہمام (مرزا صاحب) علیہ السلام نے اوّل خصوصیت حرمت صلوٰۃ خلاف المنکرین المسیح الموعود قائم کی ہے۔ دوم خصوصیت حرمت صلوٰۃ الجنازہ علی المنکرین المسیح ہے۔ سوم خصوصیت ازدواج النساء المومنین بالمنکرین ہے۔ یہ عملی فرق ہے مابین احمدی اور غیر احمدی گروہ کے۔

بعض لوگ دیدہ دانستہ اپنی لڑکی غیر احمدیوں کو دیتے ہیں مگر وہ اس وبال سے بے خبر ہیں حضرت صاحب کے حکم کی خلاف ورزی ان لوگوں نے بھگتا ہے یا بھگتنا پڑے گا اور حضرت نور الدین اعظم نے تو ایسے لوگوں کو جماعت سے خارج کیا ہے اور صاف فرمایا کہ وہ احمدی ہی نہیں ہیں اور حضرت خلیفہ اوّل نے ان کے خلف میں منع صلوٰۃ کر دی ہے۔

(اخبار الفضل قادیان جلد ۷ نمبر ۳۲ مورخہ ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء)

جری اللہ فی حلل الانبیاء۔ احمد نبی اللہ مسیح موعود علیہ التحیات والثناء فداہ امی وابی) اپنے متبعین کو فرماتے ہیں کہ غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھو۔ غیر احمدی کے پیچھے نماز نہ پڑھو خواہ وہ تمہارا ماں باپ بہن بھائی کتنا ہی حقیقی رشتہ دار ہو، اس کو لڑکی نہ دو۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۳ نمبر ۱۰۹ مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۲۱ء)

۷۹۔ تنبیہہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے کفر یا مکذب یا متردد کی اقتداء میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے اور ارشاد ہے کہ تم پر حرام اور قطعی حرام ہے جو کسی مکفر یا مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو اسی طرح آپ کا صاف اور صریح حکم ہے کہ کسی احمدی کے لیے جائز نہیں جو اپنی لڑکی کا رشتہ کسی غیر احمدی سے کرے، حضور کے قائم کردہ ابدی مرکز (قادیان) سے روگردانی اختیار کرنے والے (لاہوری ٹولی) جہاں غیر احمدیوں کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے لیے بے قرار ہے اور اس کے لیے قسم قسم کے حیلے تراش کر اپنے انقلاب علی عقبیہ کا ثبوت دیا کرتے رہے ہیں، وہاں اس فعل حرام یعنی غیر احمدیوں کو رشتہ بنات دینے کے واسطے بھی میں دیکھتا ہوں کہ ان کی مسخ شدہ روحیں تڑپ رہی ہیں اور وہ کچھ نہ کچھ اس کے متعلق شائع کرنا اپنے پیپ آلود زخموں اور نہ اچھے ہونے والے ناسوروں کے لیے موجب اندمال سمجھتے ہیں۔ اے کاش وہ اپنے ہادی اپنے رہنما مرزا صاحب کی الہدی اور لائے ہوئے دین الحق کو اتنی جلدی نہ بھول جاتے۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۱۱ نمبر ۶۴ مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۲۴ء)

۸۰۔ اسلامی سلوک آپ نے یہ کس طرح سمجھ لیا کہ ہم آپ لیسے لوگوں سے کسی اسلامی سلوک کی امید رکھتے ہیں۔ ہمارے تو وہم و خیال میں بھی نہیں آ سکتا کہ آپ لوگ اسلامی سلوک کرنے کے قابل ہیں یا کر سکتے ہیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ لوگ جو ایک نبی وقت (مرزا صاحب) کے منکر ہیں، مسلمان ہی نہیں اور جب ہم انہیں مسلمان ہی نہیں سمجھتے تو پھر ان سے اسلامی سلوک کی توقع کیا؟ یہ آپ کو محض غلط فہمی ہوئی ہے کہ ہم اسلامی سلوک کے امیدوار ہیں۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۵ نمبر ۶۹-۷۰ مورخہ ۲۶ فروری ۲ مارچ ۱۹۱۸ء)

۸۱- قادیانی چندہ

آپ لوگوں میں سے بہت سے احباب نے دیکھا ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنی زندگی میں غیر احمدیوں سے کیا تعلق تھا۔ کیا کوئی اس وقت حلفاً کہہ سکتا ہے کہ کبھی آپ نے غیر احمدیوں سے چندہ مانگا ہرگز نہیں میں تو حلفاً کہہ سکتا ہوں اور اس خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ نہ میرے کانوں نے روایتاً کسی سے سنا اور نہ میری آنکھوں نے کبھی دیکھا اور نہ یہ کہہ کر چندہ کی ان کو ترغیب دی کہ میرا کام تو فقط اشاعتِ اسلام ہے، جو کہ ہمارا اور تمہارا مشترک فرض ہے۔ (خطبہ سید سرور شاہ صاحب قادیانی مندرجہ الفضل قادیان جلد ۲ نمبر ۹۱ مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۱۵ء)

۸۲- کبھی نہیں (ج)

کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کام صرف اشاعت اسلام تھا اور اس کے لیے لوگوں کو تیار کرنا تھا اور یہی احمدیت ہے۔ اگر یہی احمدیت تھی تو اور لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں اشاعت کے لیے اٹھے تھے ان کے لیے حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کو خوشی کا اظہار کرنا چاہیے تھا اور آپ ان کی انجمنوں میں شریک ہوتے انہیں چندہ دیتے مگر آپ نے (مرزا صاحب) کبھی اس طرح نہیں کیا۔ (خطبہ سید سرور شاہ صاحب قادیانی مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۲ نمبر ۹۱ مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۱۵ء)

۸۳- ضرورت نہیں

ایک دوست نے دریافت کیا کہ مولیہ یتیم اور بیواؤں کے لیے لوگ چندہ مانگتے ہیں اس امر میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔

(میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیاں نے) فرمایا دوسرے لوگوں (مسلمانوں) کے ساتھ مل کر چندہ دینے کی ضرورت نہیں ہے، یہ چندہ نہیں ہے اپنا رسوخ بڑھانے کی کوشش ہے اس قسم کی امداد اپنے طور پر دی جائے تو مفید ہوتی ہے۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴۵ مورخہ ۷ دسمبر ۱۹۲۲ء)

۸۳- چندہ قبول

اس وقت تک قصور میں احمدیوں کی کوئی مسجد نہ تھی ..... لیکن حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے جو ششماہی رپورٹ کا نقشہ تجویز فرمایا ہے اس میں ایک یہ بھی سوال درج ہے کہ آیا مسجد احمدیہ ہے یا نہیں؟ اس کو پورا کرنے کے لیے ہماری انجمن نے غور کیا اور ایک پرانی شکستہ اور غیر آباد بوسیدہ مسجد کو پا کر اسے آباد کرنا چاہا چونکہ مسجد بہت ہی خستہ حالت میں تھی اس لیے اس کی مرمت کا ارادہ کیا گیا۔ اور اس غرض کے لیے اپنی جماعت سے چندہ جمع کر کے کام شروع کرا دیا جب مرمت کا کام شروع ہو گیا ایک غیر احمدی صاحب نے آ کر دریافت کیا کہ آپ ہم سے بھی چندہ لے سکتے ہیں۔ جواب دیا گیا کہ بڑی خوشی سے آپ کا چندہ قبول کیا جاتا ہے اس پر انہوں نے دس روپے دیے اور مجھے ساتھ لے کر تحصیلِ چندہ کے لیے بازار میں چلے گئے۔ ہماری تین چار گھنٹہ کی کوشش سے اڑھائی سو روپیہ کے قریب چندہ ہو گیا۔ (اخبار الفضل قادیان جلد ۳ نمبر ۱۲ مورخہ یکم جولائی ۱۹۱۶ء)

سردست میں ایک اور معاملہ کی طرف تمام بہنوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ (لنڈن میں) اس مسجد کے بن جانے کے سبب سے انگلستان میں تبلیغ کا کام بہت بڑھ گیا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے کام دو آدمیوں کی طاقت سے زیادہ ہے اس کے متعلق مجھے پہلے شیخ یعقوب علی صاحب نے ولایت سے توجہ دلائی تھی .....

اس کے بعد اور چند دوستوں نے بھی اس طرف توجہ دلائی اب خاں صاحب منشی فرزند علی صاحب نے بھی لکھا ہے کہ کام زیادہ معلوم ہوتا ہے اور عملہ بڑھانے کی ضرورت ہے۔

میں یہ بھی ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ مسجد برلن کی تحریک کے وقت بعض غیر احمدی عورتیں بھی چندہ میں شامل ہونا چاہتی تھیں۔ لیکن چونکہ اس وقت شرط تھی کہ صرف احمدی عورتوں کا چندہ ہو اس لیے اس کی اجازت نہ دی گئی تھی ..... لیکن اس وقت چونکہ عام تبلیغی اغراض کے لیے چندہ ہو رہا ہے اس لیے اس شرط کی ضرورت نہیں اگر کوئی بہن اپنی خوشی سے اس

چندہ میں حصہ لینا چاہیں تو ان کا چندہ بھی خوشی کے ساتھ قبول کر لینا چاہیے۔ (مضمون میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۴ نمبر ۳۳ مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۲۲ء)

۸۵۔ مسلمانوں سے بیزار

کیا غیر احمدیوں کے ساتھ سیدنا حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کا عمل درآمد کسی پر مخفی ہے آپ اپنی ساری زندگی میں نہ غیروں کی کسی انجمن کے ممبر ہوئے اور نہ ان میں سے کسی کو کسی اپنی انجمن کا ممبر بنایا اور نہ کبھی ان کو چندہ دیا اور نہ کبھی ان سے چندہ مانگا۔ (ابتداء میں تو مدت تک مرزا صاحب نے مسلمانوں سے خوب چندہ مانگا اور خوب وصول کیا۔ بلکہ اسی سے بنیاد جمی۔ البتہ یہ سچ ہے کہ مسلمانوں کی رفاہ میں مرزا صاحب نے کبھی پیسہ بھی نہیں دیا۔ (المؤلف)

حتیٰ کہ ایک دفعہ علی گڑھ میں قرآن مجید کی اشاعت کی غرض سے ایک انجمن بنائی گئی اور وہاں کے جناب سیکرٹری صاحب نے ایک خاص خط بھیجا کہ چونکہ آپ لوگ خادم اور ماہر قرآن مجید ہو لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ ہماری اس انجمن میں آپ صاحبان میں سے بھی کچھ شریک ہوں مگر باوجود جناب مولانا مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی کوشش کے حضور نے انکار ہی فرمایا پھر سرسید صاحب کے چندہ مدرسہ مانگنے کا واقعہ تو مشہور ہی ہے یہاں تک کہ وہ ایک روپیہ تک بھی مانگتے رہے، لیکن حضور (مرزا صاحب) نے شرکت سے انکار ہی فرمایا حالانکہ اپنا خود مدرسہ انگریزی جاری کیا ہوا تھا۔

(کشف الاختلاف ص ۱۲ مصنفہ سید سرور شاہ صاحب قادیانی)

۸۶۔ سکھوں سے پیار

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طرف سے ایک وفد نے جو سردار محمد یوسف صاحب ایڈیٹر اخبار نور اور مولانا جلال الدین صاحب شمس پر مشتمل تھا۔ ۲۲ فروری ۱۹۳۵ء کو کرنل سردار رگھبیر سنگھ صاحب سردار ڈیوڑھی و سیکرٹری گوردوارہ پٹنہ صاحب کمیٹی کو مبلغ پانچ سو روپیہ کی رقم گوردوارہ پٹنہ صاحب کی تعمیر کے لیے پیش کی یہ وفد ہز ہائی نس مہاراجہ ادھیراج پٹیالہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا، جو گوردوارہ پٹنہ صاحب کی تعمیری کمیٹی کے صدر ہیں ہز ہائی نس نے جماعت احمدیہ کے اس طریق عمل کی بہت تعریف کی۔

(قادیانی جماعت کا اخبار الفضل قادیان جلد ۲۲ نمبر ۱۰۸ مورخہ ۸ مارچ ۱۹۳۵ء)

۸۷۔ مسلمانوں سے مقابلہ

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عام مومن دو مخالفوں پر بھاری ہوتا ہے اور اگر اس سے ترقی کرے تو ایک مومن دس پر بھاری ہو جاتا ہے اور اگر اس سے بھی ترقی کرے تو صحابہ کے طرز عمل سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک ایک نے ہزار کا مقابلہ کیا ہے۔ ہماری جماعت مردم شماری کی رو سے پنجاب میں چھپن (۵۶) ہزار ہے گویا بالکل غلط ہے اور صرف اسی ضلع گورداسپور میں ہزار احمدی ہیں مگر فرض کر لو یہ تعداد درست ہے اور فرض کر لو کہ باقی تمام ہندوستان میں ہماری جماعت کے بیس ہزار افراد رہتے ہیں تب بھی یہ ۷۵، ۷۶ ہزار آدمی بن جاتے ہیں اور اگر ایک احمدی سو کے مقابلہ میں رکھا جائے تو ہم ۷۵ لاکھ کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور اگر ایک ہزار کے مقابل پر ہمارا ایک آدمی ہو تو ہم ساڑھے سات کروڑ کا مقابلہ کر سکتے ہیں اتنی ہی تعداد دنیا کے تمام مسلمانوں کی ہے ایسے صحیح اور وسیع معلومات ہیں۔ المولف پس سارے مسلمان مل کر بھی جسمانی طور پر ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم ان پر بھاری ہیں پھر آج کل تو جسمانی مقابلہ ہے ہی نہیں اس لیے اس لحاظ سے بھی ہمیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

(میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کا خطبہ مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۱۱ نمبر ۱۸۲ مورخہ ۱۰ جون ۱۹۲۴ء)

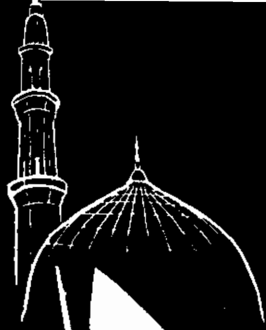
(پروفیسر الیاس برنی)





سرکار نے ضبط کیا "زمیندار" کا مطبع
میرزائیوں کے گھر میں جلنے لگے چراغ آج
چمکائے گئے اندلسی اور دمشقی سے
روشن ہوئے اسلام کے سینے کے داغ آج
کیا طرفہ تماشا ہے کہ ہوں آ کے معارج
کعبہ کی عنادل سے کلیسا کے کلاغ آج
خمیازہ کشِ عشقِ رسولِ عربی ہوں
میرے دلِ مضطر کو میسّر ہے فراغ آج
توحید کی دہلیز پہ ہوں ناصیہ فرسا
پہنچا ہے مرا عرشِ معلّٰے پہ دماغ آج
جو بوالہوسوں کو نہ ملی ہے نہ ملے گی
اس دولتِ سرمد کا ملا مجھ کو سراغ آج
ہے جس کی ہر اک بوند میں کوثر کی ملونی
ساقی نے دیا مجھ کو وہ لبریز ایاغ آج
مرزائی بجاتے ہوئے بغلیں نکل آئے
خوش تھے کہ ہوا باغ "زمیندار" کا زاغ آج
لیکن یہ خوشی تھی فقط اک عشرہ کی مہمان
پھر رحمتِ باری سے وہی زاغ ہے باغ آج

(مولانا ظفر علیخانؒ)



انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

ناپاک جسارت



تحریف کا مفہوم

اصل الفاظ کو بدل کر کچھ اور لکھ دینا (لغات فیروزی)

تحریف کی اقسام

تحریف قرآن تین طرح سے کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۱۔ تحریف لفظی : آیات قرآن مجید میں الفاظ کی کمی بیشی۔

۲۔ تحریف معنوی : ترجمہ قرآن مجید کرنے میں ارادتہً اصل معنوں سے ہٹ کر کوئی دوسرا مفہوم بیان کرنا۔

۳۔ تحریف منصبی : جو آیات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازل ہوئیں، اُن کو اپنے اوپر یا کسی اور پر منطبق کرنا، یا جو آیات مکہ مکرمہ یا بیت اللہ شریف کی شان میں ہوں، اُن کو کسی اور جگہ پر چسپاں کرنا وغیرہ۔

قرآن مجید میں تحریف کرنا بہت بڑا جرم ہے اور اس کا مرتکب آخرت میں عذاب عظیم کا مستحق کہا گیا ہے ایسے یہودی الفطرت لوگ کفر صریح کے مرتکب ہیں۔

تحریف قرآن حکیم لفظی

(۱) اصل آیت قرآن:

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ

سورہ حج پ ۱۷ ع ۷، آیت ۵۲

تحریف شدہ آیت:

وما ارسلنا من رسول ولا نبی الا اذا تمنیٰ القی الشیطان فی امنیتہ الخ

(ازالہ اوہام ص ۶۲۹)

[ازالہ اوہام] تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۲۳۰ روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۴۳۹

مرزا غلام احمد صاحب نے قرآن شریف کی آیت سے مِنْ قَبْلِكَ خارج کر دیا ہے کیونکہ اگر مِنْ قَبْلِكَ یہاں رہتا تو مرزا صاحب کی نبوّت کا ٹھکانا نہ بنتا۔

اب کتابوں کے صفحات جن میں اس آیت مقدّسہ کی تحریف کی گئی ہے اُن کے فوٹو ملاحظہ فرمائیں:

نکالا جاتا ہے اسی کی طرف اللہ جل شانہ قرآن کریم میں اشارہ فرماتا ہے۔ وما ارسلنا من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیتہ الخ ایسا ہی انجیل میں بھی لکھا ہے کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کے ساتھ بدل کر بعض لوگوں کے پاس آجاتا ہے دیکھو خط دوم قرنتیان باب ۱۱ آیت ۱۴۔ اور مجموعہ توریت میں سے سلاطین اول باب بائیس آیت انیس میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارہ میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان میں مرگیا اس کا سبب یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا۔ نوری فرشتہ کی طرف سے نہیں تھا اور ان نبیوں نے دھوکا کھا کر ربانی سمجھ لیا تھا۔ اب خیال کرنا چاہئے کہ جس حالت میں قرآن کریم کی رو سے الہام اور وحی میں دخل شیطان ممکن ہے اور پہلی کتابیں توریت و انجیل اس دخل کی مصدق ہیں اور اسی بنا پر الہام ولایت نہ مسلم عامہ مومنین بجز موافقت و مطابقت قرآن کریم کے حجت بھی نہیں تو پھر ناظرین کے لئے غور کا مقام ہے کہ کیونکر اور کن علامات

کہ یہ شخص ایسا ملحد اور کافر ہے کہ ہرگز ہدایت پذیر نہیں ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ جس کافر کا
مآل کار کفر ہی ہو وہ بھی جہنمی ہی ہوتا ہے۔ غرض ان دونوں صاحبوں نے کہ خدا انہیں
بہشت نصیب کرے اس عاجز کی نسبت جہنم اور کفر کا فتویٰ دے دیا اور بڑے زور
سے اپنے الہامات کو شائع کر دیا۔ ہم اس جگہ ان صاحبوں کے الہامات کی نسبت کچھ
زیادہ لکھنا ضروری نہیں سمجھتے۔ صرف اس قدر تحریر کرنا کافی ہے کہ الہام رحمانی بھی ہوتا
ہے اور شیطانی بھی۔ اور جب انسان اپنے نفس اور خیال کو دخل دے کر کسی بات کے
استکشاف کے لئے بطور استخارہ یا استخبارہ وغیرہ کے توجہ کرتا ہے۔ خاص کر اس حالت
میں کہ جب اس کے دل میں یہ تمنا مخفی ہوتی ہے کہ میری مرضی کے موافق کسی کی نسبت کوئی
بُرا یا بھلا کلمہ بطور الہام مجھے معلوم ہو جائے تو شیطان اُس وقت اُس کی آرزو میں دخل
دیتا ہے اور کوئی کلمہ اس کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور دراصل وہ شیطانی کلمہ ہوتا
۶۲۸ ہے۔ یہ دخل کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے مگر وہ بلا توقف نکالا
جاتا ہے۔ اسی کی طرف اللہ جلّشانہٗ قرآن کریم میں اشارہ فرماتا ہے وما ارسلنا من
رسول ولا نبی الا اذا تمنّی القی الشیطان فی امنیتہ الخ ایسا ہی انجیل میں بھی لکھا ہے
کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کے ساتھ بدل کر بعض لوگوں کے پاس آجاتا ہے دیکھو
خط دوم قرنتھیاں باب ۱۱ آیت ۱۴۔ اور مجموعہ توریت میں سے سلاطین اوّل باب بائیس
۱۹ انیس میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے
بارے میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اُسی میدان
گیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا نوری
کی طرف سے نہیں تھا اور ان نبیوں نے دھوکا کھا کر ربّانی سمجھ لیا تھا۔ اب خیال
کرنا چاہیئے کہ جس حالت میں قرآن کریم کی رو سے الہام اور وحی میں دخل شیطان
ہو سکتا اور پہلی کتابیں توریت اور انجیل اس دخل کی مصدق ہیں اور اسی بنا پر

مندرجہ نشان آسمانی استخارہ کریں تو میں آپکے لئے دعا کرونگا کیا خوب ہو کہ یہ استخارہ میرے رو برو ہو تا میری توجہ زیادہ ہو آپ پر کچھ بھی مشکل نہیں لوگ معمولی اور نفلی طور پر حج کرنے کو بھی جاتے ہیں مگر اس جگہ نفلی حج سے ثواب زیادہ ہے اور غافل رہنے میں نقصان اور خطر۔ کیونکہ سلسلہ آسمانی ہے اور حکم ربانی۔

سچی خواب اپنی سچائی کے آثار آپ ظاہر کر دیتی ہے وہ ولپر ایک نور کا اثر ڈالتی ہے اور صبح آہنی کیطرح منہ کھل جاتی ہے اور دل اسکو قبول کر لیتا ہے اور اسکی نورانیت اور ہیبت بال بال پر طاری ہو جاتی ہے میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر آپ میرے رو برو میری ہدایت اور تعلیم کے موافق اس کام میں مشغول ہوں تو میں آپکے لئے بہت کوشش کرونگا کیونکہ میرا خیال آپکی نسبت بہت نیک ہے اور خدا تعالیٰ سے چاہتا ہوں کہ آپکو ضائع نہ کرے اور رشد اور سعادت میں ترقی دے اب میں نے آپکا وقت بہت لے لیا ختم کرتا ہوں۔ والسلام علی من اتبع الهدیٰ۔

آپ کا مکرر خط پڑھ کر ایک بات کچھ زیادہ تفصیل کی محتاج معلوم ہوئی اور وہ یہ ہے کہ استخارہ کیلئے ایسی دعا کیجائے کہ ہر یک شخص کا استخارہ شیطان کے دخل سے محفوظ ہو جو عزیز من یہ بات خدا تعالیٰ کے قانون قدرت کے برخلاف ہے کہ وہ شیاطین کو انکے مواضع مناسبہ سے معطل کر دیوے اللہ جلشانہ قرآن کریم میں فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول ولا نبی الا اذا تمنیٰ القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان ثم یحکم اللہ آیاتہ واللہ علیم حکیم یعنی ہم نے کوئی ایسا رسول اور نبی نہیں بھیجا کہ اسکی یہ حالت نہ ہو کہ جب وہ کوئی تمنا کرے۔ یعنی اپنے نفس سے کوئی بات چاہے تو شیطان اسکی خواہش میں کچھ نہ ملاوے یعنی جب کوئی رسول یا کوئی نبی اپنے نفس کے جوش سے کسی بات کو چاہتا ہے تو شیطان اس میں بھی دخل دیتا ہے تب وحی متلو جو شوکت اور ہیبت اور روشنی تام رکھتی ہے اس دخل کو اٹھا دیتی ہے اور منشاء الٰہی کو مصفا کر کے دکھلا دیتی ہے یہ اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ نبی کے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں اور جو کچھ خواطر اسکے نفس میں پیدا ہوتی ہیں درحقیقت وہ تمام وحی ہوتی ہیں جیسا کہ قرآن کریم اسپر شاہد ہے۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ لیکن قرآن کریم کی وحی دوسری وحی سے جو صرف معانی منجانب اللہ ہوتی ہیں تمیز کلی رکھتی ہے اور نبی کے اپنے تمام اقوال وحی غیر متلو میں داخل ہوتے ہیں کیونکہ روح القدس کی برکت اور چمک ہمیشہ نبی کے شامل حال رہتی ہے اور ہر یک بات اسکی برکت سے بھری ہوئی ہوتی ہے اور وہ برکت روح القدس سے اس کلام میں رکھی جاتی ہے لہذا ہر یک

(۲) اصل آیت قرآن شریف

وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

سورہ توبہ رکوع ۶ پارہ ۱۰ آیت ۴۱

مرزا جی کی تحریف کردہ آیت

ان یجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم (سورۃ توبہ رکوع ۶)

(اہل اسلام اور عیسائیوں میں مباحثہ ص ۱۹۴
(جنگ مقدس)
۵ جون ۱۸۹۳ء

مرزا صاحب نے اَنْ يُّجَاهِدُوْ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اپنی طرف سے داخل کیا اور وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وانفسکم کو خارج کر کے فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کو آخر سے اُٹھا کر درمیان میں رکھ دیا۔

یہاں مسلمانوں سے خطاب اور جہاد کا حکم تھا۔ مرزا صاحب نے مخاطب سے صیغے حذف کر کے جہاد کے حکم کو ختم کرنے کی کوشش کی۔

مرزا صاحب کے نزدیک جہاد حرام ہے۔ ملاحظہ ہو:

"چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال"

اب اُن کتابوں کے صفحات کے فوٹو ملاحظہ فرمائیں؛

ع۔ قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ یہ بہتان مکاری کپڑے اتار لیں میں نے ڈپٹی صاحب کے قول سے ایسا سمجھا ہے۔
غ۔ اگر یہی تعلیم ہے تو آیت قرآن شریف کی پیش کیجئے بلکہ جنہوں نے تلواروں سے قتل کیا وہ تلوار ہی سے بھی مارے گئے۔ جنہوں نے ناحق غریبوں کو لوٹا وہ لوٹے گئے جیسا کیا ویسا پایا بلکہ انکے ساتھ بہت نرمی کا برتاؤ ہوا جس پر آج اعتراض کیا جاتا ہے کہ کیوں ایسا برتاؤ ہوا سب کو قتل کیا ہوتا۔
ع۔ قرآن نے جائز رکھا کہ خوفزدہ ایمان کا اظہار نہ کرے۔

غ۔ اگر قرآن کی یہی تعلیم ہے تو پھر اسی قرآن میں یہ حکم کیوں ہے۔ ان یجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم (سورۃ توبہ رکوع ۶) اور کانھم بنیان مرصوص ۲۸/۹ اور یہ کہ ولا یخشون احدا الا اللہ ۲۲/۴ اصل بات یہ ہے کہ ایمانداروں کے مراتب ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے منھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات ۲۲/۱۴ یعنی بعض مسلمانوں میں سے ایسے ہیں جن پر نفسانی جذبات غالب ہیں اور بعض درمیانی حالت کے ہیں اور بعض وہ ہیں کہ انتہا کمالات ایمانیہ تک پہنچ گئے ہیں پھر اگر اللہ تعالیٰ نے برعایت اس طبقہ مسلمانوں کے جو ضعیف اور بزدل اور ناقص الایمان ہیں یہ فرمادیا کہ کسی جان کے خطرہ کی حالت میں اگر وہ دل میں اپنے ایمان پر قائم رہیں اور زبان سے گو اس ایمان کا اقرار نہ کریں تو ایسے آدمی معذور سمجھے جاوینگے مگر ساتھ اسکے یہ بھی تو فرمادیا کہ وہ ایماندار بھی ہیں کہ بہادری سے دین کی راہ میں اپنی جانیں دیتے ہیں اور کسی سے نہیں ڈرتے اور پھر پولس کا حال آپ پر پوشیدہ نہیں جو فرماتے ہیں کہ میں یہودیوں میں یہودی اور غیر قوموں میں غیر قوم ہوں اور حضرت پطرس صاحب نے بھی مخالفوں سے ڈر کر تین مرتبہ انکار کر دیا۔ بلکہ ایکدفعہ نقل کفر کفر نباشد۔ حضرت مسیح پر لعنت بھیجی اور اب بھی میں نے تحقیقاً سنا ہے کہ بعض انگریز اسلامی ملکوں میں بعض مصالحہ کیلئے جاکر اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتے ہیں۔

ع۔ قرآن میں لکھا ہے کہ ذوالقرنین نے آفتاب کو طول میں غروب ہوتے پایا۔
غ۔ یہ صرف ذوالقرنین کے وجدان کا بیان ہے آپ بھی اگر جہاز میں سوار ہوں تو آپکو بھی

ع - قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ بہتان مکاری کپڑے اُتار لیں میں نے ڈپٹی صاحب کے قول سے ایسا سمجھا ہے۔

غ - اگر یہی تعلیم ہے تو آیت قرآن شریف کی پیش کیجئے بلکہ جنہوں نے تلوار مل سے قتل کیا وہ تلوار ول سے بھی مارے گئے۔ جنہوں نے ناحق غریبوں کو لوٹا وہ لوٹے گئے جیسا کیا ویسا پایا بلکہ انکے ساتھ بہت نرمی کا برتاؤ ہوا جسپر آج اعتراض کیا جاتا ہے کہ کیوں ایسا برتاؤ ہوا سب کو قتل کیا ہوتا +

ع - قرآن نے جائز رکھا کہ خوفزدہ ایمان کا اظہار نہ کرے۔

غ - اگر قرآن کی یہی تعلیم ہے تو پھر اسی قرآن میں یہ حکم کیوں ہے۔ ان یجاھد وافی سبیل اللّٰہ باموالھم وانفسھم (سورۃ توبہ رکوع ۶) اور کانھم بنیان مرصوص ۲۸/۹ اور یہ کہ و لا یخشون احدا الا اللّٰہ ۲۲/۲ اصل بات یہ ہے کہ ایمانداروں کے مراتب ہوتے ہیں جیسا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے فرمایا ہے منھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات ۲۲/۱۶ یعنی بعض مسلمانوں میں سے ایسے ہیں جنپر نفسانی جذبات غالب ہیں اور بعض درمیانی حالت کے ہیں اور بعض وہ ہیں کہ انتہا رکمالات ایمانیہ تک پہنچ گئے ہیں پھر اگر اللّٰہ تعالیٰ نے برعایت اُس طبقہ مسلمانوں کے جو ضعیف اور بزدل اور ناقص الایمان ہیں یہ فرمادیا کہ کسی جان کے خطرہ کی حالت میں اگر وہ دل میں اپنے ایمان پر قائم رہیں اور زبان سے گو اس ایمان کا اقرار نہ کریں تو ایسے آدمی معذور سمجھے جاوینگے مگر ساتھ اسکے یہ بھی تو فرمادیا کہ وہ ایماندار بھی ہیں کہ بہادری سے دین کی راہ میں اپنی جانیں دیتے ہیں اور کسی سے نہیں ڈرتے اور پھر پولوس کا حال آپ پر پوشیدہ نہیں جو فرماتے ہیں کہ میں یہودیوں میں یہودی اور غیر قوموں میں غیر قوم ہوں اور حضرت پطرس صاحب نے بھی مخالفوں سے ڈر کر تین مرتبہ انکار کر دیا۔ بلکہ ایکدفعہ نقل کفر کفر نباشد۔ حضرت مسیح پر لعنت بھیجی اور اب بھی ہمیں نے تحقیقاً سنا ہے کہ بعض انگریز اسلامی ملکوں میں بعض مصالحہ کیلئے جاکر اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرتے ہیں +

ع - قرآن میں لکھا ہے کہ ذوالقرنین نے آفتاب کو طول میں غروب ہوتے پایا۔

غ - یہ صرف ذوالقرنین کے وجدان کا بیان ہے آپ بھی اگر جہاز میں سوار ہوں تو آپکو بھی

(۳) آیت قرآن حکیم۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

الرحمٰن پ۲۷

مرزا صاحب کی تحریف کردہ آیت۔

كُلُّ شَيْءٍ فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

(ازالہ اوہام ۱۳۶)

من عَلیھا غائب شئی زائد اور دو آیتوں کو ایک آیت تحریر کیا
اُس صفحہ کے فوٹو ملاحظہ ہوں جہاں اس آیت کی تحریف کی گئی ہے

پڑھنے والوں پر پوشیدہ نہیں ماسوا اسکے روحانی واعظوں کا ظاہر ہونا اور ان کے ساتھ فرشتوں کا آنا ایک روحانی قیامت کا نمونہ ہوتا ہے جس سے مردوں میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے اور جو قبروں کے اندر ہیں وہ باہر آجاتے ہیں اور نیک اور بد لوگ اپنی سزا جزا پالیتے ہیں۔ اگر سورۃ الزلزال کو قیامت کے آثار میں سے قرار دیا جائے تو اسمیں بھی کچھ شک نہیں کہ ایسا وقت رُوحانی طور پر ایک قسم کی قیامت ہی ہوتی ہے خدا تعالیٰ کے تائید یافتہ بندے قیامت کا ہی روپ بنکر آتے ہیں اور انہیں کا وجود قیامت کے نام سے موسوم ہو سکتا ہے جنکے آنے سے روحانی مُردے زندہ ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور نیز اسمیں بھی کچھ شک نہیں کہ جب ایسا زمانہ آجائیگا کہ تمام انسانی طاقتیں اپنے کمالات کو ظاہر کر دکھائینگی اور جس حد تک بشری عقول اور افکار کا پرواز ممکن ہے اس حد تک وہ پہنچ جائینگی اور جن مخفی حقیقتوں کو ابتدا سے ظاہر کرنا مقدر ہے وہ سب ظاہر ہو جائینگی تب اس عالم کا دائرہ پورا ہو کر یکدفعہ اسکی صف لپیٹ دی جائے گی۔

كُلُّ شَيْءٍ فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

(۷) اصل آیت قرآن مجید

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ؁

الحجر پ۱۴ آیت ۸۷

تحریف شدہ آیت

اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے اِنَّا اٰتیناك سبعًا من المثانی والقرآن العظیم۔

(براہین احمدیہ ص۵۸۶ ج۱)

وَلَقَدْ کی بجائے اِنَّا زائد۔ قرآن میں ن پر زبر ہے اور کتاب میں زیر ہے العظیم کے م پر زبر ہے اور مرزا کی کتاب میں زیر ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ اشاریہ براہین احمدیہ ص۳۷ میں اس آیت کو صحیح لکھا گیا (جیسا کہ نیچے کے فوٹو شیٹ) سے ظاہر ہے اور اندر ص۵۸۶ متن میں پھر تحریف کیساتھ لکھا گیا۔

کیونکہ الہامی غلطیوں کی درستی مرزائیوں کے بس کا روگ نہ ہوگا۔

نبی کی غلطیاں امتی کیونکر درست کر سکتے ہیں۔ بلکہ شاید وہ مرزا صاحب کی کسی غلطی کو غلطی نہ مانتے ہوں اور انہیں معصوم قرار دیتے ہوں۔ ملاحظہ ہو فوٹو اشاریہ۔

۳۷ براہین احمدیہ اشاریہ

یریدون ان یطفئوا نور اللہ ... المشرکون۔ توبہ [illegible]	ولقد اٰتینٰك سبعًا من المثانی (حجر) [illegible]
[illegible]	ویجعلون للہ البنات ... یشتہون (نحل) [illegible]
[illegible] ... کلمہ (توبہ) [illegible]	تاللہ لقد ارسلنا الی امم من قبلك ... یعملون (نحل) [illegible]

قبول کر لیتے جو بباعث تعلیم توحید کے تمام مشرکین کو بُرا معلوم ہوتا تھا اور اُس کے
قبول کرنیوالے ہر وقت چاروں طرف سے معرض ہلاکت اور بلا میں تھے پس ۴۸
جس چیز نے اُن کے دلوں کو اسلام کی طرف پھیرا وہ یہی بات تھی جو انہوں نے
آنحضرتؐ کو محض اُمّی اور سراپا مؤیّد من اللہ پایا اور قرآن شریف کو بشری
طاقتوں سے بالاتر دیکھا اور پہلی کتابوں میں اس آخری نبی کے آنے کے لئے
خود بشارتیں پڑھتے تھے سو خدا نے اُن کے سینوں کو ایمان لانے کے لئے
کھول دیا اور ایسے ایماندار نکلے جو خدا کی راہ میں اپنے خونوں کو بہایا اور جو لوگ
عیسائیوں اور یہودیوں اور عربوں میں سے نہایت درجہ کے جاہل اور شریر اور

حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین لکھا۔ کیونکہ امر مجازات
مالک یوم الدین کے متعلق ہے۔ سو ایسا فقرہ جس میں طلب انعام اور عذاب سے
بچنے کی درخواست ہے اُسی کے نیچے رکھنا موزون ہے۔
چوتھا لطیفہ یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ مجمل طور پر تمام مقاصد قرآن شریف پر مشتمل ہے
گویا یہ سورۃ مقاصد قرآنیہ کا ایک اعجاز لطیف ہے۔ اسی کی طرف اللہ تعالےٰ نے
اشارہ فرمایا ہے اِنَّا اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ۔
یعنے ہم نے تجھے اے رسول سات آیتیں سورۃ فاتحہ کی عطا کی ہیں جو مجمل طور پر
تمام مقاصد قرآنیہ پر مشتمل ہیں اور اُن کے مقابلہ پر قرآن عظیم بھی عطا فرمایا ہے جو
مفصل طور پر مقاصد دینیہ کو ظاہر کرتا ہے اور اسی جہت سے اس سورۃ کا نام

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

ساتھ ہیں جیسے وہ میرے ساتھ ہیں۔ ھو کا ضمیر واحد بتاویل مافی السمٰوٰت والارض
ہے۔ اور ان کلمات کا حاصل مطلب تلطفات اور برکات الٰہیہ ہیں جو حضرت خیر الرسل کی
متابعت کی برکت سے ہر ایک کامل مومن کے شامل حال ہو جاتی ہیں اور حقیقی طور پر
مصداق ان سب عنایات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسرے سب
طفیلی ہیں۔ اور اس بات کو ہر جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر ایک مدح و ثنا جو کسی مومن کے

اصل آیت قرآن شریف

اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِیْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ

قادیانی تحریف

(۱۵) قولہ تعالیٰ - الم یعلموا انه من یحاد اللّٰه ورسوله یدخله نارًا خالدًا فیها ذلك الخزی العظیم (الجزو نمبر ۱۰ سورۃ توبہ)

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۰)

مرزا صاحب نے یُدْخِلْهُ اپنی طرف سے داخل کیا اور فَاَنَّ لَهٗ وَجَہَنَّمَ کو خارج کر دیا۔

اُس کتاب کا صفحہ ملاحظہ ہو جہاں اِس آیت کی تحریف کی گئی ہے۔

ترجمہ - جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اور وہ کلام جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس پر ایمان لائے اور وہی حق ہے ایسے لوگوں کے خدا گناہ بخش دیگا اور اُن کے دلوں کی اصلاح کریگا۔ اب دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانیکی وجہ سے کس قدر خدا تعالیٰ اپنی خوشنودی ظاہر فرماتا ہے کہ ان کے گناہ بخشتا ہے اور ان کے تزکیہ نفس کا خود متکفل ہوتا ہے۔ پھر کیسا بدبخت وہ شخص ہے جو کہتا ہے کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں اور غرور اور تکبر سے اپنے تئیں کچھ سمجھتا ہے۔ سعدیؒ نے سچ کہا ہے:-

محال ست سعدی کہ راہِ صفا   تواں رفت جز در پئے مصطفےٰ
بردرِ جز آں شاہ سوئے بہشت   حرام ست بر غیر بوئے بہشت

(۱۵) قولہ تعالٰے - الم یعلموا انہ من یحادد اللہ ورسولہ یدخلہ نار جہنم خالدًا فیہا ذٰلک الخزی العظیم (الجزو نمبر ۱۰ سورۃ توبہ)

ترجمہ - کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ جو شخص خدا اور رسول کی مخالفت کرے خدا اس کو جہنم میں ڈالے گا اور وہ اس میں ہمیشہ رہیگا یہ ایک بڑی رسوائی ہے۔

اب بتلادیں میاں عبدالحکیم خاں کہ ان کی کیا رائے ہے کیا خدا کے اس حکم کو قبول کرینگے یا بہادری سے ان آیتوں کے وعید کو اپنے سر پر لیں گے۔

(۱۶) قولہ تعالٰے - وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْہَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰہِدِیْنَ - (الجزو نمبر ۳) ترجمہ - اور یاد کر کہ جب خدا نے تمام رسولوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں گا اور پھر تمہارے پاس آخری زمانہ میں میرا رسول آئیگا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کریگا تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی امداد کرنی ہوگی اور کہا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اس عہد پر

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ
يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ
الْعَظِيْمِ

مرزا صاحب کی تحریف کردہ آیت

یاایہا الذین امنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا ویکفر عنکم سیّاتکم
ویجعل لکم نورا تمشون بہٖ۔ (انفال ع ۴)

(دافع الوساوس ۱۷۷)

آئینہ کمالات
وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ مرزا صاحب نے داخل کیا اور وَيَغْفِرْ لَكُمْ
وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ خارج کیا۔
اب ان کتابوں کے صفحات کے فوٹو سٹیٹ ملاحظہ ہوں جہاں اس
آیت میں تحریف کی گئی ہے۔

ہو۔ جو علوم اور عقائد صحیحہ * سے عاری اور ناراست اور بیہودہ باتوں میں مبتلا ہوتا ہے تو یہ تو صریح متقیوں کی صفت کے برخلاف ہے کیونکہ حقیقی تقویٰ کے ساتھ جاہلیت جمع نہیں ہو سکتی۔ حقیقی تقویٰ اپنے ساتھ ایک نور رکھتی ہے جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے یاایھا الذین اٰمنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا ویکفر عنکم سیّاٰتکم ویجعل لکم نورًا تمشون بہ۔ یعنی اے ایمان لانے والو اگر تم متقی ہونے پر ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کیلئے اتقاء کی صفت میں قیام اور استحکام اختیار کرو تو خدا تعالیٰ تم میں اور تمہارے غیروں میں فرق رکھ دیگا۔ وہ فرق یہ ہے کہ تم کو ایک نور دیا جائیگا جس نور کے ساتھ تم اپنی تمام راہوں میں چلو گے یعنی وہ نور تمہارے تمام افعال اور اقوال اور قویٰ اور حواس میں آ جائیگا۔ تمہاری عقل میں بھی نور ہوگا اور تمہاری ایک اٹکل کی بات میں بھی نور ہوگا اور تمہاری

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

عالم ایک ہی ذات سے صادر ہیں اور اس ذات واحد لاشریک کا یہی تقاضا ہونا چاہیئے کہ دونوں نظام ایک ہی شکل اور طرز پر واقع ہوں تا دونوں مل کر ایک ہی خالق اور صانع پر دلالت کریں کیونکہ توحید فی انتظام توحید باری عزاسمہٗ کے مسئلہ کو مؤید ہے جیسا کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر کئی خالق ہوتے تو اس نظام میں اختلاف کثیر پایا جاتا۔ غرض یہ بات نہایت سیدھی اور صاف ہے کہ ملایک اللہ عالم کبیر کیلئے ایسے ہی ضروری ہیں جیسے قویٰ روحانیہ و حسیہ نشاء انسانیہ کیلئے جو عالم صغیر ہے۔
اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ اگر ملایک فی الحقیقت موجود ہیں تو کیوں نظر نہیں

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

* ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظامًا فکسونا العظام لحمًا۔ ثم انشاناہ خلقًا اٰخر فتبارک اللہ احسن الخالقین[1] دیکھئے پہلے تو ہم نے انسان کو اس مٹی سے پیدا کیا۔ جو زمین کے تمام

[1] المؤمنون ۱۳ تا ۱۵

ہو جو علوم اور عقائد صحیحہ سے بیخبری اور ناراست اور بیہودہ باتوں میں مبتلا ہونا ہے
تو یہ تو صریح متقیوں کی صفت کے برخلاف ہے کیونکہ حقیقی تقوی کے ساتھ جاہلیت
جمع نہیں ہوسکتی حقیقی تقوی اپنے ساتھ ایک نور رکھتی ہے جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا
ہے یا ایہا الذین امنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا و یکفر عنکم سیاتکم۔ ویجعل
لکم نورا تمشون بہ۔ یعنے اے ایمان لانیوالو اگر تم متقی ہونے پر ثابت قدم رہو اور اللہ
تعالیٰ کے لئے اتقاء کی صفت میں قیام اور استحکام اختیار کرو تو خدا تعالیٰ تم میں اور تمہارے
غیروں میں فرق رکھ دیگا وہ فرق یہ ہے کہ تم کو ایک نور دیا جائیگا جس نور کے ساتھ تم اپنی
تمام راہوں میں چلوگے یعنے وہ نور تمہارے تمام افعال اور اقوال اور قویٰ اور حواس میں
آجائیگا تمہاری عقل میں بھی نور ہوگا اور تمہاری ایک اٹکل کی بات میں بھی نور ہوگا اور تمہاری

بقیہ حاشیہ نمبر ۴۰

عالم ایک ہی ذات سے صادر ہیں اور اُس ذات واحد لاشریک کا یہی تقاضا ہونا
چاہیئے کہ دونوں نظام ایک ہی شکل اور طرز پر واقع ہوں تا دونوں ملکر ایک ہی صانع
اور صانع پر دلالت کریں کیونکہ توحید فی النظام توحید باری عز اسمہ کے مسئلہ کو مؤید ہے
وجہ یہ کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر کئی خالق ہوتے تو اس نظام میں اختلاف کثیر پایا جاتا
غرض یہ بات نہایت سیدھی اور صاف ہے کہ ٹھیک ٹھیک عالم کبیر کیلئے بعینہٖ وہی ضروری
ہیں جیسے قویٰ روحانیہ و حسیہ نشاء انسانیہ کے لئے جو عالم صغیر ہے۔
اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ اگر ملائک فی الحقیقت موجود ہیں تو کیوں نظر نہیں

بقیہ حاشیہ

ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما
فکسونا العظام لحما۔ ثم انشاناہ خلقا آخر فتبارک اللہ احسن
الخالقین دیکھو پہلے تو ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا جو زمین کے تمام

(۷) اصل آیت قرآن شریف

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا
نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ

مرزاجی کی تحریف کردہ آیت

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ وَّلَا مُحَدَّثٍ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓی
اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِیَّتِهٖ فَیَنْسَخُ اللّٰهُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْکِمُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ۔

براہین احمدیہ ۲۴۸

اشاریہ براہین احمدیہ ۳۸

وما ارسلنا من قبلك من رسول [illegible]

حصہ چہارم باب الف

ناظرین؛ دیکھیے اصل آیت مِنْ رَّسُوْلٍ تک تحریر کی آگے اپنی طرف سے ساری عبارت لگائی اور "محدّث" کا لفظ جو سارے قرآن مجید میں نہیں ہے داخل کر دیا۔ یہ سارا ڈھونگ مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو محدّث وملہم من اللہ ثابت کرنے کے لیے رچایا۔

شائع کردہ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور ۱۹۷۰ء تازہ ترین ایڈیشن

نشان ہے کہ جیسے ہدایت کے بعد ضلالت اور غفلت کا زمانہ آجاتا ہے ایسا ہی خدا کی طرف سے یہ بھی مقرر ہے کہ ضلالت اور غفلت کے بعد ہدایت کا زمانہ آتا ہے اور پھر فرمایا کہ خدا وہ ذات قادر مطلق ہے جس نے بشر کو اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا پھر اسکے لیے نسل اور دامادی کا سلسلہ مقرر کر دیا اسی طرح وہ انسانوں کی روحانی پیدائش پیدا کرتا ہے یعنی اسکا قانون قدرت روحانی پیدائش میں بعینہ جسمانی پیدائش کی طرح ہے کہ اوّل وہ ضلالت کے وقت میں کہ جو عدم کا حکم رکھتا ہے
۵۲۵ کسی انسان کو روحانی طور پر اپنے ہاتھ سے پیدا کرتا ہے اور پھر اس کے متبعین کو کہ جو اس کی ذریت کا حکم رکھتے ہیں بہ برکت متابعت اُس کی کے روحانی زندگی عطا فرماتا ہے سو تمام مرسل روحانی آدم ہیں اور ان کی اُمت کے نیک لوگ اُن کی روحانی نسلیں ہیں اور روحانی اور جسمانی سلسلہ بالکل آپس میں تطابق رکھتا ہے اور خدا کے ظاہری اور باطنی قوانین میں کسی نوع کا اختلاف نہیں۔ اور پھر فرمایا کہ کیا تو خدا کی طرف دیکھتا نہیں کہ وہ کیونکر سایہ کو لمبا کھینچتا ہے یہاں تک کہ تمام زمین پر تاریکی ہی دکھائی دیتی ہے اور اگر وہ چاہتا تو ہمیشہ تاریکی رکھتا اور کبھی روشنی نہ ہوتی لیکن ہم آفتاب کو اس لیے نکالتے ہیں کہ تا اس بات پر دلیل قائم ہو کہ اس
۵۲۶ سے پہلے تاریکی تھی یعنے تا بذریعہ روشنی کے تاریکی کا وجود شناخت کیا جائے کیونکہ ضد کے ذریعہ سے ضد کا پہچاننا بہت آسان ہو جاتا ہے اور روشنی کا قدر و منزلت اسی پر کھلتا ہے کہ جو تاریکی کے وجود پر علم رکھتا ہو۔ اور پھر فرمایا کہ ہم تاریکی کو روشنی کے ذریعہ

بقیہ ✿ حاشیہ ✿ نمبر ۱۱ یہ معنے ہیں کہ شک ہے تو تم اُس کے کسی سورۃ کی مانند کوئی کلام بنا کر دکھاؤ اور اگر تم بنا نہ سکو اور یاد رکھو کہ
۵۲۵ ہرگز بنا نہ سکو گے سو اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لیے طیار ہے۔ جس کا ایندھن کافر آدمی اور اُن کے بُت ہیں جو نار جہنم کو اپنے گناہوں اور شرارتوں سے افروختہ کر رہے ہیں یہ قول فیصل ہے کہ جو خدائے تعالیٰ نے منکرینِ اعجاز قرآنی کے ملزم کرنے کے لیے آپ فرما دیا ہے
۵۲۶ اب اگر کوئی ملزم اور لاجواب ہو کر پھر بھی قرآن شریف کی بلاغت بے مثل سے منکر رہے اور بیہودہ گوئی اور شرارت خائی سے باز نہ آوے تو ایسے بے حیا متعصب الفطرت کا اس دُنیا میں علاج نہیں ہو سکتا اس کے لیے وہی علاج ہے جس کا خدا نے اپنے قول فیصل میں وعدہ فرمایا ہے۔

بقیہ ✿ حاشیہ ✿ در حاشیہ ✿ نمبر ۴ ہو نہیں کھلتا ہے۔ کیا کہیں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُمتِ محمدیہ کے کامل متبعین اُن لوگوں کی نسبت بوجہ اولی ملہم و محدث ہونی چاہیئے کیونکہ وہ حسب تصریح قرآن شریف خیر الامم ہیں۔ آپ لوگ کیوں قرآن شریف میں غور نہیں کرتے اور کیوں سوچنے کے وقت غافل ہو جاتے ہیں کیا آپ صاحبوں کو خبر نہیں کہ صحیحین سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس اُمت کے لیے بشارت دے چکے ہیں کہ اس اُمت میں بھی پہلی اُمتوں کی طرح محدث پیدا ہوں گے اور محدث بفتح دال وہ لوگ ہیں جن سے مکالمات و مخاطبات الٰہیہ ہوتے ہیں۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ ابن عباس کی قرات میں آیا ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ وَلَا مُحَدَّثٍ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ پس اس آیت کے رو سے بھی جس کو بخاری نے بھی لکھا ہے محدث کا الہام یقینی اور قطعی ثابت ہوتا ہے جس میں دخل
۵۲۶ شیطان کا قائم نہیں رہ سکتا۔ اور خود ظاہر ہے کہ اگر خضر اور موسیٰ کی والدہ کا الہام صرف شکوک اور شبہات کا ذخیرہ تھا اور قطعی اور یقینی نہ تھا تو ان کو کب جائز تھا کہ وہ کسی بے گناہ کی جان کو خطرہ میں ڈالتے یا ہلاکت تک پہنچاتے یا کوئی دوسرا ایسا کام کرتے جو شرعاً و عقلاً جائز نہیں ہے آخر یقینی علم ہی تھا جس کے باعث سے وہ کام کرنا اُن پر فرض ہو گیا تھا اور وہ امور اُن کے لیے روا ہو گئے کہ جو دوسروں کے لیے ہرگز روا نہیں۔ پھر ماسوا اس کے ذرا انصافاً سوچنا چاہیئے کہ کوئی امر مشہود و موجود کہ جو پایۂ صداقت پہنچ چکا ہو اور تجارب صحیحہ کے رو سے راست راست ثابت ہو گیا ہو صرف ظنی خیالات سے متزلزل نہیں ہو سکتا وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا۔ سو اس عاجز کے الہامات

شائع کردہ روحانی خزائن کے نام سے الشرکۃ الاسلامیۃ لمیٹڈ ربوہ ۱۹۵۷ء

اسی طرح وہ انسان کی رُوحانی پیدائش پر بھی قادر تھا یعنے اُس کا قانونِ قدرت رُوحانی پیدائش میں بعینہٖ جسمانی پیدائش کی طرح ہے کہ اوّل وہ ضلالت کے وقت میں کہ جو عدم کا حکم رکھتا ہے کسی انسان کو رُوحانی طور پر اپنے ہاتھ سے پیدا کرتا ۶۲۴
ہے اور پھر اس کے متبعین کو کہ جو اُس کی ذریّت کا حکم رکھتے ہیں بہ برکت متابعت اُن کی نئے رُوحانی زندگی عطا فرماتا ہے سو تمام مُرسل رُوحانی آدم ہیں اور اُن کی اُمّت کے نیک لوگ اُن کی رُوحانی نسلیں ہیں اور رُوحانی اور جسمانی سلسلہ بالکل آپس میں تطابق رکھتا ہے اور خدا کے ظاہری اور باطنی قوانین میں کسی نوع کا

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

اعجازِ قرآنی کے ملزم کرنے کے لئے آپ فرما دیا ہے۔ اب اگر کوئی ملزم اور لاجواب رہ کر پھر بھی قرآن شریف کی بلاغتِ بے مثل سے منکر رہے اور بیہودہ گوئی اور [illegible] خائی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴

تو اب سوچنا چاہیئے کہ اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُمّتِ محمّدیہ کے کامل متبعین اُن لوگوں کی نسبت بوجہ اولیٰ ملہم و محدّث ہونی چاہیئے کیونکہ وہ حسبِ تصریح قرآنِ شریف خیر الامم ہیں۔ آپ لوگ کیوں قرآنِ شریف میں غور نہیں کرتے اور کیوں سوچنے کے وقت غلطی کھا جاتے ہیں کیا آپ صاحبوں کو خبر نہیں کہ صحیحین سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِس اُمّت کے لئے بشارت دے چکے ہیں کہ اِس اُمّت میں بھی پہلی اُمّتوں کی طرح محدّث پیدا ہونگے اور محدّث بفتح دال وہ لوگ ہیں جن سے مکالمات و مخاطباتِ الٰہیہ ہوتے ہیں۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ ابن عباس کی قراءت میں آیا ہے وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبیّ ولا محدث الا اذا تمنّٰی القی الشیطان فی امنیتہ فینسخ اللہ ما یُلقی الشیطان ثم یحکم اللہ اٰیاتہ۔ پس اِس آیت کے رُو سے بھی جس کو بخاری نے بھی لکھا ہے محدث کا الہام یقینی اور قطعی ثابت ہوتا ہے۔ جس میں دخل شیطان کا قائم نہیں رہ سکتا۔ اور خود ظاہر ہے کہ اگر خضر اور موسیٰ کی

معنوی تحریف

مرزائیوں نے قرآن مجید میں معنوی تحریف کی مذموم جسارت بھی کی ہے مرزا بشیر الدین محمود نے قرآن پاک کا ترجمہ و تفسیر کیا ہے جسمیں ارادۃً معنوی تحریف کی ہے:۔

مثال ۱

صحیح ترجمہ	مرزائی غلط ترجمہ
غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ نہ (دکھا) رستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا غضب ہوا۔ اور نہ ان لوگوں کا جو گمراہ ہو گئے۔	مرزائی ترجمہ کے مطابق سورہ فاتحہ کی آخری آیت کے نصف غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کا ترجمہ یوں کیا گیا تھا: جن پر نہ تو بعد میں تیرا غضب نازل ہوا ہے اور نہ وہ بعد میں گمراہ ہو گئے ہیں

مثال ۲

صحیح ترجمہ	مرزائی غلط ترجمہ
سورہ بقرہ کی آیت ۵ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں آپ پر جو نازل ہوا اور جو کچھ آپ سے پہلے نازل ہوا اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔	سورۂ بقرہ کی آیت ۵ والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ هم یوقنون کا ترجمہ یہ تھا: اور جو تجھ پر نازل کیا گیا ہے یا جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا تھا اس پر ایمان لاتے ہیں اور آئندہ ہونیوالی موعود باتوں پر بھی یقین رکھتے ہیں۔

اسی طرح تمام قرآن معنوی تحریف سے بھرا پڑا ہے۔

تحریفِ منصبی

مرزا غلام احمد قادیانی نے وہ آیات جو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ آلہٖ وسلم کی شان میں نازل فرمائیں۔ اُن کو اپنے اوپر منطبق کیا ہے۔

یٰسین انک لمن المرسلین" (حقیقۃ الوحی ص۱۰۷) وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین (حقیقۃ الوحی ص۸۳) یٰسین اور رحمۃ للعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان خصوصی ہے جس کو مرزا صاحب نے بناوٹی الہام کے ذریعے اپنے اُوپر منطبق کر لیا۔ اور یہ الہامی عبارت کہ قادیاں کا نام قرآن میں ہے۔۔ "انا انزلناہ قریبًا من القادیان"...... فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ شاید قریب نصف کے موقع پر بھی یہ الہامی عبارت لکھی ہوئی ہے"۔ (ازالہ اوہام ص۷۶)

اِس طرح بے شمار "الہامات" جن کے ذریعے مرزا صاحب نے اپنی ذات، اپنے گاؤں، اپنے خاندان کی شان بیان کرنے میں وحی چوری کی ہے، سب تحریفِ منصبی ہیں اسطرح قرآنی آیات سے ملتے جلتے مشابہ الفاظ اور قرآنی الفاظ میں لپیٹے ہوئے "الہامات" بھی تحریف قرآن ہیں۔

پہلے ہم مضمون چور، شعر چور، سنا کرتے تھے "وحی چور" کبھی سننے میں نہ آیا تھا شاعروں، مصنفوں کے حقوق کی نگہداشت کیلئے قانون موجود ہے۔ کاش کہ قرآن کے تحفظ کا قانون بھی ہوتا جسکے تحت ان وحی چوروں کو دُنیا میں لگام دی جاتی۔

کلمہ طیبہ اور درود شریف میں تحریف

مسلمانوں کا کلمہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں۔

قادیانی امّت کا کلمہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَحْمَدُ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

احمد (مرزا غلام احمد) اللہ کے رسول ہیں

نوٹ:۔ محمد حذف کر کے احمد لگا دیا ہے۔ مرزا ناصر احمد کے دورہ افریقہ پر تصویری کتاب (AFRIKA SPEAKS) پر "احمدیہ سنٹرل ماسک" نائیجیریا کا فوٹو موجود ہے۔ وہاں پر یہ کلمہ لکھا ہوا ہے۔

مسلمانوں کا درود شریف

اللھم صل علی محمد وعلیٰ اٰل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم و علیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید اللھم بارک علیٰ محمد وعلیٰ اٰل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید

قادیانی امّت کا درود

اللھم صل علیٰ محمد واحمد وعلیٰ اٰل محمد واحمد کما صلیت علیٰ ابراھیم و علیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید اللھم بارک علیٰ محمد واحمد وعلیٰ اٰل محمد واحمد کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ اٰل ابراھیم انک حمید مجید

ضیاء الاسلام پریس قادیان کے مطبوعہ رسالہ درود شریف صفحہ پر یہ درود شریف لکھا ہوا ہے خط کشیدہ الفاظ میں احمد (مرزا غلام احمد) کا اضافہ کیا گیا۔ اسلام کو مسخ کرنے کا یہ پروگرام ہوا۔ آل ابراہیم و آل محمد کا مقابلہ مرزا غلام احمد کی آل کا مقام؟ ملاحظہ ہو

حالانکہ اسی ایڈیشن میں تمام آیات اُسی تحریف کے ساتھ غلط درج کی گئی ہیں جس طرح مرزا صاحب نے غلط لکھیں۔ جس ایڈیشن کے شروع میں یہ نوٹ دیا ہے۔ اِس لیے معلوم ہُوا کہ اس خانہ ساز نبوت کو سہارا دینے کے لیے عمداً تحریف کی جا رہی ہے اور یہ اعلان محض دھوکہ ہے۔

(اُس نوٹ کا عکس ملاحظہ ہو)

کتابت کی غلطیوں کے متعلق گذارش

ہمارے ملک میں موجودہ طریق کتابت وطباعت کی وجہ سے انتہائی کوشش کے باوجود بعض اوقات ہر کتاب میں بعض غلطیاں رہ جاتی ہیں۔ اس سے وہ کتابیں بھی مستثنیٰ نہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں شائع ہوئیں۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب انجام آتھم میں فرماتے ہیں:۔

"میری کتابوں میں بھی سہو کاتب اور غیر معلوم تحریف قلم کی بعض غلطیاں پائی جاتی ہیں"

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں میں کتابت کی غلطیوں یا سہو و نسیان کا پایا جانا کوئی تعجب نہیں ہے۔ لیکن ہم نے یہ اصول اختیار کیا ہے کہ جس صورت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے اور منشاء کے مطابق ہی چھپنے والی کتاب چھپ گئی اسے بعد میں محض اپنے قیاس سے بدلنا ہرگز درست نہیں کیونکہ اس سے آہستہ آہستہ تحریف کا دروازہ کھل سکتا ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔ پس ہم نے کتابت کی مزعومہ غلطیوں کو بھی نظر انداز کر کے نقل مطابق اصل کا اصول اختیار کیا ہے۔ البتہ اگر کسی جگہ قرآن شریف کی کوئی آیت سہواً [illegible] ہو یا اس کا کوئی حصہ کاتب کی غلطی سے یا سہواً غلط چھپ گیا ہے تو اسے درست کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسی چیز ہے جس کی تصحیح کے لئے ہمارے پاس یقینی اور قطعی ذریعہ موجود ہے۔ اس کے علاوہ کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ اور نہ ہی ایسا کرنا جائز سمجھا گیا ہے۔

ہم نے اس طبع کو طبع بار اول کے مطابق رکھنے کی پوری کوشش کی ہے لیکن پھر بھی اگر اس طبع میں طبع بار اول سے کسی لفظ میں اختلاف پایا جائے تو طبع اول کے لفظ کو درست سمجھا جائے۔ کتب کے [illegible] کا ایک ایسا تفصیلی انڈکس بھی لگا دیا گیا ہے جو ایک رنگ میں ان کتب کا خلاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس ناچیز کوشش کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو لوگوں کے لئے نافع اور باعث ہدایت بنائے۔ آمین

خاکسار

جلال الدین شمس

مینیجنگ ڈائرکٹر الشرکۃ الاسلامیہ

[illegible] دسمبر ۱۹۵۸ء

اگر چندہ کی حاجت ہے تو کر دعویٰ رسالت کا
بغیر اس ڈھونگ کے چندہ مہیا ہو نہیں سکتا

سنا ہے قادیاں میں بانسری بجتی ہے گوکل کی
مگر ہر بانسری والا کنہیا ہو نہیں سکتا

یہ آساں ہے کہ بدلے جون اور بچھو بنے لیکن
کبھی بھی شہد کی مکھی سے تتیا ہو نہیں سکتا

اگر لدّ سے بھی وہ ڈھیچوں ڈھیچوں کرتا آجائے
قیامت تک خر عیسےٰ گویا ہو نہیں سکتا

مجدد الفِ ثانی سے غلام احمد کو کیا نسبت
ثریٰ کتنا بھی اونچا ہو ثریا ہو نہیں سکتا

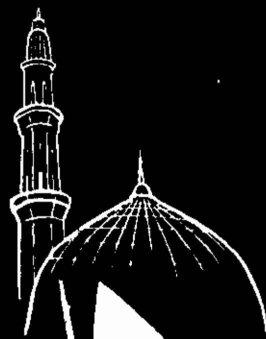
برادر خواندگی کی شرط اگر ہے میرزائیت
قیامت تک بھی ہم سے یہ تو بھیا ہو نہیں سکتا

سرشتِ مردِ مومن کا بدلنا غیر ممکن ہے
چنبیلی کا یہ پودا بھٹ کٹھیا ہو نہیں سکتا

وطن کے پوجنے والو تعلق نوعِ انساں کا
تلاطم سے محبت کا تلیا ہو نہیں سکتا

جسے اسلام کی عزت پہ کٹ مرنا نہ آتا ہو
مسلمانوں کے بیڑے کا کھویا ہو نہیں سکتا

مولانا ظفر علی خاں رح



انا خاتم النبیین لا نبی بعدی





قادیانیت

اشاعت خاص

علامہ اقبالؒ اور قادیانی

اگر قادیانی مسلمان ہیں تو مسلمان غیر مسلم قرار پائیں گے

علامہ اقبال قادیانیت سے متعلق کبھی خوش رائے نہ تھے، لیکن اس کے مضمرات کا مطالعہ انہوں نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے تجرباتی دور ۳۲-۱۹۳۱ء میں کیا۔ میرزا بشیر الدین محمود کمیٹی کے صدر تھے۔ علامہ اقبال ان کے شرعی اللے تللوں اور سیاسی لہو ولعب سے بیزار ہو گئے۔ میرزا نے ۲۵ر جولائی ۱۹۳۱ء کو بعض مسلمان اکابر کو جمع کیا، پھر ان سے مل کر آل انڈیا کشمیر کمیٹی قائم کی، لیکن علامہ اقبال اور ان کے بارہ احباب مثلاً سید محسن شاہ ایڈووکیٹ اور خان بہادر حاجی رحیم بخش وغیرہم پر جلد آشکارا ہو گیا کہ میرزا بشیر الدین محمود اپنی امت کی معرفت کیا گل کھلا رہا اور کیا ناٹک کھیل رہا ہے۔ انہوں نے کمیٹی کو لکھ دیا کہ آئندہ کشمیر کمیٹی کا صدر غیر قادیانی ہو۔ اس پر ۱۷ر مئی ۱۹۳۳ء کو لاہور سسل ہوٹل میں میرزا بشیر الدین محمود مستعفی ہو گئے۔ علامہ اقبال صدر منتخب کیے گئے، لیکن علامہ نے محسوس کیا کہ میرزائیوں نے ایک ایسا جال بچھا رکھا ہے، جس سے کشمیر کمیٹی کی افادیت ختم ہو چکی ہے۔ آپ نے ۲۰ر جون ۱۹۳۳ء کو صدارت سے استعفیٰ دے دیا اور ایک پریس بیان میں کہا:

"بدقسمتی سے کمیٹی میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جو اپنے مذہبی فرقے (قادیانیت) کے امیر کے سوا کسی دوسرے کا اتباع کرنا سرے سے گناہ سمجھتے ہیں۔ مجھے ایسے شخص سے ہمدردی ہے جو کسی روحانی سہارے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے کسی مقبرے کا مجاور یا کسی زندہ نام نہاد پیر کا مرید بن جائے۔"

علامہ اقبال کا یہ بیان ۲۰ر جون ۱۹۳۳ء کو شائع ہوا۔ دوسرا بیان ۲ر اکتوبر ۱۹۳۳ء کو جاری کیا، جس میں صدارت سے اپنی دستکشی کا سبب بیان کرتے ہوئے قادیانی امت کے پوشیدہ اغراض پر اشارات کیے کہ تحریک کشمیر کی آڑ میں اس نے اپنا دام تزویر بچھا کر مسلمانوں کو شکار کرنا چاہا۔ اس کے بعد علامہ قادیانیت کے بالاستیعاب مطالعے میں مشغول ہو گئے اور سید سلیمان ندویؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور سیدنا مہر علی شاہؒ کو خطوط لکھ کر بعض استفسارات کیے۔ پہلا بیان ۲ر مئی ۱۹۳۵ء کو جاری کیا۔ اس سے قادیانی قلعہ میں تھرتھری پیدا ہو گئی۔ انگریزوں کا مضطرب ہونا

طبعی امر تھا کہ ان کی تحقیق کا سلسلہ تھا۔ اُدھر پنڈت جواہر لال نہرو نے مرزائی امت کے دفاع میں "ماڈرن ریویو" کلکتہ میں تین مقالے تحریر کیے۔ علامہ نے ان مقالوں کے جواب میں "اسلام اور احمدیت" کے زیرِ عنوان ایک معرکہ آرا مقالہ لکھا، پنڈت جواہر لال نہرو خاموش ہوگئے، لیکن خود قادیانی فضلا بھی اس مقالے کے علمی نکات اور واضح سوالات کا جواب نہ دے سکے۔ علامہ نے پنڈت جواہر لال نہرو کو اپنے ایک نجی خط محررہ ۲۱ر جون ۱۹۳۶ء میں لکھا کہ "میرے ذہن میں اس سے متعلق کوئی ابہام نہیں کہ احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔" سید سلیمان ندویؒ کے نام علامہ نے اپنے ایک خط محررہ ۷ر اگست ۱۹۳۶ء میں لکھا "الحمد للہ، اب قادیانی فتنہ پنجاب میں رفتہ رفتہ کم ہو رہا ہے۔"

علامہ اقبال کا پہلا بیان

قادیانیوں اور جمہور مسلمانوں کی نزاع نے جو مسئلہ پیدا کیا ہے، وہ نہایت اہم ہے اور ہندوستان نے اس کی اہمیت کو حال ہی میں محسوس کرنا شروع کیا ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ ایک کھلی چٹھی کے ذریعے انگریز قوم کو اس مسئلے کی معاشرتی اور سیاسی الجھنوں سے آگاہ کروں، لیکن افسوس ہے کہ میری صحت نے ساتھ نہ دیا۔ البتہ فی الوقت ایک ایسے مسئلے کے متعلق، جو میرے نزدیک ہندی مسلمانوں کی پوری زندگی کو متاثر کرتا ہے، میں بسرعت مختصراً کچھ عرض کروں گا، لیکن آغاز ہی میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں کسی مذہبی بحث میں الجھنا نہیں چاہتا اور نہ میں قادیانی تحریک کے بانی کا نفسیاتی تجزیہ کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ پہلی چیز سے ان لوگوں کو کوئی دلچسپی نہیں، جن کے لیے یہ بیان جاری کیا جا رہا ہے اور دوسری کے لیے ہندوستان میں ابھی وقت نہیں آیا۔ میرا نقطۂ نظر تاریخ کے علاوہ موازنۂ مذاہب کے ایک طالب علم کا ہے۔ ہندوستان مختلف المذاہب اقوام کی سرزمین ہے۔ اسلام دینی حیثیت سے ان تمام مذاہب کی نسبت گہرا ہے، جو جزوی طور پر مذہب اور جزوی طور پر نسل سے تشکیل پاتے ہیں۔ اسلام نسلی تخیل و تصور کی کامل نفی کرتا ہے اور اپنی اساس قطعاً دینی اعتقاد پر رکھتا ہے۔ چونکہ اس کی اساس ہی دینی ہے جو سرتاپا روحانیت ہے۔ اس لیے خونی رشتوں سے کہیں زیادہ لطیف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان ایسی تمام تحریکوں کے بارے میں بہت زیادہ حساس ہیں، جنھیں وہ اپنی سیاسی وحدت کے لیے خطرناک سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ہر ایسی مذہبی جماعت، جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہے، لیکن اپنی بنیاد کسی نئی نبوت پر رکھتی اور ان تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتی ہے جو اس کے مبینہ الہامات پر اعتقاد نہیں رکھتے، مسلمان اس جماعت کو اسلام کی وحدت کے لیے ایک خطرہ تصور کرتے ہیں اور ایسا ہونا بھی چاہیے۔ کیونکہ وحدتِ اسلامی کا تحفظ ختمِ نبوت کے عقیدہ ہی سے ممکن ہے۔

انسانیت کی تمدنی تاریخ میں ختمِ نبوت کا تخیل اولین ہونے کے علاوہ تکمیلی و تخلیقی ہے۔ اس کی صحیح اہمیت کا اندازہ مغربی اور وسط ایشیا کے قبل از اسلام کے موبدانہ تمدن کی تاریخ کے بغور مطالعہ ہی سے ہو سکتا ہے۔ جدید تحقیق کے مطابق موبدانہ تمدن میں زرتشتی، یہودی، نصرانی اور صابی تمام مذاہب شامل ہیں، ان تمام مذاہب میں نبوت کے تسلسل و احیاء کا تصور نہایت لازم تھا، اس لیے وہ مسلسل انتظار کی کیفیت میں رہتے تھے۔ موبدانہ انسان کی یہ حالتِ انتظار غالباً نفسیاتی خط کا باعث تھا۔ عہدِ جدید کا انسان روحانی طور پر موبدیت سے بہت زیادہ آزاد منش ہے۔ موبدانہ رویے کا نتیجہ یہ تھا کہ پرانی جماعتیں ختم ہوئیں اور ان کی جگہ مذہبی عیار دستہ باز نئی جماعتیں لا کھڑی کرتے۔ اسلام کی جدید دنیا میں جاہل اور جوشیلے ملاؤں نے جدید پریس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انتہائی ڈھٹائی سے بیسویں صدی میں قبل از اسلام کے موبدانہ نظریات کو رائج کرنا چاہا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اسلام، جو تمام قومیتوں کو ایک ہی رسی میں پرونے کا دعویٰ رکھتا ہے، ایسی تحریک کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں رکھ سکتا، جو اس کی موجودہ وحدت کے لیے خطرہ ہو اور مستقبل میں انسانی معاشرے میں مزید افتراق و انتشار کا باعث بنے۔

قبل از اسلام کی موبدیت کے احیاء کی دو صورتوں میں سے میرے نزدیک بہائیت، قادیانیت سے کہیں زیادہ

مخلص ہے، کیونکہ وہ کھلے طور پر اسلام سے باغی ہے، لیکن مؤخر الذکر اسلام کی چند نہایت اہم صورتوں کو ظاہری طور پر قائم رکھتی، مگر باطنی طور پر اسلام کی رُوح اور مقاصد کے لیے انتہائی مہلک ہے۔ اس کا حاسد خدا کا تصور، جس کے پاس مخالفین کے لیے لاتعداد زلزلے اور بیماریاں ہیں اور نبی سے متعلق نجومی کا تخیل اور رُوحِ مسیح کے لیے تسلسل کا عقیدہ، یہ سب اس قدر یہودیانہ ہیں کہ اس تحریک کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ ابتدائی یہودیت کی طرف رجوع کر رہی ہے۔ روحِ مسیح کا تسلسل تثبت یہودیت کی نسبت یہودی باطنیت کا جز ہے یا یوں مسیح بال شیم کی تحریک کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر بوبر لکھتا ہے "کہا جاتا ہے کہ مسیح کی رُوح پیغمبروں اور صالح آدمیوں کے ایک طویل سلسلہ (جنہیں دورِ حاضر میں صادق کہا جاتا ہے) کے واسطے سے زمین پر اتری۔ اسلامی ایران میں قبلِ اسلام کے موبدانہ اثرات کے تحت جو ملحدانہ تحریکیں اُٹھیں۔ انہوں نے تناسخ کے اس تصور کو چھپانے کے لیے "بروز"، "حلول" اور "ظل" وغیرہ کی اصطلاحات وضع کیں۔ موبدانہ نظریے کی وضاحت کے لیے نئی اصطلاحات کا وضع کرنا اس لیے ضروری تھا کہ وہ مسلمانوں کے قلوب کو ناگوار نہ گزریں حتیٰ کہ "مسیح موعود" کی اصطلاح بھی اسلامی نہیں بلکہ اجنبی ہے اور اس کا مبدا بھی قبل از اسلام کا موبدانہ تصور ہے۔"

یہ اصطلاح ہمیں اسلام کے دورِ اوّل کے دینی اور تاریخی ادب میں نہیں ملتی۔ اس حیرت انگیز حقیقت کا انکشاف پروفیسر ونسنک نے اپنی کتاب موسومہ "احادیثِ نبوی میں ربط" میں کیا ہے۔ یہ کتاب احادیث کے گیارہ مجموعوں اور اسلام کے تین اوّلین تاریخی شواہد پر حاوی ہے۔ اور یہ بات ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اسلاف نے اس اصطلاح کو کیوں استعمال نہ کیا؟ یہ اصطلاح غالباً انہیں اس لیے قبول نہ تھی کہ اس سے تاریخی عمل کا غلط نظریہ قائم ہوتا تھا۔ موبدانہ ذہن وقت کو مدور حرکت تصور کرتا تھا، لیکن صحیح تاریخی عمل کو بحیثیت ایک تخلیقی حرکت کے ظاہر کرنے کی عظیم سعادت مسلمان مفکر اور مؤرخ ابنِ خلدون کے حصے میں آئی۔

ہندی مسلمانوں نے قادیانی تحریک کے خلاف جس شدتِ احساس کا ثبوت دیا ہے وہ جدید اجتماعیات کے طالب علم پر بالکل واضح ہے۔ عام مسلمان، جسے پچھلے ہی دنوں ایک صاحب نے "سول اینڈ ملٹری گزٹ" میں ملّا زدہ کا خطاب دیا تھا، اس تحریک کی مخالفت زیادہ تر حفظِ نفس کے احساس کے تحت کر رہا ہے، کیونکہ اسے عقیدہ ختمِ نبوت کے معانی و مطالب پر پوری دسترس نہیں۔ نام نہاد "تعلیم یافتہ" مسلمانوں نے اسلام میں ختمِ نبوت کے عقیدہ کے تمدنی پہلوؤں کو سمجھنے کی کوئی سی حقیقی کوشش کبھی نہیں کی حتّٰی کہ مغربیت کی سُست رو اور غیر محسوس اثر پذیری نے انہیں حفظِ نفس کے جذبے ہی سے عاری کر دیا ہے۔ بعض نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمان اس حد تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ اس معاملے میں اپنے مسلمان بھائیوں کو رواداری کا مشورہ دے رہے ہیں۔ میں ہربرٹ ایمرسن (گورنر پنجاب) کو تبلیغ و تلقینِ رواداری پر معذور سمجھتا ہوں کہ ایک ماڈرن فرنگی جس نے بالکل مختلف تمدن میں پرورش پائی ہو، اس کے لیے اتنی گہری نظر پیدا کرنی دشوار ہے کہ وہ ایک بالکل مختلف تمدن رکھنے والی جماعت کی ہیئتِ ترکیبی

کابل کے دو اشخاص مُلّا عبدالحکیم چہار آسیابی اور مُلّا نور علی دکاندار قادیانی عقائد کے گرویدہ ہو چکے ہیں اور لوگوں کو اس عقیدے کی تلقین کر کے انہیں اصلاح کی راہ سے بھٹکا رہے تھے۔ جمہور نے ان کی اس حرکت سے مشتعل ہو کر ان کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجرم ثابت ہو کر عوام کے ہاتھوں پنجشنبہ ۱۱ رجب کو عدم آباد پہنچائے گئے۔ ان کے خلاف مُدت سے ایک اور دعویٰ دائر ہو چکا تھا اور مملکتِ افغانیہ کے مصالح کے خلاف غیر ملکی لوگوں کے سازشی خطوط ان کے قبضے سے پائے گئے۔ جن سے پایا جاتا ہے کہ وہ افغانستان کے دشمنوں کے ہاتھ بک چکے تھے۔

(افغان گورنمنٹ کے وزیرِ داخلہ کا بیان)

سے متعلق اہم مسائل کو سمجھ سکے۔

ہندوستان میں حالات اور بھی عجیب وغریب ہیں۔ مختلف مذاہب کا یہ ملک جس میں ہر مذہبی گروہ کی بقا اور مستقبل کا انحصار اس کے اپنے استحکام پر ہے کہ جو مغربی لوگ اس پر حکمران ہیں، ان کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں کہ مذہب میں عدم مداخلت کی پالیسی اختیار کریں۔ اس "آزادانہ" اور "ناگزیر" پالیسی نے ہندوستان ایسے ملک پر بدقسمتی سے بہت بُرا اثر ڈالا ہے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ہندوستان میں برطانیہ کے تحت مسلمانوں کا استحکام مقابلۃً بہت ہی کم محفوظ ہے، حتیٰ کہ حضرت مسیح کے زمانے میں یہودی جماعت کا رومن کے ماتحت محفوظ تھا۔ ہندوستان میں کوئی سا مذہبی سٹے باز اپنی اغراض کی خاطر کوئی بھی دعویٰ کر سکتا اور ایک نئی جماعت کھڑی کر سکتا ہے اور یہ لبرل حکومت کسی خاص جماعت کے استحکام و یک جہتی کی ذرہ بھر پروا نہیں کرتی، بشرطیکہ یہ سٹے باز حکومت کو اپنی اطاعت و وفاداری کے علاوہ اس امر کا یقین دلا دے کہ اس کے پیرو حکومت کی اطاعت کے فرائض اور سرکاری محصول باقاعدہ ادا کرتے رہیں گے۔ اسلام کے حق میں اس پالیسی کا مطلب ہمارے عظیم شاعر اکبر نے اچھی طرح بھانپ لیا تھا، جب اُس نے اپنے مطایباتی انداز میں کہا تھا ؎

گورنمنٹ کی خیر یارو مناؤ
انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ

میں قدامت پسند ہندوؤں کے اس مطالبے سے پُوری ہمدردی رکھتا ہوں، جو انہوں نے نئے دستور میں بر بنائے تحفظ مذہبی مصلحین کے خلاف پیش کیا ہے۔ یہ مطالبہ مسلمانوں کی طرف سے یقیناً پہلے ہونا چاہیے تھا، جو ہندوؤں کے برعکس اپنے اجتماعی نظام میں نسلی تصور کی قطعی نفی کرتے ہیں۔ حکومت کو موجودہ صورتِ حالات پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے اور اگر ممکن ہو تو اس معاملے میں، جو قومی وحدت کے لیے اشد ضروری ہے، عام مسلمانوں کی ذہنیت کا اندازہ لگانا چاہیے۔ بہر حال جب کسی قوم کی وحدت خطرے میں ہو تو اس کے لیے اور کوئی چارۂ کار نہیں رہتا کہ معاندانہ قوتوں کے خلاف اپنا دفاع کرے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدافعت کا طریقہ کیا ہے؟ اور وہ طریقہ یہی ہے کہ حقیقی جماعت کسی مذہبی سٹے باز کو تلعب بالدین کرتے ہوئے پائے تو اس کے دعاوی کو تحریر و تقریر کے ذریعے جھٹلایا کرے۔ کیا یہ مناسب ہے کہ اصل جماعت کو تو رواداری کی تلقین کی جائے، جس کا استحکام اور وحدت خطرے میں ہو اور باغی گروہ کو تبلیغ کی پوری اجازت ہو، جبکہ وہ تبلیغ جھوٹ اور دشنام سے لبریز ہو۔

اگر کوئی گروہ، جو حقیقی جماعت کے نقطہ نگاہ سے باغی ہے، حکومت کی خصوصی خدمات انجام دے تو حکومت اس کی خدمات کا صلہ دینے کی پوری طرح مجاز ہے۔ دوسری جماعتوں کو اس سے کوئی شکایت نہ ہوگی، لیکن یہ توقع عبث ہے کہ خود جماعت ایسی قوتوں کو نظر انداز کر دے، جو اس کے اجتماعی وجود کے لیے سنگین خطرہ ہوں۔ اس سلسلے میں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مسلم فرقوں کے باہمی مناقشات کا ان بنیادی مسائل پر کچھ اثر نہیں پڑتا، جن پر سب فرقے باوجود اختلافات کے متفق ہیں، خواہ وہ ایک دُوسرے کے خلاف الحاد کے فتوے ہی دیتے ہیں۔

ایک اور چیز بھی حکومت کی خصوصی توجہ کی محتاج ہے، ہندوستان میں اس بنا پر کہ وہ ترقی پسندانہ خیالات رکھتے ہیں، مذہبی سٹے بازوں کی حوصلہ افزائی سے لوگ مذہب سے بالعموم بیزار ہونے لگتے ہیں —— اس طرح مذہب کا اہم عنصر ہندوستانی قوموں کی زندگی سے آخر کار خارج ہو جائے گا۔ نتیجۃً ہندوستانی دماغ ایسی صورت میں مذہب کی جگہ کوئی اور بدل پیدا کرے گا، جس کی شکل روس کی مادی دہریت سے کسی طرح مختلف نہیں ہوگی۔"

علامہ کے اس بیان سے میرزائی امت بوکھلا اٹھی اور سرکاری دوائر میں کھلبلی مچ گئی تو آپ نے ایک مختصر توضیحی بیان میں کہا: "مجھے معلوم ہوا ہے۔ میرے اس بیان سے بعض حلقوں میں غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں اور یہ تاثر لیا گیا ہے کہ میں نے حکومت کو یہ لطیف مشورہ دیا ہے کہ وہ قادیانی

تحریک کا بزور انسداد کرے۔ میرا یہ مدعا ہرگز نہ تھا۔ میں نے اس امر کی وضاحت کر دی تھی کہ مذہب میں عدمِ مداخلت کی پالیسی ہی ایک ایسا طریق ہے، جسے ہندوستان کے موجودہ حکمران اختیار کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور کوئی پالیسی ممکن ہی نہیں، البتہ مجھے اعتراف ہے کہ میرے نزدیک یہ پالیسی مذہبی جماعتوں کے مفادات کے منافی ہے، لیکن اس سے بچنے کی اور کوئی راہ نہیں اور جنہیں اس سے خطرہ ہے۔ انہیں اپنے حقوق کے تحفظ کیلیے مناسب طریقے اختیار کرنے چاہیئیں، میرے نزدیک حکومت کے لیے بہترین راستہ یہ ہے کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت قرار دے دے اور یہ اُن کی اپنی پالیسی کے بھی عین مطابق ہو گا۔ اُدھر مسلمان بھی اُن سے رواداری برتیں گے، جو باقی مذاہب کے بارے میں اختیار کرتے ہیں۔"

پنڈت جواہر لال نہرو کے جواب میں

"ماڈرن ریویو" کلکتہ میں پنڈت جواہر لال نہرو کے تین مقالوں کی اشاعت کے بعد مختلف مذہبی اور سیاسی مسالک کے مسلمانوں نے مجھے متعدد خطوط بھیجے۔ ان خطوط کے محرّروں میں سے بعض نے خواہش کی ہے کہ میں احمدیوں کے متعلق مسلمانانِ ہند کی روش کے بارے میں مزید توضیح کروں اور اس کے حق بجانب ہونے کا ثبوت بہم پہنچاؤں۔ بعض نے مجھ سے پوچھا ہے کہ احمدیت میں اصل تنقیح طلب مسئلہ میرے نزدیک کیا ہے۔ میں پیشِ نظر بیان میں سب سے پہلے ان تقاضوں کو پورا کرنا چاہتا ہوں، جو میرے نزدیک بالکل بجا ہیں۔ پھر ان سوالات کا جواب دوں گا، جو پنڈت جواہر لال نہرو نے پیش کیے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے، اس بیان کے بعض حصے غالباً پنڈت جی کے لیے دلچسپی کا باعث نہ ہوں گے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ وہ ان حصوں کو نظر انداز کر دیں تاکہ ان کا وقت بیجا صرف نہ ہو۔

میرے لیے یہ کہنا ضروری نہیں کہ جو مسئلہ مشرق اور غالباً پوری دنیا کے نہایت عظیم الشان مسائل میں سے ایک ہے۔ اس کے ساتھ ہی پنڈت جی کی دلچسپی کا خیر مقدم کرتا ہوں، میں سمجھتا ہوں کہ وہ پہلے قوم پرست ہندوستانی لیڈر ہیں، جنہوں نے دنیائے اسلام کی موجودہ روحانی بے چینی کو سمجھنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ اس بے چینی کے متعدد پہلو اور امکانی اثرات ہیں، اس لیے حد درجہ مطلوب ہے کہ ہندوستان کے ذی فکر سیاسی لیڈر اس معاملے کے حقیقی مفہوم کے لیے دل کے دروازے کھولیں، جس نے اس وقت قلبِ اسلام میں ہیجان پیدا کر رکھا ہے۔

میں یہ امر پنڈت جی یا اس بیان کے کسی دوسرے خواہش مند سے چھپانا نہیں چاہتا کہ پنڈت جی کے مقالوں نے فی الوقت میرے دل میں ایک حد تک احساسات کی کی تکلیف دہ کشمکش پیدا کر دی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ پنڈت جی وسیع تہذیبی ہمدردیوں کے انسان ہیں۔ لہٰذا میرا ذہن اسی طرف مائل ہو سکتا ہے کہ پیش کردہ مسائل کو سمجھنے کی خواہش میں وہ پُرخلوص ہیں، لیکن جس طریق پر انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس سے ایک ایسی نفسیاتی کیفیت بے نقاب ہوتی ہے، جسے پنڈت جی سے منسوب کرنا مجھے دشوار نظر آتا ہے۔ میرا میلانِ فکر یہ ہے کہ قادیانیت کے بارے میں میرے بیان نے، جو اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ایک مذہبی اصول کی تشریح جدید انداز میں کی گئی۔ پنڈت جی اور قادیانیوں دونوں کو مشکل میں ڈال دیا۔ اس لیے کہ دونوں (پنڈت جی اور قادیانی) مسلمانوں کے سیاسی و مذہبی اتحاد و یکجہتی کے ممکنات کو خصوصیت سے ہندوستان کے اندر ناپسند کرتے ہیں۔ اگرچہ دونوں کے وجوہ مختلف ہیں۔ بدیہی ہے کہ ہندوستانی قوم پرست کو جس کی سیاسی تصوریت نے احساسِ حقیقت کو عملاً کچل ڈالا ہے۔ شمالی و مغربی ہند کے مسلمانوں میں خود مختاری کی خواہش پیدا ہونا گوارا نہیں۔ وہ سمجھتا ہے اور میرے نزدیک غلط سمجھتا ہے کہ قومیتِ ہند کی خاطر ملک کی تمام مستقل تہذیبوں کو مٹا دینا چاہیے، حالانکہ ان کے تعاون ہی سے ہندوستان

ایک بیر حاصل اور پائیدار ثقافت کو نشو و نما دے سکتا ہے۔ جن طور طریقوں کا حامی ہندوستانی قوم پرست ہے۔ ان کی بنا پر جو قومیت وجود پذیر ہوگی، اس کا نتیجہ باہم تلخی، بلکہ تشدد کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ ٹھیک اسی طرح بدیہی ہے کہ قادیانی بھی مسلمانانِ ہند کی سیاسی بیداری پر مضطرب ہیں، کیونکہ وہ محسوس کرتے ہیں، مسلمانانِ ہند کا سیاسی اقتدار بڑھ جائیگا تو قادیانیوں نے رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے اپنے ہندوستانی نبی کی نئی امت نکالنے کے جو منصوبے تیار کر رکھے ہیں وہ یقیناً درہم برہم ہو جائیں گے۔ میں نے مسلمانانِ ہند کو یہ جتانے کی کوشش کی تھی کہ ہندوستان کے اندر ان کی تاریخ کے موجودہ نازک دور میں داخلی استحاد و ہم آہنگی عدد درجہ ضروری ہے اور میں نے ان انتشار انگیز قوتوں کے خلاف انہیں متنبہ کیا تھا جو اصلاحی تحریکات کا لباس پہن کر بروئے کار آتی ہیں۔ میرے لیے یہ امر حیرت افزا ہے کہ میری ان کوششوں نے پنڈت جی کے لیے اس قسم کی قوتوں سے اظہار ہمدردی کا موقع بہم پہنچا دیا ہے۔

بہر حال میں پنڈت جی کے محرکات کی چھان بین کے ناخوشگوار کام کو طول نہیں دینا چاہتا۔ جو اصحاب قادیانیوں کے متعلق عام مسلمانوں کی روش کی مزید توضیح کے خواہاں ہیں۔ ان کے فائدے کے لیے میں اسے ڈیورنٹ کی کتاب "فلسفے کی کہانی" سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں، جس سے قادیانیت کے سلسلے میں زیرِ غور مسئلہ عام خوانندہ کے روبرو زیادہ واضح ہو جائے گا۔ ڈیورنٹ نے سپینوزا جیسے عظیم القدر فلسفی کو جماعت بدر کیے جانے کے متعلق یہودیوں کا نقطۂ نگاہ چند فقروں میں جامعیت سے پیش کر دیا ہے۔ خوانندگانِ بیان کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ اقتباس پیش کرنے سے میں خواہ مخواہ سپینوزا اور بانیٔ احمدیت کے درمیان کسی قسم کے موازنے کا خواہاں ہوں۔ ان دونوں کے درمیان ذہن و دانش اور سیرت و کردار کے اعتبار سے بُعدِ بعید ہے "خدا مست" سپینوزا نے کبھی دعویٰ نہ کیا کہ وہ کسی نئی تنظیم کا مرکز ہے اور جو یہودی اس پر ایمان نہ لائیں، وہ یہودیت کے دائرے سے خارج ہیں۔ لہٰذا سپینوزا کو جماعت بدر کرنے کے سلسلے میں یہودیوں کی روش کے متعلق ڈیورنٹ کا اقتباس قادیانیت کے سلسلے میں مسلمانوں کی روش پر بدرجہا بہتر انداز میں منطبق ہوتا ہے۔ اقتباس یہ ہے:

"مزید براں اکابر یہود کی رائے تھی کہ ایمسٹرڈم میں یہودیوں کی چھوٹی سی جماعت کو انتشار سے محفوظ رکھنے کے لیے مذہبی وحدت و ہم آہنگی واحد ذریعہ تھی اور غالباً یہ استحاد کو بچائے رکھنے کا ایک آخری وسیلہ تھا۔ یہودی قوم دنیا میں بکھر چکی تھی۔ اس کی بقا کی یقینی تدبیر اور کوئی نہ تھی۔ اگر ان کی اپنی کوئی مملکت، کوئی ملکی قانون، سیکولر قوت و طاقت کے اپنے ادارے ہوتے، جن سے کام لیکر داخلی ہم آہنگی اور خارجی احترام حاصل کر سکتے تو غالباً وہ زیادہ روادار بن جاتے، لیکن مذہب ان کے لیے حبِ وطن بھی تھا اور ایمان بھی۔ عبادت گاہ ان کے نزدیک مذہبی مراسم و عبادات کے علاوہ عمرانی و سیاسی زندگی کا مرکز بھی تھی۔ جس بائبل کی صحت کو سپینوزا نے محلِ نظر قرار دے دیا تھا، وہ قوم یہود کے لیے "سفری وطن" تھی۔ ان حالات میں انہوں نے سلسلہ عقائد سے انحراف کو غداری اور رواداری کو خود کشی قرار دیا۔"

یہودیوں کی حالت یہ تھی کہ وہ ایمسٹرڈم کے اندر اقلیت میں تھے، لہٰذا وہ سپینوزا کو ایک انتشار انگیز عامل قرار دینے میں بالکل حق بجانب تھے، جس سے ان کا جماعتی شیرازہ بکھر جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ اسی طرح مسلمانانِ ہند بھی قادیانی تحریک کو ہندوستان کے اندر اسلام کی اجتماعی زندگی کے لیے بدرجہا خطرناک قرار دینے میں بالکل حق بجانب ہیں اور قادیانی تحریک پوری دنیائے اسلام کے کافر ہونے کا اعلان کر چکی ہے اور مسلمانوں سے مجلسی مقاطعہ کرتی ہے۔ سپینوزا کا فلسفہ مابعد الطبیعیات یہودیوں کی اجتماعی زندگی کے لیے اتنا خطرناک نہ تھا، میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان کا مسلمان وجداناً خاص نوعیت کے ان حالات کا صحیح احساس رکھتا ہے، جن میں وہ ہندوستان کے اندر گھرا ہوا ہے۔ اور اسے کسی

دوسرے ممالک کے مسلمانوں کے مقابلے میں انتشار انگیز قوتوں کا بدرجہا زیادہ احساس ہے میرے نزدیک عام مسلمانوں کا یہ وجدانی ادراک قطعاً درست ہے اور مجھے کوئی شبہ نہیں کہ اس کی بنیاد مسلمانانِ ہند کے ضمیر میں بہت گہری ہے۔ جو لوگ ایسے معاملے میں رواداری کا نام لیتے ہیں۔ وہ اس لفظ کے استعمال میں بے حد غیر محتاط ہیں۔ بلکہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ رواداری کی حقیقت ہی سے واقف نہیں۔ رواداری کی روح انسانی قلب کی بے حد مختلف روشوں سے رونما ہوتی ہے۔ گبن کہتا ہے ایک رواداری فلسفی کی ہے، جس کے نزدیک تمام مذاہب یکساں ہیں۔ ایک رواداری مؤرخ کی ہے جس کے نزدیک تمام مذاہب یکساں طور پر غلط ہیں۔ ایک رواداری سیاست دان کی ہے، جو تمام مذاہب کو یکساں مفید سمجھتا ہے، ایک رواداری اس انسان کی ہے، جو فکر و عمل کے دوسرے طور طریقوں کو برداشت کر لیتا ہے، کیونکہ وہ خود فکر و عمل کے مختلف طور طریقوں سے بالکل بے پروا ہو جاتا ہے۔ پھر ایک رواداری کمزور آدمی کی ہے، جو محض کمزوری کی بنا پر اُن تمام ذلتوں کو انگیز کر لیتا ہے، جو اس کی محبوب اشیا یا افراد کے لیے روا رکھی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ رواداری کے یہ نمونے کوئی اخلاقی قدر و قیمت نہیں رکھتے۔ اس کے برعکس غیر مشتبہ طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ اس رواداری پر کاربند ہونے والا انسان روحانی اخلاق کا اظہار کر رہا ہے۔ حقیقی رواداری عقل و دانش کی وسعت اور روحانی پھیلاؤ سے پیدا ہوتی ہے۔ ایسی رواداری وہی لوگ اختیار کرتے ہیں، جو روحانی اعتبار سے قوی ہوں۔ اپنے ایمانی حدود کی پوری پوری حفاظت کرتے ہوئے دوسرے معتقدات برداشت کریں، بلکہ بعض کی قدر بھی کریں۔ ایسے روادار کا ایمان ترکیبی و امتزاجی ہوتا ہے۔ اس لیے وہ دوسروں کے تعلق میں ہمدردی کے معانی بہ آسانی پیدا کر لیتا ہے اور ان کے ایمان کی قدر کر سکتا ہے۔ ہمارے عظیم القدر ہندوستانی شاعر امیر خسرو نے اس قسم کی رواداری کی حقیقت ایک بُت پرست کی کہانی کے سلسلے میں بڑی خوبصورتی سے پیش کی ہے۔ بتوں کے ساتھ بُت پرستی کی شدید محبت و عقیدت کا ذکر کرتے ہوئے شاعر مسلمان خوانندگانِ کتاب کو خطاب کر کے کہتا ہے ؎

اے کہ ز بُت طعنہ بہ ہندو بری
ہم ز وے آموز پرستش گری

(ترجمہ) اے کہ تو ہندو کو بُت کا طعنہ دے رہا ہے کیا یہ ضروری نہیں کہ تو اُس سے پرستش و عبادت کا طریقہ سیکھ لے۔ خدا کا سچا پرستار ہی عبادت کی صحیح قدر و قیمت محسوس کر سکتا ہے۔ اگرچہ اس کا مرجع دیوتا ہوں، جن پر خدا پرست کا کوئی عقیدہ نہیں۔ جو لوگ ہمیں رواداری کی تلقین کر رہے ہیں۔ ان کی حماقت یہ ہے کہ اپنے مذہبی حدود کی پوری پوری حفاظت کرنے والے انسان کی روش کو نارواداری قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ روش اخلاقی کمتری کا نشان ہے۔ حالانکہ یہ رائے غلط ہے۔ وہ نہیں سمجھتے کہ اس روش کی قدر و قیمت اصلاً حیاتیاتی ہے۔ جہاں کسی جماعت کے افراد وجداناً یا معقول دلیل کی بنا پر محسوس کریں کہ عمرانی نظام کی اجتماعی زندگی خطرے میں ہے۔ ان کی دفاعی حیثیت کا جائزہ لیتے وقت زیادہ تر حیاتیاتی معیار پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ اس سلسلے میں ہر فکر و عمل کا اندازہ اس طرح کرنا چاہیے کہ اس میں قدرِ بقا کی کیا کیفیت ہے؟ اس سلسلے میں اصل سوال یہ نہیں کہ جس شخص کو کافر یا ملحد قرار دیا گیا۔ اس کے بارے میں فرد یا جماعت کی روش اخلاقی اعتبار سے اچھی ہے یا بُری۔ اصل سوال یہ ہے کہ یہ روش حیات بخش ہے یا حیات کُش؟ پنڈت جواہر لال نہرو بظاہر یہ سمجھ رہے ہیں کہ جو معاشرہ مذہبی اصول پر مبنی ہو گا اس کے لیے لازماً ایک محکمۂ احتساب و تعزیر کی ضرورت ہو گی۔ مسیحیت کے تعلق میں تو یہ خیال درست ہے، لیکن تاریخِ اسلام پنڈت جی کی منطق کے برعکس یہ ثابت کر رہی ہے کہ اسلام کی گزشتہ تیرہ سو سال کی زندگی کے دوران میں محکمۂ احتساب و تعزیر سے تمام مسلم ممالک کاملاً ناآشنا رہے۔ قرآن نے ایسے ادارے کی صریح ممانعت کر دی ہے، ارشاد ہوتا ہے "دوسروں کی کمزوریاں تلاش نہ کرو اور ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے بُرا نہ کہو"۔ پنڈت جی تاریخِ اسلام کا مطالعہ کریں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہودی اور عیسائی اپنے وطنوں میں مذہبی تعزیر و تعذیب سے بھاگ کر ہمیشہ اسلامی سرزمینوں میں پناہ لیتے رہے۔ جن دو بنیادوں پر

اسلام کا ڈھانچہ قائم ہے۔ وہ اتنی سادہ ہیں کہ کُفران معنی میں تقریباً غیر ممکن ہے، جو کسی شخص کو دائرہ اسلام سے خارج کر دے۔

یہ بالکل دُرست ہے کہ جب کوئی شخص ایسے اصول کا اعلان کرتا ہے جو موجب کفر ہوں اور جن سے مروجہ عمرانی نظام کے لیے خطرہ پیدا ہو جائے تو ایک آزاد مُسلم مملکت یقیناً اس کے انسداد کے لیے قدم اٹھانے کی لیکن اس حالت میں مملکت کا اقدام خالص مذہبی مصالح کے بجائے زیادہ تر سیاسی مصالح پر مبنی ہوگا۔ پنڈت جواہر لال ایک ایسے معاشرے میں پیدا ہوئے اور اسی میں انہوں نے پرورش پائی، جس کے حدود بھی پوری طرح متعین نہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس میں کوئی داخلی ہم آہنگی بھی نہیں۔ میں بخوبی اندازہ کر سکتا ہوں۔ ایسے شخص کے لیے یہ سمجھنا مشکل ہے کہ ایک مذہبی معاشرہ عقائد عوام کی چھان بین کے لیے مملکت کی طرف سے مقرر کردہ محکمۂ احتساب کے بغیر بھی زندہ رہ سکتا ہے اور فروغ پا سکتا ہے۔ یہ حقیقت اس اقتباس سے بھی واضح ہے، جو پنڈت جی نے کارڈینل نیومین کی تحریرات سے پیش کیا۔ وہ متحیر ہیں کہ آیا میں کارڈینل کے اصول کا اطلاق اسلام کے تعلق میں قبول کرونگا؟ میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ اسلام اور کیتھولک مسیحیت کے داخلی نظاموں میں بہت بڑا فرق ہے۔ کیتھولک مسیحیت میں پُرپیچ اور عقل سے بالا نوعیت کے عقائد کی کثرت ہے، جن سے تازہ الحادی تعبیرات کے ممکنات برابر پرورش پاتے رہے اور یہ حقیقت مسیحیت کی تاریخ سے واضح ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین دو بنیادوں پر قائم ہے۔ اوّل خدا ایک ہے (لا اِلٰہ الا اللہ) دوم محمدؐ اللہ کے رسُول ہیں۔ اور ان مقدس ہستیوں کے سلسلے میں سے آخری ہیں، جو وقتاً فوقتاً تمام ممالک اور تمام ادوار میں عالمِ انسانیت کو زندگی کا صحیح طریقہ سکھانے کے لیے وجود میں آتی رہیں۔ اگر عقیدہ ایسی چیز ہے۔ جیسا کہ بعض مسیحی مصنفوں کی رائے ہے، جو عقل سے بالا ہوتا ہے اور سیاسی اتحاد کے لیے اس سے اتفاق ضروری ہے۔ خواہ اس کا مابعد الطبیعی مفہوم سمجھ میں آئے یا نہ آئے تو ان دو سادہ بنیادوں کو عقیدہ " " نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ دونوں کی تائید عالمِ انسانیت کے تجربے سے ہو چکی ہے اور دونوں کا ثبوت عقلی استدلال کی بنا پر بخوبی پیش کیا جا سکتا ہے۔ ایسا کُفر جس کے بارے میں یہ فتویٰ حاصل کرنا ضروری ہو کہ اس کا مُرتکب دائرۂ مذہب کے اندر رہا یا باہر نکل گیا صرف اس مذہبی معاشرے میں زیرِ غور آ سکتا ہے، جو ایسی سادہ بنیادوں پر قائم ہو اور وہ بھی اس وقت جب ان سادہ بنیادوں میں سے دونوں یا کسی ایک کا رد مستلزم ہو۔ ایسا کفر تاریخ میں شاذ ہی واقع ہوا اور ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ اسلام حدود کی حفاظت کے متعلق زیادہ سے زیادہ اہتمام کے باوجود ایسی تعبیر کی اجازت دیتا ہے، جو اصل حدود کے اندر رہے۔ کیونکہ ایسے کُفر کا اظہار، جو اسلام کی حدود سے تعرض کرے۔ تاریخِ اسلام میں شاذ ہی پیش آیا۔ لہٰذا اِس قسم کی سرکشی کے باب میں عام مسلمانوں کے احساسات طبعاً بہت شدید رہے۔ بہائیوں کے خلاف مسلمانانِ ایران میں شدّتِ احساس کا سبب یہی تھا۔ اسی طرح قادیانیوں کے خلاف مسلمانانِ ہند کے شدید احساسات کا سبب بھی یہی ہے۔

یہ درست ہے کہ مُسلمانوں کے مذہبی فرقوں میں فقہ و الٰہیات کے فروعی مسائل میں اختلاف پر بھی کفر کے فتوے اکثر صادر ہوتے رہتے ہیں فتووں میں لفظ کفر فروعی مسائل الٰہیات کے اختلاف اور انتہائی کفر، جو مرتکب کو ملت بدر کر دے، کے خلاف بلا امتیاز استعمال کیا جاتا رہا۔ اس وجہ سے دورِ حاضر کے بہت سے تعلیم یافتہ مسلمان جنہیں الٰہیاتِ اسلامی کی تاریخ کے بارے میں حقیقتاً کچھ علم نہیں، سمجھ رہے ہیں کہ یہ ملتِ اسلامیہ کے عمرانی اور سیاسی انتشار کی علامت ہے۔ حالانکہ یہ تصور بالکل غلط ہے۔ اسلامی الٰہیات کی تاریخ سے واضح ہوتا ہے کہ فروعی اختلافات پر بھی کفر کے جو فتوے ایک دوسرے کے خلاف صادر ہوتے رہے۔ وہ انتشار انگیز ہونے کے بجائے حقیقتاً الٰہیات کے متعلق افکار میں ترکیب و ترتیب کے محرک بنتے رہے۔

پروفیسر ہرگرونج کہتا ہے: "جب ہم فقہ اسلامی کے نشو و ارتقاء کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ایک طرف یہ دیکھتے ہیں کہ ہر عہد میں علماء کرام معمولی محرک کی بنا پر ایک دوسرے کی مذمت میں اس حد تک پہنچتے رہے کہ کفر کا فتویٰ بھی صادر

کر دیا، دوسری طرف وہی علمائے کرام زیادہ سے زیادہ وحدتِ مقصد کے پیشِ نظر پیشروؤں کے ایسے ہی اختلافات میں موافقت کی کوششیں کرتے رہے۔" اسلامی دینیات کا طالب علم جانتا ہے کہ اس قسم کا کفر مسلم فقہا کے نزدیک اصطلاحاً کفر دون کفر (ایک کفر کا دوسرے سے کم ہونا) کہلاتا ہے یعنی کفر کی وہ قسم، جس کا مرتکب ملت سے خارج نہیں ہوتا۔ البتہ اعتراف کر لینا چاہیے کہ جب یہ معمولی کفر ملاؤں کے ہاتھ میں پہنچتا ہے تو بڑے فتنے کا باعث بن سکتا ہے، کیونکہ وہ ذہنی تساہل کی بنا پر دینی فکر کے سلسلے میں تمام مخالفتوں کو مطلق سمجھتے ہیں اور اختلاف میں اتحاد کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ اس فتنے کے انسداد کی صورت یہی ہے کہ مدارسِ دینیات کے طلبہ کے سامنے اسلام کی ترکیبی و اتحادی روح کا تصور زیادہ سے زیادہ واضح طریق پر پیش کریں اور انہیں از سر نو بتائیں کہ دینیات کے علم کلام میں منطقِ تضاد اصولِ حرکت کا وظیفہ ادا کرتا ہے۔ باقی رہا بڑے کفر کا مسئلہ تو یہ صرف اس وقت پیدا ہوتا ہے، جب کسی مفکر یا مصلح کی تعلیمات اسلام کے حدود پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ بدقسمتی سے قادیانیت کی تعلیمات کے سلسلے میں یہ صورت موجود ہے۔

یہاں یہ بھی بتا دینا چاہیے کہ تحریکِ احمدیت دو گروہوں میں بٹی ہوئی ہے، ایک گروہ قادیانیوں کا ہے اور دوسرا لاہوریوں کا۔ قادیانی گروہ بانئ تحریک کو مکمل نبی تسلیم کرتا ہے، لیکن لاہوری گروہ نے اعتقاداً یا مصلحتاً یہی مناسب سمجھا کہ قادیانیت کو مدہم سُروں میں پیش کیا جائے، تاہم یہ مسئلہ کہ بانی احمدیت ایسا نبی تھا، جس کی بعثت کا انکار مستلزم کفر ہو، دونوں گروہ کے درمیان محل نزاع ہے۔ احمدیوں کی اس داخلی کشمکش کے سلسلے میں یہ فیصلہ کرنا کہ کون حق بجانب ہے، میرے پیشِ نظر مقصد کے لیے غیر ضروری ہے۔ میں سمجھتا ہوں اور اس کے وجوہ ابھی پیش کروں گا کہ ایسے نبی کا خیال، جس سے انکار ملت سے خارج ہونے کو مستلزم ہو، احمدیت کی اصل و اساس ہے اور قادیانیوں کا موجودہ امام لاہوری امام کے مقابلے میں روحِ تحریک سے زیادہ مطابقت رکھتا ہے۔

اسلام میں ختمِ نبوت کے تصور کی تہذیبی و ثقافتی قدر و قیمت کی پوری تشریح میں نے ایک دوسری جگہ کر دی ہے۔ اس کا مفہوم بالکل سادہ ہے۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، جنہوں نے اپنے پیروؤں کو ایک قابلِ عمل قانون دے کر آزاد کر دیا، جو انسانی ضمیر کی گہرائیوں سے ظہور پذیر ہو رہا ہے۔ کسی دوسری انسانی ہستی کے آگے روحانی اعتبار سے سرِ تسلیم خم نہ کیا جائے۔ دینیات کے نقطۂ نگاہ سے اس اصول کا مطلب یہ ہے کہ جس عمرانی و سیاسی نظام کو اسلام کہا جاتا ہے، وہ کامل و مکمل اور ابدی ہے۔ رسول اللہ (صلعم) کے بعد کوئی ایسا الہام ممکن ہی نہیں، جس سے انکار مستلزم کفر ہو، جو بھی شخص ایسے الہام کا دعویٰ کرے، وہ اسلام سے غداری کا مرتکب ہو گا۔ چونکہ قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ بانی احمدیت الہام کا حامل تھا لہٰذا وہ پوری دنیائے اسلام کو کافر قرار دیتے ہیں۔ خود بانی تحریک کا استدلال، جو صرف قرونِ وسطیٰ کے کلامی کے لیے زیبا سمجھا جا سکتا ہے ——— یہ ہے کہ اگر اسلام کے مقدس پیغمبر کی روحانیت دوسرے نبی کی تخلیق نہ کرے تو اس روحانیت کو ناکام سمجھا جائے گا۔ وہ اپنی نبوت کو اسلام کے مقدس پیغمبر کی نبوت پرور روحانی قوت کی شہادت قرار دیتا ہے، لیکن اگر آپ یہ سوال کریں کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت ایک سے زیادہ پیغمبروں کی تربیت بھی فرما سکتی ہے تو اس کا جواب نفی میں دیا جاتا ہے، اس کا مطلب صاف الفاظ میں یہ ہوا کہ محمد (صلعم) (معاذ اللہ) آخری نبی نہ تھے۔ آخری نبی میں ہوں۔

بانی احمدیت نے تاریخِ انسانیت میں عموماً اور تاریخِ ایشیا میں خصوصاً ختمِ نبوت کے اسلامی فکر کی ثقافتی و تہذیبی قدر و قیمت نہ سمجھی اور یہ تصور قائم کر لیا کہ ختمِ نبوت ان معنی میں رسول اللہ (صلعم) کا کوئی پیرو درجۂ نبوت تک نہیں پہنچ سکتا۔ رسول اللہ (صلعم) کی نبوت میں ناتمامی کا نشان ہے۔ میں اس کی نفسیات کا مطالعہ کرتا ہوں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ اپنے ادعائے نبوت کی خاطر وہ اسلام کے مقدس پیغمبر کی اس خصوصیت سے فائدہ اٹھاتا ہے، جسے وہ تخلیقی روحانیت قرار دیتا ہے، لیکن ساتھ ہی رسول اللہ (صلعم) کی "خاتمیت" سے انکار کر دیتا ہے، کیونکہ اس روحانیت کی تخلیقی صلاحیت صرف ایک نبی یعنی بانی

تحریکِ احمدیت تک محدود رکھتا ہے۔ اس طرح یہ نبیا بھی چُپ چاپ اس بزرگ ہستی کی خاتمیت پر متصرف ہو جاتا ہے جسے وہ اپنا روحانی مورث قرار دیتا ہے۔

وہ کہتا ہے کہ میں اسلام کے مقدس پیغمبر کا بروز ہوں۔ اس طرح وہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ رسول اللہ (صلعم) کا بروز ہونے کی صورت میں اس کی خاتمیت حقیقۃً خود رسول اللہ (صلعم) کی خاتمیت ہے گویا معاملے کو اس نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو رسول اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کی خلاف ورزی نہیں ہوتی۔ دونوں خاتمیتوں کو اس کی اپنی اور رسول اللہ (صلعم) کی خاتمیت ایک قرار دے کر وہ تصورِ خاتمیت کے زمانی مفہوم سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔

تاہم ظاہر ہے کہ لفظ بروز کامل مماثلت کے معنی میں بھی اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا، کیونکہ بروز بہر حال اصل سے الگ ہوگا۔ صرف اوتار کی حیثیت میں اصل سے متحد ہوتا ہے، لہٰذا اگر بروز کے معنی "روحانی صفات میں مماثل" قرار دیں تو استدلال بے اثر ہوگا، لیکن اگر اس کے برعکس ہم بروز کے معنی آریائی تصور کے مطابق اوتار لے لیں تو استدلال بظاہر قابلِ قبول بن جائے گا، مگر ساتھ ہی یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ اس طریقِ ظہور کا مجوز ایک مجوسی ہے، جس نے بھیس بدل لیا ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے اور اس سلسلے میں ہسپانیہ کے عظیم القدر مسلمان صوفی محی الدین ابن عربی کی سند پیش کی جاتی ہے کہ ایک مسلمان ولی کے لیے بھی روحانی ارتقا کے دوران میں ایسے تجربات ممکن ہیں، جنہیں صرف شعورِ نبوت سے مختص مانا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ شیخ محی الدین ابن عربی کا یہ نظریہ نفسیات کے نقطۂ نگاہ سے نامحکم ہے، لیکن اگر اسے درست بھی مان لیا جائے تو قادیانیوں کا استدلال شیخ محی الدین ابن عربی کے صحیح موقف سے متعلق کاملاً غلط فہمی پر مبنی ہے۔ شیخ اسے ایک خالصۃً ذاتی تجربہ قرار دیتے ہیں، جس کی بنا پر کوئی ولی ان لوگوں کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار نہیں دے سکتا، جو اس پر اعتقاد نہ رکھیں اور ایسا اصلاً ہو ہی نہیں سکتا۔ در اصل شیخ کے نقطۂ نگاہ کے مطابق ایک عہد یا ایک ملک میں ایک سے زیادہ ولی ہو سکتے ہیں۔ لیکن قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ اگر مان بھی لیا جائے ایک ولی کے لیے نفسیاتی اعتبار سے عرفانِ نبوت حاصل کر لینا ممکن ہے تو اس عرفان کی عمرانی و سیاسی اہمیت کوئی نہیں، کیونکہ وہ کسی نئی تنظیم کا مرکز نہیں بن سکتا اور اس اعلان کا حقدار نہیں ہو سکتا کہ وہی تنظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروؤں کے لیے ایمان و کفر کا معیار ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی کی صوفیانہ نفسیات سے قطع نظر کرتے ہوئے میں "فتوحاتِ مکیہ" سے متعلقہ عبارتوں کا مطالعہ غور و احتیاط سے کر چکا ہوں اور مجھے یقین ہو چکا ہے کہ یہ عظیم القدر ہسپانوی صوفی رسول اللہ (صلعم) کی خاتمیت کا ویسا ہی پختہ معتقد ہے، جیسا کوئی راسخ العقیدہ مسلمان ہو سکتا ہے۔ اگر اسے صوفیانہ کشف میں معلوم ہو جاتا کہ آگے چل کر مشرق میں تصوف کے بعض ہندوستانی اتائی اس کی صوفیانہ نفسیات کے پردے میں رسول اللہ (صلعم) کی خاتمیت پر زد لگانے کے لیے تیار ہو جائیں گے تو وہ علمائے ہند سے بھی پہلے دنیا کے مسلمانوں کو غدارانِ اسلام کے خلاف متنبہ کر دیتا۔

اب میں احمدیت کی حقیقت پر آتا ہوں۔ تقابلِ مذاہب کے نقطۂ نگاہ سے اس کے مآخذ پر بحث حد درجہ دلچسپ ہوگی۔ اس سلسلے میں یہ امر بھی زیرِ غور آئے گا کہ اسلام سے پیشتر کے مجوسی تصورات کس طرح اسلامی تصوف کے ذریعے سے اس کے بانی پر اثر انداز ہوئے، لیکن میرے لیے یہاں یہ بحث شروع کرنا غیر ممکن ہے، صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ احمدیت کی اصل حقیقت قرونِ وسطیٰ کے تصوف اور دینیات کے کہر میں چھپی ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے ہند نے اسے خالص دینی تحریک سمجھا اور اس کے انسداد کے لیے دینی حربے لیکر نکل پڑے، میں سمجھتا ہوں کہ اس تحریک سے نپٹنے کا یہ طریقہ مناسب نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس سلسلے میں علما صرف جزواً کامیاب ہوئے بانیٔ احمدیت کے الہامات کا نفسیاتی تجزیہ احتیاط سے کیا جائے تو یہ غالباً اصل شخصیت کی داخلی زندگی کا ایک

ایک بہتر بروئے کار لانے کے لیے ایک موثر طریقہ ہوگا۔
مولوی منظور الٰہی نے بانی کے الہامات کا جو مجموعہ شائع کیا، میں اس کا ذکر کر دیتا ہوں۔ اس مجموعے میں نفسیاتی چھان بین کے لیے سیر حاصل اور متنوع ذخیرہ موجود ہے۔ میری رائے میں یہ کتاب احمدیت کے بانی کے کردار اور حقیقت کے لیے ایک کلید مہیا کرتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ کبھی جدید نفسیات کا کوئی نوجوان طالب علم اس کا سنجیدہ مطالعہ اپنا فرضِ منصبی قرار دے لے گا، اگر وہ قرآن مجید کو معیار بنائیگا اور یہی اسے کرنا چاہیے۔ البتہ وجوہ یہاں پیش نہیں کیے جا سکتے اور اگر وہ اپنے مطالعے کو بانیٔ احمدیت اور معاصر غیر مسلم متصوفین مثلاً رام کرشن بنگالی کے تجربات کی تقابلی تحقیق تک توسیع دے تو اس تجربے کی اصولی حیثیت کے متعلق ایک سے زیادہ مرتبہ سرشش حیرت بنتا پڑے گا، جس کی بنا پر بانیٔ احمدیت کے لیے نبوّت کا دعویٰ کیا جا رہا ہے۔

عوام کے نقطۂ نگاہ سے ایک اور طریقہ بھی ہے جو یکساں موثر اور زیادہ بار آور ہے۔ یعنی ہندوستان میں مسلمانوں کے دینی فکر کی تاریخ کم از کم ۱۷۹۹ء سے پیشِ نظر رکھ لی جائے اور اس کی روشنی میں احمدیت کی حقیقت سمجھی جائے۔ ۱۷۹۹ء دنیائے اسلام کی تاریخ میں حد درجہ اہم سال ہے۔ اس سال ٹیپو سلطان نے شہادت پائی اور اس کی شہادت کے ساتھ کے ساتھ ہندوستان میں سیاسی وقار کے لیے مسلمانوں کی امیدوں کے تمام چراغ گل ہو گئے۔ اسی سال نوارینو کی جنگ ہوئی جس میں ترکی بیڑا تباہ کر دیا گیا، جس شخص نے ٹیپو سلطان کی تاریخ شہادت کہی وہ بڑا بالغ نظر تھا۔ یہ تاریخ ٹیپو سلطان کے مقبرے کی دیوار پر کندہ ہے:

ذَھبَ عزالرّوم والھند کاملاً

(روم اور ہندوستان کی عزت و شان کاملاً جاتی رہی)

یوں ۱۷۹۹ء میں ایشیا کے اندر مسلمانوں کا سیاسی زوال آخری حد پر پہنچ گیا، لیکن جس طرح جنگِ جینا کے دن جرمنی کی ذلت خیز شکست سے جدید جرمن قوم اٹھی، اسی طرح یہ کہنا بھی بالکل بجا سمجھا جا سکتا ہے کہ ۱۷۹۹ء میں مسلمانوں کے سیاسی انحطاط سے دورِ حاضر کا اسلام پیدا ہوا اور اپنے ساتھ نئے مسائل لا لایا، اس نکتے کی توضیح میں آگے چل کر کروں گا۔ فی الحال میں خوانندگانِ کرام کی توجہ ان بعض مسائل کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں، جو ٹیپو سلطان کی شہادت اور ایشیا میں یورپی سامراج کے فروغ کے بعد اسلامی ہند میں بروئے کار آئے۔

کیا اسلام میں خلافت کا تصور ایک مذہبی ادارے کو مستلزم ہے؟ ہندوستان اور اُن ملکوں کے مسلمان جو سلطنت ترکیہ کے دائرے سے باہر ہیں۔ ان کا رشتہ خلافت ترکی سے کیا ہے؟ کیا ہندوستان دار الحرب ہے یا دار السلام؟ اسلام میں اصولِ جہاد کا حقیقی مفہوم کیا ہے؟ قرآن مجید کا ارشاد ہے: "خدا کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں سے اصحابِ امر و حکم ہوں، یعنی تمہارے فرمانروا۔" "تم میں سے" کا مطلب کیا ہے؟ رسول اللہ (صلعم) کی جن احادیث میں امام مہدی کے ظہور کے متعلق پیش گوئی کی گئی ہے، ان کی حیثیت کیا سمجھی جائے؟ یہ اور اس قسم کے دوسرے سوالات جو بعد میں پیدا ہوئے، بدیہی وجوہ کی بنا پر صرف مسلمانانِ ہند سے تعلق رکھتے تھے، لیکن جو یورپی سامراج اسلامی دنیا میں تیزی سے تسلط حاصل کرتا جا رہا تھا، اسے بھی ان سوالات سے گہری دلچسپی تھی، ان پر جو بحثیں ہوئیں۔ وہ ہندوستان میں اسلامی تاریخ کا ایک نہایت دلچسپ باب ہیں۔ یہ داستان بہت طویل ہے اور تا حال کسی زبردست صاحبِ قلم کے انتظار میں ہے۔ جن مسلمان مدبروں کی نگاہیں زیادہ تر حقائقِ حال پر جمی ہوئی تھیں، وہ علماء کے ایک طبقے کو ایسی دینی استدلال پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گئے، جو ان کے نزدیک وقتی حالات سے مطابقت رکھتا تھا، مگر محض منطق کے زور سے ان عقائد پر قابو پا لینا آسان نہ تھا، جو صدیوں سے جمہور مسلمانانِ ہند کے ضمیر پر مسلط چلے آ رہے تھے۔ ایسے حالات میں منطق یا تو سیاسی مصلحت کی بنا پر قدم آگے بڑھا سکتی ہے یا قرآن و احادیث کی تازہ تعبیر کا طریقہ اختیار کر سکتی ہے۔ دونوں صورتوں میں ظاہر تھا کہ یہ عوام کو متاثر نہ کر سکے گی۔ مسلم عوام کی شدید مذہب پسندی کو صرف ایک چیز یقینی طور پر متاثر کر سکتی تھی اور وہ آسمانی

سند تھی۔ بہ ایں ہمہ عقائد کی مؤثر بیخ کنی کے لیے ضروری سمجھا گیا کہ کوئی ایسی الہامی بنیاد تلاش کی جائے، جو مذکورہ مسائل سے تعلق رکھنے والے دینی اصول کی تعبیر سیاسی اعتبار سے موزوں طریق پر کر دے۔ یہ الہامی بنیاد احمدیت نے مہیا کی اور احمدی خود مدعی ہیں کہ برطانوی سامراج کے لیے یہ سب سے بڑی خدمت ہے، جو انہوں نے انجام دی۔

سیاسی اہمیت کے دینی نظریات کی الہامی بنیاد کے لیے پیغمبرانہ دعوے کا مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ اس مدعی کے نظریات قبول نہیں کرتے، وہ مطلق کافر ہیں اور لازماً دوزخ کے شعلوں کی نذر ہوں گے۔ احمدیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ مسیح ایک عام فانی انسان کی طرح وفات پا گئے ہیں اور ان کے ظہور ثانی کا مطلب یہ ہے کہ ایسی شخصیت رونما ہوگی جو روحانی اعتبار سے مسیح کی مثیل ہوگی۔ جس حد تک میں احمدیت کی اہمیت سمجھتا ہوں۔ اس سے تحریک کو ایک حد تک معقول شکل مل گئی، لیکن روح تحریک کے لیے ایسی چیزیں ضروری نہیں۔ میری رائے میں یہ نبوت کی طرف ابتدائی اقدامات تھے اور تحریک اصل مقاصد نبوت ہی پورا کر سکتی تھی۔

جو ملک تہذیب و تمدن کی ابتدائی منزلوں میں ہیں۔ وہاں منطق نہیں، بلکہ روحانی سند و اختیار سے کام لیا جا سکتا ہے۔ جہاں خاصی جہالت موجود ہو، نیز خوش اعتقادی حد درجہ، عجیب امر یہ ہے کہ خوش اعتقادی اور ذہانت بعض اوقات پہلو بہ پہلو نظر آتی ہیں۔ پھر کسی شخص میں یہ اعلان کر دینے کی جسارت ہو کہ وہ ایسے ربانی الہام کا حامل ہے۔ جس سے انکار دائمی لعنت کا موجب ہوگا، اس کے بعد کسی محکوم ملک میں ایسی سیاست آمیز دینیات ایجاد کر لینا اور ایک جماعت بنا لینا آسان ہے، جن کا عقیدہ سیاسی غلامی ہو، پنجاب کے سادہ لوح کسان، جو صدیوں سے ہر قسم کے ناجائز تصرفات کا تختۂ مشق چلے آتے ہیں۔ مبہم دینی اصطلاحات کے جال میں بھی بسہولت پھنس جاتے ہیں، خواہ وہ کتنا ہی فرسودہ ہو۔ پنڈت جواہر لال نہرو تمام مذاہب کے راسخ العقیدہ لوگوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ متحد ہو جائیں اور اس چیز کے ظہور میں تاخیر پیدا کریں، جسے وہ ہندوستانی قومیت سمجھتے ہیں۔ اس طنز آمیز مشورے میں فرض کر لیا گیا ہے کہ احمدیت ایک اصلاحی تحریک ہے۔ پنڈت جی کو علم نہیں کہ ہندوستان میں جس حد تک اسلام کا تعلق ہے، احمدیت میں انتہائی اہمیت کے مذہبی اور سیاسی مسائل مضمر ہیں۔ میں پہلے واضح کر چکا ہوں کہ اسلام کے مذہبی فکر کی تاریخ میں احمدیت کا وظیفہ ہندوستان کے اندر موجودہ سیاسی غلامی کے لیے الہامی بنیادیں مہیا کرنا ہے۔ خالص مذہبی مسائل کو چھوڑ دیجیے، صرف سیاسی مسائل کی بنا پر بھی پنڈت جی ایسے شخص کے لیے قطعاً زیبا نہیں کہ وہ مسلمانانِ ہند کو ارتجاعی قدامت پسندی سے متہم کریں، اگر وہ احمدیت کی حقیقی حیثیت سے آگاہ ہوتے تو مجھے کوئی شبہ نہیں کہ ایک مذہبی تحریک کے متعلق مسلمانانِ ہند کی روش کو مستحق ستائش سمجھتے، جو ہندوستان کے مصائب و آلام کے لیے ربانی الہام کی مدعی ہے۔

خوانندگانِ کرام پر واضح ہو چکا ہو گا کہ آج ہندوستان میں اسلام کے رخساروں پر احمدیت کی جو زردی نظر آ رہی ہے، وہ اس ملک میں مسلمانوں کے مذہبی فکر کی تاریخ کا کوئی ناگہانی مظہر نہیں۔ جن افکار و تصورات نے بالآخر اس تحریک کی شکل اختیار کی، وہ بانیٔ احمدیت کی پیدائش سے بھی بہت پہلے مذہبی مباحث میں نمایاں ہو چکے تھے، میرا یہ مطلب بھی نہیں کہ بانیٔ احمدیت اور اس کے رفیقوں نے سوچ سمجھ کر اپنا پروگرام تیار کیا، میں کہہ سکتا ہوں کہ تحریک احمدیت کے بانی نے ضرور کوئی آواز سنی ہوگی، لیکن یہ آواز خدائے حیات و قدرت کی طرف سے آئی یا عوام کے روحانی افلاس سے اٹھی، اس کا انحصار پیدا کردہ تحریک کی حیثیت اور یہ آواز سننے والوں کے فکر و جذبہ کی نوعیت پر ہے۔ خوانندگانِ کرام کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ میں استعاروں میں بات کر رہا ہوں۔ قوموں کی تاریخ حیات ہمیں بتاتی ہے کہ جب کسی گروہ کی زندگی میں مدّ کے بعد جزر پیدا ہوتا ہے تو انحطاط بجائے خود القاء و الہام کا سرچشمہ بن جاتا ہے۔ شاعر، فلسفی، اولیا اور مدبر سب اس سے متاثر ہوتے ہیں اور داعیوں کی ایسی جماعت بن جاتے ہیں، جو سحر آفریں فن یا منطق کی قوت سے زندگی کی تمام زشت و مکروہ عظمت و شان کا لباس پہنانے کے

لیے وقف ہو جاتے ہیں۔ یہ داعی نادانستہ و نومیدی کی درخشاں صورت میں پیش کرتے ہیں۔ کردار و عمل کی روایتی اقدار کی جڑ کھوکھلی کر دیتے ہیں۔ اس طرح ان لوگوں کی روحانی قوت و ہمت تباہ کر ڈالتے ہیں، جو ان کے حلقۂ سحر میں آجاتے ہیں۔ اُس قوم کے عزم کی فرسودہ حالت کا صرف تصور کر لینا کافی ہے، جو آسمانی سند کی بنا پر سیاسی ماحول کو آخری و قطعی چیز تسلیم کر لیتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ تمام کردار جنہوں نے احمدیت کے ڈرامے میں حصّہ لیا، زوال و انحطاط کے ہاتھوں میں محض سادہ لوح حربے تھے۔ اسی قسم کا ڈرامہ ایران میں بھی کھیلا گیا، لیکن وہاں وہ مذہبی اور سیاسی مسائل پیش نہ آئے، جو احمدیت نے ہندوستان میں اسلام کے لیے پیدا کر دیے۔ روس نے بابیت کے لیے رواداری کا انتظام کر دیا اور بابیوں کو اجازت دی کہ عشق آباد میں اپنا پہلا تبلیغی مرکز قائم کریں۔ احمدیوں کے لیے انگلستان نے ایسی ہی رواداری کا اظہار کیا اور انہیں ووکنگ میں اپنا پہلا تبلیغی مرکز قائم کرلینے کی اجازت دے دی۔ اس سوال کا فیصلہ مشکل ہے کہ روس اور انگلستان نے یہ رواداری سامراجی مصلحت کی بنا پر اختیار کی یا یہ ان ملکوں کی خالص وسعت قلب کا نتیجہ تھی۔ البتہ اتنا قطعی طور پر واضح ہے کہ اس رواداری نے ایشیا میں اسلام کے لیے مشکل مسائل پیدا کر دیئے ہیں۔ اسلام کی ہیئت ترکیبی کے باب میں، جو میرا تصور ہے۔ اس کے پیش نظر میرے دل میں خفیف سا بھی شبہ نہیں کہ اسلام کے لیے اس طرح جو مشکلات پیدا کی گئی ہیں، ان سے وہ زیادہ پاک وصاف ہو کر نکلے گا۔ زمانہ بدل رہا ہے۔ ہندوستان میں حالات نے نیا رُخ اختیار کر لیا ہے۔ جمہوریت کی نئی روح ملک کے اندر پھیل رہی ہے یہ یقیناً احمدیوں کی آنکھیں کھول دے گی اور انہیں یقین دلا دے گی کہ انہوں نے دین میں جو نئی چیزیں پیدا کیں، وہ بالکل بے سود ہیں۔

اسلام قرونِ وسطیٰ کے تصوّف کا احیا بھی برداشت نہ کرے گا، جس نے اس کے پیروؤں سے صحت مندانہ وجدانات چھین لیے اور ان کے بدلے میں محض مبہم افکار دے دیے، اس تصوّف نے گزشتہ صدیوں میں اسلام کے بہترین دل و دماغ اپنے اندر جذب کر لیے اور ملک داری کے معاملات اوسط درجے کے آدمیوں پر چھوڑ دیئے۔ دَورِ حاضر کا اسلام اس تجربے کے اعادے کا روادار نہیں ہو سکتا اور یہ بھی برداشت نہیں ہو سکتا کہ پنجاب کا تجربہ دہرایا جائے، یعنی مسلمانوں کو نصف صدی تک اُن دینی مسائل میں اُلجھائے رکھا، جن کا زندگی سے کوئی بھی تعلق نہ تھا، اسلام تازہ فکر و تجربہ کی وسیع روشنی میں پہنچ چکا ہے۔ کوئی ولی یا مدعی نبوت اسے قرونِ وسطیٰ کے تصوّف کے کہر میں واپس نہیں لے جا سکتا۔

اب میں پنڈت جواہر لال نہرو کے سوالات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، میں سمجھتا ہوں پنڈت جی کے مقالات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں اسلام یا انیسویں صدی کے اندر اس کی مذہبی تاریخ سے عملاً کوئی آگاہی نہیں اور نہ انہیں نے وہ سب کچھ پڑھا ہے، جو میں ان کے سوالات پر لکھ چکا ہوں، میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ سب کچھ دہرا دوں جو پہلے لکھ چکا ہوں نہ یہاں انیسویں صدی میں اسلام کی مذہبی تاریخ بیان کر سکتا ہوں، جس کے بغیر دنیائے اسلام کی موجودہ حالت کا اندازہ کرنا غیر ممکن ہے۔ ترکی اور دَورِ حاضر کے اسلام پر سینکڑوں کتابیں اور مقالے لکھے جا چکے ہیں۔ میں ان میں سے بیشتر پڑھ چکا ہوں اور اغلب ہے، وہ پنڈت جی کی نظر سے بھی گزر چکے ہوں۔ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ ان کتابوں اور مقالوں کے مصنفوں میں سے ایک بھی نہیں، جس نے معلول کی نوعیت سمجھی ہو یا اس علت کے بارے میں صحیح اندازہ کیا ہو جس سے یہ معلول رونما ہوا، لہٰذا ضروری ہے کہ انیسوی صدی میں ایشیا کے اندر اسلامی فکر کی بڑی بڑی لہروں کا تذکرہ اختصاراً کر دیا جائے۔

میں پہلے بتا چکا ہوں کہ ۱۷۹۹ء میں مسلمانوں کا سیاسی زوال آخری حد پر پہنچ چکا تھا، لیکن اسلام کی داخلی روح حیات کی بڑی شہادت اس واقعے کے سوا کوئی نہیں ہو سکتی کہ اسے معاً اندازہ ہو گیا، دنیا میں اس کا اصل موقف کیا ہے؟

انیسویں صدی کے اندر سر سید احمد خاں ہندوستان میں، سید جمال الدین افغانی، افغانستان میں اور مفتی عالم جان روس میں پیدا ہوئے۔ غالباً یہ اصحاب محمد بن عبدالوہاب سے متاثر ہوئے، جن کی ولادت ۱۷۰۳ء میں نجد کے اندر ہوئی۔ یہی محمد بن عبدالوہاب اس تحریک کے بانی تھے، جسے عموماً وہابی تحریک کہا جاتا ہے اور جسے بجا طور پر دورِ حاضر کے اسلام میں زندگی کی پہلی دھڑکن سمجھنا چاہیے۔ سر سید احمد خاں کا اثر بحیثیت عمومی ہندوستان میں محدود رہا، تاہم اغلب ہے کہ دورِ حاضر کے مسلمانوں میں وہ پہلے فرد ہوں، جنہوں نے آنے والے دور کے مثبت کردار کی ایک جھلک پائی۔ سر سید کی تجویز تھی کہ مسلمانوں کی بیماریوں کا علاج دورِ حاضر کی تعلیم ہے۔ مفتی عالم جان نے روس میں یہی مسلک اختیار کیا، لیکن سر سید کی حقیقی عظمت کا راز یہ ہے کہ وہ پہلے ہندوستانی مسلمان تھے، جنہوں نے اسلام کو نئے نقطۂ نگاہ سے پیش کرنے کی ضرورت محسوس کی اور اس کے لیے سرگرم عمل ہو گئے، ہم ان کے مذہبی نظریات سے اختلاف کر سکتے ہیں، مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ انہی کی حساس روح تھی، جو دورِ حاضر کے تقاضوں کی بنا پر سب سے پہلے مصروفِ عمل ہوئی۔

مسلمانانِ ہند کی انتہائی قدامت پرستی زندگی کے حقائق پر گرفت کھو چکی تھی۔ وہ سر سید احمد خاں کی مذہبی روش کی حقیقی حیثیت کا اندازہ نہ کر سکے۔ شمالی و مغربی ہندوستان ملک کے باقی حصوں کے مقابلے میں زیادہ پسماندہ تھا اور یہاں پیروں کا تسلط بھی زیادہ تھا۔ سر سید کی تحریک سے جلد بعد احمدیت کی تحریک شروع ہو گئی، احمدیت سامی و آریائی تصوف کا ایک عجیب ملغوبہ تھی، جس کے نزدیک مذہبی احیا کا مطلب یہ نہ تھا کہ فرد کی داخلی زندگی قدیم اسلامی صوفیت کے اصول کے مطابق پاک ہو جائے، بلکہ اس نے "مسیح موعود" کی خانہ پری سے عوام کی کیفیتِ انتظار کے لیے اطمینان کا سامان بہم پہنچا دیا۔ پھر اس "مسیح موعود" کا وظیفہ بھی یہ نہ تھا کہ فرد موجودہ دورِ ضعف و انحطاط سے نجات حاصل کرے، صرف یہ تھا کہ اپنی خودی کو غلامانہ حیثیت میں اس انحطاط کے حوالے کر دے۔ اس ردِ عمل میں ایک نہایت نازک تضاد موجود ہے، یعنی تحریکِ احمدیت نے اسلام کا ضبط و نظم قائم رکھا، لیکن اس عزیمت کو تباہ کر دیا، جسے تقویت پہنچانا اس ضبط و نظم کا مقصد تھا۔

مولانا سید جمال الدین افغانی مختلف وضع کے انسان تھے۔ قدرت کے طور طریقے عجیب ہیں، جس فرد کو مذہبی فکر و عمل کے اعتبار سے ہمارے عہد میں سب پر سبقت حاصل تھی، وہ افغانستان میں پیدا ہوا۔ سید جمال الدین دنیا کی تقریباً تمام اسلامی زبانوں میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ انہیں خدا نے مسحور کن فصاحت و بلاغت سے مشرف فرمایا تھا۔ ان کی بے چین روح مختلف اسلامی ملکوں میں منتقل ہوتی رہی۔ ایران، مصر اور ترکی میں انہوں نے بعض نہایت ممتاز آدمیوں پر گہرا اثر ڈالا۔ ہمارے عہد کے سب سے بڑے علمائے دین مثلاً مفتی محمد عبدہ اور نوجوانوں میں سے بعض لوگ جو آگے چل کر سیاسی لیڈر بنے، مثلاً زغلول پاشا مصر میں انہیں کے شاگرد تھے، انہوں نے لکھا بہت کم، مذاکرات سے بہت زیادہ کام لیا۔ اسی ذریعے سے ان تمام افراد کو چھوٹے چھوٹے جمال الدین بنا دیا، جو ان کے دائرہ ربط و تعلق میں آئے انہوں نے کبھی نبی یا مجدد ہونے کا دعویٰ نہ کیا، لیکن ہمارے عہد کا کوئی بھی فرد نہیں جس نے سید سے بڑھ کر مسلمانوں کے روح و قلب میں جوش و ولولہ پیدا کیا ہو، سید کی روح اب تک دنیائے اسلام میں کارفرما ہے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی کارفرمائی کہاں تک پہنچے گی۔

سوال کیا جا سکتا ہے کہ ان عظیم القدر مسلمانوں کا مقصود و نصب العین کیا تھا؟ جواب یہ ہے کہ انہوں نے دنیائے اسلام میں تین بڑی قوتوں کو کارفرما دیکھا اور تمام تر توجہات انہی قوتوں کے خلاف بغاوت پیدا کرنے پر مرتکز کر دیں۔

۱۔ ملائیت

علما ہمیشہ اسلام کے لیے بہت بڑی قوت کا سرچشمہ رہے ہیں، لیکن رفتہ رفتہ خصوصاً تباہیِ بغداد کے وقت سے انہوں نے صد درجہ قدامت پسندی اختیار کر لی اور اجتہاد

(قانونی مسائل کے متعلق آزادانہ فیصلے کا حق) کی آزادی بھی دینے پر راضی نہ ہوئے۔ وہابی تحریک جو انیسویں صدی کے مسلم داعیانِ اصلاح کے لیے تحریک و عمل کا سرچشمہ تھی، دراصل علماء کے اسی جمود کے خلاف ایک بغاوت تھی۔ غرض انیسویں صدی کے مسلم داعیانِ اصلاح کا اوّلین مقصد یہ تھا کہ عقائد کی تجدید کی جائے اور روز افزوں تجربات کی روشنی میں قانون کی نئی تعبیر کے لیے آزادی دلائی جائے۔

۲۔ تصوّف

مسلم عوام پر ایسا تصوّف مسلط تھا، جس نے حقائق کی طرف سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ لوگوں کی عملی قوّت کمزور کی جا رہی تھی اور ان میں گوناگوں اوہام پرستوں کا دَور دَورہ تھا، تصوّف روحانی تعلیم کی ایک ایسی قوّت تھا، جس کا درجہ بہت بلند تھا، لیکن یہ رفتہ رفتہ گرتے ہوئے عوام کی بے خبری؟ خوش اعتقادی سے فائدہ اٹھانے کا ذریعہ رہ گیا۔ تدریجاً اور غیر مرئی طریق پر مسلمانوں کی عزیمت کمزور ہو گئی اور ان میں اتنی تن آسانی آگئی کہ شریعتِ اسلام کے پختہ نظم و ضبط سے بچاؤ کے پہلو پیدا کرنے کی کوششوں میں لگ گئے۔ انیسویں صدی کے داعیانِ اصلاح نے اس تصوّف کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا اور مسلمانوں کو دعوت دی کہ وہ دنیائے حاضر کی تیز روشنی میں پہنچیں۔ یہ داعیانِ اصلاح مادہ پرست نہ تھے۔ ان کا نصب العین یہ تھا کہ مسلمانوں کی آنکھیں کھل جائیں۔ وہ روحِ اسلام سے آشنا ہو جائیں، جس کا مقصد و مدعا مادّی دُنیا سے گریز نہیں بلکہ اس کی تسخیر تھا۔

۳۔ مسلم ملوک

ان کی نظریں صرف اپنے خاندانی مفاد پر جمی ہوئی تھیں اور وہ جب تک اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے تھے۔ اپنے ملک زیادہ قیمت پیش کرنے والوں کے ہاتھ فروخت کر دینے میں بھی تامّل نہیں کرتے تھے۔ دُنیائے اسلام میں اس صورتِ حال کے خلاف بغاوت کے لیے مسلم عوام کو تیار کر دینا سیّد جمال الدین کا خاص مشن تھا۔

ان داعیانِ اصلاح نے دُنیائے اسلام کے فکر و احساس میں، جو انقلاب پیدا کیا، اس کا تفصیلی بیان یہاں ممکن نہیں، لیکن ایک امر واضح ہے، انہوں نے بڑی حد تک کارفرماؤں کے دوسرے گروہ کے لیے زمین ہموار کر دی، مثلاً زغلول پاشا مصطفےٰ کمال اور رضا شاہ۔ داعیانِ اصلاح نے تعبیرات پیش کیں، استدلال سے کام لیا اور ضروری چیزیں کھول کر بیان کر دیں، جو لوگ ان کے بعد برسرِکار آئے۔ وہ اگرچہ رسمی علوم میں فروتر تھے، تاہم وہ اپنے صحت مند وجدانات پر اعتماد کرتے ہوئے حوصلہ مندانہ روشن فضا میں پہنچ گئے اور وقتِ ضرورت جبر سے کام لے کر بھی زندگی کے نئے حالات کے تقاضے پورے کر دیے۔ ایسے آدمیوں سے غلطیاں ہو سکتی تھیں، لیکن قوموں کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ بعض غلطیوں سے بھی اچھے نتیجے حاصل ہوئے۔ یہ لوگ منطق سے کام نہیں لیتے، بلکہ ان کے اندر زندگی خود جدوجہد سے اپنے مسائل حل کر لیتی ہے۔

یہاں یہ بھی بتا دینا چاہیے کہ سر سیّد احمد خاں، سیّد جمال الدین افغانی اور آخر الذکر کے سینکڑوں پیرو اور شاگرد جو اسلامی ملکوں میں پھیلے ہوئے تھے، مغربیت مآب مسلمان نہ تھے، انہوں نے قدیم دبستانوں کے ملّاؤں کے روبرو زانوئے ادب تہ کیا اور اسی ذہنی و روحانی فضا میں سانس لیتے رہے، جس کی از سرِنو تشکیل کے لیے وہ آگے چل کر کوشاں رہے۔ جدید افکار کا دباؤ تسلیم کیا جا سکتا ہے، مگر جو سرگزشت اختصاراً بیان کی جا چکی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ترکی میں جو انقلاب پیدا ہوا اور اغلب ہے، وہ زود یا بدیر دوسرے اسلامی ملکوں میں برپا ہو۔ بڑی حد تک اندرونی قوّتوں ہی کا آفریدہ ہے۔ دَورِ حاضر کی دُنیائے اسلام پر سطحی نظر رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس دُنیا میں موجودہ بحران تمام تر بیرونی قوّتوں کا رہینِ منّت ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان سے باہر کی اسلامی دُنیا اور خصوصاً ترکی نے اسلام چھوڑ دیا ہے؟ پنڈت جواہر لال نہرو سمجھتے ہیں کہ ترکی اب اسلامی ملک نہیں رہا۔ انہیں یہ اندازہ نہیں کہ کسی فرد یا قوم کے مسلمان نہ ہونے

کا مسئلہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے خالص فقہی مسئلہ ہے اور اس کا فیصلہ اسلام کے بنیادی اصول کے مطابق ہونا چاہیئے۔ جب تک کوئی شخص اسلام کے دو بنیادی اصول۔ خدا ایک ہے (لا الٰہ الا اللہ) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے آخری رسول ہیں (محمد رسول اللہ) کا قائل ہے تو اُسے کٹر مُلّا بھی دائرۂ اسلام سے خارج نہیں کر سکتا، اگرچہ وہ وہ شریعت اور آیات قرآنی کی جو تعبیرات پیش کر رہا ہے، وہ غلط ہی کیوں نہ ہوں۔

شاید پنڈت جواہر لال نہرو کے ذہن میں وہ مفروضہ یا حقیقی بدعات ہیں، جو اتاترک نے جاری کیں۔ آیئے ہم تھوڑی دیر کے لیے ان کا جائزہ بھی لے لیں، کیا ترکی میں عام مادّی نقطۂ نگاہ کا نشوونما ہے، جو اسلام منافی نظر آتا ہے؟ مسلمان ترک دُنیا میں خاصا وقت صرف کر چکے اب وقت آ گیا ہے کہ وہ حقائق پر نظر ڈالیں۔ مادیت مذہب کے خلاف کوئی اچھا حربہ نہیں، لیکن پیشہ ور صوفیوں اور مُلّاؤں کے خلاف یہ خاصا مُؤثر ہے، جو مسلمانوں کو دانستہ فریب دیتے ہیں، تاکہ ان کی بے خبری اور خوش اعتقادی سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ روحِ اسلام مادّے کے ساتھ ربط و ضبط سے ہر گز خائف نہیں، خود قرآن مجید کا ارشاد ہے: "دُنیا سے اپنا حصّہ نہ بھول" گزشتہ چند صدیوں میں دُنیائے اسلام کی تاریخ کے پیشِ نظر ایک غیر مسلم کے لیے یہ سمجھنا مشکل ہے کہ مادّی نقطۂ نگاہ کی ترقی خود شناسی کی ایک شکل ہے۔

پھر کیا قدیم لباس کا ترک اور لاطینی رسم الخط کا نفاذ اسلام کے منافی ہے؟ اسلام کسی خاص ملک کا مذہب نہیں۔ یہ ایک ایسا معاشرہ ہے، جس کی کوئی خاص زبان اور کوئی خاص لباس نہیں، بلکہ ترکی زبان میں قرآن کی تلاوت بھی ایسی چیز نہیں کہ اسلامی تاریخ میں اس کا نمونہ موجود نہ ہو۔ شخصاً میں اسے اندازے کی شدید غلطی سمجھتا ہوں، جن لوگوں نے دَورِ حاضر میں عربی زبان و ادب کا مطالعہ کیا، وہ بخوبی جانتے ہیں کہ صرف ایک ہی غیر یورپی زبان ہے، جس کا مستقبل یقینی و مسلّم ہے اور وہ عربی زبان ہے، اطلاعات موصول ہو چکی ہیں کہ خود ترکوں نے بھی مقامی زبان میں قرآن کی تلاوت ترک کر دی۔

کیا تعدّدِ ازدواج کی تنسیخ اور علماء کے لیے اجازت نامے کا حصول اسلام کے منافی سمجھا جائے؟ شریعت اسلام کے مطابق اسلامی مملکت کے امیر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اگر شرعی "اجازت" سے کسی وقت خاص حالات میں عمرانی خرابی پیدا ہوتی نظر آئے تو انہیں منسوخ کر دے۔ باقی رہا علماء کے لیے اجازت نامے کا لائسنس لینے کا معاملہ، تو میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر مجھے اختیار حاصل ہو جائے تو یقیناً اسے اسلامی ہند میں جاری کر دوں۔ قصّہ گو مُلّا ہی عام مسلمانوں کی حماقت کا بڑی حد تک ذمہ دار ہے۔ انہیں قوم کی مذہبی زندگی سے خارج کر کے اتاترک نے وہ کارنامہ انجام دیا، جس سے ابن تیمیہ یا شاہ ولی اللہ کا دل خوش ہو جاتا۔ مشکوٰۃ میں رسول اللہ (صلعم) کی ایک حدیث بیان کی گئی، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اسلامی مملکت کا امیر اور اس کے مقرّر کردہ فرد یا افراد ہی لوگوں میں وعظ کہنے کے حقدار ہیں۔ مجھے علم نہیں کہ اتاترک اس حدیث سے آگاہ تھا یا نہیں تھا، لیکن یہ امر تعجب انگیز ہے کہ اسلامی ضمیر کی روشنی نے اس اہم مسئلے کے متعلق اس کے دائرۂ عمل کو منوّر کر دیا۔

سوئٹزرلینڈ کا ضابطۂ قوانین جس میں قانونِ میراث بھی شامل ہے۔ اختیار کرنا یقیناً ایک بہت بڑی غلطی ہے، جو محض نوجوانی کے جوشِ اصلاح میں سرزد ہوئی اور اس حد تک قابلِ معافی بھی جا سکتی ہے کہ قوم بہت آگے جانے کا زبردست جذبہ رکھتی ہے۔ جب مدت تک ملائیت کی بیڑیوں میں زندگی بسر کر چکنے کے بعد رہائی نصیب ہوتی ہے تو آزادی کی خوشی بعض اوقات کسی قوم کو عمل کے ناآزمودہ راستوں پر لے جاتی ہے، لیکن ترکی اور باقی اسلامی دنیا کو ابھی تک اسلامی قانونِ میراث کے ان اقتصادی پہلوؤں کا صحیح اندازہ کرنا ہے، جو تا حال بروئے کار نہیں آئے اور یہ قانونِ میراث ایسا ہے، جس کے متعلق فان کریمر نے کہا تھا "یہ اسلامی شریعت کی حدود جہ بے مثال شاخ ہے۔"

کیا خلافت کی تنسیخ یا مذہب و حکومت کی علیحدگی کو منافیٔ اسلام قرار دیا جا رہا ہے؟ اسلام روحِ واصل

کے اعتبار سے سامراج نہیں۔ خلافت بنی امیہ کے وقت سے ایک قسم کی سلطنت بن چکی تھی۔ اس کی تنسیخ کے متعلق یہ سمجھنا چاہیے کہ روحِ اسلام نے اتاترک کے ذریعے سے کارفرمائی کی۔ خلافت کے معاملے میں ترکوں کے اجتہاد کو سمجھنے کے لیے ہمیں ابن خلدون کی رہنمائی پر نظر رکھنی چاہیئے، جو اسلام کا بہت بڑا فلسفی مؤرّخ تھا اور اسے دورِ حاضر کی تاریخ نگاری کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ میرے لیے بہتر طریقہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ اپنی کتاب "فکرِ اسلامی کی تشکیل جدید" سے یہاں ایک اقتباس پیش کر دوں :

"ابن خلدون اپنی مشہور کتاب "مقدمہ" میں اسلامی خلافت کے متعلق تین مختلف نظریے پیش کرتا ہے۔

۱۔ عالمی امامت ایک ربانی ادارہ ہے، لہٰذا اس کے قیام سے مفر نہیں۔

۲۔ اس کا تعلق محض وقتی مصلحت سے ہے۔

۳۔ ایسے ادارے کی کوئی ضرورت نہیں، آخری تعبیر خوارج نے اختیار کرلی، جو اسلام کا ابتدائی جمہوری گروہ تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جدید ترکی نے پہلی تعبیر چھوڑ کر دوسری تعبیر اختیار کرلی ہے، یعنی معتقدلہ کا نظریہ، جو عالمی امامت کو محض وقتی مصلحت سمجھتے تھے۔

ترکوں کا استدلال یہ ہے کہ ہمیں اپنے سیاسی فکر و نظر میں گزشتہ سیاسی تجربات کے مطابق عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ گزشتہ سیاسی تجربہ غیر مشتبہ طور پر واضح ہے کہ عالمی امامت کا تصور عملاً ناکام ہو چکا ہے۔ اس پر کاربند ہونا صرف اس وقت ممکن تھا۔ جب مسلمانوں کی سلطنت متحد تھی۔ پھر اس سلطنت کا شیرازہ بکھرا اور خود مختار وحدتیں پیدا ہوگئیں۔ اب یہ تصور قابلِ عمل نہیں رہا اور یہ دورِ حاضر کی اسلامی تنظیم میں زندہ عامل کے طور پر کام نہیں دے سکتا۔

مذہب و حکومت کی علٰحدگی بھی اسلام میں کوئی غیر مانوس تصور نہیں۔ امام کی "غیبت کبریٰ" کے عقیدے کے مطابق شیعہ ایران میں ایک لحاظ سے بہت پہلے یہ علٰحدگی عمل میں آچکی ہے، لیکن مذہبی و سیاسی وظائف کی تقسیم کے متعلق اسلامی تصور کو کلیسا اور مملکت کی علٰحدگی کے یورپی تصور سے غلط ملط نہ کرنا چاہیئے۔ اسلام نے صرف وظائف کی تقسیم کی۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اسلامی مملکت میں رفتہ رفتہ شیخ الاسلام اور وزرا کے مناصب پیدا ہوگئے۔ یورپ میں یہ علٰحدگی روح و مادّہ کی مابعد الطبعی ثنویّت پر مبنی ہے۔ مسیحیت ابتدا میں راہبوں کا ایک نظام تھی، جسے معاملات دُنیا سے کوئی سروکار نہ تھا، اسلام ابتدا ہی سے ایک سول معاشرہ تھا، جس کے سول قوانین تھے، اگرچہ اصلاً ان کے متعلق الہامی ہونے کا عقیدہ تھا۔ مابعد الطبعی ثنویّت نے جس پر یورپی تصور مبنی ہے۔ مغربی قوموں کے لیے نہایت تلخ ثمرات پیدا کیے۔ مدت ہوئی امریکہ میں ایک کتاب تصنیف کی گئی تھی، جس کا نام تھا "اگر مسیح شکاگو آئے"۔ اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوا ایک امریکی مصنف لکھتا ہے :

مسٹر سٹیڈ کی کتاب سے، جو سبق حاصل کیا جا سکتا ہے، یہ ہے کہ عالم انسانیت جن برائیوں کے ہاتھوں مصیبت میں پڑا ہوا ہے، ان کا انسداد صرف مذہبی جذبات کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے، لیکن انسداد کا ضروری کام بڑی حد تک مملکت کے حوالے کردیا گیا ہے۔ پھر مملکت کا نظم و نسق اُن سیاسی مشینوں کو سونپ دیا گیا ہے، جو خرابی اور بداطواری کا سرچشمہ ہیں۔ ایسی مشینیں ان برائیوں کے انسداد کے لیے نہ صرف آمادہ ہی نہیں، بلکہ نااہل بھی ہیں۔ بے شمار انسانوں کو نکبت و فلاکت سے اور مملکت کو ذلّت و پستی سے بچانے کا اس کے سوا کوئی ذریعہ نہیں کہ فرائض عامہ کے متعلق شہریوں میں مذہبی بیداری پیدا کی جائے۔"

بہرحال مسلمانوں کے سیاسی تجربے کی تاریخ میں مذہب و مملکت کی علٰحدگی صرف وظائف تک محدود تھی، اصل تصورات سے اسے کوئی تعلق نہ تھا۔ یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اسلامی ملکوں میں مذہب و مملکت کی علٰحدگی کا مطلب یہ ہے کہ قانون سازی کے متعلق مسلمانوں کی سرگرمیاں عوام کے ضمیر سے آزاد ہوگئیں، جس نے صدیوں سے اسلامی روحانیت کی آغوش میں تربیت پائی ہے اور پھولا پھلا ہے۔ صرف

تجربہ ہی بتاسکے گا کہ دَورِ حاضر کے ترکی میں یہ تصور کون سی عملی شکل اختیار کرتا ہے۔ ہم صرف دُعا ہی کر سکتے ہیں کہ اس سے وہ برائیاں پیدا نہ ہوں، جو اس نے یورپ اور امریکہ میں پیدا کیں۔

میں نے ترکوں کی نئی اصلاحات پر اختصاراً جو بحث کی اس میں روئے سخن پنڈت جواہر لال سے زیادہ عام مسلمان خوانندگانِ کرام کی طرف تھا جس نئی چیز کا ذکر پنڈت جی نے بہ طور خاص کیا ہے یہ ہے کہ ترکوں اور ایرانیوں نے نسلی اور قومی نصب العین اختیار کر لیے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے، وہ سمجھ رہے ہیں، ایسے نصب العین اختیار کر لینے کا مطلب یہ ہوا کہ ترکی اور ایران اسلام سے دست بردار ہو چکے ہیں۔ تاریخ کا طالب علم خوب جانتا ہے کہ اسلام ظہور ایسے زمانے میں ہوا تھا، جب انسانوں کے درمیان اتحاد کے پرانے اصول مثلاً خونی رشتہ داری اور ملوکیت ناکام ثابت ہو رہے تھے۔ اسلام نے انسانوں کے درمیان اتحاد کی بنیاد خون اور ہڈیوں پر نہیں، بلکہ اسلامی قلوب پر رکھی۔ عالمِ انسانیت کے نام اس کا عمرانی پیغام یہ ہے: "نسلی قیود ختم کر دو ورنہ خانہ جنگیوں میں تباہ ہو جاؤ گے۔" یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ اسلام فطرت کے نسل ساز منصوبوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتا اور وہ اپنے خاص اداروں کے ذریعے سے ایک ایسا نقطۂ نگاہ پیدا کرتا ہے، جو فطرت کی نسل ساز قوتوں کا انسداد کرتا رہے گا۔ گزشتہ ایک ہزار سال کے اندر اس نے انسانی تربیت کے سلسلے میں ایسا کام انجام دیا، جو مسیحیت اور بدھ مت کے دو ہزار سالہ کام سے بھی بدرجہا زیادہ اہم تھا۔ یہ واقعہ ایک معجزے سے کم نہیں کہ ہندوستان کا مسلمان مراکش پہنچتا ہے، تو نسل اور زبان کے اختلاف کے باوجود اسے کوئی اجنبیت محسوس نہیں۔ بہ ایں ہمہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسلام سرے سے نسل کا مخالف ہے۔ تاریخ سے ظاہر ہے کہ عمرانی اصلاحات کے سلسلے میں اسلام نسلی تعصب کو تدریجاً مٹانے کا قائل ہے اور وہ ایسا راستہ اختیار کرتا ہے جس میں مزاحمت کا کم سے کم امکان ہو۔

قرآن مجید کا ارشاد ہے: "ہم نے تمہیں نسلوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا اس لیے کہ باہم پہچانے جاؤ (دراصل یہ تقسیم کوئی ذریعہ امتیاز نہیں) اور خدا کے نزدیک امتیاز و شرف اسی کے لیے ہے، جو سب سے زیادہ متقی یعنی زندگی میں سب سے زیادہ پاکیزہ ہے۔" غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ نسل کا مسئلہ بہت وسیع ہے اور انسانوں میں سے عصبیت کو ختم کرنے کے لیے بہت زیادہ وقت درکار ہے، لہٰذا اسلام نے اس مسئلے کے متعلق ایسا طریقہ اختیار کیا کہ رفتہ رفتہ تعصبات و امتیازات مٹا دے اور خود نسل ساز عامل نہ بنے۔ یہی معقول اور قابلِ عمل طریقہ ہو سکتا ہے۔ سر آرتھر کیتھ کی چھوٹی سی کتاب "مسئلۂ نسل" میں ایک نہایت عمدہ ٹکڑا ہے، جسے اقتباساً یہاں پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے:

"اور اب انسان پر یہ حقیقت منکشف ہو رہی ہے کہ فطرت کا ابتدائی مقصد ـــــ نسل سازی ـــــ دورِ جدید کی اقتصادی دُنیا کی ضرورتوں سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا اور انسان اپنے دل سے پوچھ رہا ہے: مجھے کیا کرنا چاہیے؟ جس نسل سازی پر فطرت اب تک کاربند رہی کیا اسے ختم کر دوں اور دائمی امن حاصل کر لوں یا کیا فطرت کو کھلا چھوڑ دوں کہ وہ اپنے پرانے راستے پر بڑھی چلی جائے، جس کا لازمی نتیجہ صرف ایک ہوگا یعنی جنگ۔ انسان کو پہلا یا دوسرا طریقہ چن لینا چاہیے۔ بین بین چلنا ممکن ہی نہیں۔"

غرض ظاہر ہے کہ اگر اتاترک کا محرک تورانیوں کا اتحاد ہے، تو وہ روحِ اسلام کے خلاف اُتنا نہیں جا رہا جتنا روحِ زمانہ کے خلاف جا رہا ہے۔ اگر وہ نسلوں کی مطلقیت کا معتقد ہے تو دورِ حاضر کی روح سے شکست کھائے گا، جو روحِ اسلام کے عین پہلو بہ پہلو جاری ہے۔ شخصاً میں نہیں سمجھتا کہ اتاترک تورانی اتحاد کے جذبے سے متاثر ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سلافی اتحاد، جرمنیت کے اتحاد اور اینگلو سیکسن اتحاد کے نعروں کا صرف ایک سیاسی جواب ہے۔

جو کچھ میں اوپر لکھ چکا ہوں، اس کا مطلب ٹھیک ٹھاک سمجھ لیا جائے تو یہ جان لینا مشکل نہیں کہ قومی نصب العین کے متعلق اسلام کی روش کیا ہے۔ اگر قومیت کا مطلب یہ سمجھا

جائے کہ ہر شخص کو وطن سے محبت ہوتی ہے، بلکہ وہ اس کی عزت کے لیے جان بھی دے سکتا ہے تو یہ قومیت مسلمانوں کے ایمان کا جزو ہے۔ اسلام سے قومیت کا تصادم اس وقت ہوتا ہے جب وہ ایک سیاسی تصور کا کردار اختیار کر لیتی ہے اور انسانوں کے اتحاد کا ایک اصول ہونے کی مدعی بن جاتی ہے۔ اس طرح مطالبہ کرتی ہے کہ اسلام محض ایک نجی عقیدے کے طور پر پس منظر میں چلا جائے اور قومی زندگی میں اس کے لیے زندہ عامل کی حیثیت باقی نہ رہے۔ ترکی، ایران، مصر اور دوسرے اسلامی ملکوں میں ایسا مسئلہ پیش نہیں آسکتا۔ ان ملکوں میں مسلمانوں کو بہت بڑی اکثریت حاصل ہے اور وہاں کی اقلیتیں ———— یہودی، مسیحی اور زرتشتی ———— شریعتِ اسلام کے مطابق "اہل کتاب" یا "مثیل اہل کتاب" ہیں اور شریعتِ اسلام نے ان کے ساتھ عمرانی روابط قائم کر لینے کی آزادی دیدی ہے۔ ان میں ازدواجی تعلقات بھی شامل ہیں۔ مسلمانوں کے لیے قومیت صرف ان ملکوں میں ایک مسئلہ بنتی ہے، جہاں وہ اقلیت میں ہیں اور قومیت کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمانوں کی مستقل ہستی بالکل مٹ جائے۔ مسلم اکثریت والے ملکوں میں اسلام قومیت کو گوارا کر لیتا ہے۔ کیونکہ ان ملکوں میں اسلام اور قومیت عملاً ایک ہیں، لیکن اسلامی اقلیت والے ملکوں میں تہذیبی وحدت کے طور پر مسلمانوں کے لیے خود مختاری کا مطالبہ بالکل حق بجانب ہے۔ دونوں صورتوں سے اسلام کو عین مطابقت ہے۔

سطور بالا میں دُنیائے اسلام کی امروزہ حالت کا صحیح نقشہ خلاصۃً پیش کر دیا گیا ہے۔ اگر اسے ٹھیک ٹھیک سمجھ لیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ اسلامی اتحاد اسلام کے دو بنیادی عقیدوں پر مشتمل ہے۔ ان میں پانچ مشہور ارکانِ اسلام کا اضافہ کر لینا چاہیے۔ یہ اسلامی اتحاد کے اساسی اجزا ہیں اور یہ اتحاد رسولِ خدا صلعم کے عہد مبارک سے زمانۂ حال تک قائم رہا۔ پچھلے دنوں اس میں ایران کے اندر بہائیوں نے اور ہندوستان کے اندر قادیانیوں نے خلا پیدا کیا۔ یہی اتحاد اسلام میں عملاً یکساں رُوحانی فضا پیدا کرنے کا ضامن ہے۔ اسی کی بدولت اسلامی مملکتوں میں سیاسی اتحاد کے لیے سہولتیں مہیا ہوتی ہیں۔

مسلم مملکتوں کا اتحاد ایک عالمی مملکت کی صورت بھی اختیار کر سکتا ہے (اسے نصب العین سمجھنا چاہیے)، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسلم مملکتوں کی ایک جمعیت بن جائے یا متعدد خود مختار مملکتیں ایسے میثاق اور معاہدے کر لیں، جو خالص سیاسی اور اقتصادی مصلحتوں پر مبنی ہوں۔ رفتارِ زمانہ سے اس سادہ مذہب کے تصوراتی نظام کے تعلق کی یہ کیفیت ہے۔ اس تعلق کی گہرائی کا اندازہ قرآن مجید کی خاص آیات ہی کی روشنی میں کیا جا سکتا ہے، لیکن یہاں ان کی تفصیل ممکن نہیں، کیونکہ اس معاملے سے انحراف کرنا پڑے گا، جو اس وقت ہمارے سامنے ہے، سیاسی اعتبار سے اسلامی اتحاد صرف اس وقت متزلزل ہوتا ہے، جب اسلامی مملکتیں ایک دوسرے سے جنگ کرتی ہیں اور مذہبی اعتبار سے اس وقت تزلزل کی نوبت آتی ہے، جب مسلمان بنیادی عقیدوں اور ارکانِ خمسہ سے انحراف کریں۔ اس ابدی اتحاد کے مفاد کا تقاضہ یہی ہے، اپنے حلقے کے اندر کسی سرکش گروہ کو برداشت نہیں کر سکتا۔ البتہ اس حلقے سے باہر ایسے گروہ کے ساتھ رواداری کا وہی برتاؤ کیا جائے گا، جو دوسرے مذاہب کے پیروؤں سے مرعی رکھا جاتا ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فی الوقت اسلام ایک عبوری دور سے گزر رہا ہے۔ یہ سیاسی اتحاد کی ایک صورت سے منتقل ہو کر دوسری صورت کی طرف جا رہا ہے، جس کا تعین ابھی تک تاریخ کی قوتوں نے نہیں کیا۔ دنیائے حاضرہ میں واقعات ایسی تیزی سے پیش آ رہے ہیں کہ کوئی پیش گوئی کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ اگر سیاسی اعتبار سے دُنیائے اسلام متحد ہو گئی تو غیر مسلموں کے متعلق اس کی روش کیا ہو گی؟ اس سوال کا جواب صرف تاریخ ہی دے سکتی ہے۔ میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اسلام یورپ اور ایشیا کے عین درمیان واقع ہے اور یہ زندگی کے متعلق مشرقی و مغرب کے نقطۂ نگاہ کا امتزاج ہے۔ اسی کو مشرق و مغرب کے درمیان ایک قسم کا واسطہ بننا چاہیئے، لیکن اگر اہلِ یورپ کی حماقتوں نے مُسلمانوں سے مصالحت ناممکن بنا دی تو نتیجہ کیا ہو گا؟ یورپ میں آج کل بلکہ بروز جو حالات پیش آ رہے ہیں۔ ان کا تقاضا یہ ہے کہ اسلام کے متعلق یورپ کی روش میں بنیادی تبدیلی ہو جائے۔ ہم

صرف یہی دُعا کر سکتے ہیں کہ سامراجی حرص یا اقتصادی استحصال کے تقاضے سیاسی بصیرت پر پردہ نہ ڈال دیں۔

جس حد تک ہندوستان کا تعلق ہے۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ یہاں کے مسلمان کسی ایسے سیاسی نظریے کے روبرو سرِ تسلیم خم نہ کریں گے، جو ان کی مستقل تہذیبی حیثیت کو تباہ کر دے۔ مستقل تہذیبی حیثیت کے متعلق اطمینان ہو جائے تو مذہب اور حُبِ وطن کے تقاضوں میں ہم آہنگی کرنے کے لیے ان پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔

میں ہز ہائی نس آغا خاں کے متعلق ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ میرے لیے یہ معلوم کرنا دشوار ہے کہ پنڈت جواہر لال نہرو نے آغا خاں کو کیوں حملے کا نشانہ بنایا۔ شاید وہ سمجھتے ہوں کہ قادیانی اور اسماعیلی ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں، وہ بظاہر اس حقیقت سے آگاہ نہیں کہ اسماعیلیوں کی فقہی تاویلات کتنی ہی غلط کیوں نہ ہوں۔ اسلام کے بنیادی اصول پر ان کا ایمان ہے۔ بلاشبہ وہ دائمی امامت پر یقین رکھتے ہیں، لیکن ان کے نزدیک امام ربانی الہام کا حامل نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف شریعت کا شارح ہوتا ہے۔ کل ہی کی بات ہے (ملاحظہ ہو ستار الہ آباد

۱۲ مارچ ۱۹۳۶ء) ہز ہائی نس آغا خاں نے اپنے پیروؤں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

"شہادت دو کہ اللہ ایک ہے (اشہد ان لا الٰہ الا اللہ) شہادت دو، محمدؐ اللہ کے رسول ہیں (اشہد ان محمد رسول اللہ) قرآن اللہ کی کتاب ہے۔ کعبہ سب کا قبلہ ہے۔ تم مسلمان ہو اور مسلمانوں کے ساتھ تمہیں رہنا چاہیے۔ مسلمانوں کو سلام، السلام علیکم کہہ کر کرو۔ اپنے بچوں کے نام اسلامی رکھو۔ اپنی شادیاں اسلامی قانون نکاح کے مطابق کرو۔ تمام مسلمانوں کے ساتھ بھائیوں جیسا سلوک روا رکھو۔"

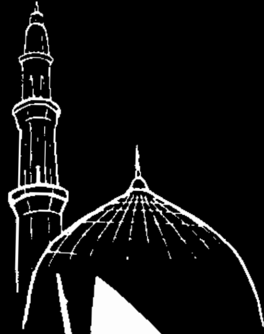
اب پنڈت جواہر لال نہرو یہ فیصلہ فرمائیں کہ آیا آغا خاں اسلامی اتحاد کی نمائندگی کر رہے ہیں یا نہیں؟

علامہ کے ان دونوں بیانات نے قادیانیت کو مسلمانوں کی ذہنی فضا سے نکال باہر کیا اور قادیانی قلعہ مسمار ہو گیا۔ ان بیانوں کے بعد کچھ دن کم تین سال زندہ رہے، اگر پاکستان بن جانے تک زندہ رہتے تو غالب تھا کہ مرزائی امت آغاز ہی میں اقلیت کا درجہ پاتی۔



عناد اور بغض کی تصویر بن کر
گئے لنڈن بشیر الدین محمود
یہ مقصد آپ کا ہے اس سفر سے
کہ سرحد پر بچھا دی جائے بارُود
دکھائے یورپ آکر اس کو بتی
جہنم کی لپٹ جس میں ہو موجود
یہ ساری سرزمیں پھر بھک سے اُڑ جائے
اور افغانوں کی جمعیت ہو نابود
کوئی اس دیں کے دشمن کو بتائے
کہ ساری کوششیں ہیں تیری بے سُود
بھلا برطانیہ کو کیا پڑی ہے
کہ دوزخ میں تیری خاطر پڑے کُود
ہے تو بھی کیا کسی کرنل کی میم
بھگا کے لے گئے ہوں جس کو مسعود

(مولانا ظفر علیخانؒ)



انا خاتم النبیین لا نبی بعدی



ختمِ نبوّت کے تقاضے

اگر بعد میں کوئی نبی آنے والا ہوتا تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کھُلا کھُلا اعلان ضرور کرتے

ناد یہ بیت

انشا علی مخلص

ایک گروہ، جس نے اس دَور میں نئی نبوت کا فتنہ عظیم کھڑا کیا ہے، لفظ خاتم النبیّین کے معنی "نبیوں کی مُہر" کرتا ہے اور اس کا یہ مطلب یہ لیتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو انبیاء بھی آئیں گے، وہ آپؐ کی مُہر لگنے سے نبی بنیں گے، یا بالفاظ دیگر جب تک کسی کی نبوت پر آپؐ کی مُہر نہ لگے وہ نبی نہ ہو سکے گا۔

جس آیت میں حضورؐ کو خاتم النبیّن کہا گیا ہے، اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔

لیکن جس سلسلۂ بیان میں یہ آیت وارد ہوئی ہے اس کے اندر رکھ کر اسے دیکھا جائے تو اس لفظ کا یہ مفہوم لینے کی قطعاً کوئی گنجائش نظر نہیں آتی، بلکہ اگر یہی اس کے معنی ہوں تو یہاں یہ لفظ بے محل ہی نہیں، مقصودِ کلام کے بھی خلاف ہو جاتا ہے۔ آخر اس بات کا کیا تک ہے کہ اوپر سے تو نکاحِ زینبؓ پر معترضین کے اعتراضات اور ان کے پیدا کیے ہوئے شکوک و شبہات کا جواب دیا جا رہا ہو اور یکایک یہ بات کہہ ڈالی جائے کہ محمدؐ نبیوں کی مُہر ہیں۔ آئندہ جو نبی بھی بنے گا، ان کی مُہر لگ کر بنے گا۔ اس سیاق و سباق میں یہ بات نہ صرف یہ کہ بالکل بے تکی ہے، بلکہ اس سے وہ استدلال اُلٹا کمزور ہو جاتا ہے، جو اوپر سے معترضین کے جواب میں چلا آ رہا ہے۔ اس صورت میں تو معترضین کے لیے یہ کہنے کا اچھا موقع تھا کہ آپ یہ کام اس وقت نہ کرتے تو کوئی خطرہ نہ تھا۔ اس رسم کو مٹانے کی ایسی ہی کچھ شدید ضرورت ہے تو آپ کے بعد آپ کی مُہر لگ لگ کر جو انبیاء آتے رہیں گے، اُن میں سے کوئی اسے مٹا دے گا۔

ایک دوسری تاویل اس گروہ نے یہ بھی کی ہے کہ "خاتم النبیین" کے معنی افضل النبیین کے ہیں، یعنی نبوت کا دروازہ تو کھُلا ہوا ہے، البتہ کمالاتِ نبوت حضورؐ پر ختم ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ مفہوم لینے میں بھی وہی قباحت ہے جو اوپر ہم نے بیان کی ہے۔ سیاق و سباق سے یہ مفہوم بھی کوئی مناسبت

نہیں رکھتا، بلکہ الٹا اس کے خلاف پڑتا ہے۔ کفار و منافقین کہہ سکتے تھے کہ حضرت، کم تر درجے کے ہی سہی، بہرحال آپ کے بعد بھی نبی آتے رہیں گے۔ پھر کیا ضرور تھا کہ اس رسم کو بھی آپ ہی مٹا کر تشریف لے جاتے۔

لغت کی رُو سے خاتم النبیین کے معنی

پس جہاں تک سیاق و سباق کا تعلق ہے، وہ قطعی طور پر اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ یہاں خاتم النبیین کے معنی سلسلۂ نبوت کو ختم کر دینے والے ہی کے لیے جائیں اور یہ سمجھا جائے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ لیکن یہ صرف سیاق ہی کا تقاضا نہیں ہے، لغت بھی اسی معنی کی مقتضی ہے۔ عربی لغت اور محاورے کی رُو سے "ختم" کے معنی مُہر لگانے، بند کرنے، آخر تک پہنچ جانے اور کسی کام کو پورا کر کے فارغ ہو جانے کے ہیں۔

خَتَمَ الْعَمَلَ کے معنی ہیں فَرَغَ مِنَ الْعَمَلِ، "کام سے فارغ ہو گیا۔"

خَتَمَ الْاِنَاءَ کے معنی ہیں "برتن کا منہ بند کر دیا اور اس پر مُہر لگا دی کہ نہ کوئی چیز اس میں سے نکلے اور نہ کچھ اس کے اندر داخل ہو۔"

خَتَمَ الْکِتَابَ کے معنی ہیں "خط بند کر کے اس پر مُہر لگا دی تاکہ خط محفوظ ہو جائے۔"

خَتَمَ عَلَی الْقَلْبِ، "دل پر مُہر لگا دی کہ نہ کوئی بات اس کی سمجھ میں آئے، نہ پہلے سے جمی ہوئی کوئی بات اس میں سے نکل سکے۔"

خِتَامُ کُلِّ مَشْرُوْبٍ، "وہ مزا جو کسی چیز کو پینے کے بعد آخر میں محسوس ہوتا ہے۔"

خَاتِمَۃُ کُلِّ شَیْءٍ عَاقِبَتُہٗ وَاٰخِرَتُہٗ، "ہر چیز کے خاتمہ سے مراد ہے اس کی عاقبت اور آخرت۔"

خَتَمَ الشَّیْءَ، بَلَغَ اٰخِرَہٗ "کسی چیز کو ختم کرنے کا مطلب ہے اس کے آخر تک پہنچ جانا۔" اسی معنی میں ختمِ قرآن بولتے ہیں اور اسی معنی میں سورتوں کی آخری آیات کو خواتیم کہا جاتا ہے۔

خَاتَمُ الْقَوْمِ، اٰخِرُھُمْ، "خاتم القوم سے مراد ہے قبیلے کا آخری آدمی" (ملاحظہ ہو لسان العرب، قاموس اور اقرب الموارد)۱؎

۱؎ یہاں ہم نے لغت کی صرف تین کتابوں کا حوالہ دیا ہے، لیکن بات انہی تین کتابوں پر منحصر نہیں ہے۔ عربی زبان کی کوئی معتبر لغت اٹھا کر دیکھ لی جائے، اس میں لفظ خاتم کی یہی تشریح ملے گی۔ لیکن منکرینِ ختمِ نبوت خدا کے دین میں نقب لگانے کے لیے لغت کو چھوڑ کر اس بات کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی شخص کو خاتم الشعراء، یا خاتم الفقہاء یا خاتم المفسرین کہنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ جس شخص کو یہ لقب دیا گیا ہے، اس کے بعد کوئی شاعر یا فقیہ یا مفسر پیدا نہیں ہوا بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس فن کے کمالات اس شخص پر ختم ہو گئے۔ حالانکہ مبالغے کے طور پر اس طرح کے القاب کا استعمال یہ معنی ہرگز نہیں رکھتا کہ لغت کے اعتبار سے خاتم کے اصل معنی ہی کامل یا افضل کے ہو جائیں اور آخری کے معنی میں یہ لفظ استعمال کرنا سرے سے غلط قرار پائے۔ یہ بات صرف وہی شخص کہہ سکتا ہے جو زبان کے قواعد سے ناواقف ہو۔ کسی زبان میں بھی یہ قاعدہ نہیں ہے کہ اگر کسی لفظ کو اس کے حقیقی معنی کے بجائے کبھی کبھی مجازاً کسی دوسرے معنی میں بولا جاتا ہو تو وہی معنی اس کے اصل معنی بن جائیں اور لغت کی رُو سے جو اس کے حقیقی معنی ہیں، ان میں اس کا استعمال ممنوع ہو جائے۔ آپ کسی عرب کے سامنے جب کہیں گے کہ جاء خاتم القوم، تو وہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہ لے گا کہ قبیلے کا فاضل و کامل آدمی آ گیا، بلکہ اس کا مطلب وہ یہی لے گا کہ پورا کا پورا قبیلہ آ گیا ہے، حتیٰ کہ آخری آدمی جو رہ گیا تھا وہ بھی آ گیا۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی نگاہ میں رہنی چاہیے کہ خاتم الشعراء، خاتم الفقہاء اور خاتم المحدثین وغیرہ القاب جو بعض لوگوں کو دیے گئے ہیں، ان کے دینے والے انسان تھے اور انسان کبھی یہ نہیں جان سکتا کہ جس شخص کو وہ کسی صفت کے اعتبار سے خاتم کہہ رہا ہے اس کے بعد پھر کوئی اس صفت کا حامل پیدا نہیں ہوگا۔ اسی وجہ سے انسانی کلام میں ان القاب کی حیثیت مبالغے اور اعترافِ کمال سے زیادہ کچھ

(باقی اگلے صفحہ پر)

اسی بنا پر تمام اہلِ لغت اور اہلِ تفسیر نے بالاتفاق خاتم النبیّین کے معنی آخر النبیّین کے لیے ہیں۔ عربی لغت و محاورے کی رُو سے خاتم کے معنی ڈاک خانے کی مُہر کے نہیں ہیں، جسے لگا کر خطوط جاری کیے جاتے ہیں، بلکہ اس سے مراد وہ مُہر ہے جو لفافے پر اس لیے لگائی جاتی ہے کہ نہ اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نکلے، نہ باہر کی کوئی چیز اندر جائے۔

ختمِ نبوّت کے بارے میں نبی کریمؐ کے ارشادات

قرآن کے سیاق و سباق اور لُغت کے لحاظ سے اس لفظ کا جو مفہوم ہے اس کی تائید نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی تشریحات کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر چند صحیح ترین احادیث ہم یہاں نقل کرتے ہیں:

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، بنی اسرائیل کی قیادت انبیاءؑ کیا کرتے تھے۔ جب کوئی نبی مرجاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، بلکہ خلفاء ہوں گے۔ (بخاری کتاب المناقب، باب ماذکر عن بنی اسرائیل)

(۲) نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاءؑ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین و جمیل بنائی، مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی تھی۔ لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی پر اظہارِ حیرت کرتے تھے، مگر کہتے تھے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیّین ہوں۔ (یعنی میرے آنے پر نبوّت کی عمارت مکمل ہو چکی ہے، اب کوئی جگہ باقی نہیں ہے، جسے پُر کرنے کے لیے کوئی آئے) بخاری کتاب المناقب، باب خاتم النبیّین)

اسی مضمون کی چار حدیثیں مسلم، کتاب الفضائل، باب خاتم النبیّین میں ہیں اور آخری حدیث میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ فَجِئْتُ فَخَتَمْتُ الانبیاء، "پس میں آیا اور میں نے انبیاءؑ کا سلسلہ ختم کر دیا۔"

یہی حدیث انہی الفاظ میں ترمذی، کتاب المناقب باب فضل النبی، اور کتاب الآداب، باب الامثال میں ہے۔

مسند ابوداؤد طیالسی میں یہ حدیث جابرؓ بن عبداللہ کی روایت کردہ احادیث کے سلسلے میں آئی ہے اور اس کے آخری الفاظ یہ ہیں: ختم بی الانبیاء "میرے ذریعہ سے انبیاءؑ کا سلسلہ ختم کیا گیا۔"

مسند احمد میں تھوڑے سے لفظی فرق کے ساتھ اس مضمون کی احادیث حضرت اُبَیّ بن کعبؓ، حضرت ابوسعید خُدریؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کی گئی ہیں۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، مجھے چھ باتوں میں انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔ (۱) مجھے جامع و مختصر بات کہنے کی صلاحیت دی گئی (۲) مجھے رُعب کے ذریعہ سے نصرت بخشی گئی (۳) میرے لیے اموالِ غنیمت حلال کیے گئے (۴) میرے لیے زمین کو مسجد بھی بنا دیا گیا اور پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بھی (یعنی میری شریعت میں نماز صرف مخصوص عبادت گاہوں میں ہی نہیں، بلکہ روئے زمین پر ہر جگہ پڑھی جا سکتی ہے اور پانی نہ ملے تو میری شریعت میں تیمّم کر کے وضو کی حاجت بھی پوری کی جا سکتی ہے اور غسل کی حاجت بھی) (۵) مجھے تمام دنیا کے لیے رسول بنایا گیا (۶) اور میرے اوپر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: رسالت اور نبوّت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ میرے بعد اب نہ کوئی رسول

ہے اور نہ نبی۔ (ترمذی، کتاب الرؤیا، باب ذہاب النبوۃ۔ مسند احمد، مرویات انس بن مالکؓ)

۵۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محمدؐ ہوں۔ میں احمدؐ ہوں۔ میں ماحی ہوں کہ میرے ذریعہ سے کفر محو کیا جائے گا۔ میں حاشر ہوں کہ میرے بعد لوگ حشر میں جمع کیے جائیں گے (یعنی میرے بعد اب بس قیامت ہی آنی ہے) اور میں عاقب ہوں، اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ (بخاری و مسلم، کتاب الفضائل، باب اسماء النبی، ترمذی، کتاب الآداب، باب اسماء النبی۔ المستدرک للحاکم، کتاب التاریخ، باب اسماء النبی)

۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے اپنی اُمت کو دجّال کے خروج سے نہ ڈرایا ہو (مگر اُن کے زمانے میں وہ نہ آیا) اب میں آخری نبی ہوں اور تم آخری اُمت ہو۔ لامحالہ اب اس کو تمہارے اندر ہی نکلنا ہے۔
(ابن ماجہ کتاب الفتن، باب الدجال)

۷۔ عبدالرحمن بن جُبَیر کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص کو یہ کہتے سنا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان سے نکل کر ہمارے درمیان تشریف لائے اس انداز سے کہ گویا آپ ہم سے رُخصت ہو رہے ہیں۔ آپ نے تین مرتبہ فرمایا: "میں محمد نبی اُمّی ہوں۔" پھر فرمایا: "اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"
(مسند احمد، مرویات عبداللہ بن عمرو بن العاص)

۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے بعد کوئی نبوّت نہیں ہے، صرف بشارت دینے والی باتیں ہیں" عرض کیا گیا وہ بشارت دینے والی باتیں کیا ہیں یا رسول اللہؐ فرمایا اچھا خواب یا فرمایا صالح خواب (یعنی وحی کا اب کوئی امکان نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اشارہ ملے گا بھی تو بس اچھے خواب کے ذریعہ سے مل جائے گا)
(مسند احمد، مرویات ابوالطفیل۔ نسائی۔ ابوداؤد)

۹۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتے۔
(بخاری و مسلم، کتاب فضائل الصحابہ)

۱۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا: میرے ساتھ تمہاری نسبت وہی ہے، جو موسیٰؑ کے ساتھ ہارون کی تھی، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔
بخاری و مسلم نے یہ حدیث غزوۂ تبوک کے ذکر میں بھی نقل کی ہے۔ مسند احمد میں اس مضمون کی دو حدیثیں حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کی گئی ہیں۔ جن میں سے ایک کا آخری فقرہ یوں ہے (الا انہ لا نبوۃ بعدی) "مگر میرے بعد کوئی نبوّت نہیں ہے۔" ابوداؤد طیالسی، امام احمد اور محمد بن اسحاق نے اس سلسلے میں جو تفصیلی روایات نقل کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ تبوک کے لیے تشریف لے جاتے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو مدینہ طیبہ کی حفاظت و نگرانی کے لیے اپنے پیچھے چھوڑنے کا فیصلہ فرمایا تھا۔ منافقین نے اس پر طرح طرح کی باتیں ان کے بارے میں کہنی شروع کر دیں۔ انہوں نے جا کر حضورؐ سے عرض کیا: "یا رسول اللہ، کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں؟" اس موقع پر حضورؐ نے ان کو تسلّی دیتے ہوئے فرمایا: "تم میرے ساتھ وہی نسبت رکھتے ہو، جو موسیٰؑ کے ساتھ ہارونؑ رکھتے ہیں" یعنی جس طرح حضرت موسیٰؑ نے کوہِ طور پر جاتے ہوئے حضرت ہارونؑ کو بنی اسرائیل کی نگرانی کے لیے پیچھے چھوڑا تھا اسی طرح میں تم کو مدینے کی حفاظت کے لیے چھوڑے جا رہا ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حضورؐ کو اندیشہ ہوا کہ حضرت ہارونؑ کے ساتھ یہ تشبیہ کہیں بعد میں کسی فتنے کی موجب نہ بن جائے، اس لیے فوراً آپ نے یہ تصریح فرما دی کہ میرے بعد کوئی شخص نبی ہونے والا نہیں ہے۔

۱۱۔ ثوبان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا... اور یہ کہ میری اُمت میں تیس کذّاب ہوں گے، جن میں سے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ابوداؤد کتاب الفتن)

اسی مضمون کی ایک اور حدیث ابوداؤد نے کتاب الملاحم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے۔ ترمذی نے بھی حضرت ثوبان اور حضرت ابوہریرہؓ سے دونوں روائتیں نقل کی ہیں اور دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: حتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلاثین کلھم یزعم انہ رسول اللہ "یہاں تک کہ اٹھیں گے تیس کے قریب جھوٹے فریبی جن میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے"۔

۱۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے جو بنی اسرائیل گزرے ہیں، ان میں ایسے لوگ ہوئے ہیں، جن سے کلام کیا جاتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں۔ میری امت میں اگر کوئی ہوا تو وہ عمرؓ ہو گا۔

(بخاری، کتاب المناقب)

مسلم میں اس مضمون کی جو حدیث ہے اس میں یکلمون کے بجائے محدثون کا لفظ ہے۔ لیکن مکلّم اور محدّث، دونوں کے معنی ایک ہی ہیں، یعنی ایسا شخص جو مکالمۂ الٰہی سے سرفراز ہو، یا جس کے ساتھ پردۂ غیب سے بات کی جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کے بغیر مخاطبۂ الٰہی سے سرفراز ہونے والے بھی اس امت میں اگر کوئی ہوتے تو وہ حضرت عمرؓ ہوتے۔

۱۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کے بعد کوئی امت (یعنی کسی نئے آنے والے نبی کی امت) نہیں۔

(بیہقی، کتاب الرؤیا۔ طبرانی)

۱۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد (یعنی مسجد نبوی) ہے۔ ؎ (مسلم، کتاب الحج، باب فضل الصلوٰۃ بمسجد مکہ والمدینہ)

یہ احادیث بکثرت صحابہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں اور بکثرت محدثین نے ان کو بہت سی قوی سندوں سے نقل کیا ہے۔ ان کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ نے مختلف مواقع پر، مختلف طریقوں سے، مختلف الفاظ میں اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ آپؐ آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ نبوت کا سلسلہ آپؐ پر ختم ہو چکا ہے اور آپ کے بعد جو لوگ بھی رسول یا نبی ہونے کا دعویٰ کریں گے وہ دجال و کذاب ہیں۔ قرآن کے الفاظ "خاتم النبیین" کی اس سے زیادہ مستند و معتبر اور قطعی الثبوت تشریح اور کیا۔

؎ منکرینِ ختم نبوت اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ جس طرح حضورؐ نے اپنی مسجد کو آخر المساجد فرمایا، حالانکہ وہ آخری مسجد نہیں ہے بلکہ اس کے بعد بھی بے شمار مسجدیں دنیا میں بنی ہیں، اسی طرح جب آپؐ نے فرمایا کہ میں آخر الانبیاء ہوں تو اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ آپؐ کے بعد نبی آتے رہیں گے، البتہ فضیلت کے اعتبار سے آپؐ آخری نبی ہیں اور آپؐ کی مسجد آخری مسجد ہے"۔ لیکن درحقیقت اسی طرح کی تاویلیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ یہ لوگ خدا اور رسول کے کلام کو سمجھنے کی اہلیت سے محروم ہو چکے ہیں۔ صحیح مسلم کے جس مقام پر یہ حدیث وارد ہوئی ہے، اس کے سلسلے کی تمام احادیث کو ایک نظر ہی آدمی دیکھ لے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ حضورؐ نے اپنی مسجد کو آخری مسجد کس معنی میں فرمایا ہے۔ اس مقام پر حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور ام المومنین حضرت میمونہؓ کے حوالہ سے جو روایات امام مسلم نے نقل کی ہیں، ان میں بتایا گیا ہے کہ دنیا میں صرف تین مساجد ایسی ہیں جن کو عام مساجد پر فضیلت حاصل ہے، جن میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا زیادہ ثواب رکھتا ہے اور اسی بنا پر صرف انہی تین مسجدوں میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کر کے جانا جائز ہے۔ باقی کسی مسجد کا یہ حق نہیں ہے کہ آدمی دوسری مسجدوں کو چھوڑ کر خاص طور پر اس میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کرے۔ ان میں سے پہلی مسجد، مسجد الحرام ہے، جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا۔ دوسری مسجد اقصیٰ ہے، جسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا اور تیسری مسجد، مدینہ طیبہ کی مسجد نبوی ہے، جس کی بنا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی۔ حضورؐ کے ارشاد کا منشا یہ ہے کہ اب چونکہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، اس لیے میری اس مسجد کے بعد دنیا میں کوئی چوتھی مسجد ایسی بننے والی نہیں ہے جس میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدوں سے زیادہ ہو اور جس کی طرف نماز کی غرض سے سفر کر کے جانا درست ہو۔

ہو سکتی ہے۔ رسول پاکؐ کا ارشاد تو بجائے خود سند و حجت ہے۔ مگر جب وہ قرآن کی ایک نص کی شرح کر رہا ہو، تب تو وہ اور بھی زیادہ قوی حجت بن جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر قرآن کو سمجھنے والا اور اس کی تفسیر کا حق دار اور کون ہو سکتا ہے کہ وہ ختمِ نبوت کا کوئی دوسرا مفہوم بیان کرے اور ہم اسے قبول کرنا کیا معنی، قابلِ التفات بھی سمجھیں۔

صحابہ کرامؓ کا اجماع

قرآن و سنت کے بعد تیسرے درجے میں اہم ترین حیثیت صحابہ کرامؓ کے اجماع کی ہے۔ یہ بات تمام معتبر تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور جن لوگوں نے ان کی نبوت تسلیم کی، اُن سب کے خلاف صحابہ کرام نے بالاتفاق جنگ کی تھی۔

اس سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ مسیلمہ کذاب کا معاملہ قابلِ ذکر ہے۔ یہ شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا منکر نہ تھا، بلکہ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ اُسے حضورؐ کے ساتھ شریکِ نبوت بنایا گیا ہے۔ اُس نے حضورؐ کی وفات سے پہلے جو عریضہ آپؐ کو لکھا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں:

> مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمدؐ رسول اللہ کی طرف۔ آپ پر سلام ہو۔ آپ کو معلوم ہو کہ میں آپ کے ساتھ نبوت کے کام میں شریک کیا گیا ہوں۔
>
> (طبری، جلد دوم، ص ۳۹۹، طبع مصر)

علاوہ بریں مؤرخ طبری نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ مسیلمہ کے ہاں جو اذان دی جاتی تھی اس میں اشہد ان محمداً رسول اللہ کے الفاظ کہے جاتے تھے۔ اس صریح اقرارِ رسالتِ محمدیؐ کے باوجود اسے کافر اور خارج از ملت قرار دیا گیا اور اس سے جنگ کی گئی۔ تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ بنو حنیفہ نیک نیتی کے ساتھ (IN GOOD FAITH) اُس پر ایمان لائے تھے اور انہیں واقعی اس غلط فہمی میں ڈالا گیا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خود شریکِ رسالت کیا ہے۔ نیز قرآن کی آیات کو اُس کے سامنے مسیلمہ پر نازل شدہ آیات کی حیثیت سے ایک ایسے شخص نے پیش کیا تھا جو مدینہ طیبہ سے قرآن کی تعلیم حاصل کر کے گیا تھا (البدایہ والنہایہ لابن کثیر، جلد ۵، ص ۵۱) مگر اس کے باوجود صحابہ کرام نے ان کو مسلمان تسلیم نہیں کیا اور ان پر فوج کشی کی۔ پھر یہ کہنے کی بھی گنجائش نہیں کہ صحابہ نے ان کے خلاف ارتداد کی بنا پر نہیں، بلکہ بغاوت کے جرم میں جنگ کی تھی۔ اسلامی قانون کی رُو سے باغی مسلمانوں کے خلاف اگر جنگ کی نوبت آئے تو ان کے اسیرانِ جنگ غلام نہیں بنائے جا سکتے، بلکہ مسلمان تو درکنار، ذمی بھی اگر باغی ہوں تو گرفتار ہونے کے بعد ان کو غلام بنانا جائز نہیں ہے۔ لیکن مسیلمہ اور اس کے پیرووں پر جب چڑھائی کی گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے اعلان فرمایا کہ اُن کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا جائے اور جب وہ لوگ اسیر ہوئے تو فی الواقع ان کو غلام بنایا گیا۔ چنانچہ انہی میں سے ایک لونڈی حضرت علیؓ کے حصے میں آئی، جس کے بطن سے تاریخِ اسلام کی مشہور شخصیت محمد بن حنفیہ[1] نے جنم لیا (البدایہ والنہایہ جلد ۶، ص ۳۱۶، ۳۲۵) اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہؓ نے جس جرم کی بنا پر اس سے جنگ کی تھی، وہ بغاوت کا جرم نہ تھا بلکہ یہ جرم تھا کہ ایک شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا اور دوسرے لوگ اس کی نبوت پر ایمان لائے۔ یہ کارروائی حضورؐ کی وفات کے فوراً بعد ہوئی ہے، ابوبکرؓ کی قیادت میں ہوئی ہے اور صحابہؓ کی پوری جماعت کے اتفاق سے ہوئی ہے۔ اجماعِ صحابہؓ کی اس سے زیادہ صریح مثال شاید ہی کوئی اور ہو۔

تمام علمائے اُمّت کا اجماع

اجماعِ صحابہ کے بعد چوتھے نمبر پر مسائلِ دین میں جس چیز کو حجت کی حیثیت حاصل ہے وہ دورِ صحابہ کے بعد کے علمائے اُمّت کا اجماع ہے۔ اس لحاظ سے جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی سے

---

[1] حنفیہ سے مراد ہے قبیلۂ بنو حنفیہ کی عورت۔

لے کر آج تک ہر زمانے کے، اور پوری دنیائے اسلام میں ہر ملک کے علماء اس عقیدے پر متفق ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا اور یہ کہ جو بھی آپؐ کے بعد اس منصب کا دعویٰ کرے، یا اس کو مانے، وہ کافر، خارج از ملّتِ اسلام ہے۔ اس سلسلہ کے بھی چند شواہد ملاحظہ ہوں:

۱۔ امام ابو حنیفہؒ (۸۰ھ۔ ۱۵۰ھ) کے زمانے میں ایک شخص نے نبوّت کا دعویٰ کیا اور کہا: "مجھے موقع دو کہ میں اپنی نبوّت کی علامات پیش کروں۔" اس پر امام اعظمؒ نے فرمایا کہ "جو شخص اس سے نبوّت کی کوئی علامت طلب کرے گا، وہ بھی کافر ہو جائے گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فرما چکے ہیں کہ لا نبی بعدی۔" (مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ لابن احمد المکّی ج ۱ ص ۱۶۱۔ مطبوعہ حیدر آباد ۱۳۲۱ھ)

۲۔ علامہ ابن جریر طبری (۲۲۴ھ۔ ۳۱۰ھ) اپنی مشہور تفسیر قرآن میں آیت وَلٰکِن رَّسُولَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کا مطلب بیان کرتے ہیں: "جس نے نبوّت کو ختم کر دیا اور اس پر مُہر لگا دی، اب قیامت تک یہ دروازہ کسی کے لیے نہیں کھُلے گا۔ (تفسیر ابن جریر، جلد ۲۲، صفحہ ۱۲)

۳۔ امام طحاوی (۲۳۹ھ۔ ۳۲۱ھ) اپنی کتاب "عقیدۂ سلفیہ" میں سلفِ صالحین، اور خصوصاً امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے عقائد بیان کرتے ہوئے نبوّت کے بارے میں یہ عقیدہ تحریر فرماتے ہیں،
"اور یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ کے برگزیدہ بندے، چیدہ نبی اور پسندیدہ رسول ہیں اور وہ خاتم الانبیاء، امام الاتقیاء، سیّد المرسلین اور حبیب ربّ العالمین ہیں اور ان کے بعد نبوّت کا ہر دعویٰ گمراہی اور خواہشِ نفس کی بندگی ہے۔"
(شرح الطحاویہ فی العقیدہ السلفیہ، دار المعارف مصر، صفحات ۱۵، ۸۰، ۹۶، ۹۷، ۱۰۰، ۱۰۲)

۴۔ علامہ ابن حزم اندلسی (۳۸۴ھ۔ ۴۵۶ھ) لکھتے ہیں:
"یقیناً وحی کا سلسلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد منقطع ہو چکا ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ وحی نہیں ہوتی مگر ایک نبی کی طرف اور اللہ عزّو جلّ فرما چکا ہے کہ محمدؐ نہیں ہیں، تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ، مگر وہ اللہ کے رسول اور نبیّوں کے خاتم ہیں۔" (المحلّیٰ، ج ۱ ص ۲۶)

۵۔ امام غزالیؒ (۴۵۰ھ۔ ۵۰۵ھ) فرماتے ہیں۔
اگر یہ دروازہ (یعنی اجماع کو حجّت ماننے سے انکار کا دروازہ) کھول دیا جائے تو بڑی قبیح باتوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ مثلاً اگر کہنے والا کہے کہ ہمارے نبی محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کسی رسول کی بعثت ممکن ہے تو اس کی تکفیر میں تامّل نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن بحث کے موقع پر جو شخص اس کی تکفیر میں تامّل کو ناجائز ثابت کرنا چاہتا ہو اُسے لامحالہ اجماع سے مدد لینی پڑے گی کیونکہ عقل اس کے عدم جواز کا فیصلہ نہیں کرتی۔ اور جہاں تک نقل کا تعلق ہے اس عقیدے کا قائل لانبی بعدی اور خاتم النبیّین کی تاویل کرنے سے عاجز نہ ہوگا۔ وہ کہے گا کہ خاتم النبیّین سے مراد اولو العزم رسولوں کا خاتم ہونا ہے اور اگر کہا جائے کہ نبیّین کا لفظ عام ہے تو عام کو خاص قرار دے دینا اس کے لیے کچھ مشکل نہ ہوگا اور لانبی بعدی کے متعلق وہ کہہ دے گا کہ لا رسول بعدی تو نہیں کہا گیا ہے، رسول اور نبی میں فرق ہے اور نبی کا مرتبہ رسول سے بلند تر ہے۔ غرض اس طرح کی بکواس بہت کچھ کی جا سکتی ہے اور محض لفظ کے اعتبار سے ایسی تاویلات کو ہم محال نہیں سمجھتے، بلکہ ظواہر تشبیہ کی تاویل میں ہم اس سے بھی زیادہ بعید احتمالات کی گنجائش مانتے ہیں اور اس طرح کی تاویلیں کرنے والے کے متعلق ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ نصوص کا انکار کر رہا ہے۔ لیکن اس قول کے قائل کی تردید میں ہم یہ کہیں گے کہ اُمّت نے بالاتفاق اس لفظ (یعنی لانبی بعدی) سے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے قرائنِ احوال سے یہ سمجھا ہے کہ حضورؐ کا مطلب یہ تھا کہ آپ کے بعد کبھی نہ کوئی نبی آئے گا نہ رسول۔ نیز اُمّت کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اس میں کسی تاویل اور تخصیص کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کو منکرِ اجماع کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ (الاقتصاد فی الاعتقاد المطبعۃ

الادبیہ، مصر، ص ۱۱)

محی السنۃ بغوی (متوفی ۵۱۶ھ) اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: "اللہ نے آپ کے ذریعہ سے نبوت کو ختم کیا پس آپ انبیاءؑ کے خاتم ہیں۔۔۔ اور ابنِ عباس کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (اِس آیت میں) یہ فیصلہ فرمادیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا" جلد ۳ ص ۱۵۸)

۷۔ علامہ زمخشری (۴۶۷ھ – ۵۳۸ھ) تفسیر کشّاف میں لکھتے ہیں: "اگر تم کہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی کیسے ہوئے، جبکہ حضرت عیسیٰؑ آخر زمانے میں نازل ہوں گے؟ تو میں کہوں گا کہ آپؐ کا آخری نبی ہونا اس معنی میں ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی شخص نبی نہ بنایا جائے گا۔ اور عیسیٰؑ اُن لوگوں میں سے ہیں جو آپؐ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے۔ اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعت محمدیہ کے پیرو اور آپؐ کے قبلے کی طرف نماز پڑھنے والے کی حیثیت سے نازل ہوں گے، گویا کہ وہ آپ ہی کی امت کے ایک فرد ہیں۔"
(جلد ۲، ص ۲۱۵)

۸۔ قاضی عیاض (متوفی ۵۴۴ھ) لکھتے ہیں، جو شخص خود اپنے حق میں نبوت کا دعویٰ کرے، یا اس بات کو جائز رکھے کہ آدمی نبوّت کا اکتساب کر سکتا ہے اور صفائی قلب کے ذریعہ سے مرتبۂ نبوّت کو پہنچ سکتا ہے، جیسا کہ بعض فلسفی اور غالی صوفی کہتے ہیں اور اسی طرح جو شخص نبوّت کا دعویٰ تو نہ کرے مگر یہ دعویٰ کرے کہ اس پر وحی آتی ہے۔۔۔۔ ایسے سب لوگ کافر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے والے ہیں۔ کیونکہ آپؐ نے خبر دی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں اور آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر پہنچائی ہے کہ آپؐ نبوّت کے ختم کرنے والے ہیں اور تمام انسانوں کی طرف آپ کو بھیجا گیا ہے اور تمام اُمّت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر مفہوم پر محمول ہے۔ اس کے معنی و مفہوم میں کسی تاویل و تخصیص کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا ان تمام گروہوں کے [illegible] میں قطعاً کوئی شک نہیں، بر بنائے اجماع بھی بر بنائے نقل بھی" (شفاء، جلد ۲ ص ۲۷۰ - ۲۷۱)

۹۔ علامہ شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) اپنی مشہور کتاب الملل والنحل میں لکھتے ہیں: "اور اسی طرح جو کہے۔۔۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا ہے، (بجز عیسیٰ علیہ السلام کے) تو اس کے کافر ہونے میں دو آدمیوں کے درمیان بھی اختلاف نہیں ہے" (جلد ۳ ص ۲۴۹)

۱۰۔ امام رازی (۵۴۳ھ – ۶۰۶ھ) اپنی تفسیر کبیر میں آیت خاتم النبیین کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اس سلسلۂ بیان میں وخاتم النبیین اس لیے فرمایا کہ جس نبی کے بعد کوئی دوسرا نبی ہو وہ اگر نصیحت اور توضیح احکام میں کوئی کسر چھوڑ جائے تو اس کے بعد آنے والا نبی اُسے پورا کر سکتا ہے، مگر جس کے بعد کوئی آنے والا نبی نہ ہو وہ اپنی اُمّت پر زیادہ شفیق ہوتا ہے اور اُس کو زیادہ واضح رہنمائی دیتا ہے، کیونکہ اس کی مثال اُس باپ کی ہوتی ہے جو جانتا ہے کہ اس کے بیٹے کا کوئی ولی و سرپرست اُس کے بعد نہیں ہے۔" جلد ۶ ص ۵۰۱)

۱۱۔ علامہ بیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ) اپنی تفسیر انوار التنزیل میں لکھتے ہیں: "یعنی آپؐ انبیاءؑ میں سب سے آخری نبی ہیں جس نے ان کا سلسلہ ختم کر دیا یا جس سے انبیاءؑ کے سلسلے پر مہر کر دی گئی اور عیسیٰ علیہ والسلام کا آپؐ کے بعد نازل ہونا اس ختم نبوّت میں قادح نہیں ہے کیونکہ جب وہ نازل ہوں گے تو آپ ہی کے دین پر ہوں گے۔" جلد ۴ ص ۱۶۴)

۱۲۔ علامہ حافظ الدین النسفی (متوفی ۷۱۰ھ) اپنی تفسیر "مدارک التنزیل" میں لکھتے ہیں: اور آپؐ خاتم النبیین ہیں۔۔۔ یعنی نبیوں میں سب سے آخری۔ آپؐ کے بعد کوئی شخص نبی نہیں بنایا جائے گا۔ رہے عیسیٰؑ تو وہ اُن انبیاءؑ میں سے ہیں جو آپ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعت محمدؐ

پر عمل کرنے والے کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ گویا کہ وہ آپ کی اُمت کے افراد میں سے ہیں۔" (ص ۴۷۱)

۱۳۔ علامہ علاؤالدین بغدادی (متوفی ۷۲۵ھ) اپنی تفسیر "خازن" میں لکھتے ہیں: "وخاتم النبیین، یعنی اللہ نے آپؐ پر نبوت ختم کر دی۔ اب نہ آپؐ کے بعد کوئی نبوت ہے نہ آپؐ کے ساتھ کوئی اس میں شریک ...... وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا۔ یعنی یہ بات اللہ کے علم میں ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔" (ص ۴۷۱-۴۷۲)

۱۴۔ علامہ ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ) اپنی مشہور و معروف تفسیر میں لکھتے ہیں: "پس یہ آیت اس باب میں نصِ صریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور جب آپؐ کے بعد نبی کوئی نہیں تو رسول بدرجہ اولیٰ نہیں ہے، کیوں کہ رسالت کا منصب خاص ہے اور نبوت کا منصب عام، ہر رسول نبی ہوتا ہے مگر ہر نبی رسول نہیں ہوتا...... حضورؐ کے بعد جو شخص بھی اس مقام کا دعویٰ کرے، وہ جھوٹا، مفتری، دجال، گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے خواہ وہ کیسے ہی خرق عادت اور شعبدے اور جادو اور طلسم اور کرشمے بنا کرلے آئے۔ یہی حیثیت ہر اُس شخص کی ہے، جو قیامت تک اس منصب کا مدّعی ہو۔" (جلد ۳ ص ۴۹۳-۴۹۴)

۱۵۔ علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) تفسیر جلالین میں لکھتے ہیں: وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا، یعنی اللہ اس بات کو جانتا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہیں اور عیسیٰؑ جب نازل ہوں گے تو آپؐ کی شریعت ہی کے مطابق عمل کریں گے۔" (ص ۷۶۸)

۱۶۔ علامہ ابن نجیم (متوفی ۹۷۰ھ) اُصولِ فقہ کی مشہور کتاب الاشباہ والنظائر، کتاب السیر، باب الردہ میں لکھتے ہیں: "اگر آدمی یہ نہ سمجھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے، کیونکہ یہ اُن باتوں میں سے ہے، جن کا جاننا اور ماننا ضروریاتِ دین میں سے ہے۔" (ص ۱۷۹)

۱۷۔ ملا علی قاری (متوفی ۱۰۱۶ھ) شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں: "ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے۔" (ص ۲۰۲)

۱۸۔ شیخ اسماعیل حقی (متوفی ۱۱۳۷ھ) تفسیر روح البیان میں اس آیت کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "عاصم نے لفظ خاتم ت کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے، جس کے معنی ہیں آلۂ ختم کے جس سے مُہر کی جاتی ہے۔ جیسے طابع اس چیز کو کہتے ہیں جس سے ٹھپّا لگایا جائے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انبیاؑ میں سب سے آخر تھے، جن کے ذریعہ سے نبیوں کے سلسلے پر مُہر لگا دی گئی۔ فارسی میں اِسے "مُہر پیغمبراں" کہیں گے، یعنی آپؐ سے نبوت کا دروازہ سر بمُہر کر دیا گیا اور پیغمبروں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ باقی قاریوں نے اسے ت کے زیر کے ساتھ خاتِم پڑھا ہے، یعنی آپؐ مُہر کرنے والے تھے۔ فارسی میں اس کو "مُہر کنندۂ پیغمبراں" کہیں گے۔

اس طرح یہ لفظ بھی خاتَم کا ہم معنی ہی ہے .... اب آپؐ کی اُمّت کے علماؒ آپؐ سے صرف ولایت ہی کی میراث پائیں گے۔ نبوت کی میراث آپؐ کی ختمیت کے باعث ختم ہو چکی اور عیسیٰ علیہ السلام کا آپ کے بعد نازل ہونا آپؐ کے خاتم النبیین ہونے میں قادح نہیں ہے کیونکہ خاتم النبیین ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہ بنایا جائے گا.... اور عیسیٰؑ آپؐ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ آپؐ کے قبلے کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھیں گے۔ آپؐ کی اُمت کے ایک فرد کی طرح ہوں گے۔ نہ اُن کی طرف وحی آئے گی اور نہ وہ نئے احکام دیں گے۔ بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوں گے.... اور اہل سنت والجماعت اس بات کے قائل ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا۔ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمادیا: لانبی بعدی اب جو کوئی کہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد کوئی نبی ہے تو اس کو کافر قرار دیا جائے گا، کیونکہ اس نے نص کا انکار کیا۔ اور اسی طرح اُس شخص کی بھی تکفیر کی جائے گی جو اس میں شک کرے، کیونکہ حُجّت نے حق کو باطل سے ممیز کر دیا ہے اور جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد نبوّت کا دعویٰ کرے، اس کا دعویٰ باطل کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا۔" (جلد ۲۲، ص ۱۸۸)

۱۹۔ فتاویٰ عالمگیری جسے بارھویں صدی ہجری میں اورنگ زیب عالمگیر کے حکم سے ہندوستان کے بہت سے اکابر علماء نے مرتب کیا تھا، میں لکھا ہے: "اگر آدمی یہ نہ سمجھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم آخری نبی ہیں تو وہ مسلم نہیں ہے اور اگر وہ کہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں یا میں پیغمبر ہوں تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔" (جلد ۲ ص ۲۶۳)

۲۰۔ علامہ شوکانی (متوفی ۱۲۵۵ھ) اپنی تفسیر فتح القدیر میں لکھتے ہیں: "جمہور نے لفظ خاتم کو ت کے زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور عاصم نے زبر کے ساتھ۔ پہلی قرأت کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ نے انبیاء کو ختم کیا، یعنی سب کے آخر میں آئے اور دوسری قرأت کے معنی یہ ہیں کہ آپ اُن کے لیے مہر کی طرح ہو گئے، جس کے ذریعہ سے ان کا سلسلہ سربمہر ہو گیا اور جس کے شمول سے ان کا گروہ مزیّن ہوا۔" (جلد ۴، ص ۲۷۵)

۲۱۔ علامہ آلوسی (متوفی ۱۲۷۰ھ) تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں: "نبی کا لفظ رسول کی بہ نسبت عام ہے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے خاتم النبیّین ہونے سے خود بخود لازم آتا ہے کہ آپؐ خاتم المرسلین بھی ہوں اور آپ کے خاتم انبیاء و رُسل ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس دُنیا میں وصفِ نبوّت سے آپؐ کے متصف ہونے کے بعد اب جن و انس میں سے ہر ایک کے لیے نبوّت کا وصف منقطع ہو گیا۔" (جلد ۲۲ ص ۳۲)۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد جو شخص وحیِ نبوّت کا مدّعی ہو اسے کافر قرار دیا جائے گا۔ اس امر میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔" (جلد ۲۲ ص ۳۸) "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا خاتم النبیّین ہونا ایک ایسی بات ہے، جسے کتاب اللہ نے صاف صاف بیان کیا، سنّت نے واضح طور پر اس کی تصریح کی، اور اُمّت نے اس پر اجماع کیا۔ لہٰذا جو اس کے خلاف کوئی دعویٰ کرے، اسے کافر قرار دیا جائے گا۔" (جلد ۲۲، ص ۳۹)

یہ ہندوستان سے لے کر مراکش اور اندلس تک اور ٹرکی سے لے کر یمن تک ہر مسلمان ملک کے اکابر علماء و فقہاء اور محدثین و مفسرین کی تصریحات ہیں۔ ہم نے ان کے ناموں کے ساتھ ان کے سنین ولادت و وفات بھی دے دیے ہیں، جن سے ہر شخص بیک نظر معلوم کر سکتا ہے کہ پہلی صدی سے تیرھویں صدی تک تاریخِ اسلام کی ہر صدی کے اکابر اُن میں شامل ہیں۔ اگرچہ ہم چودھویں صدی کے علمائے اسلام کی تصریحات بھی نقل کر سکتے ہیں، مگر ہم نے قصداً انہیں اس لیے چھوڑ دیا کہ اُن کی تفسیر کے جواب میں ایک شخص یہ حیلہ کر سکتا ہے کہ ان لوگوں نے اِس دَور کے مدّعیٔ نبوّت کی ضد میں ختم نبوّت کے یہ معنی بیان کیے ہیں۔ اس لیے ہم نے پہلے علماء کی تحریریں نقل کی ہیں، جو ظاہر ہے کہ آج کے کسی شخص سے کوئی ضد نہ رکھ سکتے تھے۔ اِن تحریروں سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ پہلی صدی سے آج تک پوری دُنیائے اسلام متفقہ طور پر "خاتم النبیّین" کے معنی "آخری نبی" ہی سمجھتی رہی ہے، حضورؐ کے بعد نبوّت کے دروازے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند تسلیم کرنا ہر زمانے میں تمام مسلمانوں کا متفق علیہ عقیدہ رہا ہے اور اس امر میں مسلمانوں کے درمیان کبھی کوئی اختلاف نہیں رہا کہ جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد رسول یا نبی ہونے کا دعویٰ کرے اور جو اس کے دعوے کو مانے وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

اب یہ دیکھنا ہر صاحبِ عقل آدمی کا اپنا کام ہے کہ لفظ خاتم النبیّین کا جو مفہوم لُغت سے ثابت ہے، جو قرآن کی عبارت کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے، جس کی تصریح نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے خود فرما دی ہے، جس پر صحابۂ کرامؓ کا اجماع ہے، اور جسے صحابۂ کرامؓ کے زمانے سے لے کر آج تک تمام دنیا کے مسلمان بلا اختلاف مانتے رہے ہیں،

س کے خلاف کوئی دوسرا مفہوم لینے اور کسی نئے مدعی کے سے نبوت کا دروازہ کھولنے کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے یسے لوگوں کو کیسے مسلمان تسلیم کیا جاسکتا ہے، جنہوں نے باب نبوت کے مفتوح ہونے کا محض خیال ہی ظاہر نہیں کیا ہے، بلکہ اس دروازے سے ایک صاحب حریم نبوت میں داخل بھی ہو گئے ہیں اور یہ لوگ ان کی نبوت پر ایمان بھی لے آئے ہیں۔

اس سلسلے میں تین باتیں اور قابل غور ہیں:

کیا اللہ کو ہمارے ایمان سے کوئی دشمنی ہے؟

پہلی بات یہ ہے کہ نبوت کا معاملہ ایک بڑا ہی نازک معاملہ ہے۔ قرآن مجید کی رو سے یہ اسلام کے ان بنیادی عقائد میں سے ہے، جن کے ماننے یا نہ ماننے پر آدمی کے کفر و ایمان کا انحصار ہے۔ ایک شخص نبی ہو اور آدمی اس کو نہ مانے تو کافر اور وہ نبی نہ ہو اور آدمی اس کو مان لے تو کافر۔ ایسے ایک نازک معاملے میں تو اللہ تعالیٰ سے کسی بے احتیاطی کی بدرجہ اولیٰ توقع نہیں کی جاسکتی۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ خود قرآن میں صاف صاف اس کی تصریح فرماتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے اس کا کھلا کھلا اعلان کراتا اور حضورؐ دنیا سے کبھی تشریف نہ لے جاتے جب تک اپنی امت کو اچھی طرح خبردار نہ کر دیتے کہ میرے بعد بھی انبیاء آئیں گے اور تمہیں ان کو ماننا ہوگا۔ آخر اللہ اور اس کے رسول کو ہمارے دین و ایمان سے کیا دشمنی تھی کہ حضورؐ کے بعد نبوت کا دروازہ تو کھلا ہوتا اور کوئی نبی آنے والا بھی ہوتا، جس پر ایمان لائے بغیر ہم مسلمان نہ ہو سکتے، مگر ہم کو نہ صرف یہ کہ اس سے بے خبر رکھا جاتا، بلکہ اس کے برعکس اللہ اور اس کا رسول، دونوں ایسی باتیں فرما دیتے، جن سے تیرہ سو برس تک ساری امت یہی سمجھتی رہی اور آج بھی سمجھ رہی ہے کہ حضورؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔

اب اگر بفرضِ محال نبوت کا دروازہ واقعی کھلا بھی ہو اور کوئی نبی آ بھی جائے تو ہم بے خوف و خطر اس کا انکار کر دیں گے۔ خطرہ ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بازپرس ہی کا تو ہو سکتا ہے۔ وہ قیامت کے روز ہم سے پوچھے گا تو ہم یہ سارا ریکارڈ برسرِ عدالت لاکر رکھ دیں گے جس سے ثابت ہو جائے گا کہ معاذ اللہ اس کفر کے خطرے میں تو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہی نے ہمیں ڈالا تھا۔ ہمیں قطعاً کوئی اندیشہ نہیں ہے کہ اس ریکارڈ کو دیکھ کر بھی اللہ تعالیٰ ہمیں کسی نئے نبی پر ایمان نہ لانے کی سزا دے ڈالے گا۔ لیکن اگر نبوت کا دروازہ فی الواقع بند ہے اور کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، اور اس کے باوجود کوئی شخص کسی مدعی کی نبوت پر ایمان لاتا ہے تو اسے سوچ لینا چاہیے کہ اس کفر کی پاداش سے بچنے کے لیے وہ کون سا ریکارڈ خدا کی عدالت میں پیش کر سکتا ہے، جس سے وہ رہائی کی توقع رکھتا ہو۔ عدالت میں پیشی ہونے سے پہلے اسے اپنی صفائی کے مواد کا یہیں جائزہ لے لینا چاہیے اور ہمارے پیش کردہ مواد سے مقابلہ کر کے خود ہی دیکھ لینا چاہیے کہ جس صفائی کے بھروسے پر وہ یہ کام کر رہا ہے، کیا ایک عقل مند آدمی اس پر اعتماد کر کے کفر کی سزا کا خطرہ مول لے سکتا ہے؟

اب نبی کی آخر ضرورت کیا ہے؟

دوسری قابلِ غور بات یہ ہے کہ نبوت کوئی ایسی صفت نہیں ہے، جو ہر اس شخص میں پیدا ہو جایا کرے، جس نے عبادت اور عملِ صالح میں ترقی کر کے اپنے آپ کو اس کا اہل بنا لیا ہو۔ نہ یہ کوئی ایسا انعام ہے جو کچھ خدمات کے صلے میں عطا کیا جاتا ہو۔ بلکہ یہ ایک منصب ہے جس پر ایک خاص ضرورت کی خاطر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مقرر کرتا ہے۔ وہ ضرورت جب داعی ہوتی ہے تو ایک نبی اس کے لیے مامور کیا جاتا ہے اور جب ضرورت نہیں ہوتی یا باقی نہیں رہتی تو خواہ مخواہ انبیاء پر انبیاء نہیں بھیجے جاتے۔

قرآن مجید سے جب ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے

ہیں کہ نبی کے تقرر کی ضرورت کن کن حالات میں پیش آئی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ صرف چار حالتیں ایسی ہیں، جن میں انبیاءؑ مبعوث ہوئے ہیں:

اوّل یہ کہ کسی خاص قوم میں نبی بھیجنے کی ضرورت اس لیے ہو کہ اس میں پہلے کبھی کوئی نبی نہ آیا تھا اور کسی دوسری قوم میں آئے ہوئے نبی کا پیغام بھی اس تک نہ پہنچ سکتا تھا۔

دوم یہ کہ نبی بھیجنے کی ضرورت اس وجہ سے ہو کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کی تعلیم بھلا دی گئی ہو، یا اس میں تحریف ہو گئی ہو، اور اس کے نقشِ قدم کی پیروی کرنا ممکن نہ رہا ہو۔

سوم یہ کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کے ذریعہ مکمل تعلیم و ہدایت لوگوں کو نہ ملی ہو اور تکمیلِ دین کے لیے مزید انبیاء کی ضرورت ہو۔

چہارم یہ کہ ایک نبی کے ساتھ اس کی مدد کے لیے ایک اور نبی کی حاجت ہو۔

اب یہ ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی ضرورت بھی نبی ﷺ کے بعد باقی نہیں رہی ہے۔

قرآن خود کہہ رہا ہے کہ حضورؐ کو تمام دنیا کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا گیا ہے اور دنیا کی تمدنی تاریخ بتا رہی ہے کہ آپؐ کی بعثت کے وقت سے مسلسل ایسے حالات موجود رہے ہیں کہ آپؐ کی دعوت سب قوموں کو پہنچ سکتی تھی اور ہر وقت پہنچ سکتی ہے۔ اس کے بعد الگ الگ قوموں میں انبیاءؑ آنے کی کوئی حاجت باقی نہیں رہتی۔

قرآن اس پر بھی گواہ ہے اور اس کے ساتھ حدیث و سیرت کا پورا ذخیرہ اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ حضورؐ کی لائی ہوئی تعلیم بالکل اپنی صحیح صورت میں محفوظ ہے۔ اس میں مسخ و تحریف کا کوئی عمل نہیں ہوا ہے۔ جو کتاب آپ لائے تھے، اس میں ایک لفظ کی بھی کمی بیشی آج تک نہیں ہوئی، نہ قیامت تک ہو سکتی ہے۔ جو ہدایت آپؐ نے اپنے قول و عمل سے دی اس کے تمام آثار آج بھی اس طرح ہمیں مل جاتے ہیں کہ گویا ہم آپؐ کے زمانے میں موجود ہیں۔ اس لیے دوسری ضرورت بھی ختم ہو گئی۔

پھر قرآن مجید یہ بات بھی صاف صاف کہتا ہے کہ حضورؐ کے ذریعہ سے دین کی تکمیل کر دی گئی۔ لہٰذا تکمیلِ دین کے لیے بھی اب کوئی نبی درکار نہیں رہا۔

اب رہ جاتی ہے چوتھی ضرورت، تو اگر اس کے لیے کوئی نبی درکار ہوتا تو وہ حضورؐ کے زمانے میں آپؐ کے ساتھ مقرر کیا جاتا۔ ظاہر ہے کہ جب وہ مقرر نہیں کیا گیا تو یہ وجہ بھی ساقط ہو گئی۔

اب ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ پانچویں وجہ کون سی ہے، جس کے لیے آپؐ کے بعد ایک نبی کی ضرورت ہو؟ اگر کوئی کہے کہ قوم بگڑ گئی ہے اس لیے اصلاح کی خاطر ایک نبی کی ضرورت ہے، تو ہم اس سے پوچھیں گے کہ محض اصلاح کے لیے نبی دنیا میں کب آیا ہے کہ آج صرف اس کام کے لیے وہ آئے؟ نبی تو اس لیے مقرر ہوتا ہے کہ اس پر وحی کی جائے اور وحی کی ضرورت یا تو کوئی نیا پیغام دینے کے لیے ہوتی ہے، یا پچھلے پیغام کی تکمیل کرنے کے لیے، یا اس کو تحریفات سے پاک کرنے کے لیے۔ قرآن اور سنتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے محفوظ ہو جانے اور دین کے مکمل ہو جانے کے بعد جب وحی کی سب ممکن ضرورتیں ختم ہو چکی ہیں، تو اب اصلاح کے لیے صرف مصلحین کی حاجت باقی ہے نہ کہ انبیاءؑ کی۔

نئی نبوت اب اُمّت کے لیے رحمت نہیں بلکہ لعنت ہے

تیسری قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ نبی جب بھی کسی قوم میں آئے گا، فوراً اس میں کفر و ایمان کا سوال اٹھ کھڑا ہو گا۔ جو اس کو مانیں گے وہ ایک اُمت قرار پائیں گے اور جو اس کو نہ مانیں گے وہ لامحالہ دوسری اُمت ہوں گے۔ ان دونوں اُمتوں کا اختلاف محض فروعی اختلاف نہ ہو گا، بلکہ ایک نبی پر ایمان لانے اور نہ لانے کا ایسا بنیادی اختلاف ہو گا، جو انہیں اُس وقت تک جمع نہ ہونے دے گا جب تک ان میں سے کوئی اپنا عقیدہ نہ چھوڑ دے۔ پھر ان کے لیے عملاً بھی ہدایت اور قانون کے ماخذ الگ الگ ہوں گے، کیونکہ ایک گروہ اپنے تسلیم کردہ نبی کی پیش کی ہوئی وحی اور اس کی سنّت سے قانون لے گا اور دوسرا گروہ اس کے

ماخذ قانون ہونے کا سرے سے منکر ہوگا۔ اس بنا پر ان کا ایک مشترک معاشرہ بن جانا کسی طرح بھی ممکن نہ ہوگا۔

ان حقائق کو اگر کوئی شخص نگاہ میں رکھے تو اُس پر یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ ختمِ نبوّت اُمّتِ مسلمہ کے لیے اللہ کی ایک بہت بڑی رحمت ہے، جس کی بدولت ہی اُس اُمّت کا ایک دائمی اور عالمگیر برادری بننا ممکن ہوا ہے۔ اس چیز نے مسلمانوں کو ایسے ہر بنیادی اختلاف سے محفوظ کر دیا ہے، جو ان کے اندر مستقل تفریق کا موجب ہو سکتا ہو۔ اب جو شخص بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کو اپنا ہادیؑ رہبر مانے اور ان کی دی ہوئی تعلیم کے سوا کسی اور ماخذِ ہدایت کی طرف رجوع کرنے کا قائل نہ ہو، وہ اس برادری کا فرد ہے اور ہر وقت ہو سکتا ہے۔ یہ وحدت اس اُمّت کو کبھی نصیب نہ ہو سکتی تھی، اگر نبوّت کا دروازہ بند نہ ہو جاتا، کیونکہ ہر نبی کے آنے پر یہ پارہ پارہ ہوتی رہتی۔

آدمی سوچے تو اس کی عقل خود یہ کہہ دے گی کہ جب تمام دنیا کے لیے ایک نبی بھیج دیا جائے اور جب اس نبی کے ذریعہ سے دین کی تکمیل بھی کر دی جائے اور جب اس نبی کی تعلیم کو پوری طرح محفوظ بھی کر دیا جائے، تو نبوّت کا دروازہ بند ہو جانا چاہیے تاکہ اس آخری نبی کی پیروی پر جمع ہو کر تمام دنیا میں ہمیشہ کے لیے اہلِ ایمان کی ایک ہی اُمّت بن سکے اور بلاضرورت نئے نئے نبیوں کی آمد سے اُس اُمّت میں بار بار تفرقہ نہ برپا ہوتا رہے۔ نبی خواہ "ظلّی" ہو یا "بروزی" اُمّتی ہو یا صاحبِ شریعت اور صاحبِ کتاب، بہر حال جو شخص نبی ہوگا اور خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہوگا، اس کے آنے کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ اس کے ماننے والے ایک اُمّت بنیں اور نہ ماننے والے کافر قرار پائیں۔ یہ تفریق اس حالت میں تو ناگزیر ہے، جب کہ نبی کے بھیجے جانے کی فی الواقع ضرورت ہو۔ مگر جب اس کے آنے کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے تو خدا کی حکمت اور اس کی رحمت سے یہ بات قطعی بعید ہے کہ وہ خواہ مخواہ اپنے بندوں کو کفر و ایمان کی کشمکش میں مبتلا کرے اور انہیں کبھی ایک اُمّت نہ بننے دے۔ لہٰذا جو کچھ قرآن سے ثابت ہے اور جو کچھ سنّت اور اجماع سے ثابت ہے عقل بھی اسی کو صحیح تسلیم کرتی ہے اور اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اب نبوّت کا دروازہ بند ہی رہنا چاہیے۔

مسیحِ موعُود کی حقیقت

نئی نبوّت کی طرف بلانے والے حضرات عام طور پر ناواقف مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ احادیث میں "مسیح موعُود" کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور مسیح نبی تھے، اس لیے اُن کے آنے سے ختمِ نبوّت میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی، بلکہ ختمِ نبوّت بھی برحق اور اُس کے باوجود مسیح موعُود کا آنا بھی برحق۔

اسی سلسلے میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ "مسیح موعُود" سے مراد عیسٰی ابنِ مریم نہیں ہیں۔ ان کا تو انتقال ہو چکا۔ اب جس کے آنے کی خبر احادیث میں دی گئی ہے وہ مثیلِ مسیح، یعنی حضرت عیسٰیؑ کے مانند ایک مسیح ہے، اور وہ فلاں شخص ہے، جو آ چکا ہے۔ اُس کا ماننا عقیدۂ ختمِ نبوّت کے خلاف نہیں ہے۔

اس فریب کا پردہ چاک کرنے کے لیے ہم یہاں پورے حوالوں کے ساتھ وہ مستند روایات نقل کیے دیتے ہیں، جو اس مسئلے کے متعلق حدیث کی معتبر ترین کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان احادیث کو دیکھ کر ہر شخص خود معلوم کر سکتا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے کیا فرمایا تھا اور آج اس کو کیا بنایا جا رہا ہے۔

احادیث درباب نزولِ عیسٰی ابنِ مریم ؑ

۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا، قسم ہے اُس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ضرور اُتریں گے تمہارے درمیان ابنِ مریم حاکمِ عادل بن کر پھر وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے، اور خنزیر کو ہلاک

کردیں گے[۱] اور جنگ کا خاتمہ کردیں گے۔ (دوسری روایت میں حرب کے بجائے جزیہ کا لفظ ہے یعنی جزیہ ختم کردیں گے)[۲] اور مال کی وہ کثرت ہو گی کہ اس کا قبول کرنے والا کوئی نہ رہے گا اور (حالت یہ ہو جائے گی کہ لوگوں کے نزدیک خدا کے حضور) ایک سجدہ کر لینا دُنیا و ما فیہا سے بہتر ہو گا"۔ (بخاری کتاب احادیث الانبیاء، باب نزول عیسیٰ ابن مریم۔ مُسلم، باب بیان نزولِ عیسیٰ ؑ۔ ترمذی ابواب الفتن، باب فی نزول عیسیٰ۔ مسند احمد، مرویات ابو ہریرہؓ)

۲۔ ایک اور روایت حضرت ابو ہریرہؓ سے ان الفاظ میں ہے کہ لا تقوم الساعۃ حتٰی ینزل عیسیٰ ابن مریم.... "قیامت قائم نہ ہو گی جب تک نازل نہ ہو لیں عیسیٰ ابن مریم.... اور اس کے بعد وہی مضمون ہے، جو اوپر کی حدیث میں بیان ہوا ہے (بخاری، کتاب المظالم باب کسر الصلیب۔ ابن ماجہ، کتاب الفتن باب فتنۃ الدّجال)

۳۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیسے ہو گے تم جب کہ تمہارے درمیان ابن مریم اُتریں گے اور تمہارا امام اُس وقت خود تم میں سے ہو گا۔[۳]
(بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب نزول عیسیٰ ؑ۔ مسلم، بیان نزول عیسیٰ ؑ۔ مسند احمد مرویات ابی ہریرہؓ)

۴۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم نازل ہوں گے پھر وہ خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو مٹا دیں گے اور ان کے لیے نماز جمع کی جائے گی اور وہ اتنا مال تقسیم کریں گے کہ اسے قبول کرنے والا کوئی نہ ہو گا اور وہ خراج ساقط کر دیں گے اور رَوحاءؔ[۴] کے مقام پر منزل کر کے وہاں سے حج یا عمرہ کریں گے، یا دونوں کو جمع کریں گے[۵]۔ راوی کو شک ہے کہ حضور ؐ نے ان میں سے کون سی بات فرمائی تھی۔
(مسند احمد، بسلسلۂ مرویات ابی ہریرہؓ۔ مسلم کتاب الحج باب جواز التمتع فی الحج والقرآن)

۵۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے (دجّال کے خروج کا ذکر کرنے کے بعد حضور ؐ نے فرمایا) اس اثناء میں کہ مسلمان اس سے لڑنے کی تیاری کر رہے ہوں گے،

---

[۱] صلیب کو توڑ ڈالنے اور خنزیر کو ہلاک کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ عیسائیت ایک الگ دین کی حیثیت سے ختم ہو جائے گی۔ دینِ عیسوی کی پوری عمارت اس عقیدے پر قائم ہے کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے (یعنی حضرت عیسیٰ ؑ) کو صلیب پر "لعنت" کی موت دی جس سے وہ انسان کے گناہ کا کفارہ بن گیا۔ اور انبیاءؑ کی اُمتوں کے درمیان عیسائیوں کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے صرف عقیدے کو لے کر خدا کی پوری شریعت رَد کر دی حتیٰ کہ خنزیر تک کو حلال کر لیا جو تمام انبیاءؑ کی شریعتوں میں حرام رہا ہے پس جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آکر خود اعلان کر دیں گے کہ نہ میں خدا کا بیٹا ہوں، نہ میں نے صلیب پر جان دی، نہ میں کسی کے گناہ کا کفّارہ بنا تو عیسائی عقیدے کے لیے سرے سے کوئی بنیاد ہی باقی نہ رہے گی۔ اسی طرح جب وہ بتائیں گے کہ میں نے تو نہ اپنے پیروؤں کے لیے سؤر حلال کیا تھا اور نہ ان کو شریعت کی پابندی سے آزاد ٹھیرایا تھا تو عیسائیت کی دوسری امتیازی خصوصیت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

[۲] دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس وقت مِلتوں کے اختلافات ختم ہو کر سب لوگ ایک ملتِ اسلام میں شامل ہو جائیں گے اور اس طرح نہ جنگ ہو گی اور نہ کسی پر جزیہ عائد کیا جائے گا۔ اسی بات پر آگے احادیث نمبر ۵، ۱۵ دلالت کر رہی ہیں۔

[۳] یعنی نماز میں حضرت عیسیٰ ؑ امامت نہیں کرائیں گے بلکہ مسلمانوں کا جو امام پہلے سے ہو گا اسی کے پیچھے وہ نماز پڑھیں گے۔

[۴] مدینہ سے ۳۵ میل کے فاصلے پر ایک مقام۔

[۵] واضح رہے کہ اس زمانے میں جن صاحب کو مثیلِ مسیح قرار دیا گیا ہے انہوں نے اپنی زندگی میں نہ حج کیا اور نہ عمرہ۔

صفیں باندھ رہے ہوں گے اور نماز کے لیے تکبیرِ اقامت کہی جا چکی ہو گی کہ عیسیٰ ابن مریم نازل ہو جائیں گے اور نماز میں مسلمانوں کی امامت کریں گے اور اللہ کا دشمن (یعنی دجّال) ان کو دیکھتے ہی اس طرح گھُلنے لگے گا، جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام اس کو اُس کے حال ہی پر چھوڑ دیں تو وہ آپ ہی گھل کر مر جائے۔ مگر اللہ اس کو اُن کے ہاتھ سے قتل کرائے گا اور وہ اپنے نیزے میں اُس کا خون مسلمانوں کو دکھائیں گے۔" (مشکوٰۃ کتاب الفتن، باب الملاحم، بحوالۂ مسلم)

۶- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میرے اور اُن (یعنی عیسیٰ علیہ السّلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور یہ کہ وہ اُترنے والے ہیں، پس جب تم ان کو دیکھو تو پہچان لینا، وہ ایک میانہ قد آدمی ہیں۔ رنگ مائل بسُرخی و سپیدی ہے، وہ زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے۔ ان کے سر کے بال ایسے ہوں گے گویا اب ان سے پانی ٹپکنے والا ہے، حالانکہ وہ بھیگے ہوئے نہ ہوں گے وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے، صلیب کو پاش پاش کر دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے، اور اللہ ان کے زمانے میں اسلام کے سوا تمام ملتوں کو مٹا دے گا اور وہ مسیح دجّال کو ہلاک کر دیں گے اور زمین میں وہ چالیس سال ٹھہریں گے۔ پھر ان کا انتقال ہو جائے گا اور مسلمان ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔" (ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب خروج الدجّال۔ مُسند احمد، مرویات ابوہریرہؓ)

۷- حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ ... پھر عیسیٰ ابنِ مریم نازل ہوں گے، مسلمانوں کا امیر اُن سے کہے گا کہ آیئے، آپ نماز پڑھایئے، مگر وہ کہیں گے کہ نہیں، تم لوگ خود ہی ایک دوسرے کے امیر ہو[1] یہ وہ اُس عزت کا لحاظ کرتے ہوئے کہیں گے، جو اللہ نے اُس اُمّت کو دی ہے۔" (مسلم، بیان نزول عیسیٰ ابن مریم۔ مُسند احمد بسلسلہ مرویات جابرؓ بن عبداللہ)

۸- جابر بن عبداللہ (قصۂ ابن صیاد کے سلسلہ میں) روایت کرتے ہیں کہ پھر عمرؓ بن خطاب نے عرض کیا، یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اسے قتل کر دوں۔ اس پر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اگر یہ وہی شخص (یعنی دجّال) ہے تو اس کے قتل کرنے والے تم نہیں ہو بلکہ اسے تو عیسیٰؑ ابن مریم ہی قتل کریں گے اور اگر یہ وہ شخص نہیں ہے تو تمہیں اہلِ عہد (یعنی ذمّیوں) میں سے ایک آدمی کو قتل کر دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔" (مشکوٰۃ۔ کتاب الفتن، باب قصۂ ابنِ صیاد، بحوالۂ شرح السُنۂ بغوی)

۹- جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ (دجّال کا قصہ بیان کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا) اُس وقت یکایک عیسیٰؑ ابن مریم علیہ السّلام مسلمانوں کے درمیان آ جائیں گے۔ پھر نماز کھڑی ہو گی اور ان سے کہا جائے گا کہ اے رُوح اللہ آگے بڑھیے، مگر وہ کہیں گے کہ نہیں، تمہارے امام ہی کو آگے بڑھنا چاہیے، وہی نماز پڑھائے۔ پھر صبح کی نماز سے فارغ ہو کر مسلمان دجّال کے مقابلے پر نکلیں گے، فرمایا: جب وہ کذّاب حضرت عیسیٰؑ کو دیکھے گا تو گھُلنے لگے گا، جیسے نمک پانی میں گھُلتا ہے۔ پھر وہ اس کی طرف بڑھیں گے اور اسے قتل کر دیں گے اور حالت یہ ہو گی کہ درخت اور پتھر پکار اٹھیں گے کہ اے روح اللہ یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ دجّال کے پیروؤں میں سے کوئی نہ بچے گا جسے وہ (یعنی عیسیٰؑ) قتل نہ کر دیں۔ (مُسند احمد، بسلسلہ روایات جابر بن عبداللہ)

۱۰- حضرت نوّاس بن سمعان کلابی (قصۂ دجّال بیان کرتے ہوئے) روایت کرتے ہیں: اس اثناء میں کہ دجّال یہ کچھ کر رہا ہو گا، اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو بھیج دے گا

[1] یعنی تمہارا امیر تم ہی میں سے ہونا چاہیے۔

اور وہ دمشق کے مشرقی حصے میں، سفید مینار کے پاس، زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے، دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔ جب وہ سر جھکائیں گے تو ایسا محسوس ہوگا کہ قطرے ٹپک رہے ہیں، اور جب سر اٹھائیں گے تو موتی کی طرح قطرے ڈھلکتے نظر آئیں گے۔ ان کے سانس کی ہوا جس کافر تک پہنچے گی ـــ اور وہ ان کی حدِ نظر تک جائے گی ـــ وہ زندہ نہ بچے گا۔ پھر ابن مریم دجال کا پیچھا کریں گے اور لُدّ[1] کے دروازے پر اسے جا پکڑیں گے اور قتل کردیں گے۔ (مسلم ذکر الدجال۔ ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب خروج الدجال ترمذی، ابواب الفتن، باب فی فتنۃ الدجال۔ ابن ماجہ کتاب الفتن، باب فتنۃ الدجال)

۱۱۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال میری امت میں نکلے گا اور چالیس (میں نہیں جانتا چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال[2]) رہے گا۔ پھر اللہ عیسیٰؑ ابن مریم کو بھیجے گا۔ ان کا حلیہ عروہ بن مسعود (ایک صحابی) سے مشابہ ہوگا۔ وہ اس کا پیچھا کریں گے اور اسے ہلاک کردیں گے کہ دو آدمیوں کے درمیان بھی عداوت نہ ہوگی۔ (مسلم، ذکر الدجال)

۱۲۔ حذیفہ بن اُسید الغفاری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مجلس میں تشریف لائے اور ہم آپس میں بات چیت کر رہے تھے۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہو رہی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ فرمایا وہ ہرگز قائم نہ ہوگی، جب تک اس سے پہلے دس نشانیاں ظاہر نہ ہو جائیں۔ پھر آپ نے وہ دس نشانیاں یہ بتائیں۔ (۱) دھواں (۲) دجال (۳) دابۃ الارض (۴) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (۵) عیسیٰؑ ابن مریم کا نزول (۶) یاجوج و ماجوج (۷) تین بڑے خسف[3]، ایک مشرق میں، (۸) دوسرا مغرب میں، (۹) تیسرا جزیرۃ العرب میں، (۱۰) سب سے آخر میں ایک زبردست آگ، جو یمن سے اٹھے گی اور لوگوں کو ہانکتی ہوئی محشر کی طرف لے جائے گی۔ (مسلم، کتاب الفتن واشراط الساعۃ۔ ابوداؤد کتاب الملاحم، باب امارات الساعۃ)

۱۳۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ثوبان روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا: "میری امت کے دو لشکر ایسے ہیں جن کو اللہ نے دوزخ کی آگ سے بچالیا۔ ایک وہ لشکر جو ہندوستان پر حملہ کرے گا۔ دوسرا وہ، جو عیسیٰ ابن مریمؑ کے ساتھ ہوگا"۔ (نسائی، کتاب الجہاد مسند احمد، بسلسلہ روایات ثوبان)

۱۴۔ مُجمّع بن جاریہ انصاری کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ابن مریمؑ دجال کو لُدّ کے دروازے پر قتل کریں گے۔ (مسند احمد۔ ترمذی، ابواب الفتن)

۱۵۔ ابواُمامہ باہلی (ایک طویل حدیث میں دجال کا ذکر کرتے ہوئے) روایت کرتے ہیں کہ عین اس وقت جب مسلمانوں کا امام صبح کی نماز پڑھنے کے لیے آگے بڑھ چکا ہوگا، عیسیٰؑ ابن مریمؑ ان پر اتر آئیں گے۔ امام پیچھے پلٹے گا تاکہ عیسیٰؑ آگے بڑھیں، مگر عیسیٰؑ اس کے شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہیں گے کہ نہیں تم ہی نماز پڑھاؤ، کیونکہ یہ تمہارے لیے ہی کھڑی ہوئی ہے۔ چنانچہ وہی نماز پڑھائے گا۔ سلام پھیرنے کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ دروازہ کھولو، چنانچہ وہ کھولا جائے گا۔ باہر دجال ۷۰ ہزار مسلح یہودیوں کے ساتھ موجود ہوگا۔ جونہی کہ عیسیٰ علیہ السلام پر اس کی نظر پڑے گی وہ اس طرح گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی

---

[1] واضح رہے کہ لُدّ (LYDDA) فلسطین میں ریاست اسرائیل کے دارالسلطنت تل ابیب سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے اور یہودیوں نے وہاں بہت بڑا ہوائی اڈہ بنا رکھا ہے۔

[2] یہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کا اپنا قول ہے۔

[3] زمین دھنس جانا۔

میں گھلتا ہے اور وہ بھاگ نکلے گا۔ عیسیٰؑ کہیں گے میرے پاس تیرے لیے ایک ایسی ضرب ہے جس سے تو بچ کر نہ جاسکے گا۔ پھر وہ اُسے لُدّ کے مشرقی دروازے پر جالیں گے اور اللہ یہودیوں کو ہرا دے گا.... اور زمین مسلمانوں سے اس طرح بھر جائے گی، جیسے برتن پانی سے بھر جائے، سب دُنیا کا کلمہ ایک ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ ہوگی۔ (ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب فتنۃ الدجال)

۱۶۔ عثمان بن ابی العاص کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے.... اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فجر کی نماز کے وقت اُتر آئیں گے۔ مسلمانوں کا امیر اُن سے کہے گا کہ اے رُوح اللہ! آپ نماز پڑھائیے۔ وہ جواب دیں گے کہ اس اُمت کے لوگ خود ہی ایک دوسرے پر امیر ہیں۔ تب مسلمانوں کا امیر آگے بڑھ کر نماز پڑھائے گا۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر عیسیٰؑ اپنا حربہ لے کر دجال کی طرف چلیں گے۔ وہ جب ان کو دیکھے گا تو اس طرح پگھلے گا، جیسے سیسہ پگھلتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اپنے حربے سے اس کو ہلاک کر دیں گے اور اس کے ساتھی شکست کھا کر بھاگیں گے مگر کہیں انہیں چھپنے کو جگہ نہ ملے گی، حتیٰ کہ درخت پکاریں گے اے مومن، یہ کافر یہاں موجود ہے اور پتھر پکاریں گے کہ اے مومن، یہ کافر یہاں موجود ہے۔ (مسند احمد، طبرانی، حاکم)

۱۷۔ سَمُرہ بن جُندُب (ایک طویل حدیث میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: پھر صبح کے وقت مسلمانوں کے درمیان عیسیٰؑ ابن مریم آجائیں گے اور اللہ، دجال اور اس کے لشکروں کو شکست دے گا۔ یہاں تک کہ دیواریں اور درختوں کی جڑیں پکار اٹھیں گی کہ اے مومن، یہ کافر میرے پیچھے چھپا ہوا ہے آ اور اسے قتل کر۔ (مسند احمد، حاکم)

۱۸۔ عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا موجود رہے گا، جو حق پر قائم اور مخالفین پر بھاری ہوگا یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فیصلہ آجائے اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہو جائیں (مسند احمد)

۱۹۔ حضرت عائشہؓ (دجال کے قصے میں) روایت کرتی ہیں: پھر عیسیٰ علیہ السلام اُتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک زمین میں ایک امامِ عادل اور حاکمِ منصف کی حیثیت سے رہیں گے۔" (مسند احمد)

۲۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام سفینہ (دجال کے قصے میں) روایت کرتے ہیں: پھر عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور اللہ تعالیٰ دجال کو افیق[1] کی گھاٹی کے قریب ہلاک کرے گا۔ (مسند احمد)

۲۱۔ حضرت حُذَیفہ بن یمان (دجال کا ذکر کرتے ہوئے) بیان کرتے ہیں: "پھر جب مسلمان نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوں گے تو اُن کی آنکھوں کے سامنے عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم اُتریں گے۔ اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے پھر سلام پھیرنے کے بعد لوگوں سے کہیں گے کہ میرے اور اس دشمنِ خدا کے درمیان سے ہٹ جاؤ.... اور اللہ دجال کے ساتھیوں پر

---

[1] اُفیق، جسے آج کل فیق کہتے ہیں، شام اور اسرائیل کی سرحد پر موجودہ ریاست شام کا آخری شہر ہے۔ اس کے آگے مغرب کی جانب چند میل کے فاصلہ پر طبریہ نامی جھیل ہے جس میں سے دریائے اُردن نکلتا ہے اور اس کے جنوب مغرب کی طرف پہاڑوں کے درمیان ایک نشیبی راستہ ہے جو تقریباً ڈیڑھ دو ہزار فیٹ تک گہرائی میں اتر کر اس مقام پر پہنچتا ہے جہاں سے دریائے اُردن طبریہ میں سے نکلتا ہے۔ اسی پہاڑی راستے کو عقبۂ افیق (افیق کی گھاٹی) کہتے ہیں۔

مسلمانوں کو مسلط کر دے گا اور مسلمان انہیں خوب ماریں گے یہاں تک کہ درخت اور پتھر پکار اٹھیں گے ۔ اے عبداللہ، اے عبدالرحمٰن، اے مسلمان، یہ رہا ایک یہودی، مار اسے ۔ اس طرح اللہ ان کو فنا کر دے گا اور مسلمان غالب ہوں گے اور صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ ساقط کر دیں گے ۔ (مستدرک حاکم، مسلم میں بھی یہ روایت اختصار کے ساتھ آئی ہے اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۶ ص ۴۵۰ میں اسے صحیح قرار دیا ہے)

یہ جملہ ۲۱ روایات ہیں جو ۱۴ صحابیوں سے صحیح سندوں کے ساتھ حدیث کی معتبر ترین کتابوں میں وارد ہوئی ہیں، اگرچہ ان کے علاوہ دوسری بہت سی احادیث میں بھی یہ ذکر آیا ہے، لیکن طولِ کلام سے بچنے کے لیے ہم نے ان سب کو نقل نہیں کیا ہے، بلکہ صرف وہ روایتیں لے لی ہیں، جو سند کے لحاظ سے قوی تر ہیں۔

ان احادیث سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

جو شخص بھی ان احادیث کو پڑھے گا وہ خود دیکھ لے گا کہ ان میں کسی "مسیح موعود" یا "مثیلِ مسیح" یا "بروزِ مسیح" کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ہے، نہ ان میں اس امر کی کوئی گنجائش ہے کہ کوئی شخص اس زمانے میں کسی ماں کے پیٹ اور کسی باپ کے نطفے سے پیدا ہو کر یہ دعویٰ کر دے کہ میں ہی وہ مسیح ہوں جس کے آنے کی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی۔ یہ تمام حدیثیں صاف اور صریح الفاظ میں ان عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کی خبر دے رہی ہیں، جو اب سے دو ہزار سال پہلے باپ کے بغیر حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ اس مقام پر یہ بحث چھیڑنا بالکل لاحاصل ہے کہ وہ وفات پا چکے ہیں یا زندہ کہیں موجود ہیں۔ بالفرض وہ وفات ہی پا چکے ہوں تو اللہ انہیں زندہ کر کے اٹھا لانے پر قادر ہے[1] ورنہ یہ بات بھی اللہ کی قدرت سے ہرگز بعید نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو اپنی کائنات میں کہیں ہزارہا سال تک زندہ رکھے اور جب چاہے دنیا میں واپس لے آئے۔ بہرحال اگر کوئی شخص حدیث کو نہ مانتا ہو تو وہ سرے سے کسی آنے والے کی آمد کا قائل ہی نہیں ہو سکتا، کیونکہ آنے والے کی آمد کا عقیدہ احادیث کے سوا کسی اور چیز پر مبنی نہیں ہے۔ لیکن یہ ایک عجیب مذاق ہے کہ آنے والے کی آمد کا عقیدہ تو لے لیا جائے احادیث سے، اور پھر انہی احادیث کی اس تصریح کو نظر انداز کر دیا جائے کہ وہ آنے والے عیسیٰؑ ابن مریم ہوں گے نہ کہ کوئی مثیلِ مسیح۔

دوسری بات جو اتنی ہی وضاحت کے ساتھ ان احادیث سے ظاہر ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کا یہ دوبارہ نزول نبی ہو کر آنے والے شخص کی حیثیت سے نہیں ہوگا۔ نہ ان پر وحی نازل ہوگی، نہ وہ خدا کی طرف سے کوئی نیا پیغام یا نئے احکام لائیں گے، نہ وہ شریعتِ محمدیؐ میں کوئی اضافہ یا کوئی کمی کریں گے، نہ ان کو تجدیدِ دین کے لیے دنیا میں لایا جائے گا، نہ وہ آ کر لوگوں کو اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دیں گے اور نہ وہ اپنے ماننے والوں کی ایک الگ امت بنائیں گے۔ وہ صرف ایک کارِ خاص کے لیے بھیجے جائیں گے، اور وہ یہ ہوگا کہ دجال کے فتنے

---

[1] جو لوگ اس بات کا انکار کرتے ہیں انہیں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۹ ملاحظہ فرما لینی چاہیے جس میں اللہ تعالیٰ صاف الفاظ میں فرماتا ہے کہ اس نے اپنے ایک بندے کو ۱۰۰ برس تک مردہ رکھا اور پھر زندہ کر دیا۔ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ

[2] علمائے اسلام نے اس مسئلے کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ علامہ تفتازانی (۷۲۲ھ – ۷۹۲ھ) شرح عقائدِ نسفی میں لکھتے ہیں: "یہ ثابت ہے کہ محمدؐ آخری نبی ہیں۔ اگر کہا جائے کہ آپ کے بعد عیسیٰؑ کے نزول کا ذکر احادیث میں آیا ہے تو ہم کہیں گے کہ ہاں، آیا ہے، مگر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوں گے، کیونکہ ان کی شریعت تو منسوخ ہو چکی ہے اس لیے نہ ان کی طرف وحی ہوگی اور نہ وہ احکام مقرر کریں گے، بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کی حیثیت سے کام کریں گے۔"

(باقی اگلے صفحہ پر)

کا استیصال کریں۔ اس غرض کے لیے وہ ایسے طریقے سے نازل ہوں گے کہ جن مسلمانوں کے درمیان ان کا نزول ہوگا انہیں اس امر میں کوئی شک نہ رہے گا کہ یہ عیسیٰؑ ابن مریم ہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئیوں کے مطابق ٹھیک وقت پر تشریف لائے ہیں۔ وہ آکر مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو جائیں گے۔ جو بھی مسلمانوں کا امام اُس وقت ہو گا، اسی کے پیچھے نماز پڑھیں گے[1] اور جو بھی اس وقت مسلمانوں کا امیر ہوگا اسی کو آگے رکھیں گے، تاکہ اس شبہ کی کوئی ادنیٰ سی گنجائش بھی نہ رہے کہ وہ اپنی سابق پیغمبرانہ حیثیت کی طرح اب پھر پیغمبری کے فرائض انجام دینے کے لیے واپس آئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی جماعت میں اگر خدا کا پیغمبر موجود ہو تو نہ اس کا کوئی امام دوسرا شخص ہو سکتا ہے اور نہ امیر۔ پس جب وہ مسلمانوں کی جماعت میں آکر محض ایک فرد کی حیثیت سے شامل ہوں گے تو یہ گویا خود بخود اس امر کا اعلان ہوگا کہ وہ پیغمبر کی حیثیت سے تشریف نہیں لائے ہیں اور اس بنا پر ان کی آمد سے مُہرِ نبوت کے ٹوٹنے کا قطعاً کوئی سوال پیدا نہ ہوگا۔

اُن کا آنا بلا تشبیہ اسی نوعیت کا ہوگا جیسے ایک صدرِ ریاست کے دَور میں کوئی سابق صدر آئے اور وقت کے صدر کی ماتحتی میں مملکت کی کوئی خدمت انجام دے۔ ایک معمولی سمجھ بوجھ کا آدمی بھی یہ بات بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ایک صدر کے دَور میں کسی سابق صدر کے محض آجانے سے آئین نہیں ٹوٹتا۔ البتہ دو صورتوں میں آئین کی خلاف ورزی لازم آتی ہے۔ ایک یہ کہ سابق صدر آکر پھر سے فرائضِ صدارت سنبھالنے کی کوشش کرے۔ دوسرے یہ کہ کوئی شخص اس کی سابق صدارت کا بھی انکار کر دے۔ کیونکہ یہ اُن تمام کاموں کے لیے جواز کو چیلنج کرنے کا ہم معنی ہوگا، جو اس کے دَورِ صدارت میں انجام پائے تھے۔ ان دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت بھی نہ ہو تو بجائے خود سابق صدر کی آمد آئینی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتی۔ یہی معاملہ حضرت عیسیٰؑ کی آمدِ ثانی کا بھی ہے کہ ان کے محض آجانے سے ختم نبوت نہیں ٹوٹتی۔ البتہ اگر وہ آکر پھر نبوت کا منصب سنبھال لیں اور فرائض نبوت انجام دینے شروع کر دیں، یا کوئی شخص ان کی سابق نبوت کا بھی انکار کر دے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے آئینِ نبوت کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔ احادیث نے پوری وضاحت کے ساتھ دونوں صورتوں کا سدِّ باب کر دیا ہے۔ ایک طرف وہ تصریح کرتی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبوت نہیں ہے اور دوسری طرف وہ خبر دیتی ہیں کہ عیسیٰؑ ابن مریمؑ دوبارہ نازل ہوں گے۔ اس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان کی یہ آمدِ ثانی منصبِ نبوت کے فرائض انجام دینے کے لیے نہ ہوگی۔ اسی طرح ان کی آمد سے مسلمانوں کے اندر کفر و ایمان کا بھی کوئی نیا سوال پیدا نہ ہوگا۔ اُن کی سابقہ نبوت پر تو آج بھی اگر کوئی ایمان نہ لائے تو کافر ہو جائے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی اُس

اور یہی بات علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں کہتے ہیں۔

پھر، عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ اپنی سابق نبوت پر باقی ہوں گے، بہر حال اس سے معزول تو نہ ہو جائیں گے، مگر وہ اپنی پچھلی شریعت کے پیرو نہ ہوں گے، کیونکہ وہ ان کے اور دوسرے سب لوگوں کے حق میں منسوخ ہو چکی ہے اور اب وہ اصول اور فروع میں اس شریعت کی پیروی پر مکلف ہوں گے۔ لہٰذا ان پر نہ اب وحی آئے گی اور نہ انہیں احکام مقرر کرنے کا اختیار ہوگا، بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور آپ کی اُمت میں اُمتِ محمدیہ کے حاکموں میں سے ایک حاکم کی حیثیت سے کام کریں گے۔ (جلد ۲۲ ۔ ص ۳۲)

امام رازی اس بات کو اور زیادہ وضاحت کے ساتھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔

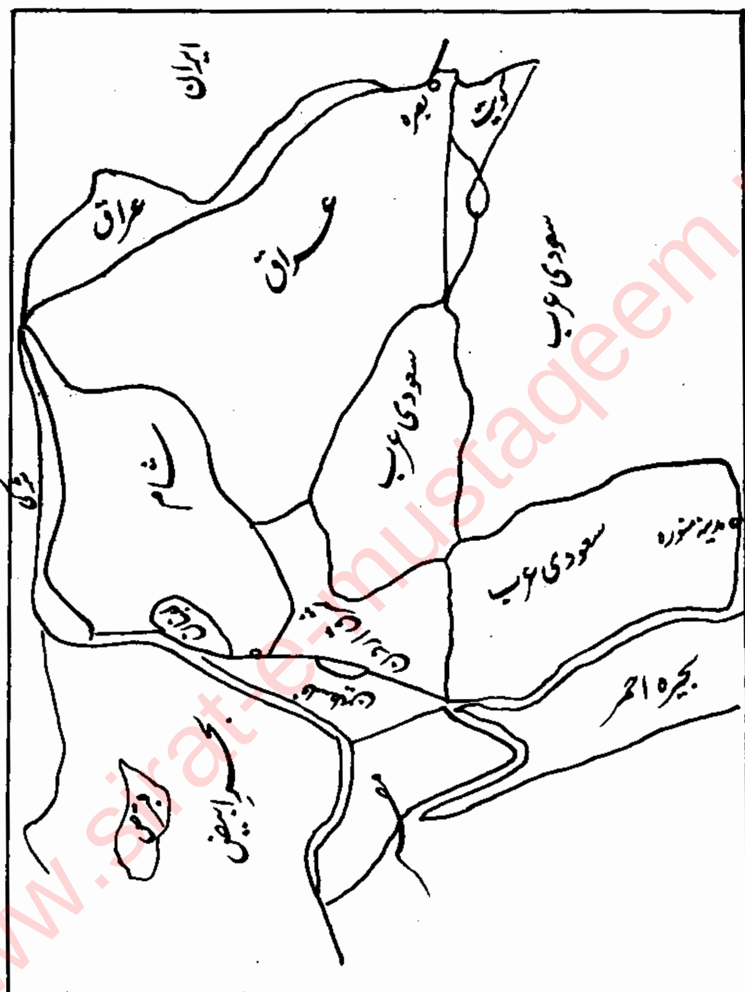
انبیاءؑ کا دَور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک تھا۔ جب آپؐ مبعوث ہو گئے تو انبیاءؑ کی آمد کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اب یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نازل ہونے کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوں گے۔ (تفسیر کبیر، ج ۳ ۔ ص ۳۴۳)

نبوّت پر ایمان رکھتے تھے اور آپ کی ساری اُمّت ابتدا سے اُن کی مومن ہے۔ یہی حیثیت اُس وقت بھی ہوگی۔ مسلمان کسی تازہ نبوّت پر ایمان نہ لائیں گے، بلکہ عیسیٰ ابنِ مریم علیہا السلام کی سابقہ نبوّت پر ایمان رکھیں گے، جس طرح آج رکھتے ہیں۔ یہ چیز نہ آج ختمِ نبوّت کے خلاف ہے نہ اُس وقت ہوگی۔

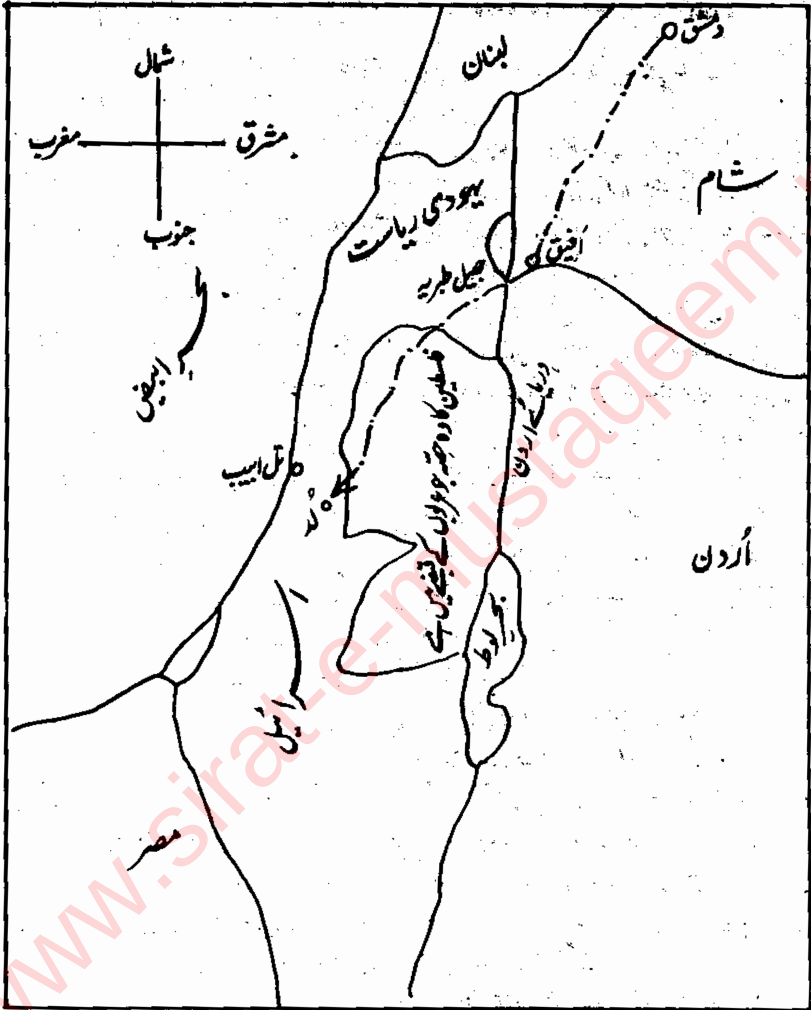
آخری بات جو ان احادیث سے، اور بکثرت دوسری احادیث سے بھی معلوم ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ دجّال، جس کے فتنۂ عظیم کا استیصال کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بھیجا جائے گا، یہودیوں میں سے ہوگا۔ اور اپنے آپ کو "مسیح" کی حیثیت سے پیش کرے گا۔ اس معاملے کی حقیقت کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا، جب تک وہ یہودیوں کی تاریخ اور ان کے مذہبی تصوّرات سے واقف نہ ہو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد جب بنی اسرائیل پے در پے تنزل کی حالت میں مبتلا ہوتے چلے گئے، یہاں تک کہ آخر کار بابل اور اسیریا کی سلطنتوں نے ان کو غلام بنا کر زمین میں تتر بتر کر دیا، تو انبیائے بنی اسرائیل نے ان کو خوشخبری دینی شروع کی کہ خدا کی طرف سے ایک "مسیح" آنے والا ہے، جو ان کو اس ذلت سے نجات دلائے گا۔ ان پیشینگوئیوں کی بنا پر یہودی ایک مسیح کی آمد کے متوقع تھے جو بادشاہ ہو، لڑ کر ملک فتح کرے، بنی اسرائیل کو ملک ملک سے لا کر فلسطین میں جمع کر دے اور ان کی ایک زبردست سلطنت قائم کر دے۔ لیکن ان کی ان توقعات کے خلاف جب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام خدا کی طرف سے مسیح ہو کر آئے اور کوئی لشکر ساتھ نہ لائے تو یہودیوں نے ان کی مسیحیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں ہلاک کرنے کے درپے ہو گئے۔ اُس وقت سے آج تک دُنیا بھر کے یہودی اُس مسیحِ موعود (PROMISED MESSIAH) کے منتظر ہیں، جس کے آنے کی خوشخبریاں ان کو دی گئی تھیں۔ اُن کا لٹریچر اس آنے والے دَور کے سہانے خوابوں سے بھرا پڑا ہے۔ تلمود اور ربّیوں کے ادبیات میں اُس کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اُس کی خیالی لذّت کے سہارے صدیوں سے یہودی جی رہے ہیں اور یہ اُمید لیے بیٹھے ہیں کہ یہ مسیحِ موعود ایک زبردست جنگی و سیاسی لیڈر ہوگا، جو دریائے نیل سے دریائے فرات تک کا علاقہ (جسے یہودی اپنی میراث کا ملک سمجھتے ہیں) انہیں واپس دلائے گا اور دُنیا کے گوشے گوشے سے یہودیوں کو لا کر اس ملک میں پھر سے جمع کر دے گا۔

اب اگر کوئی شخص مشرقِ وسطیٰ کے حالات پر ایک نگاہ ڈالے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئیوں کے پس منظر میں ان کو دیکھے تو وہ فوراً یہ محسوس کرے گا کہ اس دجّالِ اکبر کے ظہور کے لیے اسٹیج بالکل تیار ہو چکا ہے، جو حضورؐ کی دی ہوئی خبروں کے مطابق یہودیوں کا مسیحِ موعود بن کر اُٹھے گا۔ فلسطین کے بڑے حصّے سے مسلمان بے دخل کیے جا چکے ہیں اور وہاں اسرائیل کے نام سے ایک یہودی ریاست قائم کر دی گئی ہے۔ اس ریاست میں دُنیا بھر کے یہودی کھنچ کھنچ کر چلے آ رہے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے اس کو ایک زبردست جنگی طاقت بنا دیا ہے۔ یہودی سرمائے کی بے پایاں امداد سے یہودی سائنس داں اور ماہرینِ فنون اُس کو روز افزوں ترقّی دیتے چلے جا رہے ہیں اور اُس کی یہ طاقت گرد و پیش کی مسلمان قوموں کے لیے ایک خطرۂ عظیم بن گئی ہے۔ اس ریاست کے لیڈروں نے اپنی اس تمنّا کو کچھ چھپا کر نہیں رکھا ہے کہ وہ اپنی "میراث کا ملک" حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مستقبل کی یہودی سلطنت کا جو نقشہ وہ ایک مدّت سے کھلم کھلا شائع کر رہے ہیں، اُسے مقابل کے صفحے پر ملاحظہ فرمائیے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پورا شام، پورا لبنان، پورا اُردن اور تقریباً سارا عراق لینے کے علاوہ ٹرکی سے اسکندرون، مصر سے سینا اور ڈیلٹا کا علاقہ اور سعودی عرب سے بالائی حجاز و نجد کا علاقہ لینا چاہتے ہیں، جس میں مدینہ منوّرہ بھی شامل ہے۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے صاف محسوس ہوتا ہے کہ آئندہ کسی عالمگیر جنگ کی ہڑبونگ سے فائدہ اُٹھا کر وہ ان علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے اور ٹھیک اس موقع پر وہ دجّالِ اکبر اُن کا مسیحِ موعود بن کر اُٹھے گا، جس کے ظہور کی خبر دینے ہی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اکتفا نہیں فرمایا ہے بلکہ یہ بھی

وہ یہودی ریاست جس کا خواب اسرائیل کے لیڈر دیکھ رہے ہیں۔



حقیقی مسیح کے نزول کا مقام



★★★★★★★★★★★★★★★★★★

"میری اُمت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے، ہر ایک یہی کہے گا کہ میں اللہ کا نبی ہوں"

(حدیثِ نبویؐ)

★★★★★★★★★★★★★★★★★★

بتا دیا ہے کہ اُس زمانے میں مسلمانوں پر مصائب کے ایسے پہاڑ ٹوٹیں گے کہ ایک دن ایک سال کے برابر محسوس ہو گا اسی بنا پر آپ فتنۂ مسیح دجّال سے خود بھی خدا کی پناہ مانگتے تھے اور اپنی اُمت کو بھی پناہ مانگنے کی تلقین فرماتے تھے۔

اس مسیح دجّال کا مقابلہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کسی مثیل مسیح کو نہیں، بلکہ اُس اصلی مسیح کو نازل فرمائے گا جسے دو ہزار برس پہلے یہودیوں نے ماننے سے انکار کر دیا تھا اور جسے وہ اپنی دانست میں صلیب پر چڑھا کر ٹھکانے لگا چکے تھے۔ اس حقیقی مسیح کے نزول کی جگہ ہندوستان یا افریقہ یا امریکہ میں نہیں، بلکہ دمشق میں ہو گی کیونکہ یہی مقام اُس وقت عین محاذِ جنگ پر ہو گا۔ براہِ کرم دوسرے صفحے پر نقشہ ملاحظہ فرمائیے۔ اس میں آپ دیکھیں گے کہ اسرائیل کی سرحد سے دمشق بمشکل ۵۰ - ۶۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ پہلے جو احادیث ہم نقل کر آئے ہیں ان کا مضمون اگر آپ کو یاد ہے تو آپ کو یہ سمجھنے میں کوئی زحمت نہ ہو گی کہ مسیح دجّال ۷۰ ہزار یہودیوں کا لشکر لے کر شام میں گھسے گا اور دمشق کے سامنے جا پہنچے گا۔ ٹھیک اس نازک موقع پر دمشق کے مشرقی حصے میں ایک سفید مینار کے قریب حضرت عیسیٰؑ ابن مریم صبحدم نازل ہوں گے اور نمازِ فجر کے بعد مسلمانوں کو اس کے مقابلے پر لے کر نکلیں گے۔ اُن کے حملے سے دجّال پسپا ہو کر اُفیق کی گھاٹی سے (ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۲۱) اسرائیل کی طرف پلٹے گا اور وہ اس کا تعاقب کریں گے۔ آخر کار لدّ کے ہوائی اڈے پر پہنچ کر وہ اُن کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ (حدیث نمبر ۱۰، ۱۴، ۱۵) اس کے بعد یہودی چُن چُن کر قتل کیے جائیں گے اور ملتِ یہود کا خاتمہ ہو جائے گا۔ (حدیث نمبر ۹، ۱۵، ۲۱) عیسائیت بھی حضرت عیسیٰؑ کی طرف سے اظہارِ حقیقت ہو جانے کے بعد ختم ہو جائے گی۔ (حدیث نمبر ۱، ۲، ۴، ۶) اور تمام ملتیں ایک ہی ملتِ مسلمہ میں ضم ہو جائیں گی (حدیث نمبر ۶، ۱۵)

یہ ہے وہ حقیقت جو کسی اشتباہ کے بغیر احادیث میں صاف نظر آتی ہے۔ اس کے بعد اس امر میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے کہ "مسیح موعود" کے نام سے جو کاروبار ہمارے ملک میں پھیلایا گیا ہے، وہ ایک جعل سازی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔

اس جعل سازی کا سب سے زیادہ مضحکہ انگیز پہلو یہ ہے کہ جو صاحب اپنے آپ کو ان پیشین گوئیوں کا مصداق قرار دیتے ہیں انہوں نے خود عیسیٰؑ ابن مریم بننے کے لیے یہ دلچسپ تاویل فرمائی ہے:

"اُس نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے) براہین احمدیہ کے تیسرے حصے میں میرا نام مریم رکھا۔ پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے، دو برس تک صفتِ مریمیت میں میں نے پرورش پائی ... پھر ... مریمؑ کی طرح عیسیٰؑ کی رُوح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارے کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد، جو دس مہینے سے زیادہ نہیں، بذریعہ اُس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم میں درج ہے، مجھے مریم سے عیسیٰؑ بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھیرا۔" کشتیٔ نوح ص ۸۷، ۸۸ - ۸۹)

یعنی پہلے مریم بنے، پھر خود ہی حاملہ ہوئے، پھر اپنے پیٹ سے آپ عیسیٰ ابن مریم بن کر تولّد ہو گئے! اس کے بعد یہ مشکل پیش آئی کہ عیسیٰ ابن مریم کا نزول تو احادیث کی رُو سے دمشق میں ہونا تھا، جو کئی ہزار برس سے شام کا ایک مشہور و معروف مقام ہے اور آج بھی دنیا کے نقشے پر اسی نام سے موجود ہے۔ یہ مشکل ایک دوسری پُرلطف تاویل سے یوں رفع کی گئی۔

"واضح ہو کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر منجانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبے کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں، جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں .... یہ قصبہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس

(باقی صفحہ ۲۶۳ پر)

حضورؐ کے بعد کسی کو نبی مان لینے کا نتیجہ کیا ہوگا؟

قادیانیت — اشاعتِ خاص

اسلامی تصوّرِ حیات میں توحید کے بعد سب سے بڑی اہمیت عقیدۂ ختمِ نبوّت کو حاصل ہے بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہی وہ اصل بنیاد ہے جس کی وجہ سے اسلام دوسرے الہامی مذاہب سے ممتاز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی گزشتہ پیغام کے متعلق نہیں فرمایا کہ اس کی تکمیل ہو چکی ہے اور اس کی حفاظت کا میں ذمہ دار ہوں۔ دُنیا کے تمام وہ صحائف جو گم ہو چکے ہیں، ان کا گم ہو جانا ہی ان کے وقتی اور عارضی ہونے کی ایک بیّن دلیل ہے اور جو موجود ہیں ان کی ایک ایک آیت تلاش کیجیے آپ کہیں بھی ان میں اپنی تکمیل اور حفاظت کے وعدہ کے متعلق ایک خفیف سے خفیف اشارہ تک نہ پائیں گے، بلکہ اس کے برعکس ایک آنے والے نبی کی عالمگیر اور دائمی تعلیم، اور اس تعلیم کے عملی نمونہ کے متعلق آپ کو جا بجا تصریحات ملیں گی۔ مثال کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں:-

"خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی سُننا۔ یہ تیری اُس درخواست کے متعلق ہوگا، جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن خواب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ہی ایسی بڑی آگ کا نظارہ ہو تاکہ میں مر نہ جاؤں۔" (استثناء ۱۸: ۱۵، ۱۶)

"اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں، سو ٹھیک کہتے ہیں۔ میں اُن کے لیے اُن کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے مُنہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُسے حکم دُوں گا وہی اُن سے کہے گا اور جو کوئی میری اُن باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سُنے تو میں اُن کا حساب اُس سے لوں گا۔" (۱۸: ۱۸، ۱۹)

"اور مردِ خدا موسیٰ نے جو دُعائے خیر دے کر اپنی وفات سے پہلے بنی اسرائیل کو برکت دی، وہ یہ ہے۔

اور اُس نے کہا:
خداوند سیناسے آیا
اور شعیر سے اُن پر آشکارا ہُوا
وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہُوا
اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا
اُس کے داہنے ہاتھ پر اُن کے لیے آتشیں شریعت ہوگی (استثناء ۳۳۔۲)

تورات ان مذکورہ بالا آیتوں میں صاف طور پر بتا رہی ہے کہ ایک اور نبی موسیٰ علیہ السلام کے مثل اس دنیا میں تشریف لانے والے ہیں جو اپنے ساتھ ایک اور "آتشیں شریعت" بھی لائیں گے اور اُن کے مُنہ میں خدا اپنا کلام بھی دے گا۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ حضرت موسیٰ کا پیغام آخری نہیں ہے اور اس لحاظ سے اُن کا نمونہ بھی دائمی نہیں۔

اس کے بعد یسعیاہ نبی ایک اور رسول کی خوشخبری سناتے ہیں۔
"اے صیون کو خوشخبری سنانے والی اُونچے پہاڑ پر چڑھ جا اور اے یروشلم کو بشارت دینے والی زور سے اپنی آواز بلند کر، خوب پکار اور مت ڈر۔ یہوداہ کی بستیوں سے کہہ "دیکھو۔ اپنا خدا دیکھو۔ خداوند خدا بڑی قدرت کے ساتھ آئے گا اور اس کا بازو اس کے لیے سلطنت کرے گا۔ دیکھو اُس کا صلہ اُس کے ساتھ ہے اور اُس کا اجر اُس کے سامنے۔ وہ چوپان کی مانند اپنا گلہ چرائے گا۔ وہ برّوں کو اپنے بازوؤں میں جمع کرے گا اور اپنی بغل میں لے کر چلے گا اور اُن کو جو دودھ پلاتی ہیں آہستہ آہستہ لے جائیگا"۔ (یسعیاہ ۴۰۔۹۔۱۰۔۱۱)

انبیائے بنی اسرائیل کے دیگر صحائف اور زبُور میں بھی آئندہ آنے والوں کی بشارتیں ہیں ——
ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں سے کسی بھی نبی کا پیغام اور اس کی اپنی زندگی بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے واجب الاطاعت نہیں۔

انجیل کو دیکھئے، وہ اعلان کرتی ہے۔
"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو مجھ پر ایمان رکھتا ہے، یہ کام جو میں کرتا ہوں وہ بھی کرے گا بلکہ ان سے بڑے کام کرے گا۔ کیونکہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں۔ اور جو کچھ تم میرے نام سے چاہو گے، میں وہی کروں گا۔ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے اور میں باپ سے درخواست کرونگا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے"۔ (یوحنا ۱۴:۱۲۔۱۶)

"میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں۔ لیکن مددگار یعنی روح القدس، جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔ میں تمہیں اطمینان دیئے جاتا ہوں۔ اپنا اطمینان تمہیں دیتا ہوں۔ جس طرح دُنیا دیتی ہے، میں تمہیں اُس طرح نہیں دیتا۔ تمہارا دِل نہ گھبرائے اور نہ ڈرے"۔ (یوحنا ۱۴:۲۶)

"لیکن میں نے یہ باتیں اس لیے تم سے کہیں کہ جب اُن کا وقت آئے تو تم کو یاد آ جائے کہ میں نے تم سے کہہ دیا تھا اور میں نے شروع میں تم سے یہ باتیں اس لیے نہ کہیں کہ میں تمہارے ساتھ تھا۔ مگر اب میں اپنے بھیجنے والے کے پاس جاتا ہوں اور تم میں سے کوئی مجھ سے نہیں پوچھتا کہ تُو کہاں جاتا ہے۔ بلکہ اس لیے کہ میں نے یہ باتیں تم سے کہیں۔ تمہارا دل غم سے بھر گیا۔ لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ

مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اُسے تمہارے پاس بھیج دُوں گا اور وہ آکر دُنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصور وار ٹھہرائے گا۔ گناہ کے بارے میں اس لیے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ راست بازی کے بارے میں اس لیے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت کے بارے میں اس لیے کہ دُنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے، مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم اُن کو برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سُنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔" (یُوحنا ۱۶: ۷-۱۵)

ان آیات میں انجیل نے صاف اعلان کیا ہے کہ خود انجیل خدا کا آخری کلام نہیں اور اس وجہ سے اُس کا پیش کرنے والا بھی وہ آخری انسان نہیں، جس کا ہر فعل اور قول قیامت تک لوگوں کے لیے نجات کی آخری اور واحد سند ہو۔ مسیح علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایک اور آئے گا جو اُس کے پیغام کی تکمیل کرے گا۔ مگر محمد رسول اللہ کا پیغام اپنے بعد کسی اور آنے والے کا پیغام نہیں دیتا۔ خداوند تعالیٰ نے جس طرح دین کے متعلق "آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔" ارشاد فرمایا ہے، بالکل اسی طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی کہا ہے۔

"محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور نبیوں (کے سلسلے) کو ختم کرنے والے ہیں۔"

بقیہ: صفحہ ۲۶۰

میں سکونت رکھتے ہیں، دمشق سے ایک مشابہت اور مناسبت رکھتا ہے۔" (حاشیہ ازالۂ اوہام ص ۶۳ تا ۷۲)

پھر ایک اور اُلجھن یہ باقی رہ گئی کہ احادیث کی رُو سے ابنِ مریم کو ایک سفید منارہ کے پاس اُترنا تھا۔ چنانچہ اس کا حل یہ نکالا گیا کہ مسیح صاحب نے آکر اپنا منارہ خود بنوا لیا۔ اب اسے کون دیکھتا ہے کہ احادیث کی رُو سے منارہ وہاں ابنِ مریمؑ کے نزول سے پہلے موجود ہونا چاہیے تھا اور یہاں وہ مسیح موعود صاحب کی تشریف آوری کے بعد تعمیر کیا گیا۔

آخری اور زبردست اُلجھن یہ تھی کہ احادیث کی رُو سے تو عیسیٰؑ ابن مریم کو لُد کے دروازے پر دجّال کو قتل کرنا تھا۔ اس مشکل کو رفع کرنے کی فکر میں پہلے طرح طرح کی تاویلیں کی گئیں۔ کبھی تسلیم کیا گیا کہ لُد بیت المقدس کے دیہات میں سے ایک گاؤں کا نام ہے (ازالہ اوہام، شائع کردہ انجمن احمدیہ لاہور، تقطیع خورد صفحہ ۲۲۰) پھر کہا گیا کہ لُد "اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو بے جا جھگڑا کرنے والے ہوں۔ جب دجّال کے بے جا جھگڑے کمال تک پہنچ جائیں گے، تب مسیح موعود ظہور کرے گا اور اس کے تمام جھگڑوں کا خاتمہ کر دے گا۔" (ازالۂ اوہام صفحہ ۷۳۰) لیکن:۔ اس سے بھی بات نہ بنی تو صاف کہہ دیا گیا کہ لُد سے مراد لدھیانہ ہے اور اس کے دروازے پر دجّال کے قتل سے مراد یہ ہے کہ اشرار کی مخالفت کے باوجود وہیں سب سے پہلے مرزا صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئی (الہدیٰ ص ۹۱)

ان تاویلات کو جو شخص بھی کھلی آنکھوں سے دیکھے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ جھوٹے بہروپ FLASE INPERS. ONATION) کا صریح ارتکاب ہے، جو علی الاعلان کیا گیا ہے۔

(سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

حضور سرورِ دو عالمؐ نے اسی مضمون کی کئی طریقوں سے صراحت فرمائی ہے۔ مثال کے طور پر ہم یہاں چند احادیث نقل کرتے ہیں:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کا حال یہ تھا کہ ان کی قیادت انبیاء کیا کرتے تھے جب کوئی نبی مر جاتا تو دوسرا نبی اس کی جانشینی کرتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، بلکہ خلفاء ہوں گے۔"

"نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین وجمیل بنائی مگر ایک کونہ میں اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی پر اظہارِ حیرت کرتے تھے، مگر کہتے تھے کہ اس اینٹ کی جگہ پُر کیوں نہ کر دی گئی اور وہ اینٹ میں ہُوں اور میں خاتم النبیّین ہُوں۔"

"عبدالرحمان بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے مکان سے نکل کر ہمارے سامنے تشریف لائے اور اس انداز سے کہ گویا آپ ہم سے رخصت ہو رہے ہیں یہ فرمایا: میں محمد نبی اُمّی ہوں (تین بار یہ فقرہ آپ نے دہرایا) اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

"نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امّت کے بعد کوئی امت (یعنی کسی نبی کی امّت) نہیں۔"

یہ عقیدہ اسلام میں اس قدر بنیادی اہمیت رکھتا ہے کہ علماءِ امّت نے کسی مدعیِ نبوت سے دلیلِ نبوت کے مطالبہ کو بھی کفر سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہؒ کے زمانے میں ایک مدعیِ نبوت نے جب نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ مجھے موقع دو کہ میں اپنی نبوت کے دلائل پیش کروں تو اس پر فلسفۂ تشریعِ اسلام کے اس رمز شناس نے یہ قانونی حکم (RULING) دیا:

"جو شخص اُس سے کسی علامت کا مطالبہ کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

اسی طرح حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے اس کی اہمیت کا یُوں اظہار کیا ہے:

امّت نے اس لفظ (لانبی بعدی) سے یہ سمجھا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلّم نے یہ بتا دیا ہے کہ آپ کے بعد کبھی نہ کوئی نبی آئے گا اور نہ رُسول۔ اور یہ کہ اس میں کسی تاویل اور تخصیص کی گنجائش نہیں ہے۔ جو شخص اس کی تاویل کر کے اسے کسی خاص معنی کے ساتھ مخصوص کرے، اس کا کلام ہذیان ہے اور یہ تاویل اس پر تکفیر کا حکم لگانے میں مانع نہیں ہے، کیونکہ وہ اُس نص کو جھٹلا رہا ہے، جس کے متعلق تمام امّت کا اجماع ہے کہ اس کی تاویل وتخصیص نہیں کی جا سکتی۔"

یہ سب تصریحات اس حقیقت کو ثابت کرتی ہیں کہ سُلطانِ کائنات کی طرف سے روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کو جس آخری نبی کے ذریعہ سے مستند ہدایت نامہ اور ضابطۂ قانون بھیجا گیا اور جس کو اس ضابطہ کے مطابق کام کر کے ایک مکمل نمونہ قائم کر دینے پر مامور کیا گیا وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے چنانچہ قرآن ارشاد فرماتا ہے:

"کہہ دو کہ "اے نبی نوعِ انسان! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہُوں، جس کے لیے آسمانوں

اور زمین کی سلطنت ہے۔ جس کے سوا کوئی خدا نہیں جو مارنے اور جلانے والا ہے۔ پس ایمان لاؤ خدا پر اور اس کے رسول نبی اُمّی پر جو اللہ اور اس کے فرامین پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو۔ امید ہے تم راہِ راست پاؤ۔"

"اے محمدؐ! ہم نے تمہیں تمام انسانوں کے لیے ڈرانے والا بشارت دینے والا بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔" (السبا۔۳)

"اے محمدؐ! ہم نے تمہیں لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اس پر خدا کی گواہی کافی ہے۔" (النساء)

معاملہ پھر یہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ انسانوں پر یہ حقیقت بھی پوری طرح واضح کر دی کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ مقدس ہی وہ کامل نمونہ ہے جس کی پیروی تمہارے ایمان کی اوّلین شرط ہے اور جس کی غیر مشروط اطاعت پر تمہاری دُنیوی فلاح اور اُخروی نجات کا انحصار ہے۔

"تمہارے لیے رسولِ خدا میں ایک اچھا نمونہ ہے اس کے لیے جو اُمید رکھتا ہے اللہ کی اور یومِ آخر کی اور جو اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتا ہے۔"

اس آیت میں حق تعالےٰ نے زندگی کے ہر ہر مرحلہ میں رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلّم کے نقشِ قدم پر چلنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ اور یومِ آخر پر ایمان اس امر کا متقاضی ہے کہ حضور سرورِ دوعالم کی بلاچون وچرا پیروی کی جائے۔ چنانچہ قرآنِ حکیم میں بار بار اس کی تاکید کی گئی ہے:-

"جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔" (النساء)

"اہلِ ایمان کا کام تو یہ ہے کہ جب اُن کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ (رسولؐ) انکے درمیان فیصلہ کرے تو وہ کہیں کہ ہم نے سُنا اور مان لیا۔ ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ..... اور اگر تم اس کی (یعنی رسولؐ کی) اطاعت کروگے تو ہدایت پاؤگے۔" (النور۔۱)

"پس قسم ہے تیرے پروردگار کی، نہیں! وہ ہرگز مومن نہیں جب تک کہ وہ اپنے آپس کے جھگڑے میں تجھ کو فیصلہ کرنے والا نہ بنائیں۔ پھر تو جو کچھ فیصلہ کرے اس سے اپنے دلوں میں کوئی تنگی بھی نہ پائیں بلکہ سربسر تسلیم کرلیں۔" (النساء۔۹)

"کسی مومن یا مومنہ کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی بات کا فیصلہ کردے تو ان کے لیے اپنے معاملہ میں خود کوئی فیصلہ کرنے کا اختیار باقی رہے اور جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔" (احزاب۔ ۵)

"رسولؐ جو کچھ (حکم) تمہیں دے اُسے تھام لو، اور جس سے تمہیں روکے، رُک جاؤ۔"

"اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور رسولؐ پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی۔ پھر اُن میں سے ایک گروہ اس کے بعد منہ پھیرتا ہے اور یہ لوگ مومن نہیں ہیں اور جب وہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ وہ (رسولؐ) اُن کے مابین فیصلہ کرے، تو اُس وقت اُن میں سے ایک گروہ روگردانی کرتا ہے۔" (النور۔۴۷)

حضورؐ نے اس آیت کی اس طرح ترجمانی فرمائی ہے:-

"جس نے محمدؐ کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمدؐ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اللہ کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کے درمیان محمدؐ ہی نشانِ امتیاز ہے۔"

ان آیات سے یہ حقیقت خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ حضورؐ سرورِ دو عالم کی مستقل بالذات پیشوائی و رہنمائی تسلیم کرنے پر ہی ایمان کا انحصار ہے۔ اس لحاظ سے ہر دوسرے انسان کی اطاعت سُنّتِ رسول اللہ کے تحت ہو گی نہ کہ اس سے آزاد ہو کر۔ حضورؐ ہی وہ واحد معیارِ حق ہیں، جو ہر تنقید سے بالاتر ہیں اور اس بنا پر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ہر ایک کو انہی کے معیارِ کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو، اس کو اسی درجہ میں رکھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضورؐ خداوند تعالیٰ کے منشا کے آخری نمائندے ہیں۔ انہیں اس بات پر مامور کیا گیا ہے کہ وہ خالقِ کائنات کی پسند و ناپسند کو قیامت تک دُنیا کے لیے واضح فرما دیں، اس کے اوامر و نواہی کی قطعی تعبیر و تفصیل پیش کر دیں اور خدا کے دیئے ہوئے اصولوں کو عملی حالات پر منطبق کر کے بتا دیں کہ یہ اُن کی آخری شکل ہے۔

ایمان باللہ کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے لیے ایک خالق، ایک رب، ایک آقا، ایک ہادی اور ایک قانون ساز کا وجود تسلیم کرے۔ اس کے سامنے جوابدہی اور ذمہ داری کو محسوس کرے اور اس کی پسند کو اختیار کرنے اور اس کی ناپسند سے بچنے کی فکر کرے۔ مگر وہ ذاتِ مقدّس، وہ بزرگ و برتر وجود جس کی وجہ سے انسانوں کو یہ سعادت نصیب ہوئی اور جب تک کائنات قائم ہے نصیب ہوتی رہے گی، وہ حضورؐ سرورِ دو عالم کی ذاتِ بابرکات ہے۔ لہٰذا اُن پر ایمان لانے اور بلا تامل اطاعت کرنے میں ہی انسان کے لیے راہِ نجات ہے۔ صحیح مسلم میں آپ کا وہ خطبہ مذکورہ ہے، جو اس حقیقت کی ترجمانی کرتا ہے۔

"حمدِ الٰہی کے بعد) بہترین کلام خدا کا کلام ہے اور بہترین طریقہ محمد صلے اللہ علیہ وسلّم کا طریقہ ہے۔ بدترین امور نئی باتیں ہیں اور ہر نئی بات گمراہی ہے۔"

مُسند احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے :۔

"میرا طریقہ اور میرے ہدایت یافتہ جانشینوں کا طریقہ اختیار کرو، اس کو اچھی طرح پکڑے رہو اور اس کو دانت سے دبائے رکھو۔ ہاں نئی باتوں سے بچنا، ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔"

حضورِ رسالتمآب کا یہ ارشاد آپ کے خاتم النبیین ہونے کا فطری اقتضا ہے کیونکہ انہی کی ذات سے حکمتِ ربّانی اور معرفتِ الٰہی کے سارے چشمے پھوٹتے ہیں اور ابد تک طالبانِ راہِ حق کے لیے فیض یابی کا سامان بہم پہنچاتے رہیں گے۔ اُن کی ذات سے منہ موڑ کر اور ان کے طریقہ کو چھوڑ کر کوئی شخص راہِ ہدایت نہیں پا سکتا۔ تمام اطاعتیں اُن کی اطاعت کے ماتحت اور اُن کی اطاعت سے مشروط ہیں۔ ماں، باپ، اُستاد، مرشد، حاکم غرض جو کوئی بھی ہو، اس کی اطاعت حضورؐ کی اطاعت کی تابع ہو گی، جو ان کی اطاعت سے آزاد ہے، اُس کی اطاعت سے بندگانِ خدا آزاد ہیں ؎

بمُصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

اُوپر جو کچھ عرض کیا گیا ہے، وہ سب عقیدۂ ختمِ نبوت کے طبعی اور لازمی مقتضیات ہیں۔ دینِ اسلام میں یہ عقیدہ محض ایک مابعد الطبیعی تصوّر کی حیثیت سے شامل نہیں بلکہ اسلامی تہذیب و تمدّن کی تشکیل میں اُس نے نہایت اہم حصہ ادا کیا ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے اپنی تصنیف "اسلامی الٰہیات کی تشکیلِ جدید" میں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے :۔

"اس تصور کی عقلی اہمیت یہ ہے کہ اس سے باطنی تجربے کی نسبت ایک تنقیدی روش پیدا ہو جاتی ہے، جو یہ تعلیم دیتی ہے کہ ہر قسم کا شخصی اقتدار، جو فوق الفطرت بنیاد پر قائم ہونے کا مدعی ہو تاریخ انسانی میں ختم ہو گیا ہے۔ اس قسم کا عقیدہ ایک نفسیاتی قوت ہے، جو اس طرح کے فوق الفطری اقتدار کی نفی کرتی ہے۔"

مسلمانوں کے تہذیبی ارتقاء میں ایک چیز جو سب سے نمایاں نظر آتی ہے، وہ یہ ہے کہ انہوں نے باوجود اپنی بے عملی کے قرآن اور سنت کو اپنا آخری رہنما اور ثالث تسلیم کیا اور اس بات کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے کہ اسی کی روشنی میں اپنا زندگی کا سفر جاری رکھیں۔ انہوں نے بلا شبہ قرآن و سنت کے بعض جزوی مسائل میں اختلاف بھی کیا، مگر اس بات کو کبھی گوارا نہ کیا کہ ان سے ہٹ کر کسی اور کو حق و باطل کی سند مان لیا جائے۔ جو چیز بھی سامنے آئی انہوں نے اُس کا تنقیدی جائزہ لیا اور اسی ایک معیار پر کھوٹے سے کھرے کو الگ کرتے رہے۔

دُنیا میں یہ شروع ہی سے ہوتا چلا آرہا ہے کہ انسانوں نے اپنی قوتِ تنقید کا سارا زور خارجی تجربہ پر صرف کیا اور باطنی تجربہ، خواہ کتنا ہی گمراہ کُن اور باطل کیوں نہ ہو، اس کی زد سے محفوظ رہا۔ اس سے انسانوں کے اندر طرح طرح کی گمراہیاں پروان چڑھیں۔ تھیاکریسی کا تصور بھی اسی کا ایک شاخسانہ ہے۔ حضورؐ چونکہ وہ آخری انسان ہیں جنہیں خدا نے نبوت سے سرفراز فرمایا، اس لیے خدا تعالیٰ نے نوعِ انسانی کو ہر قسم کے فتنے سے محفوظ کرنے کے لیے اپنی کتاب میں اس امر کی صاف طور پر ہدایت فرما دی۔

"اور اگر تم نے اس علم کے بعد جو تمہارے پاس اللہ کی طرف سے آیا ہے، ان کی خواہشوں کی پیروی کی تو اللہ کے مقابل میں تمہارا کوئی کارساز اور مددگار نہ ہو گا۔" (بقرہ۔ ۱۲۰)

"اور اگر تم ان کی خواہشوں کی پیروی کرو گے، بعد اس کے کہ تمہارے پاس "العلم" آچکا ہے تو تم اس وقت ظالموں میں سے ہو گے۔" (بقرہ۔ ۱۴۵)

اس بات کی صراحت حضور سرورِ دو عالم نے یوں فرمائی ہے:۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں یعنی کتاب اور سنت۔ جب تک ان دونوں پر مضبوطی سے قائم رہو گے اس وقت تک تم گمراہ نہ ہو گے۔

لہٰذا اسلامی تہذیب کی تشکیل اُن معروضی اقدار پر کی گئی ہے جن کو خداوند تعالےٰ نے نبی آخر الزماںؐ کے ذریعہ اہلِ دُنیا پر نازل فرمایا اور ان پر یہ فرض عائد کیا کہ وہ ہر تجربہ اور مشاہدہ کو خواہ وہ خارجی ہو یا داخلی، اسی ایک معیار پر پرکھ کر دیکھیں، اگر وہ اس پر پورا اُترتا ہو تو اُسے قبول کریں ورنہ بغیر تامل کے رد کر دیں۔ ایک مسلمان کو اب اس امر کا پورا یقین ہے کہ کوئی "کلیم" طُور کی چوٹی پر جا کر اُسے کسی نئی "الہامی قدر" سے شناسا نہیں کر سکتا بلکہ رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم کے دُنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اُس کا صرف یہی فرض ہے کہ "فاران کی چوٹیوں" سے پکارنے والے ہادیِ برحق نے جو کچھ کہا ہے اُس پر بلا تامل عمل کرے۔ اس امر میں امت کے سارے علما، صلحا، اور متکلمین متفق ہیں۔ اس طرزِ عمل نے ملتِ اسلامیہ کے مختلف عناصر کو باہمی مودّت اور اخوت کے ان مضبوط رشتوں میں منسلک کر دیا ہے، جو وقتی مفادات، یا اشتراکِ نسل و وطن سے کہیں زیادہ پائیدار ہیں۔

پھر اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کی ختمِ رسالت کے عقیدہ ہی نے مسلمانوں کو ایک الگ امّت بنایا ہے۔ وحدتِ فکر اور اشتراکِ عمل بلاشبہ ایک قوم کے مختلف اجزا کو جوڑتے ہیں۔ انہی سے قوم کو ایک زبردست قوّتِ رابطہ و ضابطہ میسّر آتی ہے جو اجسام کے تعدّد اور نفوس کے تکثر کے باوجود لوگوں کو ایک جگہ جمع کرتی ہے۔ مگر جو جذبہ ایک قوم کو دوسری قوم سے الگ ہونے کا شعور دیتا ہے، اُسے ایک علیحدہ اُمّت کی تشکیل پر اُبھارتا ہے۔ اُس کے اندر یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ تیرا اپنا ایک مستقل وجود ہے۔ وہ باہمی اشتراک کا نہیں، بلکہ دوسروں سے اختلاف کا ہے۔ یہی وہ جذبہ ہے، جس کے پروان چڑھنے اور پھلنے پھولنے سے قومیں بنتی ہیں اور امتیں وجود میں آتی ہیں۔ غالباً اسی تصوّر کی ترجمانی اُس عارفِ ربّانی نے کی تھی جب اُس نے بیانگ دُہل کہا:۔

"یہ نہ سمجھو کہ میں زمین میں صُلح کرانے آیا ہُوں۔ صُلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہُوں۔
کیونکہ میں اس لیے آیا ہُوں کہ آدمی کو اُس کے باپ سے اور بیٹی کو اس کی ماں سے اور بہو کو اس کی ساس سے جُدا کردوں"۔
(متی)

اسلام نے نسل، زبان اور رنگ کی ہم آہنگی سے قوم کے مختلف افراد میں وحدت و اتّحاد پیدا کرنے میں مدد نہیں لی، بلکہ اس کے برعکس ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت سے یہ کام لیا ہے۔ اُس نے مُسلمانوں کو ایک الگ اُمّت بناتے وقت وطنیت کی دیواریں حائل کرنے کی بجائے نبوّت کی حد بندی کی ہے۔ ملّتِ اسلامیہ کی یہ وہ سرحد ہے، جس کی حفاظت و پاسبانی اُمّت کے ہر فرد نے کی ہے۔ اُسے دُنیا کی ہر چیز سے عزیز تر رکھا گیا اور اس کے متعلق مُسلمانوں کا احساس اس قدر نازک اور شدید رہا ہے کہ جب کسی "من چلے" نے اس سرحدی دیوار میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کی ہے تو پُوری ملّت کے اندر ہیجان پیدا ہو گیا۔ علامہ اقبال مرحوم نے اسی بنیادی فکر کی توضیح میں فرمایا ہے:۔

"مُسلمانوں اور دُنیا کی دوسری قوموں میں اصولی فرق یہ ہے کہ قومیت کا اسلامی تصوّر دوسری اقوام کے تصوّر سے بالکل مختلف ہے۔ ہماری قومیت کا اصل اُصول نہ اشتراکِ زبان ہے، نہ اشتراکِ وطن، نہ اشتراکِ اغراضِ اقتصادی۔ بلکہ ہم لوگ اس برادری میں، جو جنابِ رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلّم نے قائم فرمائی تھی، اس لیے شریک ہیں کہ مظاہرِ کائنات کے متعلق ہم سب کے معتقدات کا سرچشمہ ایک ہے"۔

اپنے اسی خیال کی صراحت انہوں نے اپنے ایک بیان میں جو اخبار اسٹیٹسمین (STATES MAN) میں ۱۰ رجون ۱۹۳۵ء کی اشاعت میں طبع ہُوا اس طرح فرمائی:۔

اُسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے، جس کے حدود مقرّر ہیں یعنی وحدتِ الوہیت پر ایمان، انبیا پر ایمان اور رسولِ کریمؐ کی ختمِ رسالت پر ایمان۔ دراصل یہ آخری یقین ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مُسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے اور اس امر کے لیے فیصلہ کُن ہے کہ کوئی فرد یا گروہ ملّتِ اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں۔ مثلاً برہمو خدا پر یقین رکھتے ہیں اور رسول اکرمؐ کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں لیکن انہیں ملّتِ اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جاتا، کیونکہ وہ انبیاء کے ذریعہ وحی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں اور رسولِ کریمؐ کی ختمِ نبوّت کو نہیں مانتے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے کوئی اسلامی فرقہ اس حدِ فاصل کو عبور کرنے کی جسارت نہیں کر سکا۔ ایران میں بہائیوں نے ختمِ نبوّت کے اُصول کو صریحاً جھٹلایا، لیکن ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا کہ وہ الگ جماعت ہیں اور مسلمانوں میں شامل نہیں ہیں۔ ہمارا ایمان ہے

"اسلام بحیثیت دین کے خدا کی طرف سے ظاہر ہُوا، لیکن اسلام بحیثیت سوسائٹی یا ملت کے رُسول کریمؐ کی شخصیت کا مرہونِ منت ہے۔"

اِس نقطۂ نظر سے اگر دیکھا جائے گا تو یہ حقیقت از خود منکشف ہوگی کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ اسلام میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد انبیاء کے آنے کی گنجائش ہے۔ وہ درحقیقت اسلام کے استحکام پر ضرب لگاتا ہے۔ نبوت کے اجراء کے معنی یہ ہیں کہ اسلام کی جمعیت ہمیشہ پراگندگی اور افتراق کے خطرہ میں مبتلا رہے اور ہر نئے نبی کے آنے پر کفر اور اسلام کی ایک نئی تفریق پیدا ہو جائے۔ اسلام نے دراصل نبوت کا دروازہ بند کر کے ملتِ اسلامیہ کو ایک وحدت اور پائیدار قوت عطا کی ہے۔

اُمتِ مسلمہ کا یہی وہ مضبوط حصار ہے جس نے اُسے سخت سے سخت حملوں سے بچا کر آج تک زندہ رکھا ہے۔ تاریخ کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ جب کسی قوم کے دل میں نئی آرزو پیدا ہوئی، جب کسی نئی اُمنگ نے اُس کے اندر انگڑائی لی، اور اُس نے اپنی ان آرزوؤں اور اُمنگوں کی تکمیل کرنے کا عزم کیا تو اُس کے اندر ایک حرکت سی محسوس ہونے لگی۔ اُس نے اپنی حد بندیوں کو توڑ کر اپنے دائرہ عمل کو وسیع کرنے کا عزم کیا۔ اسی جدوجہد نے اُسے داخلی استحکام بخشا۔ مگر جب وہ اس میدان میں تھک ہار کر بیٹھ گئی، جب اس کے اندر تخلیقی صلاحیتیں ختم ہو گئیں تو پھر اُس کے لیے اپنے قومی وجود کو بچانا بھی محال ہو گیا۔ ان حالات میں مختلف قوموں نے مختلف تدابیر اختیار کیں۔ انہیں مجبور ہو کر ملکی، لسانی، نسلی حد بندیوں کے پیچھے پناہ ڈھونڈھنا پڑی۔ ان سب سہاروں کی تعمیر میں نفرت اور خوف وہراس کے جذبات نے بنیادوں کا کام دیا۔ جن اقوام نے ان کے بغیر جینا چاہا انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور وہ بالآخر دُنیا سے نیست و نابود ہو گئیں۔ دوسرے ممالک کو تو فی الحال نظر انداز کیجیے۔ اور صرف ہندوستان میں دیکھئے کہ یہاں یونانی آئے، پارتھین آئے، باختریین آئے، ہُن آئے اور متعدد قومیں یکے بعد دیگرے آئیں، لیکن آج ذرا چراغ لے کر ڈھونڈیئے تو سہی کہ ان قوموں کا کہیں سراغ بھی مِل رہا ہے۔ یہ کہیں باہر تو واپس نہیں چلی گئیں۔ پھر انہیں کیا ہُوا؟ کیوں نظر نہیں آتیں؟ اس کا جواب تاریخ یہی دیتی ہے کہ جب اُن کے اندر تخلیقی صلاحیتیں ختم ہو گئیں تو وہ اپنے زندہ رہنے کے لیے کوئی پناہ گاہ نہ ڈھونڈھ سکیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ملیامیٹ ہو گئیں۔ اس حقیقت کو سامنے رکھ کر ملتِ اسلامیہ کی تاریخ کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ آخر اس اُمت کے وجُود کو کس چیز نے آج تک برقرار رکھا ہے۔ اس نے نہ تو ملکی حد بندیوں کے اندر پناہ لی، نہ ہی نسلی تفوق کی قبا اس کے بدن پر راس آئی۔ اور جب کبھی اس نے ان سہاروں پر زندہ رکھنے کی کوشش کی گئی تو وہ بجائے مفید ہونے کے، اس کے لیے مضر ثابت ہوئے۔ اس کے وجود کو جس حصار نے دُنیا کی دست بُرد سے محفوظ رکھا ہے وہ یہی عقیدہ ختمِ نبوت ہے۔

آئیے اب اسلام کے اس اساسی تصوّر پر ایک دوسرے زاویہ سے نگاہ ڈالیں۔ بنی اسرائیل کے نزدیک دُنیا صرف بنی اسرائیل سے عبارت ہے۔ خدا صرف بنی اسرائیل کا خدا ہے۔ اس لیے بنی اسرائیل کے انبیاء اور صحیفوں نے اپنے پیغام کو صرف اسی ایک قوم تک محدود رکھا۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے بھی اپنا پیغام صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو دیا اور غیر اسرائیلیوں کو اپنا پیغام سُنا کر "بچوں کی روٹی کتوں کو دینی پسند نہ کی" مگر اس کے برعکس پیغامِ محمدیؐ دنیا میں خدا کا پہلا

اور آخری پیغام ہے، جسے کالے، گورے، عرب و عجم، ترک و تاتار، ہندی و چینی، زنگی و فرنگی، امیر و غریب سب کے لیے عام کیا گیا ہے۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن ارشاد فرماتا ہے:۔

"برکت والا ہے وہ خدا جس نے اپنے بندہ پر فیصلہ کرنے والی کتاب نازل کی تاکہ وہ تمام دنیا کو ہوشیار کرنے والا ہو۔ وہ خدا کہ اسی کی ہے سلطنت آسمان و زمین کی۔" (الفرقان)

"کہہ دے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسولؐ ہوں جس کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی سلطنت ہے۔"

"ہم نے نہیں بھیجا تم کو اے محمدؐ لیکن تمام انسانوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ہوشیار کرنے والا بنا کر۔"

"اے محمدؐ! ہم نے تم کو تمام اہل عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

ان آیات سے یہ امر پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ تمام انبیاء میں سے صرف حضور سرورِ کائنات نے اپنے پیغام کے متعلق دائمی، آخری، کامل اور عالمگیر ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "مجھ سے پہلے تمام انبیاء صرف اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے اور میں تمام قوموں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔" ایسا کیوں ہے؟ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ حضورؐ چونکہ آخری پیغمبر ہیں اس لیے خداوند تعالےٰ نے حضورؐ کو ایسا عالمگیر پیغام سے نوازا جو ساری نوعِ بشری کے لیے ہے۔ آپؐ کی تعلیم و ہدایت اتنی مکمل اور جامع ہے کہ اب اس میں کسی ترمیم اور اضافہ کی ضرورت نہیں۔ اب کوئی چیز ایسی باقی نہیں رہی جس کا انکشاف انسانیت کے لیے ضروری ہو، اور نہ ہی عملِ صالح اور ہدایت کا کوئی گوشہ ایسا رہ گیا ہے جس کو آشکارا کرنے کے لیے نوعِ انسانی کسی نبی کی محتاج ہو۔ اس حقیقت کا متعصب سے متعصب مستشرقین تک نے اعتراف کیا ہے۔ مثال کے طور پر باسورتھ اسمتھ کہتا ہے:

"اسلام میں ہر چیز ممتاز ہے، یہاں دھندلا پن اور راز نہیں۔ ہم تاریخ رکھتے ہیں۔ ہم محمدؐ کے متعلق اس قدر جانتے ہیں جس قدر لوتھر اور ملٹن کے متعلق۔ میتھالوجی، فرضی افسانے اور مافوق الفطرت واقعات ابتدائی عرب مصنفین میں نہیں ہیں یا اگر ہیں تو وہ آسانی سے تاریخی واقعات سے الگ کیے جا سکتے ہیں۔ کوئی شخص یہاں نہ خود کو دھوکہ دے سکتا ہے اور نہ ہی دوسرے کو دے سکتا ہے۔ یہاں پورے دن کی روشنی ہے جو ہر چیز پر پڑ رہی ہے اور ہر ایک تک وہ پہنچ سکتی ہے۔"

پیغامِ محمدیؐ کے بارے میں مسلمانوں کے اس طرزِ فکر نے کہ یہ خدا کا وہ آخری الہام ہے جس کی حفاظت کا خود خالقِ کائنات نے وعدہ فرمایا ہے، اور اس وجہ سے یہ اپنی اصل شکل میں ہمارے پاس موجود ہے، ان کے غور و فکر کے سارے انداز کو بدل دیا ہے۔ مسلمان جب تک خدا اور نبی اُمّی پر ایمان رکھتا ہے کبھی اپنے دل کے اندر یہ ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ کوئی "فوق البشر" براہِ راست خدا سے ہم کلام ہو کر اُسے منشاء ایزدی سے شناسا کرے۔ وہ جانتا ہے کہ خدا نے اپنی رضا نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر پوری طرح واضح فرما دی ہے، لہٰذا اسے معلوم کرنے کے لیے کسی معصوم اور ملہم کاہنِ اعظم کی ضرورت نہیں جو خیمۂ عبادت میں "قدس الاقداس" کے پاس جا کر احکامِ الٰہی کے اسرار و رموز سے اُسے واقف کرے۔ اُسے علم ہے کہ نبوت کا باب بند ہو جانے کے بعد اس کے لیے منشاءِ ربانی کو جاننے کی صرف ایک

یہی صورت ہے اور وہ یہ کہ وہ خود تفکّر و تدبّر سے کام لے کر قرآن اور سُنّت سے اسے معلوم کرنے کی کوشش کرے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے بجائے انسان کو یہ تعلیم دینے کے کہ تم اتباعِ نبویؐ سے نبوت حاصل کرنے کی بلیشُود کوشش کرو، اُسے یہ سمجھایا ہے کہ تم نبی آخر الزمان کی پیروی اختیار کر کے ایک سچے مسلمان بنو اور اس طرح دُنیا اور آخرت میں فائز المرام ہو۔ نبوت اسلامی تعلیمات کی رُو سے اکتسابی نہیں، بلکہ خالصتہً وہبی کمال ہے۔ اس لیے کوئی شخص اسے ذاتی سعی و جہد سے حاصل نہیں کر سکتا۔ قرآنِ پاک نے اپنا سارا زور اس بات پر صرف کیا ہے کہ

محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو لوگوں کے ذہن نشین کرایا جائے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی وضاحت نہایت حکیمانہ انداز میں یُوں فرمائی ہے:-

یہی قرآن اللہ کی رسّی ہے۔ نورِ مبین ہے اور شفاء نافع ہے۔ یہی اُس کی پناہ ہے، جو اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے اور اس شخص کے لیے وسیلہ نجات ہے جو اس کی پیروی کرے۔"

آپ قرآنِ پاک کا جس قدر مطالعہ کریں گے، یہی پائیں گے کہ اس میں انسان کو عقل و فکر، فہم و شعور کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ چنانچہ کلامِ پاک میں بے شمار مقامات ایسے ملتے ہیں جہاں اَفَلَا يَتَفَكَّرُوْنَ، اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ، اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ، اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ، لَوْ تَشْعُرُوْنَ، اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ کہا گیا ہے۔ اس میں ہر وہ طریقہ استعمال کیا گیا ہے، جس سے انسانی عقل حرکت میں آ سکے۔ قرآن جب کوئی حجت قائم کرتا ہے تو عقل ہی کی بناء پر کرتا ہے۔ ایک طرف وہ عقل کے فقدان پر اظہارِ غضب کرتا ہے اور دوسری طرف عقل و خرد کے صحیح استعمال پر اظہارِ خوشنودی کرتا ہے۔ اس نے جہاں کہیں دوسری ملتوں اور مذاہب کے پیروؤں اور مادیّین و دہریّین سے مجادلہ کیا ہے، وہاں وہ دلیل و بُرہان سے ان پر ضرب لگاتا ہے اور تفکّر و تدبّر کی طرف ہی انہیں دعوت دیتا ہے:-

"وہ دل رکھتے ہیں، مگر ان سے سوچتے نہیں، وہ آنکھیں رکھتے ہیں، مگر ان سے دیکھتے نہیں، وہ کان رکھتے ہیں مگر ان سے سُنتے نہیں۔ وہ جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ اُن سے بھی زیادہ گمراہ۔ وہ دراصل غافل ہیں" (۷-۲۲)

"بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے، اور رات دن کی گردش اور ان کشتیوں میں، جو لوگوں کے نفع کی چیزیں لیے ہُوئے سمندر میں چلتی ہیں، اور اس پانی میں، جسے اللہ آسمان سے نازل کرتا ہے اور جس کے ذریعہ سے مُردہ زمین کو پھر سے زندہ کر دیتا ہے اور پھر اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیتا ہے اور ہواؤں کی گردش اور زمین و آسمان کے درمیان گھرے ہوئے بادلوں میں ارباب عقل کے لیے بڑی نشانیاں ہیں"۔ (۲-۲۰)

"کیا لوگ اُونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنایا گیا ہے اور آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بلند کیا گیا اور پہاڑوں کو نہیں دیکھے کہ کیسے نصب کیے گئے ہیں اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بچھائی گئی ہے"۔

"اور خود تمہارے اندر کیسی نشانیاں ہیں کیا تم دیکھتے نہیں ہو" (۵۱-۱)

"ہم ان کو تمام اطرافِ عالم میں اور خود ان کے اپنے اندر اپنی نشانیاں دکھائیں گے، تاکہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ یہ قرآن حق ہے"۔

یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ اس باب میں جتنی آیات قرآن کریم میں آئی ہیں، ان سب کو نقل کیا جائے

اس لیے ہم نے صرف چند اقتباسات پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ لیکن اگر اس سلسلہ میں مزید تلاش و جستجو کی جائے اور اسی نقطۂ نظر سے دوسرے الہامی ادب کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ بحیثیتِ مجموعی جس قدر اس کتاب نے لوگوں میں عقل و فکر کو اُجاگر کیا ہے اور مسائل پر غور و فکر کرنے کی عادت ڈالی ہے، دُنیا کی کوئی دوسری کتاب اِس معاملہ میں اس کی ساجھی نہیں ہو سکتی۔ علامہ اقبال نے اسی موضوع کے متعلق فرمایا ہے:۔

"قرآن میں عقل و تجربہ سے بار بار خطاب کرنا اور اس بات پر زور دینا کہ فطرت کا مشاہدہ اور تاریخ کا مطالعہ علمِ انسانی کے سرچشمے ہیں، یہ سب اسی ایک تصور یعنی ختمِ نبوت کے مختلف پہلو ہیں۔"

پھر عقل کی طرف قرآن کی اس دعوت نے مسلمانوں کے اندر استقرائی طریقِ تحقیق کو رواج دیا، کیونکہ حضورؐ کے تشریف لے جانے کے بعد مسلمانوں کو قرآن و سُنت سے احکام کا استنباط کرنے کے لیے جس خود اعتمادی کی ضرورت ہے، اُس کے لیے یہ طریقہ بہت مفید اور کارآمد ہو سکتا ہے۔ حقیقت کی کنہ تک پہنچنے کے لیے ظن و تخمین کچھ کام نہیں آتے۔ بلکہ اس کے لیے مشاہدہ، تجربہ اور پیمائش کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر گستاولیبون اپنی کتاب "تمدنِ عرب" میں اس مسئلہ کی نسبت یوں رقم طراز ہیں:۔

"تجربہ اور مشاہدہ کو اقوالِ اساتذہ کے مقابل میں تحقیقاتِ علمی کے اُصول قرار دینا عموماً بیکن کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ لیکن اس وقت تسلیم کرنا چاہیے کہ اس کے مُوجد عرب تھے کل محققین یورپ علی الخصوص ہمبولڈ نے جنہوں نے عربی تصنیفات کو دیکھا ہے، اب اس امر کے قائل ہیں۔ ہمبولڈ یہ لکھنے کے بعد کہ علمی ترقی کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان خود اپنے ارادے سے یعنی بذریعہ تجربہ حوادثِ طبیعیہ کو پیدا کرسکے، بطورِ تمثیل لکھتا ہے۔ "عربوں نے یہ درجہ جس سے متقدمین بالکل ناواقف تھے، حاصل کر لیا تھا۔" موسیو لدی لکھتے ہیں:

"دارالعلوم بغداد کی تعلیم میں بہت بڑی بات یہ ہے کہ اس کا طرزِ استدلال بالکل علمی اُصول پر مبنی ہے، یعنی معلوم کے ذریعہ غیر معلوم کو دریافت کرنا، حوادث کا دُرست مشاہدہ کر کے ان معلولات کے ذریعہ سے علل نکالنا اور ان ہی قضا کو ماننا جو تجربہ سے ثابت ہو چکے ہوں، یہ ان اساتذہ کے اُصولِ تحقیق تھے۔ نویں صدی عیسوی کے عربوں کو یہ نتیجہ خیز طریقہ تحقیق معلوم تھا جو مدت ہائے دراز کے بعد ہمارے حال کے محققین کے ہاتھوں میں بڑی بڑی اکتشافات اور ایجادوں کا آلہ بن گیا۔"

مگر اس ضمن میں یہ بات ذہن نشین رہے کہ اسلام نے جس عقل کی طرف دعوت دی ہے، وہ دورِ جدید کی بنجر عقلیت پرستی سے بالکل مختلف ہے۔ پھر اُس نے جس طرز سے لوگوں کے فہم و شعور کو اُبھارا ہے، وہ بھی عہدِ حاضر سے یکسر جُدا گانہ ہے۔ جدید تمدن کی سب سے بڑی بدنصیبی اور نارسائی یہ ہے کہ اس نے عقل کو بے زمام چھوڑ دیا کہ جدھر چاہے جائے اور جو چاہے کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بے راہ روی میں ان گلی کوچوں کی طرف نکل گئی، جہاں تک اُس کی رسائی ممکن نہ تھی اور بالآخر اُسے رُسوا ہونا پڑا۔ اہلِ یورپ کے پاس چشمِ نگراں تو ہے، لیکن ان کی بڑی محرومی یہ ہے کہ ان کے دِلوں کو وحی اور الہام سے منور نہیں کیا گیا اور یہ نعمت اتباعِ نبوت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔

دلِ بیدار ندادند بدانائے فرنگ   ویں قدر ہست کہ چشمِ نگراں دارد

اگر اہلِ مغرب تسخیرِ زماں و مکاں کی صلاحیتوں کو احکامِ الٰہی کے تحت بروئے کار لاتے تو انہیں ان مصائب کا سامنا نہ کرنا پڑتا، جن میں وہ آج اپنے آپ کو بُری طرح گرفتار پاتے ہیں۔ تہذیبِ فرنگ نے انسان کو جس بربادی کی طرف دھکیلا ہے، وہ اسی "بے زمام" عقل کی پرستش کا فطری نتیجہ ہے۔

عصرِ حاضر را خرد زنجیرِ پا است　　جانِ بے تابے کہ من دارم کجا است

اسی طرح ہدایت رہنمائی کے بغیر استقرائی طریقِ تحقیق بھی اہلِ یورپ کے لیے سخت مہلک ثابت ہُوا۔ یورپی تہذیب کی اصل رُوح ایجاد و تسخیر اور اثباتِ خودی میں مضمر ہے، جس کی بدولت انسان کو کائنات میں ایسے تصرفات حاصل ہوتے، جو پہلے کبھی نہ ہوتے تھے اور یہ سب کرشمہ ہے مشاہدہ اور تجربہ کا۔ ان کی بدولت انسان کے اندر تصرّف و ایجاد کی بے پناہ قوتیں پیدا ہوئیں اور انہوں نے ایک ایک کر کے ان سب رکاوٹوں کو دُور کر دیا، جو انسان کے لیے سنگِ گراں تھیں اور جن کی وجہ سے اشیا کے باہمی روابط میں ہم آہنگی پیدا نہیں ہو سکتی تھی لیکن جدید یورپی تہذیب کی بڑی کوتاہی یہ ہے کہ رُوحانی اور اخلاقی اقدار کی پامالی کے باعث اس کا توازن بگڑ گیا۔ اس لیے موجودہ انسان نے مشاہدہ اور تجربہ سے فطرت اور زندگی کے واقعات و حوادث کی صحیح تعبیر کرنے کی بجائے مادیت پرستی کو اپنا شعار بنا لیا۔ وہ مادی زندگی کی لذتوں میں ایسا منہمک ہو گیا کہ ان کے علاوہ کچھ سوچ نہیں پاتا۔ اُسے کبھی اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ آخر عمل کی یہ ساری مجنونانہ تگ و دو کس لیے ہے؟ کیا یہ مقصود بالذات ہے؟ یا کسی بڑے مقصد کے حصول کا ذریعہ۔ یہاں آ کر اُس کا ذہن اُلجھ کر رہ جاتا ہے۔ وہ یہی سمجھتا ہے کہ مادی فوائد و لذائذ کا جمع کرنا ہی انسان کا مطمعِ نظر ہے۔ اس کے برعکس مسلمانوں نے مشاہدہ اور تجربہ سے زندگی کی روحانی اور اخلاقی اقدار کو معلوم کیا۔ انہوں نے مادّی زندگی کو ایک بالاتر رُوحانی زندگی تک پہنچنے کا وسیلہ بنایا۔

اگر تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو معلوم ہو گا کہ عقلیت اور مذہبیت ابتدائے آفرینش سے لے کر ہزاروں سال تک آپس میں برسرِ پیکار رہے۔ کبھی "عقلیت" "مذہبیت" پر غالب آ جاتی اور اسے زندگی کے ہر میدان سے خارج کر دیتی اور کبھی "مذہبیت" "عقلیت" کو شکستِ فاش دے کر فتح کے شادیانے بجاتی ہے ان دونوں کے درمیان یہ جنگ کئی صدیوں تک جاری رہی۔ البتہ کبھی کبھی خدا کے "پاکباز بندے" درمیان میں آ کر ان کے مابین صُلح کرا دیتے۔ مگر یہ صُلح وقتی اور عارضی ہوتی اور پھر میدان کارزار گرم ہو جاتا۔ حتیٰ کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر نہ صرف ان کے درمیان مصالحت کرائی، بلکہ عقل کو تابعِ فرمانِ نبوّت کر کے اُس کی حدودِ کار کو بھی ہمیشہ کے لیے متعین کر دیا۔ حضورؐ کا یہ آخری اور قطعی فیصلہ اس وجہ سے بھی تھا کہ آپ نبی ہونے کے علاوہ ختم المرسلین بھی ہیں۔

علمائے اسلام نے صرف کائنات اور اس کے خارجی مظاہر کو ہی جاننے کی کوشش نہیں کی بلکہ دین کے محکمات کے نیچے فلسفہ عمومی کی جو ایک جوئے حیات رواں دواں ہے، اس میں غوطہ لگا کر تاریخی اور زندگی کا راز دریافت کیا اور پھر اُس سے نوعِ انسانی کو آشنا کیا۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے جس جس گوشے سے متعلق تفصیلی ہدایات پیش فرمائی تھیں، ان سے جزئیات مرتب کیں، اور پھر ان کی رہنمائی میں ان مسائل کو حل کیا، جن کو تاریخ کی اضطراری چال نے جنم دیا تھا۔ مُسلم قوم کی اس کاوش اور تلاش و جستجو کو اسلامی اصطلاح میں "اجتہاد" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ملّتِ اسلامیہ

میں اسے ایک خاص مقام اور اہمیت حاصل ہے۔ یہ فرض سب سے پہلے رُسول اللہ کے رفقا کار نے سرانجام دیا، ان کے بعد اس فرض کی ادائیگی میں بے شمار صلحاءِ اُمّت نے اپنی کاوشیں وقف کیں۔ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ، قاضی ابو یوسفؒ، غزالیؒ، خطابیؒ، عزالدین ابن عبدالسلامؒ، اشعری، ابن تیمیہ، ابن قیم اور شاہ ولی اللہ ایسے جلیل القدر علمائے اسلام سب اسی ایک کام کی وجہ سے تاریخ اسلام میں ممتاز نظر آتے ہیں۔

اِس سے کہیں یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلّم سے پیشتر جتنے انبیاء گزرے ہیں، ان کے ماننے والوں نے دینی مصالح کو سمجھ کر ان سے تفصیلات اخذ نہیں کیں۔ ان میں یقیناً بہت سے ایسے علماء نظر آتے ہیں جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات سے جزوی احکامات مستنبط کیے۔ مگر ان میں اور علماء اسلام میں ایک بنیادی اور اساسی فرق نظر آتا ہے اور اس فرق کو ہر وہ شخص جان سکتا ہے جس نے مختلف مذاہب کی تاریخ کا ایک محققانہ اور گہری نظر سے جائزہ لیا ہے۔

اُن کی تحقیقات پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انہوں نے ہر زمانے کے نئے نئے تقاضوں اور نئے نئے مسئلوں کے متعلق دو مختلف اور متضاد طریقے اختیار کیے ہیں۔ ایک گروہ نے معاشرہ کے ارتقاء کا سرے سے انکار کرکے بغیر کسی فکری کاوش کے انبیاء علیہم السلام کے احکامات کو اندھا دھند نافذ کرنا شروع کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تاریخ انسانی نے جب کوئی ورق اُلٹا تو اس میں خدا کے ان "پاکباز" بندوں کی تعلیمات بھی گم ہو کر رہ گئیں۔ اس کے برعکس دوسرے گروہ نے بجائے اصل تعلیمات کے مضمرات کو ڈھونڈ کر ان کو وقت کی مناسب جزئیات پر منطبق کرنے کے خود اپنی من گھڑت باتوں کو دین کی حیثیت سے پیش کرنا شروع کیا۔ ہوا و ہوس کے غلام انسانوں کو جب "مقام کبریائی" پر فائز ہونے کا زعم ہونے لگا تو وہ اپنا دماغی توازن قائم نہ رکھ سکے اور انہوں نے رُشد و ہدایت کے اصل ماخذ کی طرف رجوع کرنے کی بجائے خود اپنے نفس سے ایسی ایسی چیزیں وضع کرنا شروع کیں جن کی اصل دین میں معمولی سی گنجائش بھی نہ تھی۔ اس کا اثر یہ ہُوا کہ لوگوں کی نظر میں اصل دین بے وقعت ہو کر رہ گیا اور عقیدت کا مرکز ان کی اپنی شخصیتیں اور خیالات بن گئے۔ زمانہ نے جس قدر ترقی کی عوام اسی نسبت سے اپنے اصل مرکز سے ہٹتے چلے گئے۔ اور ایک وقت ایسا آیا جس میں کبھی اس امر کی ضرورت بھی محسوس نہ ہوئی کہ ان حضرات سے ان کے پیش کردہ افکار و خیالات کی سند بھی پوچھ لی جائے۔ یہی وہ مقام ہے، جہاں قرآن حکیم ان کی اس غلطی کو واضح کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

"کہو اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف، جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائے"۔

ان آیات سے یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق کسی کو مطاعِ مطلق مان لینا ہی اس کو رب قرار دینے کے مترادف ہے۔ اور یہ مقام صرف خدا کے لیے ہی مخصوص ہے۔ رسول کی بھی بلا چون و چرا پیروی صرف اس لیے کی جاتی ہے کہ خداوند تعالیٰ اسے خود اپنے احکامات کا پیامبر بناتا ہے، اور اس کے افکار و اعمال کے ذریعہ وہ نوعِ انسانی پر اپنا منشاء واضح کرتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے ان "فرستادوں" کے علاوہ دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں، جو منزّہ عن الخطا ہونے کا دعویٰ کر سکے

اور نوعِ انسانی سے یہ مطالبہ کرے کہ تم اس کے ہر قول و فعل کو بغیر کسی سند کے قبول کرلو۔

عیسائیت میں اس کے برعکس دیکھیے کہ وہاں پوپ کی عصمت، کیتھولک مسیحیوں اور پادریوں کے اجماع یعنی کلیسا (CHURCH) کی عصمت کل مسیحیوں کا متفقہ عقیدہ رہا ہے:

"ایک محسوس کلیسا کے بغیر نجات ممکن نہیں۔ اس پر ہمیشہ رُوح القدس کا سایہ رہتا ہے۔ اس لیے مسائل میں کلیسا سے امکانِ خطا ہے ہی نہیں"۔

مسلمانوں اور دوسرے مذاہب کے پیروؤں کے درمیان اس ضمن میں جو اختلاف پایا جاتا ہے، اُس نے اُن کے خیالات و افکار کے علاوہ اُن کی معاشرتی زندگی کو بھی متاثر کیا ہے۔

عامۃُ المسلمین کے سامنے جب کوئی نیا نظریہ یا خیال پیش کیا گیا تو انہوں نے سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے کس قدر اقرب ہے؟ انہوں نے اس کا مزاج جتنا اُس کے قریب پایا، اُسی نسبت سے اسے جلدی قبول کیا اور جہاں یہ دیکھا کہ اس کا تعلق اپنے ماخذ سے کم ہے، وہاں اسے ماننے سے نہ صرف انکار کیا، بلکہ پوری قوت سے دبانے کی بھی کوشش کی۔

یہی نہیں، بلکہ خود ان بزرگانِ دین نے دوسرے مذاہب کے علماء کے برعکس بالکل ایک دوسری پوزیشن اختیار کی۔ انہوں نے لوگوں سے یہ کہنے کی بجائے کہ تم ہمارے اقوال کو بالکل بے خطا اور تنقید سے بالاتر سمجھو، اُن سے اس امر کا تقاضا کیا کہ ان کی کسی رائے کو ماننے سے پیشتر اُسے کتاب و سُنت کی کسوٹی پر اچھی طرح پرکھ کر دیکھ لو۔ اور اگر وہ اُن کے قریب ہو تو مان لو، ورنہ ردّ کر دو۔ چنانچہ امام مالکؒ فرماتے ہیں:

"رُسول اللہ کے سوا ہر شخص کے کلام میں قابلِ اخذ اور قابلِ ترک باتیں ہیں"۔

اسی طرح امام ابو حنیفہؒ نے بھی فرمایا:۔

"جو شخص یہ نہ معلوم کر سکے کہ ایک بات میں نے کتاب و سُنت کی کس دلیل کی بنا پر کہی، وہ میرے قول پر فتویٰ نہ دے"۔

قاضی ابو یوسف، فقہ حنفی کے ایک دوسرے بزرگ نے بھی یہی ارشاد فرمایا:۔

"یہ بات کسی کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ہمارے قول پر فتویٰ دے جب تک اُسے یہ نہ معلوم ہو کہ وہ بات ہم نے کہاں سے کہی ہے"۔

عصام بن یوسف سے پوچھا گیا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ آپ بہت سی باتوں میں امام ابو حنیفہ صاحبؒ سے بھی اختلاف کر جایا کرتے ہیں۔ انہوں نے اس کے جواب میں جو کچھ ارشاد فرمایا وہ اسلام میں اجتہاد کی رُوح کو سمجھنے کے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ کہنے لگے "اللہ تعالٰے نے امام صاحب کو فہم و فراست میں سے وہ حصہ عطا فرمایا ہے، جو ہم کو نصیب نہیں ہُوا۔ اس لیے وہ ایسی باتوں تک پہنچ جاتے ہیں، جن تک ہم نہیں پہنچ پاتے۔ اور یہ ہمارے لیے ممکن نہیں ہے کہ ہم ان کے کسی قول پر بلا سمجھے بوجھے فتوٰے دے دیں"۔

امام شافعیؒ نے بھی اس امر کی تاکید فرمائی ہے:۔

"میں جو بات بھی کہوں اور جو اصول بھی ٹھہراؤں، جب اس کے خلاف کوئی بات رسول اللہ

سے مل جاتے تو پھر حضورؐ ہی کی بات اصل ہے"۔
امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سلسلہ میں یہ قطعی فیصلہ صادر فرمادیا:۔
"اللہ اور رسولؐ کی بات کے ہوتے ہوئے کسی بات کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے"۔
پھر چونکہ یہ حضرات حق کو اپنے ہی اقوال کے اندر محدود نہ سمجھتے تھے، اس لیے ان کے قلوب میں وسعت، نگاہوں میں بلندی اور علم میں کشادگی پیدا ہوئی۔ انہوں نے اپنے طرزِ عمل میں زیادہ سے زیادہ رواداری پیدا کی اور اپنی فطرت کو زیادہ سے زیادہ آفاقی اور مزاج کو حقیقت پسند بنالیا۔ انہوں نے ملتِ اسلامیہ کا دائرہ ممکن حد تک وسیع کیا تاکہ اس میں زیادہ سے زیادہ افراد سما سکیں مسلم قوم کی اسی خوبی کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر اقبالؒ نے اپنی کتاب "اسلام اور احمدیت" میں لکھا ہے۔
"یہ سچ ہے کہ مسلمانوں کے مذہبی فرقے فقہ اور دینیات (THEOLOGY) میں اختلاف کی وجہ سے اکثر و بیشتر ایک دوسرے پر الحاد کا الزام لگاتے رہتے ہیں۔ دینیات کے فروعی مسائل کے اختلاف میں اور نیز الحاد کی ایسی انتہائی صورتوں میں جہاں ملحد کو جماعت سے خارج کیا جاتا ہے، لفظ کفر کے غیر محتاط استعمال کو آج کل کے تعلیم یافتہ مسلمان، جو مسلمانوں کے دینیاتی مناقشات کی تاریخ سے بالکل ناواقف ہیں، ملتِ اسلامیہ کے اجتماعی و سیاسی انتشار کی علامت تصور کرتے ہیں۔ یہ ایک بالکل غلط تصور ہے۔ اسلامی دینیات کی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ فروعی مسائل کے اختلاف میں ایک دوسرے پر الحاد کا الزام لگانا باعث انتشار ہونے کی بجائے دینیاتی تفکر کو متحد کرنے کا ذریعہ بن گیا۔ پروفیسر ہرگرونج (HURG RONJE) کہتے ہیں کہ جب ہم فقہ اسلامی کے نشوونما کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوجاتا ہے کہ ایک طرف تو ہر زمانے کے علماء خفیف سے اشتعال کے بعد ایک دوسرے کی مذمت یہاں تک کرتے ہیں کہ ایک دوسرے پر کفر کا الزام عائد ہوجاتا ہے اور دوسری طرف یہی لوگ زیادہ سے زیادہ اتحادِ عمل کے ساتھ اپنے پیشروؤں کے اختلاف رفع کرتے ہیں"۔
جو کچھ اوپر عرض کیا گیا ہے اس پر ایک گہری نگاہ ڈالیے اور پھر اس امر کا جائزہ لیجیے کہ مسلمانوں کا یہ طرزِ عمل اسلام کے کس بنیادی فکر کا نتیجہ ہے۔ آپ اس معاملہ پر جس قدر بھی غور کریں گے یہی پائیں گے کہ ملتِ اسلامیہ کا یہ ذہنی ارتقا صرف ختمِ نبوت کی وجہ سے ہے۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر چونکہ وحی کا سلسلہ بالکل منقطع ہوگیا، اس لیے مسلمانوں نے خدا کے منشا کو حضورؐ کی تعلیم سے اخذ کرنے کی کوشش کی۔ حد تو یہ ہے کہ جہاں جہاں مسلمانوں نے ایک دوسرے سے اختلاف بھی کیا، وہاں بھی دلیل صرف یہی پیش کی گئی کہ اس معاملہ میں میری سرکار نے یوں حکم دیا ہے"۔ یہی ایک مرکز ثقل ہے جس کی طرف اُمّتِ مسلمہ کا ہر ہر فرد خواہ اس کا تعلق کسی طبقے یا زمانے سے ہو جھکتا رہا اور جب تک وہ دنیا میں موجود ہے جھکتا رہے گا۔ اس کی متجسسانہ نگاہیں ہمیشہ افکار و خیالات نظریات اور تصورات کے سنگریزوں میں اُن ہیروں کی متلاشی رہیں جن میں انہیں نبوتِ محمدیؐ کی جوت نظر آئے۔
یہ طرزِ عمل اپنے نتائج کے اعتبار سے تاریخ انسانی میں بڑی اہمیت کا حامل رہا ہے۔
کائنات اسباب و اثرات کا ایک وسیع اور پیچیدہ طلسم ہے، جو غیر محدود زمان و مکاں میں پھیلا ہُوا ہے۔ اور طبیعی قوانین کا پابند ہے۔ انہی قوانین کی تلاش و جستجو کائنات کے مختلف گوشوں

میں وحدت پیدا کرتی ہے۔ انسان نے جس رفتار سے انہیں دریافت کیا، اسی سُرعت کے ساتھ زمان و مکاں کے اسرار و رموز اس پر کُھلتے چلے گئے اور بالآخر اس نے ان دونوں کو مسخر کر کے پوری کائنات کو ایک وحدت کی حیثیت سے استعمال کرنا شروع کیا۔

آج سے چند سال پیشتر اس وحدت کی آخری شکل، جو ممکن تصوّر کی جا سکتی تھی، وہ صرف یہ تھی کہ ایک ہی زمانے میں مُلک، رنگ، نسل کے اختلافات کو یکسر ختم کر کے پوری دُنیا کو ایک اکائی اور پوری نوعِ انسانی کو ایک وحدت بنا دیا جائے، مگر عصرِ حاضر نے اپنی نت نئی ایجادات اور اختراعات سے انسانیت کو وحدت کے وسیع تر مفہوم سے آشنا کیا ہے۔ چنانچہ اس نئی وحدت کے لیے نہ صرف مکان کی تسخیر ضروری معلوم ہوئی بلکہ زمانہ کا حجاب ختم کر دینا بھی لازمی سمجھا گیا۔ اس نئے نظریہ کے مطابق زماں، منفرد آفات کا ایک تواتر ہے اور اس لحاظ سے اس کائنات کے سارے واقعات و حادثات ایک متحرک جلوس کی شکل میں ظاہر ہو رہے ہیں۔

تسخیرِ زماں و مکاں کا یہ عمل صرف آب و گِل کی دُنیا میں جاری نہیں، بلکہ اس کا سلسلۂ قوانینِ اخلاق بھی موجود ہے۔ البتہ ان دونوں میں ایک بنیادی فرق یہ پایا جاتا ہے کہ نظامِ تکوینی کے قوانین انسان اپنی کاوش و محنت سے دریافت کرتا ہے، مگر اس کے برعکس انسانی ہدایت کا ضابطہ باری تعالیٰ خود اپنی مرضی کے مطابق اپنے انبیاء کے ذریعہ انسانوں پر نازل فرماتے ہیں۔ ان دونوں میں جو چیز قدرِ مشترک کی حیثیت رکھتی ہے، وہ یہ ہے کہ دونوں نے انسانیت کے راستے سے زماں و مکاں کی رکاوٹوں کو ختم کر کے اسے ایک وحدت بنانے کا عزم کیا۔ جو کام عالمِ طبیعیات میں قانونِ طبعی کی دریافت سے سرانجام پایا، وہی کام عالمِ اخلاق میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر سلسلۂ نبوت ختم ہونے کی وجہ سے پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ حضور سرورِ دو عالم نے جس طرح انسان کے گرد ملکیت کی دیواروں کو گرا کر اسے ایک دوسرے سے بالکل قریب کر دیا، اسی طرح انہوں نے اس قوم کو عقیدۂ ختمِ نبوت عطا فرما کر ماضی و حال کے تفرقہ کو بھی یکسر مٹا ڈالا۔ حضورؐ کے دوسرے احسانات کی طرح انسانیت پر یہ بھی ایک عظیم احسان ہے کہ انہوں نے قانونِ شرعی کو اپنی آخری شکل میں پیش فرما کر اخلاقی اعتبار سے ازل و ابد کی طنابیں کھینچ دیں اور انسان پر اس راز کو آشکارا کیا کہ جس طرح قانونِ طبعی کے مطابق یہ کائنات ایک وحدت ہے، اسی طرح قانونِ اخلاق کی رُو سے بھی یہ ایک ہی ہے۔ ہمیں امروز و فردا کے درمیان جو حجابات نظر آتے ہیں، وہ محض ہماری نظر کا دھوکہ ہیں ؎

زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک ۔۔۔ دلیلِ کم نظری قصۂ جدید و قدیم

(اقبالؒ)

دُنیا کی تاریخ پر ایک نگاہ ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ قدیم اقوام اور مذاہب میں اس قسم کے تصورات عام طور پر پائے جاتے ہیں کہ فلاں شخص، گروہ یا طبقہ کسی مذہبی رہنما کا وارث ہے اور اس وجہ سے وہ دوسروں پر فوقیت رکھتا ہے۔

اس قسم کی برتری کا احساس اسلام سے قبل اکثر گروہوں میں موجود تھا۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کیونکہ وہ آخری نبی ہیں، جن کو انسانیت کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا گیا اور ان کے بعد قیامت تک کے لیے یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا، اس لیے حضورؐ نے اپنا وارث کسی فرد یا خاندان کو نہیں ٹھہرایا، بلکہ

خلافت کا تاج پوری اُمت کو پہنایا ہے۔

"اللہ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جنہوں نے تم میں سے ایمان قبول کیا اور عمل صالح کیا کہ وہ ان کو زمین میں اپنا خلیفہ بنائے گا۔"

یہ تصور مسلم قوم کے اندر ہر قسم کی نسلی اور نسبی فضیلتوں کو ختم کر کے شرافت اور نیکی کو معیارِ بزرگی ٹھہراتا ہے اور یہ ایک ایسی منزل ہے، جس کی طرف ہر فرد بڑھنے کے لیے یکسر آزاد ہے اور ہر ایک کو یکساں مواقع میسر ہیں۔ اس راہ میں کسی پر کوئی پابندی نہیں اور دُنیا کی کوئی چیز اس کے راستے میں حائل نہیں ہوسکتی۔ حضرت سلمان فارسیؓ سے لوگوں نے آپ کے خاندان کی نسبت جب دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا تھا "سلمان ابنِ اسلام" یہ جواب ایک شخص کا جواب نہیں بلکہ ایک تہذیب کا جواب ہے، جو انہوں نے زندگی کے ایک نہایت ہی اہم مسئلہ کو حل کرنے کے لیے دیا تھا۔ اقبالؒ نے اس واقعہ کو اپنے اس شعر میں نقل کیا ہے ؎

فارغ از اَبّ و اُم و اعمام باش ہمچو سلماں، زادۂ اسلام باش

اسی طرح اس اعتقاد نے کہ حضورؐ کی وارث پوری ملتِ اسلامیہ ہے، نہ کہ ایک فرد، خاندان یا کوئی مخصوص طبقہ، اسلامی سوسائٹی کو قیصریت، پاپائیت اور مغربی تصور والی ریاستِ مذہبی (THEOCRACY) کے فتنوں سے بالکل محفوظ کر دیا۔ یہاں اب کوئی شخص یہ کہہ کر اپنی بات نہیں منوا سکتا کہ چونکہ اس کا تعلق فلاں نسل یا نسب سے ہے، جو خدا کو زیادہ عزیز ہے، اس لیے اس کے قول کو بلا سند تسلیم کر لیا جائے۔ یہاں اُسے اپنے اس نسب کی وجہ سے سماج میں کوئی امتیازی مقام حاصل نہیں ہوسکتا۔ جو برتری کسی انسان کو مل سکتی ہے، وہ اس تقویٰ کی وجہ سے ہے، جو اُس نے اپنی ذات میں پیدا کیا۔

مگر اس ضمن میں یہ یاد رہے کہ اُس کی نیکی کا یہ امتیاز اُسے قانون سے بالاتر نہیں بنا سکتا۔ قانون کی نظر میں مسلم سوسائٹی کا ہر فرد، خواہ امیر ہو یا غریب، شریف ہو یا وضیع، آمر ہو یا مامور دوسرے کے برابر ہے۔ کسی کے عابد و زاہد ہونے سے قانون کے اجراء و نفاذ میں سرِمو کوئی فرق واقع نہیں ہوسکتا۔ رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم نے جس سختی سے اُصول کی اہمیت کو واضح فرمایا، اس کا اندازہ اس ایک واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

"ایک مرتبہ قریش کے ایک معزز گھرانے کی ایک عورت نے چوری کی۔ چوری کی سزا اسلام میں ہاتھ کاٹ دینا ہے۔ لوگوں نے جب عورت کے خاندان کی عظمت اور پھر سزا کی نوعیت پر نگاہ کی تو بعض لوگوں کو یہ چیز گراں گزری اور انہوں نے قانون کے استعمال میں اسی فرقِ مراتب کو ملحوظ رکھنا چاہا جس کے وہ جاہلیت میں عادی تھے۔ چنانچہ اسامہؓ بن زید سے، جو آنحضرتؐ کو نہایت محبوب تھے، درخواست کی گئی کہ وہ اس عورت کے بارے میں آپ سے سفارش کریں۔ انہوں نے لوگوں کے اصرار سے مجبور ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سفارش کی۔ آپ ان پر نہایت ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ تم اللہ کی حدود کے معاملہ میں سفارش کرتے ہو؟ پھر لوگوں کے سامنے ایک خطبہ دیا جس میں یہ فرمایا کہ تم سے پہلے بھی بہت سی قومیں اس وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ جب ان میں کوئی معمولی آدمی چوری کرتا تو اس کو سزا دیتے اور اگر کوئی بااثر آدمی چوری کرتا تو اس سے وہ درگزر کر جاتے۔ لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔

خطبہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔
"اُس ذات کی قسم جس کی مٹھی میں محمدؐ کی جان ہے، اگر فاطمہ بنت محمدؐ نے چوری کی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ بھی ضرور کاٹ دیتا"۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک سپہ سالار کو ضروری ہدایت دیتے ہوئے اس اُصول کی طرف ان الفاظ میں توجہ دلائی:
"اللہ اور کسی شخص کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے، مگر اس کی اطاعت کے واسطہ سے۔ اس وجہ سے خدا کے قانون میں شریف اور حقیر سب برابر ہیں"۔
اسلام کا یہ جلیل القدر فرزند خلافت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد خود اپنے اہل و عیال کو یہ تنبیہ فرماتا رہتا ہے:
"جن باتوں کی میں نے ممانعت کر رکھی ہے، اگر تم میں سے کوئی ان میں مبتلا پایا گیا تو یاد رکھو اس کو دوگنی سزا دوں گا"۔
اس کے علاوہ اس تصور نے حکومت پر کسی خاص فرد یا گروہ کی اجارہ داری کو ختم کر کے اسے عامۃ المسلمین کا حق دار قرار دیا ہے۔ اسی وجہ سے اسلامی ریاست کی عاملہ عام مسلمانوں کی رائے سے ہی بنتی ہے۔ وہی اس کو معزول کرنے کے مختار ہوتے ہیں۔ ہمارے انتظامی معاملات اور تمام وہ مسائل جن کے متعلق خدا کی شریعت میں کوئی صریح حکم موجود نہیں ہوتا، وہ مسلمانوں کے اجماع سے ہی طے کیے جاتے ہیں اور الٰہی قانون جہاں تعبیر طلب ہوتا ہے، وہاں کوئی مخصوص طبقہ یا نسل اس فرض کو سرانجام نہیں دیتا بلکہ عام مسلمانوں میں سے ہر وہ شخص اس کا حق رکھتا ہے، جس نے اس کی قابلیت بہم پہنچائی ہو۔ یہاں جس شخص کو خلیفہ منتخب کیا جاتا ہے، اس کی اصل حیثیت صرف یہی ہے کہ تمام خلفا اپنی رضا مندی سے اپنی خلافت کو انتظامی اغراض کے لیے اس شخص کی ذات میں مرکوز کر دیتے ہیں مگر خلافت کی یہ خلعت اسے سوسائٹی میں کسی امتیازی سلوک کا مستحق نہیں ٹھہراتی۔ قانون کی نگاہ میں اس کی حیثیت عام شہریوں کے برابر ہوتی ہے۔
اس سلسلہ میں ایک اور گزارش یہ ہے کہ ختم نبوت کے عقیدہ ہی نے مسلمانوں کے نظامِ مملکت کو ایک خاص سانچے میں ڈھالا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چونکہ انسانوں کو براہِ راست وحی الٰہی کی رہنمائی حاصل نہیں ہو سکتی، اس لیے اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ مسلمان اپنے معاملات باہمی مشورہ سے طے کریں تاکہ غلطی کا امکان کم سے کم ہو جائے۔ حضور سرورِ دو عالمؐ نے خود اپنی زندگی میں نہ صرف مشوروں کو سُنا، بلکہ ان میں سے بعض کو قبول فرما کر اُن پر عمل بھی کیا۔ اسی سے اسلام میں شورائی نظام کی بنیادیں مستحکم ہوئیں۔
اس سلسلے میں قرآن مجید نے جو اُصولی ہدایت دی ہے وہ یہ ہے: وامرھم شوریٰ بینھم
"اور اُن کا نظام باہمی مشورہ پر مبنی ہے"۔
اس اُصولی ہدایت کی وضاحت بھی خود حضورؐ نے اس طرح فرمائی ہے:۔
"مجھ سے ابوسلمہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آن پڑے، جس کا ذکر نہ تو کہیں قرآن میں ہو اور نہ سُنت میں تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟ آپ نے

فرمایا کہ اس معاملہ پر مسلمانوں کے صالح لوگ غور کر کے فیصلہ کریں گے"۔

اسی اصول پر سرورِ عالم ؐ کے صحابہ رضؓ سختی سے کاربند رہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ جو اسلام میں پہلے خلیفہ ہیں، مسلمانوں کے مشورۂ عام ہی سے خلیفہ منتخب ہوئے اور خلافت کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد تمام امور کا فیصلہ، جن کے بارے میں کتاب و سنت میں کوئی واضح ہدایت موجود نہ تھی، لوگوں کے مشورے ہی سے کیا۔ ان کے اس طرزِ عمل سے متعلق سنن دارمی کی یہ حدیث ملاحظہ ہو:۔

"ہم سے میمون بن مہران نے حدیث بیان کی کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس فریق معاملہ کوئی مقدمہ لاتے تو وہ پہلے اس پر کتاب اللہ کی روشنی میں غور کرتے۔ اگر اس میں ان کو کوئی ایسی چیز مل جاتی جس سے ان کے معاملہ کا فیصلہ ہو سکتا تو اس کے مطابق وہ اس کا فیصلہ کر دیتے۔ اور اگر کتاب اللہ میں انہیں اس کے فیصلے کے لیے کوئی چیز نہ ملتی اور سنت رسول اللہ ؐ میں کوئی چیز مل جاتی تو پھر اس کے مطابق فیصلہ کرتے۔ لیکن اگر سنت رسول اللہ ؐ میں بھی کوئی چیز نہ پاتے تو مسلمانوں سے دریافت کرتے کہ میرے سامنے اس طرز کا معاملہ آیا ہے، کیا کسی شخص کے علم میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی ایسا فیصلہ ہے، جو اس قسم کے معاملہ سے متعلق ہو؟ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ آپ کے پاس متعدد ایسے اشخاص جمع ہو جاتے، جو اس قسم کے معاملے سے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ بیان کرتے۔ اگر ایسا ہوتا تو حضرت ابوبکرؓ اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرتے کہ امت کے اندر ایسے لوگ موجود ہیں، جو رسول ؐ کا علم محفوظ کیے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر اس تلاش کے بعد بھی ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت نہ ملتی تو پھر قوم کے لیڈروں اور ان کے اچھے لوگوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کرتے اور جب وہ کسی بات پر جم جاتے تو اس کے مطابق وہ معاملے کا فیصلہ کر دیتے"۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں اس شورائی نظام نے جس حد تک ترقی کی، اس کی تفصیل مولانا شبلی نعمانی ؒ نے اپنی تصنیف "الفاروق" میں وضاحت کے ساتھ پیش کی ہے:۔

"حضرت عمرؓ نے بغیر کسی مثال اور نمونے کے جمہوری حکومت کی بنیاد ڈالی اور اگرچہ وقت کے اقتضا سے اس کے تمام اصول و فروغ مرتب نہ ہو سکے تاہم جو چیزیں حکومت جمہوری کی روح ہیں، سب وجود میں آگئیں۔ ان میں سب کا اصل الاصول مجلسِ شوریٰ کا انعقاد تھا یعنی جب کوئی انتظام پیش آتا تھا تو ہمیشہ اربابِ شوریٰ کی مجلس منعقد ہوتی تھی اور کوئی امر بغیر مشورہ و کثرت رائے کے عمل میں نہیں آ سکتا تھا"۔

"مجلسِ شوریٰ کا انعقاد اور اہل الرائے کی مشورت استحسان و تبرع کے طور پر نہ تھی، بلکہ حضرت عمرؓ نے مختلف موقعوں پر صاف صاف فرما دیا تھا کہ مشورے کے بغیر خلافت سرے سے جائز ہی نہیں"۔

مجلسِ شوریٰ کے بارے میں یہ حقیقت ذہن نشین رہے کہ اس میں وہی لوگ شریک کیے جاتے تھے، جنہیں عوام کا اعتماد حاصل ہو، اور جو دینی و دنیوی معاملات میں گہری بصیرت رکھتے ہوں۔ پھر مشورہ صرف مجلسِ شوریٰ کے ارکان سے ہی نہ لیا جاتا بلکہ جب کوئی ضرورت پیش آتی تو عام رعایا سے بھی رائے طلب کی جاتی۔ مولانا شبلی اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مجلسِ شوریٰ کے ارکان کے علاوہ عام رعایا کو انتظامی امور میں مداخلت حاصل تھی۔ صوبجات

اور اضلاع کے حاکم اکثر رعایا کی مرضی سے مقرر کیے جاتے تھے، بلکہ بعض اوقات بالکل انتخاب کا طریقہ عمل میں آتا تھا۔ کوفہ، بصرہ اور شام میں جب عمالِ خراج مقرر کیے جانے لگتے تو حضرت عمرؓ ان تینوں صوبوں میں احکام بھیجتے کہ وہاں کے لوگ اپنی اپنی پسند سے ایک ایک شخص انتخاب کر کے بھیجیں جو ان کے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ دیانتدار اور قابل ہو۔

اِس ضمن میں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ خداوند تعالےٰ نے اس دُنیا میں نبوت کا وارث پوری اُمت کو قرار دے کر اگر ایک طرف اُس کے مقام کو بلند کیا ہے تو دوسری طرف اس کی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ کیا ہے۔ قرآن مجید میں اس حقیقت کا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے:

"اور اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک اُمتِ وسط بنایا ہے تاکہ تم دُنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسولؐ تم پر گواہ ہو۔"

خداوند تعالےٰ کا یہ ارشاد جہاں مسلمانوں کو "اُمتِ وسط" ہونے کی بشارت دے رہا ہے، وہاں وہ اس حقیقت کو بھی ان پر واضح کر رہا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد رسولؐ کے قائم مقام ہونے کی حیثیت سے تم کو عام انسانوں پر گواہ کے طور پر اُٹھنا ہو گا اور اپنے قول و فعل سے اس بات کو ثابت کرنا ہو گا کہ رسولؐ نے جو کچھ تمہیں پہنچایا ہے، وہ تم نے عوام الناس تک پہنچانے میں اور جو کچھ اس مقدس ذات نے تمہیں دکھایا ہے، اُسے نوعِ انسانی کو دکھانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور جب تک تم اس دُنیا میں موجود ہو تمہیں شاہد علی الناس کے اس مشن کی تکمیل میں مصروف رہنا ہو گا۔ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا ترسی، راست روی، عدالت اور حق پرستی کی جو تعلیم دی ہے، اُسے اپنے افعال و کردار میں قیامت تک کے لیے محفوظ رکھنا تمہارا فرض ہے اور اسی میں تمہاری زندگی ہے۔ دین کی کامیابی بھی اسی سے وابستہ ہے اور آخرت کی فلاح کا راز بھی اسی میں مضمر ہے۔

گزشتہ صفحات میں جو کچھ عرض کیا گیا ہے اُس سے یہ حقیقت واضح ہے کہ یہ عقیدہ ایک مابعد الطبعی تصوّر کی حیثیت سے دینِ اسلام میں شامل نہیں، بلکہ اسلامی تہذیب و تمدن کی ترتیب و تشکیل میں اسے ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہی ایک عقیدہ ہے جس نے مسلمانوں کے سامنے قیامت تک ایک پیکرِ محسوس کی شکل میں واحد معیارِ حق پیش کیا، انہیں رُشد و ہدایت کی معروضی قدریں عطا کیں۔ اُن کے باہم اجزا کو ایک اُمت بنایا، اُن میں خود اعتمادی پیدا کی اور عقل و فکر سے خود کام لینا سکھایا۔ عالمِ اخلاق میں زمان و مکاں کی ساری حد بندیوں کو ختم کیا، اور ملتِ اسلامیہ میں ہر قسم کے نسلی، نسبی اور قومی امتیازات کو مٹا کر سوسائٹی میں ایک صحیح قسم کی معاشرتی، معاشی اور سیاسی مساوات کی داغ بیل ڈالی۔

از رسالت در جہاں تکوینِ ما
از رسالت دینِ ما آئینِ ما
از رسالت صد ہزار ما یک است
جزوِ ما از جزوِ ما لاینفک است
ما ز حکمِ نسبتِ اُو ملتیم
اہلِ عالم را پیامِ رحمتیم
دامنش از دست دادن مُردن است
چوں گُل از بادِ خزاں افسُردن است
از رسالت ہم نوا گشتیم ما
ہم نفس، ہم مدعا گشتیم ما
زندہ از حق، ملت از وے زندہ است
از شعاعِ مہرِ اُو تابندہ است
(رموزِ بے خودی)
(اقبالؒ)

(عبدالمجید صدیقی)



ہم کو ایک علمی اور حقیقت پسند انسان کے نقطۂ نظر سے تحریکِ قادیانیت کا تاریخی جائزہ لینا چاہیئے اور یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس نئے اسلام کی تاریخ اصلاح و تجدید میں کون سا کارنامہ انجام دیا اور عالمِ اسلام کی جدید نسل کو کیا عطا کیا؛ نصف صدی کی اس پُرشور اور ہنگامہ خیز مدّت کا حاصل کیا ہے؟ تحریک کے بانی نے اسلامی مسائل اور متنازع فیہ اُمور پر جو ایک وسیع و مہیب کُتب خانہ یادگار چھوڑا ہے اور جو تقریباً ۷۰ برس سے موضوعِ بحث بنا ہوا ہے، اس کا خلاصہ اور ماحصل کیا ہے؟ قادیانیت عصرِ جدید کے لیے کیا پیغام رکھتی ہے؟

ان سوالات کا جواب حاصل کرنے کے لیے پہلے ہم کو اس عالمِ اسلامی پر ایک نظر ڈالنی چاہیئے، جس میں اس تحریک کا ظہور ہوا اور یہ دیکھنا چاہیئے کہ انیسویں صدی کے نصفِ آخر میں اس کی کیا حالت تھی اور اس کے کیا حقیقی مسائل و مشکلات تھے؟

اِس عہد کا سب سے بڑا واقعہ جس کو کوئی مؤرّخ اور کوئی مُصلح نظرانداز نہیں کر سکتا، یہ تھا کہ اسی زمانہ میں یورپ نے عالمِ اسلام پر بالعموم اور ہندوستان پر بالخصوص یورش کی تھی۔ اس کے جلو میں جو نظامِ تعلیم تھا وہ خدا پرستی اور خداشناسی کی رُوح سے عاری تھا۔ جو تہذیب تھی، وہ الحاد اور نفس پرستی سے معمور تھی۔ عالمِ اسلام، ایمان، علم اور طاقت میں کمزور ہو جانے کی وجہ سے اس نوخیز و مُسلح مغربی طاقت کا آسانی سے شکار ہو گیا۔ اس وقت مذہب میں دجس کی نمائندگی کے لیے صرف اسلام ہی میدان میں تھا اور یورپ کی ملحدانہ اور مادہ پرست تہذیب میں تصادم ہوا۔ اس تصادم نے ایسے نئے سیاسی، تمدّنی، علمی اور اجتماعی مسائل پیدا کر دیئے، جن کو صرف طاقتور ایمان، راسخ و غیر متزلزل عقیدہ و یقین، وسیع اور عمیق علم، غیر مشکوک اعتماد و استقامت ہی سے حل کیا جا سکتا تھا۔ اس صورتِ حال کا مقابلہ

کرنے کے لیے ایک طاقتور علمی و روحانی شخصیت کی ضرورت تھی، جو عالمِ اسلام میں رُوحِ جہاد اور مسلمانوں میں اتحاد پیدا کر دے، جو اپنی ایمانی قوت اور دماغی صلاحیت سے دین میں ادنیٰ تحریف و ترمیم ...... کے بغیر اسلام کے ابدی پیغام اور عصرِ حاضر کی بے چین رُوح کے درمیان مصالحت و رفاقت پیدا کر سکے اور شوخ و پُرجوش مغرب سے آنکھیں ملا سکے۔

دوسری طرف عالمِ اسلام مختلف دینی و اخلاقی بیماریوں اور کمزوریوں کا شکار تھا۔ اس کے چہرے کا سب سے بڑا داغ وہ شرک جلی تھا جو اس کے گوشہ گوشہ میں پایا جاتا تھا۔ قبریں اور تعزیئے بے محابا پُج رہے تھے۔ غیر اللہ کے نام کی صاف صاف دُہائی دی جاتی تھی۔ بدعات کا گھر گھر چرچا تھا۔ خرافات اور توہمات کا دور دورہ تھا۔ یہ صورتِ حال ایک ایسے دینی مُصلح اور داعی کا تقاضا کر رہی تھی، جو اسلامی معاشرہ کے اندر جاہلیت کے اثرات کا مقابلہ اور مسلمانوں کے گھروں میں اس کا تعاقب کرے، جو پوری وضاحت اور جُرأت کے ساتھ توحید و سنت کی دعوت اور اپنی پوری قوت کے ساتھ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ کا نعرہ بلند کرے۔

اسی کے ساتھ بیرونی حکومت اور مادہ پرست تہذیب کے اثر سے مسلمانوں میں ایک خطرناک اجتماعی انتشار اور افسوس ناک اخلاقی زوال رونما تھا۔ اخلاقی انحطاط فسق و فجور کی حد تک، تعیش و اسراف نفس پرستی کی حد تک، حکومت و اہلِ حکومت سے مرعوبیت ذہنی غلامی اور ذلت کی حد تک۔ مغربی تہذیب کی نقالی اور حکمران قوم (انگریز) کی تقلید کفر کی حد تک پہنچ رہی تھی۔ اس وقت ایک ایسے مصلح کی ضرورت تھی، جو اس اخلاقی و ذہنی انحطاط کی بڑھتی ہوئی رَو کو روکے اور اس خطرناک رُجحان کا مقابلہ کرے، جو محکومیت و غلامی کے اس دور میں پیدا ہو گیا تھا۔

تعلیمی و علمی حیثیت سے حالت یہ تھی کہ عوام اور محنت کش طبقہ دین کے مبادی و اولیات سے ناواقف اور دین کے فرائض سے بھی غافل تھا۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ شریعتِ اسلامی، تاریخِ اسلام اور اپنے ماضی سے بے خبر اور اسلام کے مستقبل سے مایوس تھا۔ اسلامی علوم رو بہ زوال اور پرانے تعلیمی مرکز عالمِ نزع میں تھے۔ اس وقت ایک طاقتور تعلیمی تحریک اور دعوت کی ضرورت تھی۔ نئے مکاتب و مدارس کے قیام، نئی اور مؤثر اسلامی تصنیفات اور نئے سلسلہ نشر و اشاعت کی ضرورت تھی، جو اُمت کے مختلف طبقوں میں مذہبی واقفیت، دینی شعور اور ذہنی اطمینان پیدا کرے۔

اس سب کے علاوہ اور اس سب سے بڑھ کر عالمِ اسلام کی سب سے بڑی ضرورت یہ تھی کہ انبیاء علیہم السلام کے طریقِ دعوت کے مطابق اس اُمت کو ایمان اور عملِ صالح اور اس صحیح اسلامی زندگی اور سیرت کی دعوت دی جائے جس پر اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت، دشمنوں پر غلبہ اور دین و دُنیا میں فلاح و سعادت اور سربلندی کا وعدہ فرمایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عالمِ اسلام کی ضرورت دینِ جدید نہیں، ایمانِ جدید ہے۔ کسی دور میں بھی اس کو نئے دین اور نئے پیغمبر کی ضرورت نہیں تھی، دین کے ان ابدی حقائق و عقائد اور تعلیمات پر نئے ایمان اور نئے جوش کی ضرورت تھی، جس سے زمانہ کے نئے فتنوں اور زندگی کی نئی ترغیبات کا مقابلہ کیا جا سکے۔

زندگی کے ان شعبوں اور ضرورتوں کے لیے جن کا اُوپر تذکرہ ہوا عالمِ اسلام کے مختلف گوشوں میں مختلف شخصیتیں اور جماعتیں سامنے آئیں، جنہوں نے بغیر کسی دعوے اور بغیر اُمت سازی کی کوشش کے وقت کی ان ضرورتوں اور مطالبوں کو پورا کیا اور مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد کو متاثر کیا۔ انہوں نے کسی نئے مذہب اور کسی نئی نبوت کا علم بلند نہیں کیا اور نہ مسلمانوں میں کوئی تفریق اور انتشار پیدا کیا۔ انہوں نے اپنی صلاحیتوں اور قوتوں کو کسی بے نتیجہ کام میں ضائع نہیں کیا۔ ان کا نفع ہر ضرر سے خالی، اُن کی دعوت ہر خطرہ سے پاک اور اُن کا کام ہر شبہہ سے بالاتر ہے۔ عالمِ اسلام

نے اپنا کچھ کھوئے بغیر ان سے نفع حاصل کیا اور مسلمان ان کی مخلصانہ خدمات کے ہمیشہ شکر گزار رہیں گے۔

ایک ایسے نازک وقت میں عالمِ اسلام کے نازک ترین مقام ہندوستان میں جو ذہنی و سیاسی کشمکش کا خاص میدان بنا ہوا تھا، مرزا غلام احمد صاحب اپنی دعوت اور تحریک کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔ وہ عالمِ اسلام کے حقیقی مسائل و مشکلات اور وقت کے اصلاحی تقاضوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی تمام ذہنی صلاحیتیں، علم و قلم کی طاقت ایک ہی مسئلہ پر مرکوز کر دیتے ہیں۔ وہ مسئلہ کیا ہے؟ وفاتِ مسیح اور مسیح موعود کا دعویٰ اس مسئلہ سے جو کچھ وقت بچتا ہے وہ حرمتِ جہاد اور حکومتِ وقت کی وفاداری اور اخلاص کی دعوت کی نذر ہو جاتا ہے۔ ربع صدی کی تصنیفی و علمی زندگی اور جد و جہد کا موضوع اور ان کی دلچسپیوں کا مرکز یہی مسئلہ اور اس کے سلسلہ میں مخالفین سے نبرد آزمائی اور معرکہ آرائی رہا ہے۔ اگر ان کی تصنیفات سے ان مضامین کو خارج کر دیا جائے، جو حیاتِ مسیح و نزولِ مسیح اور ان کے دعاوی اور اس سے پیدا ہونے والے مباحث سے متعلق ہیں تو اُن کے تصنیفی کارنامہ کی ساری اہمیت اور وسعت ختم ہو جائے گی۔

پھر یہ بھی دیکھئے کہ اس عالمِ اسلام میں جو پہلے سے مذہبی اختلافات اور دینی نزاعات کا شکار تھا اور جس میں اب کسی نزاع کے برداشت کرنے کی طاقت نہ تھی، وہ نئی نبوت کا علم بلند کرتے ہیں اور جو اس پر ایمان نہ لائے اس کی تکفیر کرتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے اور مسلمانوں کے درمیان ایک آہنی اور ناقابلِ عبور دیوار کھڑی کر دیتے ہیں، جس کے ایک جانب ان کے متبعین کی ایک چھوٹی سی جماعت ہے، جو چند ہزار افراد پر مشتمل ہے، دوسری طرف پورا عالمِ اسلام ہے جو مراکش سے چین تک پھیلا ہوا ہے اور جس میں عظیم ترین افراد، صالح ترین جماعتیں اور مفید ترین ادارے ہیں۔ اس طرح انہوں نے عالمِ اسلام میں بلا ضرورت ایسا انتشار اور ایک ایسی نئی تقسیم پیدا کر دی جس نے مسلمانوں کی مشکلات میں ایک نیا اضافہ اور عصرِ حاضر کے مسائل میں نئی پیچیدگی پیدا کر دی۔

مرزا غلام احمد صاحب نے درحقیقت اسلام کے علمی و دینی ذخیرہ میں کوئی ایسا اضافہ نہیں کیا جس کے لیے اصلاح و تجدید کی تاریخ ان کی معترف اور مسلمانوں کی نسلِ جدید ان کی شکر گزار رہے۔ انہوں نے نہ تو کوئی عمومی دینی خدمت انجام دی جس کا نفع دنیا کے سارے مسلمانوں کو پہنچے، نہ وقت کے جدید مسائل میں سے کسی مسئلہ کو حل کیا، نہ ان کی تحریک موجودہ انسانی تہذیب کے لیے، جو سخت مشکلات اور موت و حیات کی کشمکش سے دوچار ہے، کوئی پیغام رکھتی ہے، نہ اُس نے یورپ اور ہندوستان کے اندر اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کوئی قابلِ ذکر کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس کی جدوجہد کا تمام تر میدان مسلمانوں کے اندر ہے۔ اور اس کا نتیجہ صرف ذہنی انتشار اور غیر ضروری مذہبی کشمکش ہے، جو اس نے اسلامی معاشرے میں پیدا کر دی ہے۔ وہ اگر کسی چیز میں کامیاب کہے جا سکتے ہیں تو صرف اس میں کہ انہوں نے اپنے خاندان اور ورثا کے لیے سر آغا خاں کے اسلاف کی طرح پیشوائی کی ایک مسند اور ایک دینی ریاست پیدا کر دی ہے، جس کے اندر ان کو روحانی سیادت اور مادی عیش و عشرت حاصل ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر ہندوستان میں وہ ذہنی انتشار نہ ہوتا، جس کا پنجاب خاص میدان تھا، اگر انگریزی حکومت کے اثر سے اسلامی معاشرہ میں اسلام کی بنیادیں متزلزل اور اسلامی ذہن ماؤف نہ ہو چکا ہوتا، اگر مسلمانوں کی نئی نسل دینی تعلیمات اور اسلام کی اصلاحی و تجدیدی شخصیتوں اور نیابتِ انبیاء اور عظمتِ انسانی کی حقیقی صفات سے اتنی بے خبر نہ ہوتی اور آخر میں حکومتِ وقت کی پُشت پناہی اور سرپرستی نہ ہوتی تو یہ تحریک جس کی بنیاد زیادہ تر الہامات، خوابوں، تاویلات اور بے کیف و بے مغز نکتہ آفرینیوں پر ہے اور جو عصرِ جدید کے لیے کوئی نیا اخلاقی و روحانی پیغام اور مسائلِ حاضرہ کو حل کرنے کے لیے کوئی مجتہدانہ مقام نہیں رکھتی، کبھی بھی اتنی مدت تک باقی نہیں رہ سکتی تھی جیسی کہ اس بر سرِ انحطاط سوسائٹی اور اس پراگندہ دماغ، پراگندہ دل نسل میں رہ سکی۔ اسلام کی صحیح تعلیمات اور دعوت سے انحراف اور ان مخلصین و مجاہدین کی جو ماضی قریب میں اس ملک میں پیدا ہو

اور اسلام کے عروج اور مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ کے لیے اپنا سب کچھ مٹا کر چلے گئے، ناقدری کی سزا خدا نے یہ دی کہ ہندوستانی مسلمانوں پر ایک نئے ذہنی طاعون کو مسلط کر دیا اور ایک شخص کو ان کے درمیان کھڑا کر دیا جو امت میں فساد کا مستقل بیج بو گیا ہے۔

دمشق یونیورسٹی کے طلبہ و اساتذہ کے سامنے اسلام کی تاریخ اصلاح و تجدید کے موضوع پر ایک سلسلۂ تقریر کے دوران میں راقم سطور نے تحریکِ باطنیت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا:

"حضرات! میں جب باطنیت، اخوان الصفا، اور ایران کی بہائی اور ہندوستان کی قادیانیت کی تاریخ پڑھتا ہوں تو مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ ان تحریک کے بانیوں نے اسلام اور بعثتِ محمدی کی تاریخ پڑھی تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص تنہا جزیرۃ العرب میں ایک دعوت لے کر کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں نہ مال ہے نہ اسلحہ۔ وہ ایک عقیدہ اور ایک دین کی دعوت دیتا ہے اور کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرتا کہ ایک نئی امت، ایک نئی حکومت، ایک نئی تہذیب وجود میں آ جاتی ہے۔ وہ تاریخ کا رُخ تبدیل کر دیتا ہے اور واقعات کا دھارا بدل دیتا ہے۔ ان کی بلند حوصلہ طبیعتوں نے ان سے کہا کہ اس کا نیا تجربہ کیوں نہ کیا جائے۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ ذہانت، دماغی صلاحیت، تنظیمی لیاقت بھی رکھتے ہیں اور پڑھے لکھے لوگ ہیں، پھر کیوں نہ تاریخ اپنے آپ کو دہرائے گی اور کس طرح انہی واقعات کا ظہور نہ ہوگا جو طبعی اسباب اور عمل کے ماتحت گزشتہ دور میں ہو چکے ہیں۔ ان کو امید تھی کہ پھر اسی معجزہ کا ظہور ہوگا جس کا تاریخ نے چھٹی صدی میں مشاہدہ کیا، اس لیے کہ فطرتِ انسانی ناقابلِ تبدیل ہے اور لوگوں میں ہمیشہ سے ہر دعوت قبول کرنے کی صلاحیت ہے۔

• ان بلند حوصلہ انسانوں نے اس یکہ و تنہا ہستی کو تو دیکھا جو بغیر کسی سرمایہ اور بغیر کسی فوجی طاقت و حمایت کے ایک دینی دعوت لے کر کھڑی ہوئی، لیکن اس کے پیچھے اس ربانی حمایت اور ارادۂ الٰہی کو نہیں دیکھا جو اس کی کامیابی، غلبہ اور قیامت تک باقی رہنے کا فیصلہ کر چکا تھا اور جس نے اعلان کر دیا تھا:

هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ (الصف، ع۱)

وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسولؐ ہدایت اور سچے دین کے ساتھ تاکہ سب دینوں پر غالب کرے خواہ شرک کرنے والے کتنا ہی بُرا مانیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ وقتی طور پر ان کی کوششیں کامیاب اور بار آور ہوئیں اور انہوں نے ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں اپنے ساتھی اور پیرو پیدا کر لیے۔ ان میں سے بعض (باطنیہ) نے عظیم الشان سلطنت (فاطمیہ) بھی قائم کر لی اور یہ سلطنت عرصہ تک پھلی پھولی اور ایک زمانہ میں اس نے سوڈان سے مراکش تک قبضہ کر لیا، لیکن جب تک ان کی تنظیم ان کے مخفی انتظامات اور ان کی شعبدہ بازیاں باقی رہیں، یہ عروج بھی باقی رہا لیکن پھر وقت آیا کہ یہ سب عزّ و اقتدار اور یہ سب ترقی و اقبال ایک افسانہ بن کر رہ گیا۔ ان کے مذاہب ایک مختصر دائرہ میں محدود ہو کر رہ گئے، جن کا زندگی پر کوئی اثر اور دنیا میں کوئی مقام نہیں۔

اس کے بالمقابل اسلام جس کو رسول اللہ لے کر آئے، وہ آج بھی دنیا کی عظیم ترین روحانی طاقت ہے اور آج اس کے ساتھ ایک عظیم الشان امت ہے۔ آج بھی وہ ایک تہذیب رکھتا ہے اور بہت سی سلطنتوں اور قوموں کا مذہب ہے۔ نبوتِ محمدی کا آفتاب آج بھی بلند اور روشن ہے اور تاریخ کے کسی دور میں بھی وہ گہن میں نہیں آیا۔

(مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

قوم کے ساتھ ساتھ چلیئے

ہر ماہ قومی ڈائجسٹ پڑھیئے



ہر ماہ لاکھوں نئے الفاظ کے ساتھ